مباحثۂ گلزار نسیم

یعنی



مؤلفہ

خلاصۃ الحکما میرزا محمد شفیع شیرازی ثم لکھنوی

مطبع منشی نول کشور لکھنؤ میں طبع ہوا

بار اول | باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ | سنہ ۱۹۴۰ء

بسم اللہ وبہ نستعین

دیباچہ مباحثہ گلزار نسیم

گلزار نسیم کا ایک نیا اڈیشن منشی چکبست کے دیباچے ... ۱۹۰۵ ...

ہوا تو قدردانان سخن کو یہ خیال ضرور پیدا ہوا تھا کہ اُ

یسا نیا اضافہ ہوا ہے کہ جس سے فن تنقید کو تر

دیباچہ سے اُردو کی ادبی دُنیا ...

اور جسکے متعلق ابتک اکثر مضامین اخبارون یا رسالون مین نکل آتے ہین۔ اِس مجموعہ کے
شائع کرنے سے ہماری یہ مراد نہین ہی کہ اس مباحثہ کا جو غیر لطیف حصّہ تھا اسکی یاد
تازہ کرکے پرُانے زخم ہرے کیے جائین یا کسی خاص فریق کی تائید مین جو مضامین
شائع ہوے ہین انکی اشاعت کیجائے برعکس اسکے اِس مجموعہ کے شائع کرنے سے
ہماری اصل مراد یہ ہی کہ تحقیقات زبان کے متعلق جو مضامین شائع ہوئے ہین۔
مین تنقید کا لطف پایا جاتا ہی یا جن مین ایسی ظریفانہ شوخی موجود ہی جو کہ بد
کے درجہ تک نہین پہونچی ہی وہ ایک جگہ فراہم کردیے جائین اور زمانے کے

حصّون مین تقسیم ہو سکتا ہی۔ ایک حصہ ایسے مضامین
موجود ہی۔ اور جنکے پڑھنے سے زبان اور محاورے
مین ظرافت
ن کا ہی
ن اور
ن بھی
خون
قدر
ہی

گیے ہین جنمین ظریفانہ لطافت کے ساتھ جا بجا تنقید کا لطف بھی موجود ہی - اب رہے
تیسری قسم کے مضامین جن مین قومی مذہبی اور ذاتی حملے نہایت فحش اور گندہ الفاظ
مین کیے گئے ہین اور جنکے ہر فقرہ کی بنیاد پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش ہو سکتی ہی
اُن کو اس مجموعہ مین جگہ نہین دیگئی ہی بلکہ جو ظریفانہ مضامین شائع بھی کیے گیے
ہین اُن مین بھی ایک مضمون مین ایسے ایک یا دو لفظ ایک موقع پر لکھنے سے
چھوڑ دیے گئے ہین جو تہذیب مضمون نگاری کے خلاف تھے - جہانتک کہ
اُس جھگڑے کی تاریخ کا تعلق ہی وہ حضرت طپش بلگرامی کے قلم سے لکھے ہوئے
اس مجموعہ مین درج ہی اور اسکے دہرانے کی یہان ضرورت نہین - لیکن ہم اس
مباحثہ کی مجموعی حیثیت پر مختصراً چند خیال ضرور ظاہر کرنا چاہتے ہین -

اس علمی جنگ مین جناب شرر اور جناب چکبست کے درمیان معرکہ
درپیش تھا اب رہا یہ کہ ان دونون پہلوانان سخن مین سے کس کو فتح ہوئی اور کس کو
شکست ہوئی اسکا فیصلہ کرنا ہمارا کام نہین - اسکا فیصلہ جناب احمد علی صاحب شوق
منشی سجاد حسین صاحب حافظ خلیل حسن صاحب جلیل و جناب حسرت موہانی و حضرت
طپش بلگرامی وغیرہ نے کر دیا ہی - ان حضرات کے مضامین کے پڑھنے سے یہ آئینہ
ہو جاتا ہی کہ کون حق کی طرف ہی اور کون باطل کی طرف ہم صرف اس قدر لکھنا
چاہتے ہین کہ اس مباحثے کے دیکھنے سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہی کہ اُردو زبان مین فن
تنقید ابھی تک بہت کچھ اصلاح طلب ہی - یعنی یہان علمی مباحثون مین بھی قومی اور ذاتی
جذبات جوش مین آجاتے ہین جن سے مذاق سلیم کا خون ہو جاتا ہی فحش اور گندہ مضامین کو
چھوڑ کر سنجیدہ مضامین کے پڑھنے سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہی کہ لکھنے والے کے دل مین
مخفی علمی تحقیقات کا شوق موجود نہین ہی بلکہ اور جذبات بھی موجزن ہین - جو انصاف کی
آنکھون پر تعصب کا پردہ ڈالے ہوئے ہین - اس بحث کی ابتدا مولانا شرر سے

ہوئی مولانا موصوف کی انشا پردازی اور علمی قابلیت محتاج بیان نہین - لیکن ہم نہایت ادب سے یہ عرض کرینگے کہ آپ کے مضامین سے اکثر مقام پر بیجا غیظ و غضب کا اظہار ہوتا ہی اور ایک آدھ جگہ قومی تعصب کی بھی بو آتی ہی - مثلاً اتحاد مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء کے صفحہ ۸ پر مولانا موصوف اپنے احباب کے مضامین کے متعلق تحریر فرماتے ہین کہ ان مضامین پر ہمارے احباب اور اردو مذاق کے قدردان ضرور توجہ کرین خاصتہً مسلمان پبلک کی توجہ کی ضرورت ہی - ہمکو مولوی شرر ایسے بزرگ کے قلم سے ایسے الفاظ نکلتے دیکھکر سخت تعجب ہی - برعکس اسکے انصاف ہمین یہ کہنے پر مجبور کرتا ہی کہ جناب چکبست کے قلم سے جو مضامین جناب شرر کے اعتراضات کے جواب مین شائع ہوئے ہین - اُنمین پوری شان تنقید قائم ہی - اور اپنے مخالفین کی شان مین ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہین کیا ہی جو مذاق سلیم کے پایہ سے گرا ہوا ہو سنجیدہ مضامین کے علاوہ جو مضامین اودھ پنچ مین جنت کی ڈاک کے سلسلے مین آتش کے خطوط کے عنوان سے شائع ہوئے ہین وہ بھی لوگ جناب چکبست کی طرف منسوب کرتے ہین اور ہمکو بھی ذاتی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مضامین مذکور جناب چکبست کے لکھے ہوئے ہین ان مضامین مین بھی مولوی شرر صاحب کی زبان دانی کا مضحکہ ضرور اُڑایا گیا ہی - مگر کسی مقام پر قومی یا مذہبی تعصب کا شمہ نہین ہوتا ہی ہم جناب چکبست کے معین نہین ہین اور نہ ہمکو اُنکی رائے سے کلیتہً اتفاق ہی اور نہ ہم مولوی شرر صاحب کے تمام اعتراضات کو بیجا سمجھتے ہین - ہمارا مطلب صرف اس قدر ہی کہ مولوی شرر صاحب نے جو لباس اپنے خیالات کو اعتراضات کرتے وقت پہنایا ہی اسمین کافی شان تنقید موجود نہین ہی - اور جناب چکبست کا انداز تحریر ایسا ہی جسکو فن تنقید کا ایک اچھا معیار خیال کرنا چاہیے - ہمارے اس بیان کی تائید وہ حضرات کرینگے جنھون نے جناب چکبست کے وہ مضامین

اُردوے معلّٰی اور اودھ پنچ مین پڑھے - جو مولوی شرر صاحب کے اعتراضات کے جواب مین شائع ہوئے ہین اور جن سے حضرت چکبست کی علمی قابلیت کا سکہ دلون پر جاری ہو گیا - علاوہ ان دو حضرات کے جن حضرات کے مضامین قابل امتیاز ہین اُن مین منشی سجاد حسین صاحب و منشی احمد علی صاحب شوق و حسرت موہانی صاحب اور ضامن کنتوری صاحب و حضرت جلیل کے مضامین قومی او رمذہبی تعصب سے بالکل پاک ہین - اور بیجا غیظ و غضب کے جذبات سے بری ہین - خصوصًا احمد علی صاحب شوق کے رسالے فن تنقید کے اعلے نمونے ہین گو کہ جناب چکبست نے اپنے دیباچہ مین حضرت شوق کی مثنوی ترانۂ شوق کے خلاف لکھا تھا لیکن آپ نے جناب چکبست کے اس خیال کو ذاتی حملہ نہ سمجھا اور گلزار نسیم کے متعلق اپنی رائے نہایت آزادی کے ساتھ ظاہر کر دی یہی شان تنقید ہی بعض حضرات کے مضامین معیار تنقید سے گرے ہوے ہین مثلاً نقاد لکھنوی صاحب نے زمانہ مین جو مضمون اس بحث کے متعلق لکھا ہی اُس مین نسیم کو عرش پر پہونچا دیا ہی اور میر حسن کو کہین کا نہین رکھا ہی دکن ریویو کے نقاد صاحب نے نسیم کے خلاف ایسے ایسے اعتراض گڑھے ہین کہ سبحان اللہ نسیم کا شعر ہی ؎ چپکی ہوئی بیٹ سے وہ دلگیر + آئینہ کی پشت پر تھی تصویر + نقاد صاحب (چپکی ہوئی) کو چٹکی ہوئی پڑھتے ہین اور جب شعر کے معنے سمجھ مین نہین آتے ہین تو نسیم پر اختصار بیجا کا اعتراض فرماتے ہین - اسی طرح "ہوا خواہ نسیم" نے تہذیب کے صفحون کو نسیم کی بیجا تعریف مین سیاہ کیا ہی ظریفانہ مضامین خاص منشی سجاد حسین صاحب کے قلم سے اودھ پنچ مین شائع ہوے ہین انکو نہایت اعلی درجہ کی ظرافت کا نمونہ سمجھنا چاہیئے - لیکن اودھ پنچ کے بعض نامہ نگارون نے ایسے مضامین لکھے ہین جن مین باوجود دیگر محاسن کے

―――

مولوی شرر صاحب پر ذاتی حملے کیے گئے ہین اور اسیوجہ سے یہ مضامین[ع] اس مجموعہ مین داخل نہین کیے گئے ـ

ع مثلاً ذیل کے قطعات ملاحظہ ہون

ذرا سنئے گا

پھلے پھولے گی اب خاک بدایون + کہ اسین کھاد کرسی کی پڑی ہو ـ واللہ قلم توڑ دیے ہین اور کیا کھون زمین شعر مین ہل چلوا دیا ـ کیا روانی ہو ـ تسلیمات کی تخم ریزی کرتا ہون ایک اور شعر ملاحظہ ہو ؎ طلیمن کہتی ہو بدر النسا سے + تجھے اپنی مجھے اپنی پڑی ہو + بندہ نواز کیا شوخ طبیعت پائی ہو ـ واللہ داغ یاد آگئے کورنش عرض ہو دو قطعہ ملاحظہ ہون ـ

قطعہ اول

اڈیٹر پنچ کا ہے خان عالی ظرافت اسکی گھٹی مین پڑی ہے
وہ ہے شیر نیستان فصاحت رقیب اس کا مجسم لومڑی ہے

قطعہ ثانی

رفیق پنچ ہے شوخ سخن سنج کہ جسکی دھوم عالم مین پڑی ہے
جو اس کی نظم ہے سلک جواہر تو اس کی نظم موتی کی لڑی ہے

حضرت اعجاز ہے اعجاز کس زبان سے آپ کی تعریف کیجائے ـ بس ان قطعونکی لطافت کا اندازہ یہ ہے کہ حاسد کا دل بجھ کر رہجائیگا ـ یہ آپکی قدر افزائی ہے محبت ہو حاسد کیا اور اسکا دل کیا ـ اچھا لگے ہاتون ایک شعر اور سنیئے ؎ محل قائم رہے بدر النسا کا + یہ غم آٹھون پہر جو نسٹھ گھڑی ہو + اس شعر کی تعریف ناممکن ہو ـ جانصاحب کی روح لوٹن کبوتر ہو گئی ہو ـ واللہ تعقید کا نام نہین ـ اور مضمون ایسا (دگر انبار) حضرت آپ نے تو تعریف کے پل باندھ دیے ہین کس زبان سے شکریہ ادا کرون ایک شعر ملاحظہ ہو لینے رنگ مین فرد ہو ؎ پیام یار گندھی پڑھ رہا ہو + طلیمن خندہ پیشانی کھڑی ہے واللہ دماغ مہک گیا اس شعر سے سچی شاعری کی بو آتی ہو مگر خیالات کی پاکیزگی شرط ہو ـ آداب کا کنٹر

لیکن جیسے گندہ اور ناپاک اور فحش مضامین اپریل ۱۹۰۵ء اور مئی ۱۹۰۵ء کے پیام یار مین مولوی شرر صاحب کی تائید مین شائع ہوے ہین اور جنکے اقتباسات اس مجموعہ مین حضرت طپش بلگرامی کے مضمون مین درج ہین انکا جواب جرکین کے دیوان مین بھی

ڈھونڈتا ہون - اسی تلازمہ کا ایک در بیزی شعر ملاحظہ ہو ؎ پڑا بیہوش ہے پینک مین گندھی + پھریری ناک مین اُلٹی اڑی ہے - بندہ نواز کیا صنعت رکھی ہے - مانتا ہون اُستاد کہتا ہے ع پھریری ناک مین اُلٹی اڑی ہے - دیکھیے (ناک) کو اُلٹیے تو (کان) ہو جاتا ہے اور پھریری کو کان سے تعلق ہے واللہ یہ لغت تو مین بھی نہین سمجھا تھا آپ خالی سخن فہم ہی نہین ہین بلکہ معنی آفرین ہین اچھا دو ایک شعر اور سنیئے ؎ خدا رکھے حلیمن تو ہے تیار + مگر بدر النسا سوکھی سڑی ہے + واللہ اس شعر مین کیا بے تکلفی کوٹ کوٹ کر بھری ہے - اچھا ایک قطعہ اور عرض ہے -

قطعہ

شگوفہ پنچ نے کیسا یہ چھوڑا ۔۔۔ کہ جس سے اک قیامت آپڑی ہے

ادھر بدر النسا ہے منہ پھلائے ۔۔۔ حلیمن اُس طرف روٹھی کھڑی ہے

کیا کہنا دوسرے شعر کی تعریف ناممکن ہے - اس شعر کا لطف جبھی آسکتا ہے جب ذرا لطف بیان سے واقفیت ہو - تھوڑی سی زیادہ نہین بیشک ایک اور شعر سنیئے ؎ نسیم صبح برساتی ہے وان پھول جہانپر لاش آتش کی گڑی ہے - قسم ہے خاک و آتش و آب و باد کی اس شعر کا جواب نہین ہو سکتا کیا لطافت ہے اور کیا پاکیزہ خیالی ہے خیر - تسلیمات عرض ہے آخری شعر ملاحظہ ہو - ؎ شرر کہتا ہے مین چلنا کھڑا ہون + اگرچہ بست ساون کی جھڑی ہے - واللہ کیا برابر کے مصرع ہین شعر کیا ہے شاعری کا سانچہ ہے - تسلیمات - کورنش - آداب - سب ایک ہی مرتبہ عرض ہین - جو کچھ آپ نے فرمایا یہ محض آپکا حسن ظن ہے - اور قدر دانی ہے - بھلا شرر کے دل سے میرے اشعار کی داد لیجیے - المخبر مولانا شرر

از اودھ پنچ ۷ - دسمبر ۱۹۰۵ء

ملنا مشکل ہی ہمکو تعجب ہی تو اِس قدر کہ مولوی شرر نے ان مضامین کے خلاف نعرۂ نفرین
کرنے کے بدلے اپنا دامن انکی تعریف سے کیون آلودہ کیا جلساکہ حضرت طپش کے مضمونکے
پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہی بہر حال باوجود جملہ عیوب کے یہ بحث ایک یادگار بحث ہی اور
جتنے نکتے بہت سے محاورون اور اصلاحون کے متعلق اس بحث مین حل ہوگئے وہ
اُردو زبان کی کسی علمی بحث مین حل نہین ہوئے ہونگے اور نہ کسی علمی بحث مین مُلک کے
اتنے گرانمایہ سخن سنجون نے حصّہ لیا ہوگا۔

کورنش عرض ہے

کورنش عرض ہی بندہ نواز - مزاج مبارک - شکر ہے خُدا کا - کہئیے آجکل کیا شغل رہتا ہے - حضور ایک غزل
لکھی ہے کہ مومن مرحوم کی روح وجد کرتی ہے - فرمائیے فرمائیے - سُنیے بندہ پرور مطلع ہے ے مصیبت دیکھو
بدرالنسا کی - حلیمن نے کہا مرضی خدا کی + اے سبحان اللہ کیا کہنا ہے شعر کیا ہے بیکسی کا چکارہ ہے تسلیمات کی
کھونٹی گستا ہون -

دوسرا مطلع ملاحظہ ہو

ترقی بھی شرر نے کی تو کیا کی + گھٹا کی عقل اور داڑھی بڑہا کی + واللہ کیا برابر مصرعے ہین - گندھی کا
دل چاہے تو بھری بھر تول ے - قسم ہے پروردگار پاک کی کیا مصرع کہاہے ع گھٹا کی عقل اور داڑھی بڑہا کی
کیا ترقی اور تنزل کی تصویر کھینچی ہے فارسی کا اُستاد بھی کھ گیا ہے ع گوسالۂ ما پیر شد و گاؤ نشد محبت ہے
قدر افزائی ہے تیسرا مطلع ملاحظہ ہو -

اُڑے آتش تو ڈاک آئی صبا کی + تلافی پنج نے کی بھی تو کیا کی + واللہ شعر کیا کہاہے - شاعری کی رجسٹری
کردی ہے - کورنش کا لفافہ کھولتا ہون - ایک اور شعر ملاحظہ ہو - جو ٹینی مرغ سے مانگے ملی تھی +
وہی اک ٹانگ گندھی کی چلا کی + آہاہا کیا معنی خیز شعر ہے - شرر کی مُرغ کی ایک ٹانگ اور گندھی
کی اُسکی تائید مین ہٹ دھرمی اور ہاتھ آگئی تھی کتنی رعایتین ہین کس کس کی تعریف کیجائے اداپ کے بوٹے ٹیکتا ہون

ہم نے یہ کوشش کی ہی کہ گلزار نسیم کے خلاف اور موافق جس قدر سنجیدہ مضامین مولوی شرر صاحب اور جناب چک بست کی بحث کے سلسلہ مین شائع ہوئے ہین وہ سب اس مجموعہ مین شائع کردیے گئے ہین اگر کوئی قابل اشاعت مضمون چھپنے سے رہگیا ہو تو ناظرین اُس سے ہمین مطلع فرماوین دوسرے اڈیشن مین وہ بھی شائع کردیا جائے گا کیونکہ ہمارا مطلب یہ ہے ۔

سُنیے گا ؎ ابھی اس راہ سے گندھی گیا ہی + کہے دیتی کجی ہی نقش پا کی + قسم ہی قدر دانان شرر کے سر کی دربچی کا کیا لفظ رکھدیا ہے ۔ مصرع پڑہا نہین کہ انوکھے نقش پا کی تصویر آنکھون کے سامنے پھر گئی ۔ یعنی گھومے ہوئے پنجے کا نقش تو چکر گھنّی ہو کر رہجاتا ہے اور ایڑی کا خدا حافظ ہے ۔ تسلیمات عرض ہی دوسرا وزن ملاحظہ ہو ۔ رہے کرسی کے خواندہ تک بھی احمق + عجب تاثیر ہے آب و ہوا کی ۔ بارک اللہ کیا روزمرہ کی صفائی ہے کیون نہو لکھنؤ کی زبان ہے حضور قدر افزائی ہے ؎ جو ہو عطار اور گندھی کا فضلہ + اڈیٹرہ بنے قدرت خدا کی + بجا ارشاد ہوا حضرت یہ وہی مثل ہے چھچھوندر لگائے چنبیلی کا تیل جناب کی سخن فہمی ہی ؎ دبا ہی جو ل مین کرسی کے دہن خرابی ہے بدایون کے للاکی ۔ کیا کرسی اور بدایون کا اتحاد دکھایا ہے اسکا نام شاعری ہے واللہ حاسدونکی چولین ڈھیلی کردی ہین ؎ عجب کرسی کی مرغی مین ہے شامت + ہر ایک انڈا نکل جاتا ہے خاکی + سبحان اللہ وبحمدہ کل غزل مرصّع ہے کورنش عرض ہے ۔ المخبر مولانا شرر ۔

آداب بجا لاتا ہون

ازاودھ پنچ مورخہ ۹ ۔ نومبر ۱۹۰۵ء جلد ۲۹ ۔

آداب بجالاتا ہون مطلع عرض ہی ؎ زلف جانان کیطرح ہے ٹانگ بل کھائی ہوئی + اُف تری گندھی جوانی جوش پر آئی ہوئی ۔ قسم خدا کی کیا جوش ہی معلوم ہوتا ہے کہ بوتل کا کاگ اُڑا جاتا ہی تسلیمات عرض ہے اچھا اور سنیئے ؎ اسقدر گرما گیا گندھی کہ گندھک ہوگیا + رنگ لائی ہے شرر کی آگ بھڑکائی ہوئی + واللہ قلم توڑ دیے ہین ۔ مدرسے مردک سنا تھا مگر (گندھی) سے (گندھک) آپ نے بنایا مگر دیکھیے رنگ نہ چاٹ کھائے ۔ کورنش عرض ہے یہ شرر اور گندھک کا اتحاد ملاحظہ ہو اپنے مُنھ سے

کہ یہ مباحثہ ایک مکمل حیثیت مین ہمیشہ کے لیے یادگار رہے ہمکو یہ سُنکر نہایت خوشی ہوئی
کہ جناب چکبست اور مولوی شرر صاحب مین اب کوئی ذاتی رنجش باقی نہین ہی اور یقین
ہی کہ جناب منشی سجاد حسین صاحب اور مولوی شرر صاحب مین بھی صفائی ہو جائے

راقم الاثم خلاصۃ الحکما میرزا محمد شفیع شیرازی ثم لکھنوی عفاعنہ

اپنی تعریف کو کیا بیچا ہے مگر اتنا کہونگا کہ اگر آتش زندہ ہوتے تو اس شعر کی داد دیتے خیر ایک اور شعر ملاحظہ ہو ؎
دیکھنا انصاف اس پروردگار پاک کا + پردہ در کی (پردۂ عصمت) سے رسوائی ہوئی - اعجاز ہے اعجاز
خدا کی قسم ہے شاعر عیوب کی کیا روانی ہے اور کیا پاکیزگی دلگدازی صادق القول حلیمن اسیر صدقے ہے آداب کا
پردہ اُٹھاتا ہون حضور نے حلیمن اور حلیمن کی تجنیس خطی خوب پیدا کی ایک شعر اور سُنیئے ؎
ہے حلیمن سرنگون بدر النسا ہے شرمسار + اک پیام یار سے دونو کی رسوائی ہوئی + آ ہا ہا شعر کیا ہے ...
... بس آگے کیا کہون تعریف ناممکن ہے مین کیا اور میرا شعر کیا آپکا حُسن سماعت و قدر دانی ہے ؎
شوہر کے داڑھی کے تنکے کی بھریری ہو بہم + آجکل گندھی کے دل مین ہے یہ دُھن آئی ہوئی + قسم
خدا کی اسکا نام جدت ہے - دیکھیئے اس تنکے کی اوٹ مین کیا کیا نکتے پنہان ہین اور (دُھن)
بھی کیا خوب کیا کیا رعایتین ہین قدر افزائی ہے ناچیز اپنے تئین کچھ سمجھتا نہین محض تخلص کی رعایت سے
شعر کہ لیتا ہون ؎ بیکسی پر اپنی رو کر یہ حلیمن نے کہا + لکھنؤ کی صبح مجھکو شام رسوائی ہوئی + واللہ
رقت آگئی اب ایسا شعر نہ پڑھیے گا ورنہ بزم ماتم بپا ہو جائیگی اچھا دوسرا شعر ملاحظہ ہو - ؎
ہوش اُڑ جاینگے گندھی کے مثال بوے عطر + ہے اگر طبع خیاب غاد گرائی ہوئی + کیا کہنا - جی ہان
گندھی کیا اور اُسکی ہستی کیا - گو کہ باوجود پیرانہ سالی کے عقل نہ آئی - عمر بھر تو تیل بیچا کیئے ؎
بوتلون کے کاگ نکالتے نکالتے ایک ٹانگ پیچ کش ہو کر رہ گئی + اب بچپن مین فارسی پڑھی تھی
اسکا خیال آیا ہے مضمون نگار بنے ہین تسلیمات عرض ہے آخری شعر ملاحظہ ہو ؎ ہے بیابانی کے تکیے پر حوالی کا
درخت + پھر اسی کی ایک گلہری رنگ ہے لائی ہوئی - اس شعر پر حاسد تر شرد تو ضرور ہونگے مگر اسکا جواب
ناممکن ہے آداب بجالاتا ہون

المخبر مولانا شرر

۷ - جولائی ۱۹۱۰ء

از اودھ پنچ مطبوعہ ۸- فروری ۱۹۰۵ء جلد ۳۰ نمبر ۶

۲ - گلزارنسیم کے جھگڑے کی تاریخ

(از طیش بلگرامی)

فاش میگویم واز گفتۂ خود دل شادم بندۂ عشقم و از ہر دو جہان آزادم

جناب اڈیٹر صاحب - تسلیم اودھ پنچ کے گذشتہ نمبر مین ایک تحریر میری نظر سے گذری جسمین اس امر کے متعلق بحث تھی کہ گلزار نسیم کی بحث نے جو اسقدر طول کھینچا ہے تو اسکے لیے کون ذمہ دار ہے چونکہ مین نے بھی اس بحث کو دلچسپی کے ساتھ پڑھا ہے لہذا اسکے متعلق مین چند خیالات ظاہر کرنا چاہتا ہون -

جنابمن دو ماہ پیشتر میرا خیال تھا کہ اس بحث نے جو اسقدر طول کھینچا ہے تو اسکے لیے صرف اودھ پنچ ذمہ دار ہے - اور عبد الحلیم صاحب شرر بالکل معصوم ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ مین نے شروع سے اس بحث کے متعلق مضامین نہ دیکھے تھے محض دو چار ماہ سے مین اودھر ادھر کچھ پڑھ لیا کرتا تھا اور چونکہ زیادہ تر مضامین اودھ پنچ مین دیکھتا تھا لہذا مین خیال کرتا تھا کہ شرر بیچارے تو خاموش ہین مگر اودھ پنچ مسلسل انکے اعتراضات اور تصانیف کی دھجیان اڑا رہا ہے - مگر حال مین میرا لکھنؤ جانے کا اتفاق ہوا تھا وہان جاکر مین نے مختلف افواہین سُنین - کوئی شرر کو ملزم قرار دیتا ہے کوئی اودھ پنچ کی زیادتی کی شکایت کرتا تھا - اس گُتھی کے سُلجھانے کے لیے مین نے وہ تمام مضامین جمع کیے جو کہ اس بحث سے متعلق شائع ہوئے تھے اور سلسلہ وار پڑھے - انکے پڑھنے سے مجھپر یہ امر آئینہ ہو گیا کہ اودھ پنچ کا کوئی قصور نہین ہے - اور جسقدر حصہ اس بحث کا قابل الزام ہے اسکے لیے شرر صاحب ذمہ دار ہین - چونکہ مین خیال کرتا ہون کہ اکثر اصحاب میری طرح اس اڈیٹرین مین

ہونگے کہ اس بحث کی ابتدا کیونکر ہوئی۔ اور اسکی خرابیونکے لیے کون واقعی ذمہ دار ہے لہذا یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ناگوار بحث کی تاریخ کی نسبت چند سطور تحریر کیجائین جن سے ہر شخص منصفانہ نتیجہ نکال سکے۔

مارچ و اپریل۔ دلگداز مین شرر صاحب نے گلزار نسیم پر (ریویو) شائع کیا جسمین تین عنوان قائم کیے گئے تھے۔

(۱) گلزار نسیم آتش کی تصنیف ہے۔

(۲) گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہے۔

(۳) گلزار نسیم کے چند قابل اعتراض شعر تمثیلاً پیش کیے گیے تھے۔

۱۱۔مئی ۱۹۰۵ء کے اودھ پنچ مین ایک مضمون اڈیٹوریل نکلا جسمین یہ لکھا گیا تھا کہ جس حالت مین یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ گلزار نسیم آتش کی تصنیف ہے تو اُسکی زبان پر اعتراض کرنا۔ گویا کہ لکھنؤ کے سرمایۂ ناز شاعر آتش کی زبان پر اعتراض کرنا ہے۔ نیز یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ شرر کو اہل لکھنؤ کا وکیل بنکر اعتراضات شائع کرنے کا منصب نہین حاصل ہے وہ اپنی ذاتی ذمہ داری پر ایسا کر سکتے تھے۔ علاوہ اسکے چند اعتراضات کا جواب بھی دیا گیا تھا۔ مین نے اودھ پنچ کا یہ مضمون دیکھا اسمین کوئی ایسی بات نہ تھی جو کہ شستہ ظرافت کے پایہ سے گری ہوئی ہو۔ اور دیگر حضرات یہ مضمون دیکھکر اپنا اطمینان کر سکتے ہین۔

اگر شرر صاحب کے مزاج مین مصالحت پسندی کا جوہر ہوتا تو وہ یا اودھ پنچ کے مضمون کا باضابطہ جواب دیتے یا خاموش رہتے مگر اُنھون نے ایسا طریقہ اختیار کیا جس سے اڈیٹر اودھ پنچ کی سراسر سُبکی اور علمی توہین منظور تھی اور مین شرر صاحب کی اس نازیبا حرکت کو اصل بنائے فساد قرار دیتا ہون۔ یعنی شرر صاحب نے ۱۶۔جون ۱۹۰۵ء کے ریاض الاخبار مین ایک مضمون (بدر) کے نام سے شائع کرایا جسمین یہ لکھا تھا کہ ۱۱۔مئی ۱۹۰۵ء اودھ پنچ مین جو مضمون شرر کے خلاف شائع ہوا ہے وہ منشی سجاد حسین کا لکھا ہوا نہین ہے

بلکہ کسی اور شخص کا لکھا ہوا ہے (اور یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اس مضمون کا انداز عبارت شرر کے انداز عبارت سے بالکل مشابہ ہے سر مُو فرق نہین) اور یہ لکھکر اودھ پنچ کے اڈیٹوریل مضمون کا خوب خاکہ اُڑایا گیا تھا اور اسکے لکھنے والے کو فاتر العقل وغیرہ کا خطاب دیا گیا تھا - مین پوچھتا ہون کہ اس سے بڑھکر اڈیٹر اودھ پنچ کی کیا ذلت ہو سکتی تھی کہ اسکے مضمون کے لیے لکھا جائے کہ کسی اور شخص کا لکھا ہوا ہے - شرر صاحب بھی لکھنؤ مین رہتے ہین - شرر صاحب اُن سے دریافت کر سکتے تھے کہ آیا یہ آپ کا مضمون ہے کہ راقم کا نام غلطی سے رہ گیا ہے - مگر شرر صاحب کا تو منشا ہی کچھ اور تھا - اسی سلسلہ مین اڈیٹر اودھ پنچ کی تردید مین ایک بیہودہ اور فحش مضمون اپریل ۱۹۰۵ء کے پیام یار غالباً یہ نمبر پیام یار کا حسب معمول دو ایک ماہ بعد شائع ہوا ہوگا) مین پھر (بدر) کے نام سے اور شرر کی تائید مین شائع ہوا جسمین مختلف بیہودہ کلمات کے علاوہ یہ بھی لکھا گیا تھا کہ منشی سجاد حسین صاحب نے کچھ ایسی گھڑی جنم لیا ہے کہ ہندو مسلمانون کا جب کوئی جھگڑا پیش ہوتا ہے تو وہ ہندوؤن کا ساتھ دیتے ہین اور اسی اصول پر گلزار نسیم کی طرفداری کر رہے ہین - یہ فقرہ بہت قابل لحاظ ہے - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتدا ہی مین شرر اور اُنکے طرفدارون نے اس علمی بحث کو ایک مذہبی جھگڑا بنانے کی کوشش کی دمگر اودھ پنچ نے ان بیہودہ اور فحش کلمات کو تو ناقابل لحاظ سمجھکر ترکی بترکی جواب نہ دیا ۲۹ - جون ۱۹۰۵ء کے

ع ۵ مثلاً شرر کا اعتراض تھا کہ جانی کا لفظ سواے معشوقہ کے اور وہ بھی خلوت کے وقت (کسی دوسرے کی شان مین نہین استعمال ہو سکتا - اڈیٹر اودھ پنچ نے اس اعتراض کی نسبت لکھا تھا کہ ابا جانی جو لکھنؤ کا عام محاورہ ہے اسکی ماہیت کیا ہو گیا معشوق کو ابا جانی بھی کہ سکتے ہین - اسکا جواب ان بیہودہ الفاظ مین دیا گیا تھا کہ آپ اپنی والدہ کو جانی کہئے تو آپ کے والد آپ کو بتا دینگے کہ (جانی) کا استعمال غلط ہے کہ صحیح ناظرین خود انصاف کر سکتے ہین کہ اودھ پنچ کے ایسے مضمون کے خلاف ایسے بیہودہ مضامین شائع کیے گئے تھے ۱۲

اودھ پنچ مین ایک مضمون مولانا (بدر الشرر) کی خاک بیزی)) کے عنوان سے لکھا اور اسمین ان گستاخانہ حملون کو ہنسکر ٹالدیا۔ یعنی یہ لکھا کہ شرر نے ہمارے ساتھ بھی وہی ظلم کیا ہی جو پنڈت دیا شنکر نسیم کے ساتھ کیا ہے یعنی ہمارے جیتے جی یہ لکھتے ہین تکلف نہین کیا کہ جو مضمون ۱۱۔مئی کے پنچ مین اڈیٹوریل کالم مین شائع ہوا ہے وہ ہمارا نہین ہی۔ بلکہ کسی نامہ نگار کا ہے۔ موت کے بعد تو خدا ہی حافظ ہے۔ ان فقرو نکے علاوہ اکثر اعتراضات کے جواب الجواب بھی لکھے تھے۔ اودھ پنچ کے اس مضمون کے جواب مین ایک بیہودہ او رفحش مضمون پھر پیسام یار مین شائع ہوا ہے جسکے فقرے کسی مہذب تحریر مین نقل نہین ہو سکتے۔ اس مضمون مین منشی سجاد حسین صاحب کی شان مین متعدد گستاخانہ کلمے لکھے گئے تھے۔ ممکن ہے شرر یہ عذر پیش کرین کہ چونکہ ان مضامین کے نیچے انکا نام نہین لکھا تھا اسلئے وہ انکے ذمہ دار نہین ہین لیکن شرر قانوناً ان مضامین کے ذمہ دار نہین ہین۔ مگر اخلاقاً وہ انکے ذمہ دار ضرور ہین کیونکہ سب اہل لکھنؤ جانتے ہین کہ مضمون شرر کی مرضی سے شائع ہوتے تھے اور انکی تردید کرنے کے برعکس انھون نے اتحاد مین انکے لکھنے والے کو (یعنی) (بدر) جو کہ اسم فرضی کے بدلے ان مضامین کے نیچے لکھا رہتا تھا (مکرم) کا خطاب دیا (دیکھو اتحاد یکم اگست ۱۹۰۵ء صفحہ ۲۔ جب اس قسم کے بیہودہ اور فحش مضامین اودھ پنچ کے خلاف نکلے تو اسکے نامہ نگارون نے بھی کروٹ لی اور **جانصاحب** کی ریختی۔ نکلی جسمین شستہ ظرافت کے پیرایہ مین شرر کی دیہاتی زبان کا خاکہ اڑایا گیا تھا اسکے بعد ۲۰۔جولائی ۱۹۰۵ء سے آتش کے مشہور خطوط کا سلسلہ شروع ہوا ان خطوط مین یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ شرر کے اعتراضات والے مضمون ہین۔ کس قدر منطقی لغزشین ہین اور شرر نے کیا کیا رنگ دیے ہین آتش کے دو خط شائع ہوئے تھے کہ جناب منشی احمد علیصاحب شوق کا لاجواب مراسلہ ۳۔اگست ۱۹۰۵ء کے اودھ پنچ مین شائع ہوا یہ لکھنے کی ضرورت نہین کہ منشی صاحب موصوف نے صاف صاف الفاظ مین لکھدیا تھا کہ گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان ہی

اور اگر کچھ غلطیان نسیم کے کلام مین موجود ہین تو اُن سے کسی شاعر کا کلام پاک نہین ہے ۔ چنانچہ آپ نے نظیری ظہوری وغیرہ کی غلطیان تمثیلاً پیش کردی تھین منشی سجاد حسین صاحب نے اس مراسلہ کو تو قول فیصل قرار دیا ۔ جسکے معنی یہ تھے کہ گویا بحث کا خاتمہ ہو گیا ۔ اور واقعی یہ ہے ۔ جناب منشی احمد علیصاحب شوق کے ایسے مشہور اور مستند شاعر کا قول فیصل ہر صورت سے قابل وقعت تھا مگر شرر صاحب نے اپنی خفت پر جھنجلا کر پھر ایک ایسی نازیبا حرکت جس سے بحث تازہ ہو گئی اور جسکا خمیازہ اب وہ اُٹھا رہے ہین ۔ یعنی ۳ ۔ اگست کو حضرت شوق کا مراسلہ شائع ہوا ۔ یکم اگست ۱۹۰۵ء کے اتحاد مین جو کہ ۹ ۔ اگست کو شائع ہوا تھا) شرر نے اڈیٹر اودھ پنچ کو (شُہدا) قرار دیا ۔ اور اودھ پنچ کو بحیثیت مجموعی بدنام اور ذلیل کرنا چاہا اور یہ لکھا (کہ اودھ پنچ نے اس بحث کو) گلزار نسیم کی بحث) بہت ناپاک اور گندے طریقہ سے اُٹھا لیا) ہر منصف مزاج اس اودھ پنچ کے فائل اُٹھا کر دیکھ سکتا ہے کہ یکم اگست مین جو مضامین اڈیٹر اودھ پنچ اور منشی احمد علیصاحب شوق کے نکلے ہین ۔ یا آتش کے خطوط شائع ہوئے ہین اُنمین ۔ اُنمین کس مین شہدین کا اظہار کیا گیا ہے اور کس مین پاک اور گندہ طریقہ بحث کا) اختیار کیا گیا ہے ۔ کیا طریقہ اختیار کیا جاتا تو قابل معافی تھا ۔ کیونکہ ریاض الاخبار (بدر) والے مضمون مین اور پیام یار کے گندے اور ناپاک آرٹ مین بلا وجہ سخت و سُست کہا گیا تھا ۔ اصل یہ ہے کہ منشی سجاد حسین صاحب نے منشی احمد علیصاحب شوق کے مراسلہ کو قول فیصل مانکر بحث کو ختم کر دیا تھا ۔ مگر شرر صاحب نے یہ دیکھ کر کہ حضرت شوق کے محققانہ مراسلے نے انکے اعتراضات کی وقعت کھو دی اپنی جھینپ مٹانے کے لیے ۔ دوسرا طریقہ اختیار کیا یعنی اس تعلیمی مباحثہ کو مذہبی اور قومی جھگڑا بنانا چاہا ۔

اور لوگون کو اودھ پنچ کے خلاف یہ لکھکر برانگیختہ کرنا چاہا کہ اودھ پنچ ایک ہندو شاعر کی طرفداری کر رہا ہے جیسا کہ پیام یار مین پیشتر ہی لکھا جا چکا تھا کہ منشی سجاد حسین صاحب نے ایسی گھڑی چنیم لیا ہے کہ جب ہندو مسلمانون کا جھگڑا ہوتا ہے تو وہ ہندوون کا ساتھ دیتے ہین

لہذا اس موقع پر بھی گلزار نسیم کے مؤید ہین - نیز شرر کی تائید مین اور نسیم مرحوم کی خدمت مین جو فحش ناپاک اور گندے مضامین مسلسل نکل رہے ہین اور جنکی بدولت (اتحاد و دلگداز بند ہے) انھین ناپاک مضامین کی نسبت حضرت شرر اپنے قلم مبارک سے اتحاد مین تحریر فرماتے ہین کہ ان مضامین پر ہمارے احباب اور اُردو مذاق سخن کے قدردان ضرور توجہ کرین خاصتہً مسلمان پبلک کی توجہ) کی ضرورت ہی (دیکھو اتحاد یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۸) ہم شرر اور اُنکے معاونین سے پوچھتے ہین کہ اگر شرر نے اس علمی مباحثہ کو قومی یا مذہبی جھگڑا نہین بنادیا ہے تو اس جملہ کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی (کہ خاصتہً مسلمان پبلک کی توجہ کی ضرورت ہی)

اب تو شرر صاف صاف گلزار نسیم کی بحث کو مذہبی اور قومی جھگڑا بنا رہے ہین - مگر ہم دیکھتے ہین کہ شروع ہی سے انکا در پردہ یہی مطلب تھا کہ گلزار نسیم کی بحث مین قومی و مذہبی تعصب سے کام لیا جائے - کیونکہ گلزار نسیم کے نئے ایڈیشن پر جب انھون نے ریویو کیا تو ایسے الفاظ نسیم مرحوم کی شان مین استعمال کیے جن سے قومی و مذہبی تعصب کی تو انائی تھی) کہین نسیم کو در پردہ جاہل و بدتمیز قرار دیا ہے - کہین گلزار نسیم کی زبان کو لکھنؤ کی بازاری زبان سے بدتر کہا ہے - جن صاحب کو شک ہو وہ مارچ و اپریل ۱۹۰۵ء کے دلگداز دیکھکر میرے بیان کی تصدیق کرسکتے ہین - اور سب سے زیادہ شرمناک حرکت شرر صاحب کی یہ ہے کہ انھون نے نسیم کے چال چلن پر حملہ کیا ہے - یعنی آپ نے مارچ کے دلگداز مین لکھا ہے کہ کوئی تعجب کی بات نہین اگر آتش نے (اس دلبستگی کی بنیاد پر جو اُنھین نوعمر شاگرد (یعنی نسیم) سے تھی اس مثنوی (گلزار نسیم کو) تفنن طبع کے طور پر کہا ہو اور . . . . . پھر بجاے لینے اسی کی طرف منسوب کردیا ہو (دلگداز مارچ ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۴) جب یہ اعتراض کیا گیا کہ آخر آتش کو نسیم کے ساتھ کیا دلبستگی تھی تو اسکا جواب ریاض الاخبار کے (بدر) والے مضمون مین یون دیا گیا - کہ مولانا شرر نے . . . خود تو یہ فیصلہ کیا ہے کہ اسی گلزار نسیم) کو کیا عجب آتش نے تفنن طبع کے لیے کہا ہو اور غلطیان دیکھ کے (نوعمر خوبصورت شاگرد کیطرف منسوب کردیا ہو

(دیکھو ریاض الاخبار ۱۶ جون ۱۹۰۵ء صفحہ ۵) اسکے بعد مئی ۱۹۰۵ء کے پیام یارمین) جو حسب معمول دیر سے شائع ہوا تھا) مولانا شرر کے اس وعدے کی یون تشریح کی گئی کہ (آتش . . . نے پنڈت جی (نسیم کو بنایا تھا . . . کیونکہ کشمیری حسُن نے وہان تو من شدی من تو شدم کا مضمون پورا کر رکھا تھا خالی بنانے کے لیے مثنوی کی وضع مین کچھ غلط سلط شعر کہہ دیے تھے پنڈت جی) (نسیم) نے خوشی مین آکے اسے شائع کر دیا اور یہ نہ سمجھے کہ مین اُستاد کا شاگرد نہین مسخرا ہون) بجاے اسکے کہ شرر ان نئے اور بیہودہ مضامین کی ظاہرا تردید کرتے انھون نے (اتحاد مین اس شخص کی بہت تعریف کی جسکا نام ان مضامین کے نیچے لکھدیا جاتا تھا۔ یعنی (بدر) کی۔ چنانچہ انھین مضامین کی نسبت شرر صاحب فرماتے ہین کہ اعتراضون کے جواب مین اودھ پنچ کے صفحون پر کچھ لکھا گیا ہے وہ خود بتائے دیتا ہے کہ ان اعتراضات کے اُٹھانے کی کوشش کہانتک کامیاب ہوتی ہے۔ اگر کسی صاحب کے دل مین کچھ شبہہ رہگیا ہو تو اسکا فیصلہ . . جناب بدر نے کردیا" دیکھو اتحاد یکم جولائی ۱۹۰۵ء صفحہ ۳) شرر صاحب ہر ایک سے کہتے پھرتے ہین کہ مسٹر چک بست نے۔ گلزار نسیم کے نئے اڈیشن کے دیباچہ مین نسیم کو اکثر شعراے لکھنؤ پر ترجیح دی ہے اور قومی جوش سے کام لیا ہے اس لیے دلگداز مین نسیم کی خبر لیگئی۔ اگر یہ مان لیا جاوے کہ چک بست نے واقعی اور شعراے لکھنؤ کے ساتھ نا انصافی کی ہے تو اسکے ذمہ دار چک بست ہین نہ کہ نسیم۔ اگر شرر کو اعتراض کرنا تھا تو وہ چک بست کے دیباچہ پر اعتراض کرتے۔ بقول حضرت جلیل (مہتمم دبدبہ آصفی) یہ کہانکا انصاف ہے کہ چک بست کے مقدمہ کے جواب مین گلزار نسیم کے پھول روندے جاتے ہین بلکہ نسیم مرحوم) کی شان مین فحش کلمے استعمال کیے جاتے ہین اس سے بڑھکر بد تہذیبی اور بد اخلاقی کیا ہو سکتی ہو مین نے خود چک بست کا دیباچہ پڑھا ہے مجھے خود مسٹر چک بست کے اکثر خیالات سے اتفاق نہین ہو۔ مثلاً یہ ماننے کو تیار نہین ہون کہ

نسیم کی غزلیں رند و صبا کی غزلوں کے پایہ کی ہیں - مگر اسکے معنی یہ نہیں ہیں کہ میں نسیم مرحوم کی
شان میں فحش کا استعمال کرنے پر امادہ ہو جاؤں یا چک بست کو گالیاں دینے لگوں ہر شخص
ایک خیال کی پرستش نہیں کر سکتا - دیکھنا تو یہ جاتا ہے کہ خیالات کا اظہار کس صورت سے
کیا جاتا ہے - چک بست کی راے سے اتفاق ہو کہ نہو مگر کوئی یہ نہیں کہ سکتا کہ چک بست نے
رند و صبا کی توہین کی ہے (برعکس اسکے رند و صبا و نسیم کا موازنہ نہایت تہذیب و متانت کے
ساتھ کیا گیا ہے امانت مرحوم کی شاعری کی نسبت جو کچھ کہا گیا ہے بہت صحیح کہا گیا ہے اس سے
کسی کو انکار نہیں ہو سکتا - اور اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ چک بست نے آتش
و ناسخ و رند و صبا کی توہین کی ہی تو اس سے یہ نتیجہ کیونکر نکلتا ہے کہ چک بست کو جواب دینے کے
بدلے نسیم مرحوم کی شان میں بیہودہ الفاظ استعمال کیے جائیں - اور گلزار نسیم پر بے تکے اعتراض
محض اس امید پر جڑے جائیں کہ مسلمان تو سب اعتراضات تسلیم ہی کر لین گے
اور اگر کوئی انصاف پسند مسلمان ان اعتراضات کی تردید کرے تو اُسے گالیاں دیجائیں -
جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں - کہ تین چار ماہ سے برابر جناب اڈیٹر صاحب اودھ پنچ و جناب منشی احمد علی صاحب
شوق - پروفیسر شہباز حضرت صبا دہلوی جناب منشی آغا صاحب ہوش لکھنوی مولوی
ممتاز حسین صاحب عثمانی - جونیر اڈیٹر الحکم وغیرہ کی شان میں فحش اور بیہودہ مضامین نکل رہے
ہیں - اور اسی قسم کے مضامین کی نسبت شرر صاحب لکھتے ہیں کہ مسلمان پبلک کی توجہ کی
خاص ضرورت ہے -

اصل یہ ہے کہ اسوقت تو شرر صاحب نے متعصبانہ حماقتونکی معذرت کے لیے
(بہانہ بسیار ہیں سے) یہ بہانہ ڈھونڈھ لیا ہے کہ چونکہ چک بست نے نسیم کی تعریف کی تھی
اور ملکو آتش و صبا کا مد مقابل ٹھہرایا تھا لہذا بحیثیت ایک مسلمان کے میرا فرض یہ تھا کہ نسیم کی
دھجیاں اُڑادوں مگر جو لوگ شرر صاحب سے واقف ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اس قسم کی
ہنگامہ آرائیاں آپ کی عادت میں داخل ہیں - جب شرر صاحب نے منصور موہنا" لکھکر

ہندو مسلمانون مین۔ آتش تعصب مشتعل فرمائی۔ تو اُسوقت کونسا دیباچہ لکھا گیا تھا۔ یا جب (سکینہ بنت حسین) پر آپ نے ایک بیہودہ مضمون لکھکر شیعہ و سُنیون مین ہنگامہ آرائی کرادی اور خود بھی حیدر آباد مین سخت خفت اُٹھائی تو اُسوقت کس نے آپ کو چھیڑا تھا مین کہتا ہون کہ جو شخص اپنے مذہب کی ایک مقدس خاتون کی شان مین بیہودہ اور گستاخانہ کلمے لکھنے مین تکلف نکرے اُسکے لیے غیر مذہب کے کسی شاعر کی توہین کرنا کیا بات ہے۔ اسیطرح جب آب حیات (مصنفۂ آزاد دہلوی) شائع ہوئی تو اسکا خیر مقدم دلّی لکھنؤ کے اساتذہ نے نہایت کشادہ پیشانی سے کیا۔ کیونکہ یہ سب جانتے تھے کہ جو کچھ حالات شعراے لکھنؤ و دلّی کے اس کتاب مین قلمبند کیے گئے ہین وہ دس برس اگر اور نہ لکھے جاتے تو کسی کو یاد بھی نہ رہتے۔ مگر شرر صاحب نے اپنے اُردو لٹریچر والے مضمون مین محمد حسین صاحب آزاد مصنف آب حیات کو بھی تعصب کا ملزم ٹھہرایا اور یہ لکھا کہ آزاد نے دہلی کے تو بہت سے شعرا کا ذکر کیا مگر لکھنؤ کے صرف دو ہی شاعر (آتش و ناسخ) تذکرے کے لیے منتخب کیے اور رند و صبا و جلیل و رشک وغیرہ کو چھوڑ دیا جو کہ اکثر باتون سے آتش و ناسخ سے بڑھکر تھے اس مضمون کا صرف یہ مطلب تھا کہ دہلی اور لکھنؤ کی پرانی معرکہ آرائیون کا زخم تازہ ہو جائے ورنہ جس شخص کو اُردو تاریخ سے کچھ بھی واقفیت ہے وہ جانتا ہے کہ محمد حسین آزاد نے اپنا تذکرہ پانچوین دور پر ختم کردیا ہے اور چونکہ لکھنؤ مین آتش و ناسخ و دبیر و انیس اس پانچوین دور کے باکمال شعرا تھے۔ لہذا انکا ذکر کیا ہے رند و صبا و رشک وغیرہ چھٹے دور کے شعرا تھے۔ جنکا ذکر پانچوین دور مین نہین ہو سکتا تھا۔ لہذا انکا ذکر نہ کرنا محمد حسین آزاد کے تعصب کا ثبوت نہین خیال کیا جا سکتا تھا۔ ان مثالون کے پیش کرنے سے یہ غرض ہے کہ شرر صاحب نے اپنی قدیم عادت کے مطابق گلزار نسیم کے متعلق یہ ہنگامہ برپا کیا تھا اور یہ سمجھے تھے کہ سب اہل اسلام اس علمی تعصب مین میرے شریک رہینگے مگر اڈیٹر صاحب اودھ پنچ و منشی احمد علیصاحب شوق کے دندان شکن مضامین نے شرر صاحب کے حواس گم کردیے۔ گو کہ مسٹر چکبست نے منشی احمد علیصاحب شوق کے

خلاف لکھا تھا مگر منشی صاحب کی عالی ظرفی اور بلند نظری نے یہ نہ گوارا کیا کہ چپک بست کو
خواہ مخواہ گالیان دینے لگین یا گلزارنسیم کو پامال کرنا شروع کر دین بلکہ برعکس اسکے آپ نے جو حق
بات تھی وہ لکھدی شرر یاد رکھین کہ اسلام کا نام ایسی ہی انصاف پسندی سے روشن ہوتا
ہے جسکا ظہور جناب شوق سے ہوا ہے۔ نہ کہ بیہودہ ہٹ دھرمی سے خیر کچھ ہو شرر صاحب
اپنی ان حرکتون کی بدولت کئی مرتبہ خفت اُٹھا چکے ہین مگر اس مرتبہ انھین اودھ پنچ سے
سابقہ پڑا ہے جسکا مارا پانی نہین مانگتا۔ حضرت شرر اکثر مضامین مین یہ بھی شایع کراتے ہین کہ تمام
اساتذہ حال اور تمام اخبار اور رسالہ میری طرف ہین اور میرے اعتراضات تسلیم کرتے ہین
مگر یہ محض غلط ہے آج تک ایک مستند شخص نے بھی شرر کی تائید مین ایک حرف نہین لکھا
اور نہ کسی باوقعت اخبار یا رسالہ نے انکی تائید کی ہے اس بحث کے متعلق جو قابل لحاظ
مضامین نکلتے ہین ان سے اقتباس درج ذیل ہین جناب منشی احمد علے صاحب شوق
تحریر فرماتے ہین۔

(الف) مین تو یہی کہونگا کہ یہ مثنوی نسیم مرحوم ہی کی ہے اسکے خلاف صرف قصہ اور کہانیون سے
کوئی دلیل اس بات پر نہین قائم ہو سکتی کہ یہ مثنوی کسی اور کی ہے اگر گلزارنسیم حضرت نسیم کی
نہین ہے تو گلستان شیخ سعدی کی نہین ہو۔ اور خمسہ نظامی کا نہین ہے اس کے لیئے بھی حضرت
نسیم کی جانب سے چند قصہ تصنیف ہو سکتے ہین۔

(ب) نسیم مرحوم لکھنؤ کے رہنے والے تھے اہل زبان تھے جب باہر والے لکھنؤ مین رہ کر
زبان دان ہو سکتے ہین تو وہ شخص جسنے لکھنؤ مین پیدا ہو کر یہین آنکھین کھولی ہون یہین زبان
کھولی ہو اُسکا فصیح البیان ہونا کیا تعجب کی بات ہے۔

(ج) نسیم مرحوم سے اگر کہین چوک ہوئی ہو تو اس سے انکی فصاحت اور شاعری پر حرف
نہین آسکتا . . . . . مثل ہے کہ شہسوار ہی گرتا ہے۔ اس سے میری غرض یہ ہے
کہ شاعر ہی سے خطا ممکن ہے۔ نہ کہ اُس سے جو شعر ہی نہ کہے آپ شعراے فارس کے دیوانونکو

ملاحظہ فرمائیے کتنے اشعار ایسے ملین گے جنھون نے الف کے دھوکے مین عین کو تقطیع سے گرادیا ہے تو کیا اس سے اُنکی اُستادی اور فصاحت بیانی مٹ گئی تو یہ البتہ اسقدر ہم کہین گے کہ دھوکا ہوا۔ خطاے انسانی کی مثالین مین پیش کرتا ہون شاید میرے اُن دوستونکی جو نسیم مرحوم پر نکتہ چینی فرمارہے ہین ان مثالون سے تسکین ہوجائے اس موقع پر جناب شوق نے محتشم کاشی کلیم اسمٰعیل اصفہانی ظہوری وغیرہ کی غلطیان دکھلائی ہین۔ مضمون شوق مطبوعہ ۳۔ اگست ۱۹۰۵ء دوسرے مضمون مین جناب شوق فرماتے ہین مین اپنے معزز دوست حضرت چک بست سے رشک کرون تو درست ہے۔ غالبًا میرے معزز دوست بابو جوالا پرشاد صاحب برق کو یہ بات یاد ہوکہ مین نے۔ قیام لکھنؤ کے زمانہ مین ایکبار قصد کیا تھا کہ نسیم مرحوم کی لائف لکھون اور اسکا ذکر بھی کیا تھا مجھے زمانہ کی گردش نے لکھنؤ سے دور پھینک دیا اور حضرت چک بست میرے دل کی تمنا کو اُڑا لیگئے۔ خیر تمنا تو نکل گئی وہ میرے قلم سے نہین حضرت چک بست کے قلم سے سہی . . . . . نسیم کی لائف لکھکر اگر حضرت چک بست نے اُردو کی شاعری اور زبان پر احسان کیا ہے تو انکا شکر گذار ہونا مناسب ہے تاکہ جو صلے بڑھین اور لائف سے مُردون کے نام زندہ ہون۔ آخر مین اور حضرت شر رسب مرنے کو آئے ہین اگر مین زندگی مین یہ خیال کرون کہ مرنے کے بعد مجھے لوگ کاہیکو یاد کرینگے۔ تو کس قدر میری روح کو زندگی مین تکلیف ہو (مضمون شوق مطبوعہ ۱۷۔ اگست ۱۹۰۵ء اودھ پنچ)

حضرت حسرت موہانی اڈیٹر اُردوے معلّے تحریر فرماتے ہین —

(۱) (گلزار نسیم) کی تصنیف کو طریقہ آتش کے ساتھ منسوب کرنا خطا ہے بلکہ ہمارے نزدیک اس قسم کی بے بنیاد روایتونکو درحقیقت صحیح سمجھنا اپنے تئین۔ مذاق صحیح سے بیگانہ ثابت کرنا ہے —

(۲) گلزار نسیم کی زبان بیشک لکھنؤ کی زبان ہے اگرچہ اسمین بعض غلطیان موجود ہین

لیکن ساتھ ہی اسکے ان چند غلطیونکی بنا پر یہ کہنا غایت درجہ کی کوتہ نظری ہو - کہ نسیم کی زبان لکھنؤ کی زبان نہین ہو - یا یہ کہ ان غلطیون نے (گلزارنسیم) کو مٹادیا -

(۳) حضرت شرر کے اعتراضون مین سے اکثر اعتراضات موجودہ زبان کے لحاظ سے صحیح ہین اور غالباً مسٹر چک بست کا مضمون (جواب) دیکھنے سے پہلے بہت سے لوگون کا یہ خیال ہوگا کہ انکا کوئی جواب ہو ہی نہین سکتا لیکن مسٹر چک بست نے جس محنت اور قابل تعریف تلاش کے ساتھ اساتذہ کے اشعار سے مثالین اور سندین بہم پہونچائی ہین اسکی داد انکے حریفونکو بھی دینا پڑیگی اور اگر انصاف سے کام لیا جائے تو اکثر غلطیونکے الزام سے نسیم کو مجبوراً بری کرنا پڑیگا (اُردوے معلےٰ بابت ماہ اگست ۱۹۰۵ء و دسمبر حضرت جلیل (مہتمم دبدبۂ آصفی) تحریر فرماتے ہین کہ مولانا حالی کے مقدمہ کا جواب یون دیا گیا تھا کہ انکی زبان و بیان اور دیوان کی دھجیان اُڑا دیگئی تھین یہان مقدمہ (چک بست) کے جواب مین گلزارنسیم کے پھول روندے جاتے ہین -

اگر مثنوی میر حسن دہلی کے لیئے سرمایۂ فخر ہے تو گلزارنسیم لکھنؤ کے ملیئے وجہ ناز ہو اور یہ کچھ آج کی تصنیف نہین اسپر کئی دور گذر چکے ہین اور ہر دور مین دونون مقبول رہین - اب اگر اہل دہلی سحرالبیان کی بُرائی کرین یا اہل لکھنؤ گلزارنسیم کی ہجو فرمائین تو یہ کہا جائیگا کہ اپنے عیوب آپ کھولتے ہین . . . . . اغلاط سے پاک کوئی تصنیف نہین ہوسکتی - کہا جاتا ہو کہ گلزارنسیم مین بہت زیادہ نقصانات ہین ممکن ہے کہ ایسا ہو - اور ممکن ہے کہ مثنوی میر حسن مین بھی اسیقدر نقصانات ہون - مگر اسوقت ان مضامین کی تنقید کی حاجت نہین ہے - اور نہ انسے انکی مقبولیت کو کچھ ضرر پہونچ سکتا ہے - (گلزارنسیم) کے متعلق طرح طرح کے مباحث درپیش ہین - گلزارنسیم مین شاعری کیسی ہو - زبان لکھنؤ کی ہو یا نہین - نسیم کا شعرا مین کیا رتبہ ہے حقیقت اتنی ہو کہ مثنوی گلزارنسیم لکھنؤ کے ایک کہنہ مشق قادرسخن کی تصنیف ہے - آتش نے کہی ہو یا کسی نے

ہم کو اس سے بحث نہین - جناب مولوی عبدالحلیم شرر سے انسکی ابتدا ہوئی کہ انھون نے گلزار نسیم پر ریویو فرمایا اور نقائص کو چن چن کر دکھایا انکی بحث بڑی قابلیت کے ساتھ ہے . . . . مگر مسٹر چکبست نے جو جواب کہ اُردوے مُعلّیٰ مین دیا ہے وہ بھی دیکھنے کا ہے خصوصًا سند کے اشعار بہم پہونچائے ہین انکی تلاش حیرت انگیز ہے - سب اعتراضات کا بجا ہونا جسطرح دشوار ہے اسیطرح ہر ایک جواب کا باثواب ہونا بھی مشکل ہے - (دبدبۂ آصفی مطبوعہ ۶ - رجب المرجب ۱۳۲۳ھ ہجری نقاد لکھنوی رمانہ مین تحریر فرماتے ہین - گلزار نسیم اس قبیل کی ایک نظم ہے کہ جسے جتنی مرتبہ اور جتنے غور سے پڑھیے ایک نیا لطف ملتا ہے - اور جب ذہن اسکے دقائق اور نزاکت فن تک پہونچتا ہے تو ایک وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے در حقیقت اسمین ایسے نازک استعارہ اور بلند خیالی کے نمونے موجود ہین جو اُردو شاعری کی انتہاے ترقی کا پتہ دیتے ہین اور مجموعی حیثیت سے اسمین اعلیٰ شاعری کے اتنے ارکان جمع ہو گئے ہین جو دوسری مثنویون مین بلکہ اُردو کی کل تصانیف مین کبریت احمر کا حکم رکھتے ہین (زمانہ ۷ - جون ۱۹۰۵ء اخبار قلقل رقم طراز ہے - اس بے لطف جھگڑے کی ابتدا شرر صاحب نے کی ہے - نہین معلوم کہ انکو کیا ضرورت داعی ہوئی تھی کہ نسیم ایسے شاعر کا جنکی شاعری اپنا نقش جما چکی ہے آج یہ اعتراضات تذکرہ کیئے جائین - جبکہ حضرت حافظ فرما گئے ہین -

به مستان نوید سرودے فرست ، به یاران رفته ورودے فرست

نسیم - آج نہین - انکی مثنوی زیر تصنیف یا ابتدا زیر طبع نہین ہے - بہار شمار اعتراضات سے وہ کیا اصلاح ہے جو منظور تھی - وغیرہ وغیرہ - (قلقل مطبوعہ - نومبر ۱۹۰۵ء حلیم برہم صاحب لکھتے ہین کہ جو اعتراضات شرر نے کیے ہین گو موجود زمانے مین انکا حرف حرف صحیح ہے - مگر جس زمانے مین نسیم نے اسوقت کی زبان اور طرز کلام اور تصرفات کو دیکھتے ہوئے ہم نسیم کی کوئی خطا نہین دیکھتے - ریاض الاخبار مطبوعہ ۱۶ جولائی سنہ ۱۹۰۵ء

ان اخبارون اور رسالون کے علاوہ رسالہ زندہ دل اودھ اخبار تفریح وغیرہ نے شرر صاحب کی نبوت کا خاکہ اڑایا ہے۔ اب ہم اس مضمون کے آخر مین شرر صاحب سے اور انکی معاونین سے چند سوالات پوچھتے ہین اور ناظرین پر انکا انصاف چھوڑتے ہین

(۱) اودھ پنچ مین جو پہلا مضمون (۱۱ - مئی ۱۹۰۵ء) گلزار نسیم سے متعلق نکلا تھا اس کی ایسا بیہودہ اور درپردہ جملہ (بدر) والے مضمون مین (مطبوعہ ۱۶ - جون ۱۹۰۵ء ریاض الاخبار) کیون لکھا گیا۔ اور واقعی یہ بنائے فساد ہے کہ نہین۔ اور نیز اودھ پنچ کے اس مضمون کے جواب مین پیام یار مین فحش اور گندہ مضمون اسلیے شائع کیا گیا۔

(۲) یکم اگست تک جو مضامین اڈیٹر اودھ پنچ کے حکم سے گلزار نسیم کے متعلق نکلے تھے اُن مین کوئی حرف یا جملہ ایسا تھا جسکے لیے یکم اگست کے اتحاد مین اڈیٹر صاحب موصوف کو مُشہدے کا خطاب دیا گیا۔ آیا یہ شرر کی زیادتی ہے کہ نہین اور وہ سرزنش کے مستحق تھے کہ نہین۔

(۳) مسٹر چک بست کے قلم سے کون جملہ بدتہذیبی کا نکلا ہے کہ انکے خلاف فحش اور گندے مضامین شائع ہو رہے ہین۔

(۴) اگر شرر اس علمی جھگڑے کو مذہبی جھگڑا بنانا چاہتے ہین تو گلزار نسیم کے خلاف جو فحش مضامین نکل رہے ہین انکی نسبت انھون نے یہ جملہ کیون لکھا کہ اُنپر مسلمان پبلک کی توجہ کی خاصکر ضرورت ہے۔ اور اودھ پنچ کے پہلے ہی مضمون (مطبوعہ ۱۱ - مئی ۱۹۰۵ء) کے جواب مین یہ کیون لکھا گیا کہ منشی سجاد حسین نے کچھ ایسی گھڑی جنم لیا ہے کہ جب ہندو مسلمانون کا جھگڑا درپیش ہوتا ہے تو وہ ہندوؤنکا ساتھ دیتے ہین۔

(۵) ان سب حرکات نازیبا کے بعد آیا شرر اس بات کے مستوجب تھے کہ نہین۔ کہ نامہ نگاران اودھ پنچ کافی طور سے انکی خبر لین تاکہ آئندہ وہ ایسے ناشائستہ افعال سے باز رہین۔

(۶) شرر جو بار بار اس قسم کے فقرے شائع کراتے ہین کہ اُنکے اعتراضات سب اساتذہ حال نے تسلیم کر لیے ہین تو یہ محض بے بنیاد دعوے ہے کہ نہین۔
(۷) آخر مین یہ سوال ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ اودھ پنچ اور مسٹر چکبست نے شرر کے ساتھ زیادتی کی تو یہ کہانکی شرافت اور تہذیب ہے کہ نسیم مرحوم کی شان مین فحش اور گندے مضامین برابر شائع کیے جائین۔
(۸) کسی مرے ہوے بزرگ کی توہین کرنا انتہا درجہ کا کمینہ پن ظاہر کرتا ہے کہ نہین

راقم ب ع طپش بلگرامی۔

اودھ پنچ کے گو کہ ایسے بے نمک مضامین کا چھاپنا اودھ پنچ کی وضع کے خلاف ہے۔ مگر چونکہ اکثر احباب کی سفارش کے ساتھ یہ مضمون آیا ہے لہذا شائع کیا جاتا ہے۔ جو لوگ ابتدا سے اس بحث کا رنگ دیکھ رہے ہین اُنکے لیے اس مضمون کی ضرورت نہین۔ بیشک جو ناواقف حضرات تھوڑے عرصے سے اس بحث مین دلچسپی لینے لگے ہین وہ اس مضمون کے پڑھنے سے اُن مغالطونکے جال مین پھنسنے سے محفوظ رہینگے جو شرر نے پھیلا رکھا ہے حضرت طپش نے شرر کی انھین گستاخیون اور بدعنوانیون کا ذکر کیا ہے جو اخبارون مین اشاعت حاصل کرنے کی وجہ سے طشت از بام ہو گئی ہین۔ نہ ابتدا سے جو جو نازیبا و ناشائستہ حرکات شرر سے ثابت ہوے ہین برابر ہوتے ہین جو اودھ پنچ کی نسبت کے خطوط کے ذریعہ سے مشہور کی گئی ہین اُنمین سے اکثر کا تحریری ثبوت موجود ہے اور اُنکا خیال کرکے جو کچھ شرر کی نسبت ابھی تک لکھا گیا ہے وہ کافی نہین ہے۔

دیباچہ گلزار نسیم

(از پنڈت برج نرائن چکبست)

پنڈت دیا شنکر صاحب کول متخلص بہ نسیم ۱۸۱۱ء مین پیدا ہوے تھے آپکے والد بزرگوار کا نام پنڈت گنگا پرشاد کول تھا۔ لکھنؤ آپ کا وطن تھا۔ بزرگون سے سنا جاتا ہے کہ وجاہت جسکے لئے عموماً اہل خطہ مشہور ہین آپ کا حصہ نہ تھی پستہ قامت گندمی رنگ سیہ چشم اور چھریرے بدن کے آدمی تھے۔ سلسلۂ معاش یہ تھا کہ شاہی فوج مین وکیل تھے جیسا کہ اُس زمانہ کا دستور تھا۔ اُردو فارسی کی تعلیم عالم صغرسنی مین پائی۔ شعراے اُردو و فارسی کا کلام نظر سے گذرتا رہا۔ خلقی طبیعت داری اور ذہانت نے شاعری کا شوق دلایا غرضکہ بیس[۲۰] برس کی عمر مین شعر و سخن کا خاصہ اچھا مذاق پیدا کر لیا خواجہ حیدر علی آتش کی گرمی سخن اور آتش بیانی نے ایسا فریفتہ کیا کہ انکی شاگردی اختیار کی۔ شروع مین غزل گوئی کا شوق رہا۔ لیکن جو دل کا ولولہ تھا وہ غزل مین نہ نکل سکا جدت طبع نے کہا ؎

بقدر شوق نہین اپنے تنگناے غزل | کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیان کے لیے

مگر وسعت کہان سے اُردو شاعری کی کائنات کیا۔ غزل۔ قصیدہ۔ رباعی یا مثنوی۔ میرحسن کی مثنوی سحر البیان کا اُس زمانہ مین ہر طرف چرچا تھا اصناف سخن مین مثنوی کا رنگ ایسا پسند آیا کہ خود بھی اس کوچہ مین قدم رکھنے کی کوشش کی۔ مناسب طبع نے آمین کہا۔ غرضکہ گل بکاؤلی کا قصہ جو کہ نثر مین تھا اُسکو نظم کے سانچے مین ڈھالا پچیس[۲۵] برس کی عمر مین یہ مثنوی تیار ہوئی۔ چونکہ گلہاے مضامین سے پُر تھی لہذا نام گلزار نسیم رکھا

واقعی اس گلزار کا کیا کہنا تھا ع سینچا تھا جسکو خون جگر سے وہ باغ تھا + لیکن جسوقت
یہ مثنوی تیار ہوئی اسکا حجم بہت زیادہ تھا۔ جب آتش کے پاس اصلاح کے لیے گئے
تو اُنھون نے کہا۔ ارے بھئی اتنی بڑی مثنوی کون پڑھے گا۔ یا تم پڑھو گے کہ تم نے تصنیف
کی ہے یا مین اصلاح کے خیال سے ایک مرتبہ دیکھ جاؤنگا۔ اُستاد کی بات دل پر اثر
کر گئی۔ مثنوی کی نظر ثانی کی جتنے بھرتی کے شعر تھے نکال ڈلے بلکہ جو مطلب چار شعرون مین
ادا ہوتا تھا اُسکو اختصار کے ساتھ ایک ہی شعر مین ادا کیا اس صورت پر گلزار نسیم کو حشو وزوائد
سے پاک کیا اور آتش کے پاس لے گئے۔ اُستاد نے شاگرد کی محنت پر آفرین کہی اور اصلاح کا
قلم اُٹھایا۔ لیکن اکثر اصلاحین نسیم نے نہ مانین اور اشعار کو اپنی اصلی حالت پر رہنے دیا مثلاً
مثنوی کا ایک شعر تھا ؎ قلیان پیے مشکبو دھوان دھار + بیڑے چکنے پان کے مزیدار۔
آتش نے اس شعر کا دوسرا مصرعہ اسطرح بدلنا چاہا ع بیڑے چکنے بہت مزیدار + لیکن نسیم کو
یہ اصلاح پسند نہ آئی اور مصرعہ کی تبدیلی مناسب نہ سمجھی[1] غرضکہ آتش کی نظر ثانی کے بعد یہ مثنوی
ایک مشاعرے مین پڑھی گئی جسمین کہ لکھنؤ کے تمام سر برآوردہ شعرا جمع تھے بعد ازان طبع ہوئی شائع
ہوتے ہی ہاتھون ہاتھ بک گئی زمانہ نے پورے طور سے قدر کی۔ ابھی تک مثنوی کے رنگ مین
یکتائی کا سہرا میر حسن کے سر تھا۔ اب گلزار نسیم کے بھی جا بجا چرچے ہونے لگے۔ جواہر سخن کے
پرکھنے والے سمجھ گئے کہ مثنوی کیا کہی ہے موتی پروے ہین۔ نسیم کو بھی شہرت عام کا خلعت
نصیب ہوا اور بقاے دوام کے دربار مین میر حسن کے برابر کرسی ملی اور واقعی حق یہ ہے کہ جبتک
اُردو شاعری کا مذاق قائم ہے اُسوقت تک گلزار نسیم کی شادابی مین فرق نہین آسکتا۔ مگر افسوس
کہ نسیم کے ساتھ عمر نے وفا نہ کی۔ گلزار نسیم کو طبع ہوئے ایک برس گذرا تھا کہ باغ جوانی پر اوس پڑ گئی

[1] یہ واقعہ حکیم سید رضا حسین صاحب سُہا کی زبانی مجکو معلوم ہوا۔ یہ بزرگ آتش کے شاگرد رشید اور سید فدا علی صبا کے
داماد اور شاگرد تھے۔ یہ اُن معدودے چند بزرگون مین سے تھے جنھون نے پرانے اُستادون کی آنکھین دیکھی تھین اور جنکی
وضع کے بزرگون سے ابتک لکھنؤ مین اردو شاعری کا نام زندہ ہے۔ تین چار سال کا عرصہ ہوا کہ قضا کی ع کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

ہیضہ کی بیماری نے دفعتہً خاتمہ کر دیا۔ اپنے شعر کے آپ ہی مصداق ہوے ؎

روح رواں و جسم کی صورت مین کیا کہون جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا اُدھر گیا

۱۲۶۰ء مین تخمیناً تیس ۳۰ سال کی عمر مین وفات پائی سخن شناس جانتے ہین کہ نسیم نے گو کہ میر حسن کے مقابلہ پر مثنوی کہی۔ لیکن بالکل دوسرے رنگ مین کہی۔ کوئی نسیم کو میر حسن کے خرمن کا خوشہ چین نہین کہہ سکتا۔ اگر وہ اپنے رنگ مین فرد ہین تو یہ اپنے طرز مین یکتا ہین اگر کلام کی سادگی اور بے تکلفی کا لطف اُٹھانا ہو تو میر حسن کی مثنوی دیکھو اگر باریک بینی اور مضمون آفرینی کا رنگ پسند ہے تو گلزار نسیم کی سیر کرو دیکھو فراق یار مین صدمہ گذرنے کا مضمون ایک ہی ہے۔ دونون اُستادون کی طبیعت اس مضمون پر برابر لڑی ہو۔ مگر دونون کے انداز سخن پر خیال کرو۔

میر حسن

روانی سی ہر سمت پھرنے لگی درختون مین جا جا کے گرنے لگی

ٹھہرنے لگا جان مین اضطراب لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب

خفا زندگانی سے ہونے لگی بہلنے سے جا جا کے رونے لگی

جہان بیٹھنا پھر نہ اُٹھنا اُسے محبت مین دن رات گھٹنا اُسے

کسی نے اگر بات کی بات کی یہ دن کی جو پوچھی کہی رات کی

کہا گر کسی نے کہ کچھ کھائیے کہا خیر بہتر ہے منگوائیے

جو پانی پلانا تو پینا اُسے غرض غیر کے ہاتھ جینا اُسے

نسیم

سُنسان وہ دم بخود تھی رہتی کہتی تو ضبط سے تھی کہتی

کرتی تھی جو بھوک پیاس لب مین آنسو پیتی تھی کھا کے قسمین

جامہ سے جو زندگی کے تھی تنگ کپڑونکے عوض بدلتی تھی رنگ

یکچند جو گذرے بے خور و خواب | زائل ہوئی اُنکی طاقت و تاب
صورت مین خیال رہ گئی وہ | ہیئت مین مثال رہ گئی وہ
آنے لگے بیٹھے بیٹھے چکر | فانوس خیال بنگیا گھر

دونون نے اپنے اپنے رنگ مین حق سخنوری ادا کیا ہے میر حسن کے اشعار کا بیساختہ پن اور سادہ پن دل مین عجیب کیفیت پیدا کرتا ہے۔ شب ہجران بیقراری کی تصویر آنکھون کے سامنے پھر جاتی ہے۔ نسیم کے اشعار ایک دوسری ہی حالت پیدا کرتے ہین۔ الفاظ کی شوکت۔ بندش کی چستی۔ اشعارون کی نزاکت۔ تشبیہون کی پختگی سے مصنف کا زور طبیعت معلوم ہوتا ہے۔ نازک خیالی اور بلند پردازی اس عالم کا اشارہ کرتی ہے جہان پہونچتے ہوے ہمارے طائر خیال کے پر جلتے ہین۔ غرضکہ اگر صورت حال کا بیان میر حسن پر ختم ہے تو کلام کا معنی خیز ہونا نسیم پر۔ میر حسن کہتے ہین ؎

سب اعضا بدن کے موافق درست | ہر ایک کام مین اپنے چالاک و چست
قد و قامت آفت کا تکر اتمام | قیامت کرے جسکو جھُک کر سلام

نسیم اسی مضمون کو اپنے رنگ مین ادا کرتے ہین ؎

دن دن اُسے ہو گیا قیامت | بوٹا سی بڑھی وہ سرو قامت
چلتی تو زمین مین سرو گڑتے | باتین کرتی تو پھول جھڑتے

یا حسن تعمیر کا مضمون دونون نے اپنے اپنے طرز پر نظم کیا ہے۔

میر حسن

عمارت کی خوبی درونکی وہ شان | لگے جسمین زربفت کے سائبان
چکین اور پردے بندھے زرنگار | درون پہ کھڑی دست بستہ بہار

نسیم

گول اُسکے ستون تھے ساعدِ حور | چلمن مژہ کا ن چشم مخمور

دکھلاتا تھا وہ مکان جادو
محراب سے در سے چشم و ابرو

شاہزادے کے غائب ہو جانے پر میر حسن نے بس ماندہ لوگوں کی پریشانی کا حال اس صورت سے نظم کیا ہے ؎

کھلی آنکھ جو ایک کی واں کہیں
جو دیکھا تو واں شاہزادہ نہیں

کوئی دیکھ یہ حال رونے لگی
کوئی غم سے جی اپنا کھونے لگی

کوئی بلبلاتی سی پھرنے لگی
کوئی ضعف کھا کھا کے گرنے لگی

کوئی سر پہ رکھ ہاتھ دلگیر ہو
گئی بیٹھ ماتم کی تصویر ہو

. . . .

ہوا گم وہ یوسف پڑی پھر یہ دھوم
کیا خادمان محل نے ہجوم

کہا شہ نے واں کا مجھے دو پتا
عزیز و جہان سے وہ یوسف گیا

گئیں لے وہ شہ کو لب بام پر
دکھایا کہ سوتا تھا یاں سیمبر

جو دیکھی جگہ وہ جہاں سے گیا
کہا اے بیٹا تو یاں سے گیا

مرے نوجوان اب کدھر جائیے پیر
نظر تو نے مجھ پر نہ کی بے نظیر

عجب بحر غم میں ڈبویا مجھے
غرض جان سے تو نے کھویا مجھے

پھول کے غائب ہو جانے پر بکاؤلی کے اضطراب کی تصویر نسیم نے اپنے رنگ میں یوں کھینچی ہے ؎

دیکھا تو وہ گل ہوا ہوا ہے
کچھ اور ہی گل کھلا ہوا ہے

گھبرائی کہ ہیں کدھر گیا گل
جھنجھلائی کہ کون دے گیا جل

ہے ہے مرا پھول لے گیا کون
ہے ہے مجھے خار دے گیا کون

ہاتھ اُس پہ اگر پڑا نہیں ہے
بو ہو کے تو گل اڑا نہیں ہے

نرگس تو دکھا کدھر گیا گل
سوسن تو بتا کدھر گیا گل

سنبل مرا تازیانہ لانا | شمشاد ابنین سُولی پر چڑھانا
ٹھڑ ائین خواصین صورت بید | ایک ایک سے پوچھنے لگی بھید

. . . .

بولی وہ بکاؤلی کہ افسوس | غفلت سے یہ پھول پر پڑی اوس
آنکھون سے عزیز گل مرا تھا | پُتلی وہی چشمِ حوض کا تھا
نام اُس کا صبا نہ لیتی تھی مین | اِس گل کو ہوا نہ دیتی تھی مین
گلچین کا جو ہاے ہاتھ ٹوٹا | غنچہ کے بھی مُنھ سے کچھ نہ پھوٹا
اور خار پڑا نہ تیرا چنگل | مُشکین کس لین نہ تونے سنبل
او باد صبا ہوا نہ بتلا | خوشبو ہی سُنگھا پتا نہ بتلا
بلبل تو چہک اگر خبر ہے | گل تو ہی مہک بتا کدھر ہے

میر حسن کے اشعار کا اثر بجلی کی طرح دل مین دوڑ جاتا ہے جو حالت وہ بیان کرتا ہے اُسکی تصویر آنکھون کے سامنے کھینچ دیتا ہے۔ نسیم کے اشعار زبان کی پاکیزگی اور ترکیب الفاظ کی چستی کے لحاظ سے تاثیر کا طلسم بنے ہوے ہین ایک کی زینت حُسن صورت سے ہے دوسرے کی شان لطف معنے سے قائم ہے ۔ میر حسن سخن آفرین ہین نسیم معنی آفرین ہین

(گلزار نسیم) میر حسن محاورہ اور روزمرہ کے بادشاہ ہین استعارہ و تشبیہہ نسیم کا حصہ ہے ۔ مگر اتنا کہنا نا انصافی نہین کہ جو سوز و گداز میر حسن کے کلام مین ہو وہ نسیم کے کلام مین نہین ہے اور حقیقت یہ ہی کہ جو درد عموماً شعراے دہلی کے کلام مین پایا جاتا ہو وہ اہل لکھنؤ کے کلام مین نہین پایا جاتا مگر با اینہمہ جیساکہ پیشتر عرض کیا گیا ہے ۔ نسیم کی مثنوی اپنے رنگ مین لاجواب ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب اسکے طائر شہرت نے پر پرواز نکالے تو یہ کسی کے خرمن کے خوشہ چین نہ خیال کیے گئے بلکہ خود صاحب طرز کہلائے ۔

(تناسب) گلزار نسیم کا ایک خاص جوہر جوکہ نسیم کا حصّہ ہے تناسب لفظی ہو تناسب لفظی کی صفت

ہمیشہ اردو شاعرون کے پسند خاطر رہی ہو لیکن کسی نے اسکو اسدرجہ کمال پر نہین پہونچایا جیساکہ گلزار نسیم مین ہم دیکھتے ہین چند اشعار مثلاً لکھے جاتے ہین ؎

پردے سے نہ دایہ نے نکالا — پتلی سا نگاہ رکھکے پالا
ایک مرغ ہوا اسیر صیاد — دانا تھا طائر چمن زاد
پالا تو مفارقت ہے انجام — دانا ہے تو مجھ سے لے مرے دام
مجنون ہو اگر تو فصد لیجئے — سایہ ہو تو دوڑ دھوپ کیجئے
سودا ہے مری بکاولی کو — ہے چاہ بشر کی باولی کو
سختی سہی پاکڑی اٹھائی — افتاد تھی جو پڑی اٹھائی

اس رنگ کے اشعار گلزار نسیم مین کثرت سے ملین گے - واقعی اس رنگ کو خوب نباہا ہی اور طرہ یہ کہ نہایت خوبصورتی کے ساتھ تناسب لفظی کی صنعت کا لطف یہ ہی کہ کسی مقام پر نہ معلوم ہو کہ فلان لفظ خواہ مخواہ شعر مین اسیلئے بھر دیا گیا ہے کہ دوسرے لفظ سے تناسب رکھتا ہے اور یہ لطف گلزار نسیم مین ہی مثلاً کیا خوب مصرع ہی ع سایہ ہو تو دوڑ دھوپ کیجئے اس مصرع مین سایہ دھوپ کے ساتھ عجیب کیفیت دکھا رہا ہے لیکن دونون لفظ اس خوبصورتی سے آئے ہین کہ بالکل ایک دوسرے سے ملے ہوے بھی ہین اور الگ بھی حالانکہ ایک کی رونق دوسرے کی وجہ سے دوبالا ہے لیکن یہ کوئی نہین کہہ سکتا ہے کہ سایہ کا لفظ خواہ مخواہ دھوپ کے لیے لایا گیا ہے - اسمین شک نہین کہ اس صنعت کا خوبی کے ساتھ ساہنا آسان نہین ہے یہ راہ بڑی کٹھن ہے قدم قدم پر ٹھوکرین کھانے کا اندیشہ ہے مثلاً امانت کے تناسب لفظی کا شوق جنون کے درجہ تک پہونچ گیا ہے - لیکن چونکہ زبان پر قدرت کاملہ حاصل نہین ہے اور طبیعت مین شستگی کا جوہر نہین لہذا جو شعر اس رنگ مین لکھا ہے اسے پڑھکر ہنسی آتی ہے - فرماتے ہین ؎

پانی نہ آبرو پہ پھرے بہر حرص مال — موتی ملین تو دانت نہ اپنے نکالیئے

ایک اور شعر اسی رنگ مین ہے ؎

بعد مرنے کے مری توقیر آدھی رہ گئی
قبر پر میری لگا یا نیم کا اُس نے درخت

سبحان اللہ کیا تناسب الفاظ ہی - نیم حکیم اور نیم مُلّا سُنتے تھے اس شعر کا مصنف نیم شاعر
ایک صاحب نے گلزار نسیم کا جواب کہا ہے اور چونکہ تناسب لفظی گلزار نسیم کا خاص جوہر ہے
لہذا اُنھون نے بھی اس رنگ کے شعر کہے ہین - مگر لطافت سخن قائم نہ رکھ سکے - ایک شعر
انکا بھی تمثیلاً لکھا جاتا ہے ؎

بیڑی ہوے بیر کیڑے پڑ جائین
پاجی ہین شریفے سب اُجڑ جائین

اسپنے نزدیک ان صاحب نے یہ شعر نسیم کے ذیل کے شعر کا جواب کہا ہے ؎

شمشاد اسے سوُلی پر چڑھانا
سنبل مرا تازیانہ لانا

لیکن سخن شناس جانتے ہین دونون شعرون مین اندھیرے اُجالے کا فرق ہی خلیل کا بھی
ایک شعر اس رنگ مین یاد آگیا ہی ؎

کچھ پینچ پڑ گیا ہے جو آنے مین ڈھیل کی
وہ شمع رو پتنگ اُڑاتا ہے شاید آج

یار ند کہتے ہین ؎

تم کس لئے نہ غیرت شمس و قمر گئے
میلا تھا چاند گنج مین سورج گہن کا آج

قلق بھی طلسم الفت مین کہتے ہین ع قندلب پی رہے تھے گڑگڑیان + ان اشعار
تمثیلاً پیش نظر کرنے سے یہ مراد ہے کہ تناسب الفاظ کا لطافت کے ساتھ نباہنا اک امر
دشوار ہے نسیم کو اس رنگ مین ید طولے حاصل ہے الفاظ کے اُلٹ پھیر سے وہ کام لیا ہے
کہ کلام کی رونق دو بالا ہوگئی ہے - آتش کا شعر ان کی شاعری پر صادق آتا ہی ؎

شاعری بھی کام ہی آتش مرصع ساز کا
بندش الفاظ جڑنے سے نگون کے کم نہین

اس سلسلہ مین یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ اکثر جگہ نسیم سے بھی تناسب الفاظ کے ساتھ
لطافت سخن قائم نہین رہ سکی ہے مثلاً کہتے ہین ؎

(گلزار نسیم حاشیہ)

ان مختصروں نے جب دیا طول — بولی وہ بکاؤلی کہ معقول
پانی کے جو بلبلوں میں تھا گل — پہونچا لبِ حوض سے نہ جنگل

لیکن اس قسم کے اشعار کل مثنوی میں دو فیصدی سے زیادہ نہ ملیں گے لہذا قابل معافی ہیں۔
اختصار جیساکہ پیشتر لکھا گیا ہے اس مثنوی کا عجیب جوہر ہے واقعی دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے کل مثنوی میں ایک شعر بھرتی کا مشکل سے ملے گا۔ بعض مقامات پر طول طویل مضامین کو چند شعروں میں اس خوبصورتی سے ادا کر دیا ہے کہ کسی قسم کی کوتاہی کا شبہہ نہیں ہو سکتا مثلاً صحرائے طلسم کی داستان میں مندرجۂ ذیل دو شعر کتنے پر معنے ہیں اور کسقدر اختصار سے پر ہیں ؎

طوطا بن کر شجر پہ جاکر — پھل کھاکے بشر کا روپ پاکر
سینتے پھل کو نہ چھال لکڑی — اس پیڑ سے لیکے راہ پکڑی

یا ایک مقام پر تین چار داستانوں کا خلاصہ کس خوبی سے نظم کیا ہے ؎

وہ جعل وہ ہار وہ غلامی — وہ گھات وہ جیتنا تمامی
وہ دسترس اور وہ پائے مردی — وہ بیکسی اور وہ دشت گردی
وہ دیو کی بھوک اور وہ تقریر — وہ حلوے کی چاٹ اور وہ تحریر
وہ سعی وہ دیونی کی صحبت — محمودا کی وہ آدمیت
تجویز کی وہ سرنگ کی راہ — اور موش دوانیاں وہ دلخواہ
وہ سیر چمن وہ پھول لینا — وہ عزم وطن وہ داغ دینا
وہ کور کے حق میں خضر ہونا — وہ غولوں سے ملکے پھول کھونا
وہ بال کو آگ پر دکھانا — وعدے پہ وہ دیونی کا آنا
وہ نزہت گلشن نگارین — وہ دعوت بادشاہ وہ تمکین
گذرا تھا جو کچھ بیان کیا سب — پنہاں تھا جو کچھ عیاں کیا سب

یا اکثر جگہ دو تین شعر کا مطلب ایک شعر میں ادا کر دیا ہے ؎

تیورا کے وہین وہ بار بردوش — بیٹھا تو گرا گرا تو بیہوش

مفلس زردار امیر قلاّش — نوکر تاجر فقیر خوش باش

اقرار مین تھی جو بچپا ئی — شرمائی لجائی مسکرائی

پوچھا کہ سبب کہا کہ قسمت — پوچھا کہ طلب کہا قناعت

میر حسن کی مثنوی مین معاملہ برعکس ہے اُسمین ہر مضمون کو ضرورت سے زیادہ طول دیا ہے اور یہی اس مثنوی کا بہت بڑا عیب ہے علاوہ برین نسیم کے کلام مین وہ پختگی اور ترکیب مین وہ متانت ہے کہ اکثر اشعار کی بندش نلدمن فیضی کا دبدبہ یاد دلاتی ہے واقعی کیا پرشوکت کلام ہے ٥

پر بحر سخن سدا ہے باقی — دریا نہین کار بند ساقی
مرغان ہوا تھے ہوش راہی — نقش کف پا تھے ریگ ماہی

سایہ کو پتا نہ تھا شجر کا — عنقا تھا نام جانور کا

جاگی مرغ سحر کے غل سے — اُٹھی نکہت سی فرش گل سے

پانچون سرخیہ وفا تھے — یا مطلع خمسہ صفا تھے

اے آئنہ دار خود نمائی — وے سرمۂ چشم آشنائی

اک شب تھی کہ خال روئے شامت | یا مردمِ دیدۂ قیامت
. . . .
خورشید بصر گہن سے چھوٹا | خیرات کے در کا قفل ٹوٹا
. . . .
انسان سے جھکی پری کی گردن | کانٹے سے رُکا ہوا کا دامن

نسیم نے عموماً مضامین کو تشبیہہ و استعارہ کے پیرایہ مین ادا کیا ہے اور نہایت لطافت کے ساتھ مثلاً ذیل کے دو اشعار تشبیہہ کامل کا نمونہ ہین ؎

(۴) (تشبیہات کامل)

آنے لگے بیٹھے بیٹھے چکر | فانوسِ خیال بن گیا گھر
. . . .
محرم جو ہٹی تھی اُس قمر کی | برجون پہ سے چاندنی تھی سرکی
. . . .

لیکن اکثر مقامات پر طبیعت نے تکلف کا پردہ اُٹھا دیا ہے اور سادگی سے کام لیا ہے ایسے اشعار جو ہین وہ لاجواب ہین اور ضرب المثل ہوگئے ہین۔ مثلاً ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے | جادو وہ جو سر پہ چڑھکے بولے
. . . .
غم راہ نہین کہ ساتھ دیجے | دُکھ بوجھ نہین کہ بانٹ لیجے
. . . .
سمجھانے سے عقا ہین سرو کار | اب مان نہ مان تو ہے مختار
. . . .
ہوتا ہو وہی خدا جو چاہے | مختار ہے جسطرح نباہے
. . . .

پانی تہِ خاک گو رواں ہے | تو شعلہ کی سو سے آسماں ہے

انسان و پری کا سامنا کیا | مٹھی میں ہوا کا تھامنا کیا

آتا ہو تو ہاتھ سے نہ دیجے | جاتا ہو تو اُس کا غم نہ کیجے

درویش رواں رہے تو بہتر | آب دریا بہے تو بہتر

نسیم کی زبان بھی نہایت سلیس و پاکیزہ ہے اور اسے لکھنؤ کی ٹکسالی زبان سمجھنا چاہیے واقعی کیا خوب کہا ہے۔ ؎

لپٹی تھی جو زلف کروٹوں میں | بل کھا گئی تھی کمر لٹوں میں

نور آگیا چشمِ آرزو میں | آیا پھر آب رفتہ جو میں

گُل ہوں تو کوئی چمن بتاؤں | غربت زدہ کیا وطن بتاؤں

بیجا تو سُکے کا جانور ہوں | گر ذبح کیا تو مشت پر ہوں

اس نام کے اس لقب کے صدقے | اس نامے کے اس طلب کے صدقے

کیوں منھ پہ شفق خوشی سے پھولی | کیا شامِ وصال راہ بھولی

(نثر نگار نمبر)

مُنھ پھیر کے ایک مُسکرائی | آنکھ ایک نے ایک کو دکھائی

چتون کو ملا کے رہ گئی ایک | ہونٹھوں کو ہلا کے رہ گئی ایک

کیا رنگ زمانے نے دکھائے | گُل لینے گئے تھے داغ لائے

راتوں کو جو گنتی تھی ستارے | دن گننے لگی خوشی کے مارے

گلزار نسیم کی زبان مین اور آج کی زبان مین کچھ فرق نہین ہے صرف اکثر محاورے جو کہ نسیم کے وقت مین رائج تھے اب متروک ہوگئے ہین مثلاً نسیم کہتے ہین ؎

پل مارنے کی ہوئی جو دیری | سبحان اللہ شان تیری

اب (دیری) متروک ہے دیر جو زیادہ فصیح ہے رائج ہے یا ایک شعر ہے ؎

ٹھہری یہ غرض کہ آج کی رات | فیروز شہ آگے چھیڑیے بات

اب یون کہین گے فیروز شہ کے آگے چھیڑیے بات غرضکہ تناسب لفظی۔ کے ساتھ اختصار پختگی کلام۔ چستی بندش۔ شوکت الفاظ۔ پاکیزگی زبان اُس مثنوی کے خاص جوہر ہین۔ اور استعارون اور تشبیہون سے جو مینا کاری کی ہے اس نے اور حُسن دوبالا کردیا ہے اس مثنوی کے مقبول ہونے کا راز یہی ہے کہ باوجود اس اختصار کے یہ لستنے محاسن کا مجموعہ ہے اور حق یہ ہے کہ زمانے نے جیسی اسکی قدر کی اُس پر ہر مصنف کو ناز ہو سکتا ہے پسند عام کے ساتھ قبول خاص کا شرف گلزار نسیم کو حاصل ہے نقادان سخن کا سرتاج اور اُردو زبان کا مستند مورخ محمد حسین آزاد لکھتا ہے "پنڈت دیا شنکر صاحب نسیم نے گلزار نسیم لکھی اور بہت خوب لکھی اسکی عام و خاص سب مین شہرت ہے اُسکے نکتے اور باریکیون کو سمجھین یا نہ سمجھین مگر سب لیتے ہین اور پڑھتے ہین جتنی سمجھ مین آتی ہے اُسی پر خوش ہوتے ہین اور لوٹے جاتے ہین . . . . . ہمارے مُلک سخن مین سیکڑون مثنویان لکھی گئین مگر ان مین فقط دو نسخے

(گلزار نسیم پر آزاد کی رائے)

ایسے نکلے جنھون نے طبیعت کی موافقت سے قبول عام کی سند پائی ایک " سحر البیان " دوسری گلزار نسیم در آب حیات) مگر طبائع کا رنگ مختلف ہے جہان منصف مزاجون نے گلزار نسیم کی قدر دانی سے آبیاری کی وہان اکثر نگاہون مین اس باغ کی شادابی کانٹا بنکر کھٹکی - ان حضرات نے اپنی اپنی ہمت کے موافق نسیم کی شہرت پر خاک ڈالنے کی فکر کی ہو - چنانچہ ابتک اکثر لوگ کہتے ہین کہ آتش نے یہ مثنوی کہکر نسیم کو دیدی تھی - لیکن میری راے مین اس دعوے بے دلیل پر چین بجبین ہونا بیکار ہو ایک معنی مین یہ بیان قدر دانان نسیم کے لیے باعث فخر ہے اس سے بڑھ کر نسیم کی شاعری کی تعریف کیا ہوسکتی ہو کہ اسکا کلام آتش ایسے زبردست اُستاد کی طرف منسوب کیا جائے حالانکہ سخن شناس جانتے ہین کہ جس رنگ مین گلزار نسیم کہی گئی ہے اس رنگ مین آتش نے اپنی زندگی مین ایک شعر نہین کہا -

ایک تذکرہ نویس صاحب فرماتے ہین کہ نسیم مشرف باسلام تھے اسکا جواب مجھے نہین آتا خیر یہ تو پُرانے زمانے کے لوگونکی طباعی ہے - اِس زمانے مین مولانا حالی نے گلزار نسیم کو اپنے اشہب قلم سے پامال کرنا چاہا ہے آپ فرماتے ہین کہ مثنوی لکھنے والے کا سب سے مقدم فرض یہ ہے کہ بیتون اور مصرعون کی ترتیب ایسی سنجیدہ ہو کہ ہر مصرع دوسرے مصرع سے اور ہر بیت دوسری بیت سے چسپان ہوتی چلی جاے مصنف گلزار نسیم نے اسکا لحاظ نہین کیا ہو گلزار نسیم مین دو شعر اس صورت پر ہین ؎

خوش ہوتے تھے طفل مہ جبین سے ... ثابت یہ ہوا ستارہ بین سے
پیارا یہ وہ ہو کہ دیکھ اسی کو ... پھر دیکھ نہ سکیگا کسی کو

جو مطلب کہ مصنف ادا کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ تو اس طفل مہ جبین کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے مگر نجومیون نے بادشاہ سے یہ کہا کہ لڑکا آپکو پیارا تو ہے مگر یہ ایسا پیارا ہو کہ اسکو دیکھکر پھر کسی کو نہ دیکھ سکیگا کیونکہ اسکو دیکھکر بینائی جاتی رہیگی - ظاہر ہے کہ ان دونون بیتون مین جبتک کئی لفظ بڑہائے اور جبتک کئی لفظ بدلے نہ جائین تب تک یہ

یہ مطلب جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے ان بیتون سے سیدھی طرح نہین نکل سکتا اور پہلا مصرع دوسرے مصرع سے اور دوسرا مصرع تیسرے مصرع سے چسپان نہین ہو سکتا (مقدمہ دیوان حالی صفحہ ۱۹۵ سطر ۴-۱۶) اسکے جواب مین صرف اسقدر لکھنا کافی ہے کہ اگر مولانا حالی گلزارِ نسیم کا کوئی صحیح نسخہ ملاحظہ فرماتے تو مولانا موصوف کو اس اعتراض کی تکلیف نہ گوارا کرنی پڑتی آجکل گلزارِ نسیم کے بیشمار نسخے شائع ہوے ہین جنمین سیکڑون جگہ کاتب کی اصلاحین ہوتی ہین - اور تو اور اکثر اشعار ان نسخون سے غائب ہین اور جو ہین انکی ترتیب مین غلطی ہے چنانچہ یہ دو شعر بھی جو مولانا حالی کی طبع گرامی کے بار خاطر ہوے صحیح نسخہ[۱] مین اس صورت پر ہین

(ناسخ کی غلطی پر اعتراض)

خوش ہوتے ہی طفل مہ جبین سے — ثابت یہ ہوا ستارہ بین سے
پیارا یہ وہ ہے کہ دیکھ اسکو — پھر دیکھ نہ سکیئے گا کسی کو

اب مطلب صاف ہوا و مصرعون مین کامل ربط ہو یعنی طفل مہ جبین سے خوش ہوتے ہی ستارہ بین سے یہ ثابت ہوا کہ یہ لڑکا پیارا تو ہے مگر اسکو دیکھ کر پھر کسی کو نہ دیکھ سکیئے گا -

[۱] یہ نسخہ کمیاب ضرور ہے لیکن لکھنؤ مین پُرانے بزرگونکے پاس بہت ملیگا اس نسخہ کی شناخت یہ ہے کہ اسکے آخر مین یہ عبارت درج ہو - پنڈت دیاشنکر تخلص بہ نسیم کہ در فن شاعری کمالے بہم رسانیدہ اند . . . قصہ تاج الملوک و بکاؤلی را از نثر بہ نظم آوردہ و بگلزارِ نسیم موسوم ساختہ بودند . . . . . در بیت السلطنت لکھنؤ محلہ محمود نگر متصل اکبری دروازہ در مطبع حسینی سیدی سندی میر حسن رضوی ولد میر حسین عرف میر کال مرحوم و مغفور بہ تصحیح و مقابلہ مصنف حلیہ طبع پوشید - اس نسخہ مین مصنف کی طبع زاد تاریخ طبع مثنوی بھی درج ہے جو کہ آجکل کے نسخون مین نہین ملتی یہ نسخہ حال اسی پرانے نسخہ کی نقل ہے گو اس پُرانے نسخہ مین بھی اکثر چھاپے کی غلطیان موجود ہین مگر بہت کم ۱۲

(صحیح نسخے کی شناخت)

اے خالق کردگار شکراً — شکراً شکراً ہزار شکراً
کین جملہ ز ابتدا خبر داد — شاخ قلمم چنین ثمر داد
در عہد خلافت شہنشاہ — امجد علے شاہ خلد اللہ
سید حسن آنکہ طبع پاکش — چون مطبع اوست خوب دلکش
از سمع رضا شنیدہ بشنود — در مطبع خویش طبع فرمود ۶۴

دوسرا اعتراض ملاحظہ ہو نسیم کا شعر ہے ؎

نور آنکھ کا کہتے ہین پسر کو　　چشمک تھی نصیب اس پدر کو

(دوسرا اعتراض)

مولانا حالی فرماتے ہین کہ بیٹا باپ کی آنکھ کا نور ہوتا ہے مگر یہ بیٹا باپ کی آنکھون کے لیئے ظلمت تھا بس جبتک دوسرے مصرع کے الفاظ نہ بدلے جائین کلام مربوط نہین ہو سکتا (مقدمہ دیوان حالی صفحہ ۱۶) مین اس اعتراض کی تہ کو بالکل نہین ہونچا مجھکو یہ شعر کسی صورت پر بے ربط نہین نظر آتا جو مضمون مولانا حالی نے نثر مین بیان کیا ہے وہی نظم کے پیرایہ مین ظاہر کیا گیا ہے۔ نسیم کے اس شعر پر اعتراض کرنا ہوا سے لڑنا ہے ۔

(تیسرا اعتراض)

تیسرا اعتراض مولانا حالی کا یہ ہے کہ نسیم کا ذیل کا شعر اصلاح طلب ہے ؎

آتا تھا شکار گاہ سے شاہ　　نظارہ کیا پدر نے ناگاہ

آپ فرماتے ہین کہ اس شعر کے دونون مصرع مربوط نہین ہین کیونکہ ظاہرًا الفاظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ (شاہ) اور شخص ہے اور پدر اور شخص ہے حالانکہ پدر اور شاہ سے ایک ہی شخص مراد ہے (مقدمہ دیوان حالی صفحہ ۱۹۶ سطر ۴-۱) (اس اعتراض کی نسبت صرف اسقدر عرض کرنا کافی ہے کہ اصل شعر اس صورت پر ہے۔ ؎

آتا تھا شکار گاہ سے شاہ　　نظارہ کیا پسر کا ناگاہ

ابھی لکھنؤ مین ایسے بزرگ موجود ہین جنکو قریب قریب کُل مثنوی حفظ ہے۔ اُنکی زبان سے یہ شعر اسی صورت پر سُنا گیا نسیم نے بکاولی کے اضطراب کے بیان مین چند شعر کہے ہین ؎

کرتی تھی جو بھوک پیاس بس مین　　آنسو پیتی تھی کھا کے قسمین
جامے سے جو زندگی کے تھی تنگ　　کپڑون کے عوض بدلتی تھی رنگ
یکچند جو گذرے بے خور و خواب　　زائل ہوئی اسکی طاقت و تاب

چون زیور طبع نیک پوشید　　بہر تاریخ طبع کوشید
گلزار نسیم شد چو مطبوع　　گل گفت کہ تازہ گشت مطبوع ۱۲۶۰ھ

صورت میں خیال رہ گئی وہ ہیئت میں مثال رہ گئی وہ

مولانا حالی فرماتے ہین کہ ان اشعار مین تیسرے شعر کے سوا باقی تین شعرون کا مطلب کچھ نہین معلوم ہوتا اور ظاہرا مصنف نے کوئی مطلب رکھا بھی نہین ہو مصنف کو توفقط یہ لطیفہ بیان کرنا مقصود ہے کہ کھانے کی جگہ قسمین کھاتی تھی پینے کی جگہ آنسو پیتی تھی اور کپڑون کے عوض رنگ بدلتی تھی (مقدمہ دیوان حالی صفحہ ۲۱۵ سطر ۲-۹)۔

مجھکو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مولانا حالی کا ان اشعار کو بےمعنی قرار دینا اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ مولانا موصوف اصول شاعری سے بیخبر ہین۔ نازک خیالی اور بلند پروازی جو کہ اعلی درجہ کی شاعری کے جوہر ہین ان اشعار مین موجود ہین۔ پھر انکو بےمعنی کہنا جہ معنی وارد وجہ یہ ہو کہ مولانا حالی مغربی شاعری کی پیروی کی فکر مین انگریزی نظمون کے ترجمے پڑھتے ہین اور چونکہ غیر زبان مین ترجمہ ہونے سے ان نظمونکی نازک خیالی اور بلند پروازی کے جوہر تشریف لیجاتے ہین اور استعارون اور تشبیہون کی پیچیدگیان قائم نہین رہتین لہذا آپ خیال کرتے ہین کہ مغربی شاعری کا اصول یہ ہے کہ عبارت سادہ نظم کردیجائے اور اس خیال کے موافق اُردو کے جن اشعار مین آپ نازک خیالی اور باریک بینی کی وجہ سے کسی قسم کی پیچیدگی پاتے ہین اسکو بےمعنی اور مہمل قرار دیتے ہین۔ لیکن یاد رہے کہ محض عبارت سادہ نظم کرنا شاعری نہین ہو۔ شاعری کی عام تعریف یہ ہے کہ نثر سے زیادہ دلکش اور پُرتاثیر ہو۔ نثر کا انداز یہ ہے کہ جو مضمون بیان کیا جائے وہ نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے اور الفاظ کی بندش ایسی ہو کہ انسے ایک خاص معنی صاف طور پر پیدا ہون برخلاف اس کے شاعری مین یہ اصول مدنظر رہتا ہے کہ جو مضمون باندھا جائے اختصار کے ساتھ باندھا جائے اور محض ایک حالت کا اشارہ کرے ترکیب الفاظ ایسی ہو کہ اس حالت کی نسبت مختلف نقشے پڑھنے والے کی آنکھون کے سامنے گذر جائین۔ اگر اس اصول کو پیش نظر رکھکر اشعار مرقومہ بالا کی وقعت کا اندازہ کیا جائے تو وہ بےمعنی نہ نظر آئینگے۔ بلکہ ایک کوزہ

(مولانا حالی کی اصول شاعری سے بیخبری)

دریانوش کی کیفیت نمایان کرینگے - مثلاً پہلے شعر کے معنی یہ ہین کہ اُسکے دل پر فراق یار کا صدمہ ایسا تھا کہ کھانے پینے کی اُسکو مطلق فکر نہ تھی اگر کوئی شخص اس قسم کا ذکر بھی کرتا تھا تو ٹال دیتی تھی بس دن رات ضبط گریہ کیے پڑی رہتی تھی اگر کوئی کھانے پینے پر اصرار کرتا تھا تو قسمین کھاتی تھی کہ مین نہ کھاؤن گی - یہ ظاہر ہے کہ نثر مین یہ مضمون اس وضاحت کے ساتھ وہ لطف نہین دیتا جو لطف کہ نظم مین اختصار کے ساتھ پیدا کرتا ہے - اسیطرح دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی سے تنگ تھی اپنی آسائش کا اُسکو مطلق خیال نہین رہتا تھا یہانتک کہ کپڑے بھی نہین بدلتی تھی بیشک طرح طرح کے صدمے جو اس کے دل پر گذرتے تھے تو اُسکے چہرہ پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا چوتھا شعر سچی شاعری کی تصویر ہے اسمین مصنف نے اپنی قوت خیال کا کمال دکھایا ہے اسکے معنی یہ ہین کہ وہ ایسی نحیف وزار ہوگئی تھی کہ اُسکی شکل دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ بس اک تصویر خیالی روبرو ہے جسمین کہ نہ دم ہے نہ تاب و توان اُسکی عجیب ہیئت ہوگئی تھی بس اک سکتے کا عالم طاری تھا عالم اجسام کے رہنے والون کی اسمین کوئی بات باقی نہین رہی تھی وہ اپنی اگلی ہستی کا محض اک شبہہ ہو کر رہ گئی تھی ؎ ان اعتراضات کو دیکھکر انیس مرحوم کا ایک قطعہ یاد آتا ہے[1]

مزہ یہ طرفہ کہ مضمون تو دستیاب نہین	مقابلہ یہ چڑھاتے ہین آستینون کو
غلط یہ لفظ وہ بندش بُری وہ مضمون سست	ہنر عجیب ملا ہے یہ عیب بینون کو

لیکن ان نکتہ چینیون سے نسیم کی شہرت مین فرق نہین آسکتا جبتک اردو شاعری کا مذاق قائم ہے اور طبیعتون مین جوہر شناسی کی قابلیت باقی ہے گلزار نسیم کی تازگی قدر دانان سخن کے دماغ کو فرحت بخشتی رہیگی - ہان جن لوگون کے دماغ مین تعصب کی ہوا بھری ہو وہ اس گلزار مین پھول ہٹا کر کانٹے چنا کرینگے صرف اکثر احباب کے اصرار نے مجھکو مجبور کیا ورنہ مین ان

(پہلے شعر کا معنی) (دوسرے شعر کا معنی) (چوتھے شعر کا معنی)

---

[1] مولانا حالی کے اعتراضات کی نسبت صرف میری ہی یہ رائے نہین - میرے ایک دوست اور مولانا شبلی سے گلزار نسیم کی نسبت کچھ خط و کتابت ہوئی تھی - مولانا شبلی نے اپنی ایک تحریر مین صاف الفاظ مین لکھا ہے کہ گلزار نسیم کی تنقید مین مولانا حالی نے سخت بیرحمی اور ناانصافی سے کام لیا ہے - ۱۲

اعتراضات کا ذکر بھی نکرنا۔ کیونکہ ایسے بے بنیاد اعتراضون کو زمانہ خود فنا کر دیتا ہو انکی تردید کرنا فعل عبث ہو۔

علاوہ مثنوی کے نسیم کا غزلون کا چھوٹا سا دیوان بھی ہو لیکن نا تمام بہت سی غزلین جو تلف ہوگئین انکا نام و نشان بھی اس دیوان مین نہین ملتا۔ سن رسیدہ حضرات سے معلوم ہوا کہ چند غزلین اکثر احباب نے اپنی تصنیف کی اس دیوان مین لکھدی ہین یہ صفت کرم داشتن کا نرالا مضمون ہے۔ مگر یہ غزلین صاف نسیم کے کلام سے الگ معلوم ہوتی ہین۔ چونکہ نسیم کی وفات کے بہت روز بعد یہ دیوان شائع ہوا لہذا لوگون کو اس دست اندازی کا موقع ملا۔ بہرحال جو ذخیرہ اشعار کا نسیم کے زود طبیعت کا یادگار ہو وہ واقعی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جانے کے قابل ہے۔ اکثر مقامات طبیعت کی بلند پروازی اور معنی آفرینی قیامت کرتی ہے مثلاً ؎

بجز گور غریبان نقش پا تھے جو نہین آگے — یہین تک ہر مسافر نے پتا پایا ہے منزل کا
نسیم اپنے ہی اعمالون سے گردش ہو زمانہ کی — رواں کشتی پہ آتا ہے نظر ہر نخل ساحل کا

ای مرغ دل تو شاخ نشیمن سے گر پڑا — حیف آشیان بلند ہے پرواز پست ہے
تھے محو زلف دیدۂ تر دل بھی آ پھنسا — مچھلی کو کیا خبر تھی کہ پانی مین شست ہے

گر یہی ہے اس گلستان کی ہوا — شاخ گل اک روز جھونکا کھائیگی
جان نکل جائیگی تن سے ای نسیم — گل کو بوے گل ہوا بتلائیگی

طریق شعر و سخن مین اگر نہین اعجاز — قلم کی طرح سے ہر اک شکستہ پا چلتا

ذرہ کا بھی چمکے گا ستارہ — قائم جو زمین و آسمان ہے

معنی روشن جو ہو تو سو سے بہتر ایک شعر — مطلع خورشید کافی ہے پے دیوان صبح

اسمین شک نہین کہ نسیم کا کلام آتش و ناسخ و ذوق و غالب کے کلام کا ہم پلہ نہین ہے یہ لوگ آسمان سخن کے تارے ہین انکے برابر کسی کو عروج نہین حاصل ہوا۔ لیکن غزل گوئی کے میدان مین نسیم زند و صبا وغیرہ سے پیچھے نہین ہین تینون اُستادون کی ہمطرح غزلون کے انتخاب

درج ذیل ہیں۔ جن غزلوں میں ایک ہی مضمون کے شعر ہیں وہ بھی پہلو بہ پہلو لکھدیے گئے ہیں۔ سخن شناس نگاہ انصاف سے دیکھیں۔

نسیم — صہبا کشوں کی خاک ہے ہر اک مقام پر — ساقی لنڈھا شراب کو مستوں کے نام پر
صبا — لائی ہے مجھکو وحشت دل اس مقام پر — ہنسنے کی جا ہے قیس کے سودائے خام پر
رند — پڑتی ہے آنکھ جب مری مینا و جام پر — سو سو درود پڑھتا ہوں ساقی کے نام پر
نسیم — دل سے ہر دم ہمیں آواز بکا آتی ہے — بند کانوں کو بھی گریہ کی صدا آتی ہے
رند — تیرہ و تار دھواں دھار گھٹا آتی ہے — میکشو فصل مئے ہوش ربا آتی ہے
نسیم — گل ہوا کوئی چراغ سحری او بلبل — ہاتھ ملتی ہوئی پتوں سے صبا آتی ہے
رند — جانب خانۂ خمار سے کیا آتی ہے — لڑکھڑاتی ہوئی جو باد صبا آتی ہے
نسیم — چھو لیا دست کس نے دامان صبا تو نے کیا — غنچۂ گل کہیں مٹھی میں ہوا آتی ہے
رند — یہ پتا کوچے کا اس کے سن کر قاصد — یوں ہمیں چلتی ہے جنت کی ہوا آتی ہے
نسیم — خم نہ بستر ہو تو غرض جو جائیے — مشعل ساغر اور کے کام آئیے
رند — دھوپ دن کی اوس شب کی کھائیے — آستان یار پہ مر جائیے
نسیم — آپ آہو چشم ہیں آہو نہیں — ہم سے وحشت کی نہ لیجے آئیے
رند — مجھ سے بیہودہ نہ گرمی کیجیے — ٹھنڈے ٹھنڈے آپ گھر کو جائیے
نسیم — ابر رحمت سنتے ہیں نام آپ کا — خاکساروں پر کرم فرمائیے
رند — دن کو تو تشریف تم لاتے ہو روز — شب کو بھی اک دن کرم فرمائیے
نسیم — جوہر تیغ نگہ کھل جائے گا — منھ نہ میرے زخم کا کھلوائیے
رند — کچھ کروں گا میں بھی اب خدمت میں عرض — چپکے بیٹھے ہیں منھ نہ اب کھلوائیے
نسیم — لائے اس بت کو التجا کر کے — کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے
رند — کیا ملا عرض مدعا کر کے — بات بھی کھوئی التجا کر کے

نسیم جب ہو چکی شراب تو مین مست مرگیا — شیشے کے خالی ہوتے ہی پیمانہ بھر گیا

صبا واعظ سے مین ضرور ڈرانے سے ڈر گیا — جام شراب لائے تو ساقی کدھر گیا

نسیم روح روان جسم کی حالت مین کیا کہون — جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا اُدھر گیا

صبا مثل حباب بحر جہان مین نہ دم لیا — اک موج تھا کہ مین ادھر آیا اُدھر گیا

نسیم گذرا جہان سے مین تو کہا سُن کے یار نے — قصہ گیا فساد گیا دردِ سر گیا

صبا اچھا ہوا جو ہو گئے وحدت پرست ہم — فتنہ گیا فساد گیا شور و شر گیا

نسیم ہو رنج عشق میرے لیے مین برائے رنج — خود بھی مٹے یقین ہے جو مجکو مٹائے رنج

صبا دل ہو غذائے رنج جگر ہے غذائے رنج — پیدا کیا ہے ہمکو خدا نے برائے رنج

نسیم یا تنگی کنار تھی یا اب فشار قبر — وہ ابتدائے عیش تھی یہ انتہائے رنج

صبا آدم سے باغ خُلد چھٹا ہمسے کوے یار — وہ ابتدائے رنج ہے یہ انتہائے رنج

نسیم ہم شیشۂ شکستہ ہین تم کیف موج مے — بنیاد عیش تمسے ہے ہمسے بنائے رنج

صبا اے صانع ازل مری مٹی خراب کی — کیا چاہیے تھی خانۂ دل مین بنائے رنج

نسیم زاروں سے ڈریے بھولیے زر پر نہ زور پر — کیجے نگاہ حال سلیمان و مور پر

نسیم اک عمر سے وظیفہ ہو صاحب کے نام کا — ناخن کے خط مین انگلیوں کی پور پور پر

صبا اب کی برس جنون جو رہا زور و شور پر — زنجیر ہم چڑھائینگے مجنون کی گور پر

نسیم دنیا تمام بازی شطرنج باز ہے — مہروں کی طرح ایک کے ہو ایک زور پر

نسیم کسی کے دل سے نہ یارب کوئی خراب گرے — نہ شیشہ طاق سے نہ شیشے سے شراب گرے

صبا تمھارے دور مین گر خاک پر شراب گرے — پڑے زمین پہ اُفتاد آفتاب گرے

نسیم کہون مین اپنی جو اُفتاد بزم ساقی مین — سبو سے بادہ گرے سیخ سے کباب گرے

صبا بغیر یار ہوئی بزم مے تہ و بالا — شراب خم سے بہی سیخ سے کباب گرے

نسیم منت دلا کسیکی نہ اصلاً اٹھائیے — مرجائیے نہ ناز مسیحا اٹھائیے

صبا افتادگی سے خاک سر اپنا اٹھائیے ممکن نہین کہ نقش کف پا اٹھائیے

نسیم جاہ اپنی ماننا نہین وہ بے یقین اگر قرآن کا جامہ پہنیے گنگا اٹھائیے

صبا اُس بت کو اعتبار کسی بات کا نہین قرآن سر پہ رکھیے کہ گنگا اٹھائیے

نسیم فراق دیدہ ہون مین وصل یار باقی ہی خزان رسیدہ چمن کی بہار باقی ہے

// ہوا تو کہتی ہے صاف آمد بہار چمن صدائے غنچہ و صوت ہزار باقی ہے

// جنون و عقل کے قصّے سے چھوٹے بعد فنا نہ پردہ در رہے نہ وہ پردہ دار باقی ہے

// بتون کے قہر سے ہمکو مقام یاس نہین امید رحمت پروردگار باقی ہے

صبا نہ جیب کا ہے نہ دامن کا تار باقی ہی جنون کا جوش ہی فصل بہار باقی ہے

// خدا کیواسطے کلمہ بتونکا پڑھ واعظ زبان تر ہے ابھی اختیار باقی ہے

// ہزار حیف اسے بھی فلک مٹا دیگا کہین کہین جو یہ نقش و نگار باقی ہے

// پھنسائیگا مجھے دشت جنونکے کانٹون مین یہ ایک آدھ جو دامن کا تار باقی ہے

نسیم کیون خفا رشک حور ہوتا ہے آدمی سے قصور ہوتا ہے

// جس کو دیکھو وہ اس زمانہ مین اپنے نزدیک دور ہوتا ہے

// خاکساری وہ ہے کہ ذرّون پر روز باران نور ہوتا ہے

صبا بندہ اب با صبور ہوتا ہے عفو ہووے قصور ہوتا ہے

// پرتو رخ سے انکا جیب قبا دامن کوہ طور ہوتا ہے

// اے صبا جب بہار آتی ہی ہمکو سودا ضرور ہوتا ہے

(نسیم کا کلام [illegible] ناسخ)

اس موقع پر یہ لکھنا غیر مناسب نہین کہ گو یہ آتش کے شاگرد تھے لیکن آتش کی گرمی سخن انکے کلام مین نہین پائی جاتی انکی مشکل پسند طبیعت نے ناسخ کا رنگ پسند کیا مگر باوجود اس تصنّع کے جو کہ اس رنگ کا خاص جوہر ہے نسیم کا کلام بالکل بے نمک نہین ہی طبیعت مین ایک خداداد کیفیت ہے جو کلام کو مزیدار بنا دیتی ہی -

(نسیم کی ظرافت)

شاعری کا رنگ تو دیکھ چکے اب طبیعت کا رنگ ملاحظہ ہو سنا جاتا ہی کہ بڑے ظریف و بذلہ سنج آدمی تھے تیزی ذہن و ذکاوت طبع کا عجب عالم تھا۔ حاضر جوابی تیغ زبان کا جوہر تھی انھین صفات خاص سے انکا وقار ہمعصر شعرا مین قائم کیا۔ اگر یہ جوہر نہ ہوتے تو کون پوچھتا اُس زمانے مین لکھنؤ کل ہندوستان کی تہذیب و تربیت کا مرکز بنا ہوا تھا۔ گو کہ اُردو شاعری کے زوال کا زمانہ قریب آچکا تھا۔ لیکن جیسے چراغ کی روشنی بجھنے کے بیشتر تیز ہو جاتی ہی اسیطرح اس زمانہ نے شعر و سخن کا ایسا عروج دیکھا کہ باید و شاید۔ آتش و ناسخ کی جادو کار طبیعتین اپنا زور دکھا رہی تھین انیس و دبیر فن مرثیہ گوئی کو عرش پر پہونچا رہے تھے خواجہ وزیر صبا رند و خلیل وغیرہ کی نوجوان اور شوخ طبیعتین ایکطرف قیامت برپا کر رہی تھین۔ اس زمانہ مین ایک ہندو شاعر کے لئے شعرا کے زمرہ مین اپنا وقار قائم کرنا آسان کام نہ تھا۔ لیکن نسیم نے اپنے گلہائے مضامین کا سب کو ہزار جان سے شید ا بنا لیا۔ ایسے ایسے معرکے جیتے کہ دھاک بیٹھ گئی ایک مشاعرہ مین نسیم نے مطلع پڑھا ؎

سنت دلا کسیکی نہ اصلا اُٹھائیے مر جائیے نہ ناز مسیحا اُٹھائیے

(آتش کی تعریف)

آتش بھی اس مشاعرے مین موجود تھے اُنھون نے نسیم کی بہت تعریف کی اور کہا کہ میرا مطلع اسکے آگے گرد ہے مطلع آتش ؎

جان بخش لب کے عشق مین ایذا اُٹھائیے بیمار ہو کے ناز مسیحا اُٹھائیے

(ناسخ سے معرکہ)

خصوصًا نسیم کی حاضر جوابی اور موزونی طبع کے سب قائل تھے ایکمرتبہ کا ذکر ہے کہ کہین مشاعرہ کی صحبت تھی یہ بھی وہان موجود تھے قبل مشاعرہ شروع ہونے کے شیخ ناسخ نے ایک مرتبہ انکی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ پنڈت جی ایک مصرع کہا ہے دوسرا مصرع نہین سوجھتا کہ پورا شعر ہو جائے۔ انھون نے جواب دیا فرمائیے ناسخ نے مصرع پڑھا ع شیخ نے مسجد بنا مسمار بتخانہ کیا۔ انکے مُنھ سے یہ مصرع نکلنے کی دیر تھی کہ یہان دوسرا مصرع تیار تھا ع تب تو اک صورت بھی تھی اب صاف ویرانہ کیا۔ اس مصرع کا سُننا تھا

کہ حاضرین جلسہ پھڑک اُٹھے اور ہر طرف سے نعرہائے تحسین و آفرین بلند ہوے شیخ تلک نے شاعری کی آڑ مین مذہبی چوٹ کی تھی۔ لیکن نسیم نے ٹھنڈا کر دیا۔ اسیطرح ایک شخص نے مشاعرہ مین ایک شعر پڑھا جسکا دوسرا مطلع یہ تھا ع جانب ظلمات ہرگز آفتاب آتا نہین پہلا مصرع کچھ پھسپھسا تھا نسیم کے مُنھ سے بیساختہ نکل گیا کہ دوسرا مصرع تو خوب ہی لیکن پہلا مصرع ٹھیک نہین وہ صاحب بھی کچھ جلے تن تھے اُنکے کان تک یہ بات پہونچی تھی کہ جھلا کر بولے کہ اچھا اس سے بہتر مصرع کہہ دیجیے۔ یہان تو مضامین ہر وقت ہاتھ باندھے سامنے کھڑے رہتے تھے اُسیوقت مصرع موزون کر کے سُنا دیا ع تیرہ دل کی بزم مین جام شراب آتا نہین جانب ظلمات ہرگز آفتاب آتا نہین۔ نسیم کی مشاعرہ مین دھاک بیٹھ گئی وہ بیچارہ ذلیل ہو گیا ایک روز آتش کے یہان شاگردون کا جمگھٹا تھا رند صبا۔ خلیل۔ وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے نسیم بھی موجود تھے۔ صبح کا سُہانا وقت برسات کا موسم مینھ برستا ہوا۔ عجیب کیفیت تھی موسم بہار سے کچھ ایسی طبیعتین مست ہوئین کہ شاگردون نے آتش سے فرمائش کی کہ اُستاد اسوقت ایک غزل کہہ لیجیے گو کہ آتش کا دل بُجھا تھا لیکن طبع... موزون کرنے شروع کر دیے، اور کہا...

وہن پر ہین اُنکے گ...

وہ اسی...

ان اشعا...

مین ا...

گل و لالہ و ارغوان کیسے کیسے

کوئی جانتا ہی کسی کو خبر ہے | کہ پردہ مین کون اے صنم جلوہ گر ہے
کہین کچھ خیال اور کہین کچھ نظر ہے | دل و دیدۂ اہل عالم مین گھر ہے

تمھارے لئے ہین مکان کیسے کیسے

اسی طرح چودہ پندرہ شعر کی غزل پر مصرع لگائے ہین - آتش کے شاگردون مین صبا سے انسے بہت یارانہ تھا انکے مرنے پر صبا نے ایک شعر کہا جو کہ واقعی دردِ دل کی تصویر ہی ؎

اُٹھ گئے ہین نسیم جبسے | اے صبا وہ ہوا ے باغ نہین

(صبا سے یارانہ)

لیکن رند سے چشمک تھی چنانچہ ایک مشاعرہ مین نسیم نے رند کی ایک مشہور غزل پر خمسہ پڑھا جس کا مطلع یہ تھا ؎

(رند سے چشمک)

وصل انسان کو پر یزادو نکا ہوسا ہو دشوار | فائدہ کچھ نہین تم مفت مین کیون ہوتے ہو خوار
لُٹتے کیسے تو ہوے تمکو نسیم اب ناچار | عشق کو ترک کرو یا نہ کرو ہو مختار

بر ... و مدہم ہین تھین رند سُجھاتے جاتے

کہتے تو ہوے تمکو نسیم اب ناچار - کہ رند نے ... نسیم کے مزاج مین بھی بانکپن ... سے تلوار چھین ... گ ... بی ہوئی طبیعتو نکو ... م نہین ... ور ... ہی ...

آتش کے چوٹ کھائے ہوئے دل پر یہ طعن آمیز نصیحت گران گذری اور اس معرکہ کا باعث ہوئی - علاوہ برین اسی غزل مین آتش کا ایک شعر ہے ؎

کیا ملوگے نہ کبھی راہ مین آتے جاتے ۔ راستہ روک کے کہ لونگا جو کہنا ہے مجھے

نسیم نے ایک صحبت مین اس شعر کا دوسرا مصرع پڑھا تو مذاقاً (ملوگے) تانیث کے ساتھ پڑھا یعنے ؎

کیا ملوگی نہ کبھی راہ مین آتے جاتے ۔ راستہ روک کے کہ لونگا جو کہنا ہے مجھے

اس پر بڑا قہقہہ پڑا اور اس شعر کو لوگ اسی صورت پر پڑھنے لگے - اُڑتے اڑتے یہ خبر آتش کے کانون تک بھی پہونچی حریفون نے اصل واقعہ پر اپنی طرف سے اور حاشیے چڑھائے غرضکہ آتش کے دل مین اس واقعہ کی وجہ سے بھی ایک کاوش موجود تھی یہ بھی انکے لیئے نسیم سے بگڑنے کی وجہ ہوئی - ایک موقع پر آتش نے ایک شعر پڑھا ؎

کیا ملا عرض مدعا کر کے ۔ بات بھی کھوئی التجا کر کے

نسیم نے پہلا مصرع یون بدل کر پڑھا ع فائدہ عرض مدعا کر کے - اور کہا اب شعر بہتر ہو گیا اور لوگ بھی جو بیٹھے تھے اُنھون نے بھی نسیم ہی کی ایسی کہی - یہ امر بھی آتش کو ناگوار گذرا - نسیم کی جو وقعت شعراے لکھنؤ کے زمرہ مین تھی اسکا اندازہ مندرجۂ ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے - ایک مرتبہ دہلی سے تین مصرعے امتحاناً لکھنؤ بھیجے گئے کہ شاعران لکھنؤ ان پر مصرعے لگا کر بھیجین تینون مصرعے ملاحظہ ہون -

(۱) ناتوان ہون کفن بھی ہو ہلکا (۲) اس لیے قبر مین رکھا انھین زنجیر سمیت +

(۳) من میروم بکعبہ و دل میرود بدیر -

اب اہل لکھنؤ کی یہ کوشش ہوئی کہ ایسے مصرعے کہکر بھیجے جائین کہ دہلی والون کو بھی یہانکی شاعری کا قائل ہونا پڑے - اگر مصرعے سُست ہوئے تو کرکری ہو جائیگی غرضکہ تین شخصون کو جو ہر طرح اس کام کے لیے موزون خیال کیے گئے ایک ایک

(+ مصرع ... [illegible])

لگانے کا کام سپرد ہوا پہلا مصرعہ ناسخ کو دیا گیا دوسرا آتش کو اور تیسرا نسیم کو گو کہ اُس وقت
اور بڑے بڑے شاعر موجود تھے مگر آتش و ناسخ کے ساتھ لکھنؤ کی آبرو قائم رکھنے کا شرف
نسیم ہی کو حاصل ہوا - تینوں اُستادوں نے جی توڑ کر مصرع لگائے ہیں -
ناسخ کا مصرع ہے - ڈالدے سایہ اپنے آنچل کا - ناتوان ہوں کفن بھی ہو ہلکا
آتش کا مصرع ہے - حشر میں حشر نہ برپا کریں یہ دیوانے - اسلیے قبر میں رکھا انھیں زنجیر سمیت
نسیم کا مصرع بھی لاجواب ہے - دارم ز دین و کفر بہر یک قدم دو سیر - من سیر دم بکعبہ و دل میرود بدیر
نسیم کے مزاج میں آزادی اور بیباکی کوٹ کوٹ کر بھری تھی کبھی دنیا کے مال و دولت کی
تمنا انکو نہ تھی - اہل کمال اس زمانہ میں عہدہاے جلیلہ پر ممتاز تھے اور دربار شاہی میں
ان لوگوں کی رسائی تھی ان حضرات نے کئی مرتبہ نسیم سے خواہش ظاہر کی کہ وہ انکو دربار شاہی
تک پہونچائیں اور انکے منصب و جاگیر کی فکر کریں - مگر شہنشاہ سخن نے دوات و قلم کو طبل و علم
پر ترجیح دی اور کبھی شاہی شان و شوکت کی طرف رخ نہ کیا - اور یہ کیا اکثر اہل کمال اسی شان کی
طبیعت رکھتے ہیں انیس مرحوم فرماتے ہیں ؎

در پہ شاہوں کے نہیں جاتے فقیر اللہ کے سر جہاں رکھتے ہیں سب ہم واں قدم رکھتے ہیں

ایک مرتبہ امجد علیشاہ کے سامنے ایک طوائف نے نسیم کی وہ لاجواب غزل گائی جسکا مطلع ہے

؎ جب نہ جیتے جی مرے کام آئیگی کیا یہ دنیا عاقبت بخشوائیگی

جب اس مرصع غزل کا مقطع گایا - جان نکل جائیگی تن سے اے نسیم + گل کو بوئے گل ہوا بتلائیگی
تو سخن شناس بادشاہ نے کہا کیا یہ غزل اسی نسیم کی ہے جو گلزار نسیم کا مصنف ہے - اُس نے کہا
ہاں یہ سنا تھا کہ ارشاد ہوا کہ اس سخنور باکمال کو دربار شاہی میں حاضر کرو - حریفوں نے کہا کہ حضور نسیم کا تو انتقال ہوگیا
خدا جانے وہ کیا وقت تھا اور یہ منحوس کلمہ کیسی بانوں سے نکلا تھا ادھر یہ بات منھ سے نکلی ادھر قدر انداز قضا کے ترکش
سے تیر نکلا جسنے تھوڑے ہی عرصہ میں نسیم کا خاتمہ کر دیا - مرنے کے دو تین گھنٹے پیشتر یہ شعر کہا تھا ؎

پہونچی نہ راحت ہم سے کسیکو بلکہ اذیت کوش ہوئے جان پڑی تب بار شکم تھے مر کے وبال دوش ہوئے

از دلگداز بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۰۵ء نمبر ۳ جلد ۹ -

۲ - گلزار نسیم پر ریویو

(از مولوی عبد الحلیم شرر)

ہمارے ہم شہر بلکہ ہم محلہ روشن خیال نوجوان پنڈت برج نرائن چک بست نے گلزار نسیم کا ایک نیا اڈیشن بڑی لیاقت و قابلیت کے ساتھ شائع کیا ہے اور شاید پنڈت دیا شنکر نسیم مرحوم کی ایک خوش نصیبی یہ بھی ہو کہ انھیں کی مثنوی پہلی اُردو نظم ہے جو اس خوبی کے ساتھ ایڈٹ کر کے شائع کی گئی اور ایسے لائق و بامذاق نوجوان کے ہاتھ سے ایڈٹ ہوئی پنڈت برج نرائن صاحب دکیل لپنے ذوق انشاپردازی اپنے حسن عبارت اور اپنے شائستہ مذاق کی حیثیت سے ملک میں ایک ممتاز درجہ حاصل کرتے جاتے ہیں اور اُنکی یہ کوشش اگر جاری رہی تو کسی وقت میں وہ مُلک کے سرمایۂ ناز انشاپردازوں میں ہونگے -

اپنا جوہر طبع دکھانے کے لیے اُنھوں نے جس مثنوی کو منتخب کیا ہے وہ بھی علاوہ اسکے کہ قومی تعلقات کے لحاظ سے نوجوان ایڈٹ کرنے والے پر بہت بڑا حق رکھتی تھی اُردو کی ایک عجیب و غریب معرکہ آرا نظم ہے اگر اُسکے محاسن کے لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ اُن نظموں میں ہے جو ایسی ہے کہ اُردو شاعری کو اپنی اس صدی دو صدی کی عمر میں شاید دو ہی چار نصیب ہوئی ہونگی - لیکن اسکے ساتھ ہی اسکے معائب پر نظر ڈالی جائے تو اُس سے زیادہ عیوب کسی اُردو نظم میں نہیں ہیں - پہلے اسے اعلےٰ اور مقبول عام اُردو مثنوی میر حسن کی

مثنوی ہے جسمین اور اسمین باعتبار مذاق شاعری و خوبی زبان کے کوئی نسبت نہین ہے۔ مگر اُسکے مقابلہ مین ہمیشہ اسکا نام لیا گیا۔ اور اُن دو شعرا کے کلام کا موازنہ کیا گیا جن کا مذاق ایک دوسرے کی ضد واقع ہوا ہے گلزار نسیم کو جو مقبولیت عام حاصل ہوئی حیرت انگیز ہے۔ لیکن اگر اُسکی خوبیونکا اندازہ کیا جائے تو یہ بے انتہا شہرت بھی اسکے مرتبے سے کم ہے۔ اُردو ہی نہین اکثر زبانونمین اس پایے کی نظمین کم ملین گی لیکن اسکے ساتھ یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ ایسے عیبونسے بھری ہوئی نظم بھی کوئی نہین۔ جسوقت اسکے محاسن پر نظر ڈالی جائے تو اس قدر لطف آتا ہے کہ مجبور ہوکے تسلیم کر لینا پڑتا ہے۔ کہ اس سے اچھی نظم نہین ہو سکتی۔ اور جسوقت اسکی غلطیونکی طرف توجہ کیجئے تو خیال گذرتا ہے کہ شاید اور کسی شاعر کے کلام مین اتنی غلطیان نہونگی جتنی کہ نسیم لکھنوی مرحوم کے کلام مین ہین۔ اُردو کے شعرا کا خاصہ ہے کہ وہ زیادہ تر لفظی بحثون مین پڑے رہتے ہین اور جس کسی کے کلام مین ایک غلطی بھی نکل آتی ہے اُسکا کلام بالکل مٹ جاتا ہے۔ اور ساری شاعرانہ خوبیان اُس ایک لفظی لغزش پر قربان کر دیجاتی ہین۔ لیکن ایسی شاعری کی دنیا مین۔ نسیم لکھنوی کی مثنوی کا باوجود بہت سی غلطیونکے چمکنا اور مقبول ہو جانا قابل حیرت چیز ہے۔ یہی امر اس بات کی شہادت ہے کہ گلزار نسیم کی خوبیان کس پایہ کی ہین کہ بہت سی لغزشونکے ہونے پر بھی ایسے مذاق والون مین عام پسند ہو گئی جو ہمیشہ لفظی نحو شاعری کا اعلےٰ جوہر سمجھتے رہے۔

مسٹر چکبست نے مثنوی کو تصحیح کرکے اور سب سے پہلے ایڈیشن کے مطابق کرکے شائع کیا ہے اور آخر مین پنڈت دیا شنکر نسیم کے دیوان کا کچھ انتخاب بھی چھاپ دیا ہے۔ مگر قابل غور ۳۱ صفحون کا وہ دیباچہ ہے جو شائع کرنے والے کی لیاقت و قابلیت کو ظاہر کرتا ہے اسکے ابتدائی تین صفحونمین مصنف گلزار نسیم کے حالات زندگی ہین اور چونکہ کہنے والے مصنف مرحوم کے ہم قوم ہین لہذا ہمین باور کر لینا چاہیے کہ جو کچھ لکھا ہے صحیح ہوگا۔

گلزار نسیم کی تصنیف کے حالات مین مسٹر چکبست نے لکھا ہے جسوقت یہ مثنوی

تیار ہوئی اسکا حجم زیادہ تھا جب آتش کے پاس اصلاح کے لیے لیگئے تو اُنھون نے کہا
ارے بھئی اتنی بڑی مثنوی کون پڑھے گا۔ یا تم پڑھوگے کہ تمنے تصنیف کی ہو۔ یا مین
اصلاح کے خیال سے ایک مرتبہ دیکھ جاؤنگا۔ اُستاد کامل کی بات دل پر اثر کرگئی مثنوی کی
نظر ثانی کی جتنے بھرتی کے شعر تھے نکال ڈالے۔ مگر معتبر ذرائع سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ
یہ ہے کہ انتخاب و اختصار کا یہ آخری عمل اور تصرف خواجہ آتش کے قلم سے ہوا۔ منشی
اشرف علی اشرف مرحوم جو نسیم دہلوی کے شاگرد تھے اور اُس سے پہلے دور کے یادگارون مین
تھے اس واقعہ کو خود مجھ سے بیان کرتے تھے بلکہ اُنکا بیان تھا کہ پنڈت دیاشنکر کی لکھی ہوئی
اصل مثنوی کے بہت سے اوراق بھی مین نے اپنی آنکھ سے دیکھے تھے جو بہت ہی عام مذاق کے تھے
اور ایسے تھے کہ سوا ایک مبتدی شخص کے کسی کہنہ مشق شاعر کی جانب نہین منسوب
کیئے جاسکتے،، اسی بیان کی تصدیق میر وزیر علی صبا نے بھی ہمارے بعض بزرگونکے سامنے
کی تھی۔ اور اسی کی بدولت یہ خبر مشہور ہوگئی کہ یہ مثنوی اصل مین آتش کی ہو۔ اُنھون نے پنڈت
دیاشنکر کو لکھ کے دیدی،، جسکی بنیاد پر چودھوین[14] صفحہ مین مسٹر چک بست نے پہلے تو اس
شہرت کی بدولت مصنف کو اعلی ناموری کا تاج پہنایا ہے اور پھر لکھاہے سخن شناس جانتے
ہین کہ جس رنگ مین گلزار نسیم کہی گئی ہو اس رنگ مین آتش نے اپنی زندگی مین ایک شعر نہین
کہا،، مگر مجھے تعجب ہے کہ مُصنف کے دیوان کا جو انتخاب مسٹر چک بست نے اسی مثنوی کے
آخر مین چھاپا ہے اُس مین بھی اس رنگ کا کوئی شعر نہین ہو۔ ہمارے روشن خیال دوست نے
اسبات کالحاظ نہین کیا کہ غزل اور چیز ہے اور مثنوی اور چیز۔ انسان کی طبیعت جو رنگ غزل مین
دکھاتی ہے۔ ضرور نہین کہ مثنوی مین بھی وہی رنگ دکھائے۔ آتش وہ شخص تھے جو غزل کے
سوا کسی اور صنف سخن مین کہنا اپنی شان شاعری سے ادنے خیال کرتے تھے۔ اگر اُنکی کوئی
اور مثنوی موجود ہوتی تو بیشک مقابلہ کیا جاسکتا تھا کہ جو رنگ اُس مثنوی مین تھا اسمین کیون
نہین ہے لیکن دیوان کے رنگ کو پیش کرکے مثنوی کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا اس بات کا

ثبوت دیتا ہی کہ مسٹر چکبست کو اسکی خبر ہی نہین کہ شاعرانہ مذاق ہر صنف سخن مین جداگانہ
رنگ دکھایا کرتا ہے۔ کوئی تعجب کی بات نہین۔ اگر آتش نے اُسی دلبستگی کی بنیاد پر جو اُنھین نوعمر
شاگردون سے تھی اُنسی کی تحریک سے یا اُنکی مشق اولین دیکھکر اس مثنوی کو تفنن طبع کے طور پر
کہا ہو۔ پھر اسمین متعدد دلفریبیان دیکھکے اپنے بجائے اُنسی کی طرف منسوب کر دیا ہو۔

جن دنون یہ مثنوی کہی گئی ہی اُن دنون شاعری کا یہ رنگ تھا کہ معائب محاسن پر غالب
خیال کیے جاتے تھے۔ اور شعرا کو کلام مین خوبیان پیدا کرنے سے زیادہ فکر اسبات کی ہوتی تھی کہ کلام
عیوب سے پاک ہو۔ لہذا یہ خیال اس بات کا پورا محرک ہو سکتا تھا کہ آتش اس مثنوی کو کہین اور
اپنے کمسن شاگرد کو دیدین۔ مصنف کا مختصر حالات کو ختم کرتے ہی مسٹر چکبست نے مثنوی میر حسن
اور گلزار نسیم کا موازنہ شروع کر دیا ہے اسکے متعلق مجھے کچھ نہین کہنا ہے۔ ہان اتنا ضرور کہونگا
کہ موازنہ سے بیشتر ضرورت تھی کہ گلزار نسیم پر بلحاظ فارسی اور نظم کے ایک مفصل اور معقول ریویو
کیا جاتا۔ اور ہر قسم کی خوبیان اسمین سے نکال کے دکھائی جاتین اس کام کو مسٹر چکبست نے
کیا ہے مگر بہت ہی ناقص اور ناتمام درجہ تک۔

مسٹر چکبست کے اس خیال کی مین تائید کرتا ہون کہ اس مثنوی کا مصنف کسی کی خرمن کا
خوشہ چین نہین بلکہ صاحب طرز ہے۔ اسکے بعد قابل ریویو نگار نے تناسب لفظی کی بحث
شروع کی ہو اور [illegible] نسیم لکھنوی کا اعلی کمال دکھایا ہے۔ رعایت لفظی کا خیال
جیسا ہمیشہ لکھنؤ مین [illegible] عیب سمجھے گئے۔ بعض شعرائے لکھنؤ مین مرض کے درجے تک پہونچا
ہوا تھا۔ [illegible] مبتلا ہوکے بعض اوقات وہ جادۂ اعتدال سے گذر گئے ہین۔

مسٹر چکبست نے امانت۔ خلیل۔ رند۔ اور قلق۔ کا ایک ایک شعر یا مصرع نقل
کرکے سب کی شاعری مین دھبہ لگایا ہے۔ چنانچہ امانت کی نسبت لکھتے ہین۔ تناسب
لفظی کا شوق جنون کے درجہ تک پہونچ گیا ہے لیکن چونکہ زبان پر قدرت کاملہ حاصل نہین ہے
اور طبیعت مین شستگی کا جوہر نہین لہذا جو شعر کہا ہے اس رنگ مین کہا ہے کہ اسے پڑھکر ہنسی آتی ہی کہ

مگر دیگر شعرا کے حال پر صرف اتنی ہی مہربانی کی ہے کہ تناسب الفاظ کا لطافت کے ساتھ نباہنا ایک امر دشوار ہے اور آخر مین جب دیکھا کہ ایسے ہی معیوب اشعار گلزار نسیم مین بھی موجود ہین تو تسلیم کر لیا - کہ "اکثر نسیم سے بھی تناسب الفاظ کے ساتھ لطافت سخن قائم نہین رہ سکی" پھر جب دیکھا کہ اس اقرار کے گناہ سے اوپر کا دعوے بالکل منسوخ ہوا جاتا ہے تو اس دشواری کو یہ کہکے ٹالا کہ "اس قسم کے اشعار کل مثنوی مین دو فیصدی سے زیادہ نہین ملین گے لہذا قابل معافی ہین"، مگر ہمارے دوست کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ جن شعرا کو انھون نے ملزم ٹھہرایا ہے اُنکے کلام مین بھی ایسے معیوب اشعار فیصدی دو سے زیادہ نہ نکلین گے اور کوئی تعجب نہین کہ اتنے بھی نہ نکل سکین سچ یہ ہے کہ امانت نے تناسب الفاظ کی فکر مین اپنے تئین بدنام تو بہت کیا - مگر اس صنعت کے پیچھے پڑکے ٹھوکرین بہت کھائین تو کامیاب بھی سب سے زیادہ وہی ہوے -

گلزار نسیم کے اختصار - اسکی ترکیبونکی پختگی تشبیہات کا ل کلام کی سادگی وروانی اور پاکیزگی زبان کی نسبت جو کچھ لکھا گیا ہے بہت صحیح ہے بلکہ اس سے بڑھکے ہے - ہم لکھتے تو اس سے کچھ زیادہ ہی لکھتے اسلیئے کہ ہم ہمیشہ سے گلزار نسیم کے بہت بڑے مُعتَرِف ہین مگر افسوس اس بات کا ہی کہ اسکے دوسرے رُخ یعنی مثنوی گلزار نسیم کے عیوب کی طرف سے مسٹر چکبست نے بالکل چشم پوشی کی ہی اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ اس اڈیشن مین گلزار نسیم پر ایک منصفانہ (ریویو) کیا جاتا اسلیئے کہ جس قدر یہ مثنوی ایک عمدہ (ریویو) کی محتاج تھی اُردو کی اور کوئی نظم نہین - مگر افسوس کہ (ریویو) نویسی مین ہمارے یہان یا تو مروت و دوستی کے جذبات ظاہر کیئے جاتے ہین یا بغض وعناد کے - اور اگر معاصرین سے واسطہ ہو تو ہمارے ریویو نگار قوم پرستی کرتے ہین اور اپنی قوم و گروہ مین ہیرو پیدا کرنے کی ایسی ہوس ہوتی ہی کہ انصاف کو بالکل ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتے ہین اس مرض سے انگلستان کے ریویو نگار بھی پاک نہین ہین - مگر زمانے کی مساعدت سے مغرب والے اپنی اس ہوس مین کامیاب ہوجاتے ہین اور ہم اپنی وقعت

اور کم کر دیتے ہین - وجہ یہ کہ وہان ایک ہی قوم ہے اور سب کے جذبات یکسان ہین بخلاف
اسکے یہان باہمی اختلاف ہے لہذا ایک گروہ کسی شخص کو زبردست ہیرو بناکے بٹھاتا ہے تو دوسرا
گروہ اُسکے گرانے کی کوشش کرتا ہے اور اسی سبب سے ہمکو ریویو لکھنے مین جسقدر اعتدال
اور منصف مزاجی سے کام لینے کی ضرورت ہے اہل یورپ کو نہین ہے - واقعی یہ افسوس کی
بات ہے کہ اس ریویو مین نسیم کے مقابل مین لکھنؤ کے بعض مشہور و معروف اور مستند شعرا کے
مٹانے کی کوشش کی گئی ہے اور محض اُن غیر معتبر کہانیون کی بنیاد پر جس سے یہان کے
تمام شعراے حال نا آشنا ہین - ممکن ہے کہ وہ کسی خاص حلقہ مین شہرت رکھتی ہون مگر
محققین کے نزدیک بالکل بے بنیاد ہین اور اتنی وقعت ہرگز نہین رکھتین کہ تحریر مین لائی جائین
اس سلسلے کو ہمنے ابھی ختم نہین کیا ہے دلگداز کے آیندہ نمبر مین ہم اصل مثنوی گلزار نسیم پر
ایک (ریویو) لکھینگے جسکے لیئے اس نمبر کے صفحات کافی نہین ہین ہم گلزار نسیم کے محاسن کو
نہین بتائینگے اسلیئے کہ وہ سب کے نزدیک مسلم ہین اور اُنکے حیطۂ تحریر مین لانے کے لیئے
ضرور ہے کہ ایک ضخیم کتاب لکھی جائے ہم صرف اُن اشعار کو درج کرینگے جن پر عام اہل سخن
معترض ہین اور جنکا اسوقت تک جواب نہین دیا گیا ہے گلزار نسیم مین ایسے اشعار بہت ہین
جنکی بنا پر صرف یہی نہین کہا جاتا کہ نسیم کی زبان مین غلطیان ہین بلکہ یہ بھی دعوی کیا جاتا ہے
کہ پنڈت دیاشنکر نسیم زبان پر اتنی حکومت نہین رکھتے کہ ہر ایسے مضمون کو جو خیال مین آئے ادا کرتے
جائین - کیا اچھا ہوتا کہ مسٹر چکبست بجاے مولوی حالی کے اعتراضات کا جواب دینے کے
اُن عیوب کے مٹانے کی کوشش کرتے

(دلگداز بابت ماہ اپریل ۱۹۰۵ء نمبر ۴ جلد ۹)

مسٹر چکبست نے شمس العلما مولنا حالی کا جواب دینے کے لیئے خاص اہتمام
کیا ہے اور اُس بحث کو مکرر چھیڑ دیا ہے جو پیشتر اودھ پنچ مین چھڑ چکی تھی ہمارے مہربان کو حالی کو
جواب دینے سے پہلے اُن اعتراضون کے اُٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے تھی جو خود اساتذۂ

لکھنؤ کی جانب سے وارد کیے جارہے ہین - باہر والونکو یقین کامل ہے کہ گلزارنسیم کی زبان خاص لکھنؤ کی زبان ہو جسکے باعث سارے ہندوستان مین لکھنؤ کی زبان کا نہایت ہی غلط اندازہ کیا جاتا ہے - دہلی والے گلزارنسیم پر اعتراض کرتے ہین اور سمجھتے ہین کہ وہ اعتراض عام اہل لکھنؤ اور لکھنؤ کی مستند زبان پر ہے اسلیئے ضرورت بھی ہو کہ عام پبلک پر ظاہر کردیا جائے کہ گلزارنسیم مین اہل لکھنؤ کے نزدیک صدہا غلطیان ہین اوراس مثنوی کی زبان اہل لکھنؤ کی زبان نہین ہے - میرا مقصد اعتراض کرنا نہین ہے بلکہ صرف دو مقصد ہین -

(۱) یہ کہ عام غلط فہمی دور ہو کہ گلزارنسیم کی زبان لکھنؤ کی مسلم و مستند زبان ہے -

(۲) یہ کہ چکبست کی توجہ اس جانب مائل کیجائے کہ ان شبہات سے جو اس مثنوی کی نسبت اکثر اہل لکھنؤ اور عام شعراے اُردو کو ہین وہ واقف ہوکے اُنکو دور کرین اور اس مثنوی کو ویسا ہی پاک و بے عیب ثابت کردکھائین جیسا کہ میرے نزدیک اسے ہونا چاہیئے لہذا اب مین مثنوی کے اشعار نقل کرکے لوگونکے شبہات و اعتراضات کو پیش کیئے دیتا ہون مسٹر چکبست کو اختیار ہے چاہین اُنھین تسلیم کرین یا اُنکی تردید فرمائین - گلزارنسیم ایسی مثنوی ہے کہ ان اعتراضون اور شبہون سے اُسے کسی قسم کا نقصان نہین ہوپنچ سکتا نہ اُسکی خوبیان کم ہوسکتی ہین اور نہ اُسکی شہرت مٹ سکتی ہے - اسلیئے کہ وہ باوجود ان غلطیونکے اعلیٰ درجہ کی اور بے مثل اور بے نظیر مثنوی ہے مگر ہان اتنا ضرور ہوگا کہ لوگ دھوکے سے بچ جائین گے اور اُن غلطیون سے محفوظ رہین گے جو دکھائی جاتی ہین -

بعض اشعار کا مطلب ہی نہین سمجھ مین آتا ممکن ہے کہ میری ہی فہم کا قصور ہو - ایسی صورت مین جن صاحبون کی فہم رسائی کرتی ہو وہ مجھے سمجھادین ؎ صاد آنکھونکی دیکھ کر سیر کی + بینائی کے چہرے پر نظر کی + بینائی کے چہرے پر نظر کرنے سے کیا مراد ہے ؎

اک بلی جو چھپٹی چوہے کو بھانپ　　　نیولے نے بھگا دیا دکھا سانپ

سانپ کو نیولا مار ڈالا کرتا ہے - مگر یہ دکھا سانپ کیا - آخر نیولے نے مداری کا تماشا کیونکر دکھایا

سُن کے قیدی کے زارنالے ۔ زنجیر کے پیچ سے نکالے + مانا کہ زنجیر کے ایسے پیچ نکال ڈالے ،، مگر اس سے یہ مطلب کیونکر نکلا کہ بکاؤلی کے پاؤن مین سے زنجیر نکال لی ؟ سچ یہی کہ یہ شعر یون ہے ۔ سُن کے قیدی کے زارنالے + زنجیر کے پیچ سے نکالے + زارنالے چاہے غلط ہو مگر مصنف نے اُس سے رونے دھونے کے معنے لئے ہین اور دوسرے مصرع مین وہی ترکیب رکھی ہے ۔ جو اُس کے کلام مین عام ہے ۔ یعنی زنجیر کے پیچ سے نکالے ۔ بجائے زنجیر کے پیچ سے اُسے نکالا ۔ وان پھانسی کھنچی ہے اُسکو غم کی + یان سانس نہین ہے ایک دم کی + ایک دم کی سانس نہ ہونا ،، اس محاورے کے معنی مجھے نہین معلوم ۔

بعض جگہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے کسی مضمون کے ادا کرنے کی کوشش کی ہے مگر ضروری الفاظ کے چھوڑ دینے سے مطلب خبط ہو گیا ہے اور کامیابی نہین ہوئی یا کچھ اور مطلب ہو گیا ۔ چاہا نگین کا امتحان ہے + پوچھا کہ نگین چور کہان ہے + جبتک کہ کسی خاص نگین کو دکھا کے یہ نہ کہا جائے کہ اس نگین کو رے تو کہان ہے اُسوقت تک اس عام سوال کے کوئی معنی نہین ہوسکتے ۔ رُکنا ہوا اُس پری کا مشکل + یہ دل لگی اب لگائے گی دل + پہلے مصرع کے ذریعے سے مصنف نے تو یہ مضمون ادا کرنا چاہا ہے کہ اُس پری (روح افزا) کے ٹھہر جانے سے دشواریان پیش آئین مگر زبان پر قدرت نہ ہونے سے مطلب یہ ہو گیا کہ اُس کا ٹھہرنا مشکل ہوا یعنی ٹھہر نہ سکی ۔ شہزادے نے ایک دن پھر آکر + شادی کو کہا حیا اُٹھا کر + پردۂ حیا اُٹھا کر ،، کی جگہ صرف ،، حیا اُٹھا کر ،، موزون تو کر دیا گیا ہے مگر معنی کچھ نہین رہے ع دختر جو پسند مہ لقا ہے ۔ صرف ترکیب کی خرابی نے مطلب خبط کر دیا ۔ کہنا یہ تھا کہ مہ لقا دختر جو پسند ہے ۔ بہت سے اشعار مین لفظی غلطیان ہین یا تو لفظ کے حرکات غلط ہو گئے ہین یا اُنکے معنے غلط لئے گئے ہین یا بے محل اُنکا استعمال ہو گیا ہے یا اُن مین تذکیر و تانیث کی یا اور کسی قسم کی غلطی ہے ۔ بولا کہ چکھون گا مین یہ انسان ،، یا وہ بیڑے چکھے پان کے مزدار + میرے خیال مین ناسخ و آتش کے زمانے سے لیکے اسوقت تک چکھون گا اور چکھے کی جگہ

"چھونگا اور پچکے غیر فصیح ہی نہین بلکہ غلط ہے دوسرے مصرع مین صرف بڑے کافی تھا یا ان کے بڑے محاورے مین اچھا نہین - مسٹر چک بست نے آتش کی جو اصلاح نقل کی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُستاد نے یہ دونون غلطیان نکال دی تھین مگر نسیم نے بلالحاظ اسکے کہ اسی غلطیونکا اعتراف کرتے اپنا وہی ناقص مصرع قائم رکھا - خیر اُنکی خوشی - مگر خرابی یہ کہ ذمہ دار لکھنؤ قرار دیا جاتا ہے ۔ کھاتے ہی حمل کا ڈھنگ پایا + اور وہ بانجھ تھی جب حمل ہوئی ان دونون مصرعون مین حمل کی جگہ حَمَل نظم کردیا گیا ہے جو قطعاً غلط ہے ۔ بادل سادہ بحر آسمان جن تن بجلی سی لہر سے تھا ہم آغوش + قطع نظر اسکے کہ پہلا مصرع بہت بھونڈا ہے "لہر" کی جگہ "لہر" یعنے ہاے متحرک کے ساتھ موزون کردیا گیا ہے جو اردو مین غلط ہو جاتی تو سب اُسکے جوڑ کی تھین اندر کے اکھاڑے کی پری تھین - اس مین "پری" کی جگہ "پریان" چاہیے جو نہایت ذلیل قسم کی غلطی معلوم ہوتی ہے ۔ خوش لہجہ بہت بکاولی تھی + گاتی اور ناچتی بڑی تھی + اول مصرع مین خوش گلو یا خوش آواز کی جگہ غلطی سے "خوش لہجہ" کا لفظ استعمال ہو گیا اور دوسرے مصرع مین "بڑی" کا لفظ سراسر غلط اور بہت ہی بُرا ہے - یا تو بڑی ناچنے گانے والی چاہیے یا یون کہنا چاہیئے کہ "خوب گاتی ناچتی تھی" یہ "ناچتی گاتی بڑی" کیا ؟ یہان "بڑی" کا لفظ صرف اس سبب سے بگڑ گیا کہ مسٹر چک بست نے بے سمجھے تصرف فرمایا ہے - نامی پریس لکھنؤ کی چھپی ہوئی مثنوی مین اس شعر کا آخری مصرع یون ہے - گاتی اور ناچتی بڑی تھی - یعنی بڑی گانے اور ناچنے والی تھی - گو اُس پر بھی یہ اعتراض ہوتا کہ "گائن کی جگہ "گاتی اور ناچنے والی کی جگہ "ناچتی" غلط ہے - مگر شعر کے معنی پیدا ہو جاتے اور ایسا مہمل نہ رہتا جیسا کہ اسے مسٹر چک بست نے بنا دیا ہے "چنگل اور چنگال" کا لفظ تین جگہ استعمال ہوا ہے اور تینون جگہ بے موقع اور غلط ہے "پہونچا لب حوض سے نہ چنگل" یعنی ہاتھ نہین پہونچا ۔ شہزادے پر اُس نے مار چنگال" یہان اگر یہ کہا جائے کہ پرون کی طرح پری کے پنجے بھی تھے تو شاید صحیح ہو جائے " پیاسے یہ نہین حنائی چنگال" یہان تاج الملوک اپنے مہندی سے لگے ہاتھون کو

"حنائی چنگال" کہتا ہے لکھنؤ کی تو یہ زبان نہیں ہی ہاں نیرنگ نسیم باغ کشمیر ہو تو اور بات ہے
"بُجا وہ ہوا کہا کہ جا جا۔ کیسی رانی کہاں کا راجا۔ پر سہم ہوا کی جگہ پر "بجا" ہوا کہنا میرے
خیال میں بہت ہی مبتذل بازاری زبان ہی اور بازار بھی لکھنؤ نہیں کہیں اور کا ہے
جھنجھلا کے ڈرا کے غل مچا کے۔ سمجھا کے بجھا کے دست پا کے + اُردو مین دسترس پانا
کہہ سکتے ہین مگر دست پانا قابو پانا کی جگہ پر ہرگز نہین جائز ہے۔

اُردو مین جانی کا لفظ سوا معشوقہ کے اور کسی کی شان مین اور وہ بھی خلوت کے سوا
دیگر موقعون پر استعمال کرنا بدتمیزی ہی نہین غلطی ہی مگر گلزار نسیم مین تاج الملوک اپنی معشوقہ
نہین بلکہ روح افزا سے پہلی ہی ملاقات مین کہتا ہے کہ "جی بُجھا نہ جانی" اور وہ جواب
دیتی ہے "تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی" اس آخرالذکر مصرع مین "تجھ پاس" کا لفظ بھی
"تیرے پاس" کے محل پر معلوم نہین کہان کی زبان ہے سے نکلا جیسے ہی مٹھ کے باہر +
پتھرا گئی چشم حلقۂ در + حلقۂ در فارسی مین کنڈی کو کہتے ہین اور یہان جب ہی معنی درست
ہوسکتے ہین کہ حلقۂ در سے دروازے کا پورا چوکھٹا مراد لیا جائے اگر صرف چشم در کہا گیا ہوتا
تو یہ خرابی نہ پیدا ہوتی۔ اک دن پنجرا اُڑا کے لائی + حسن آرا کو وہ گل سُنگھائی + یہ تدبیر
بتائی کہ کیونکر یہ آدمی قمری بنایا گیا ہے۔ اُردو مین صرف مادی شیئون کی نسبت گُل کا
لفظ مستعمل ہے طلسم جادو اور عمل وغیرہ کی نسبت اسکا استعمال ہرگز جائز نہین کہا جا سکتا ہے
دن بھر تو وہ فاختہ پڑھاتی + شب کو اُسے آدمی بناتی + طوطا پڑھایا جاتا ہی۔ مینا پڑھائی
جاتی ہے۔ فاختہ کا پڑھایا جانا بالکل نئی بات ہے۔ سوچا تو نہ تھا صلاح اُلجھنا
دانائی تھی بات کا سمجھنا۔ "دانائی تھی" کتنا بُرا اور بھونڈا معلوم ہوتا ہے۔ رعایت لفظی کے
التزام کو دور کرنے کے بعد بھی مسٹر چکبست نے تسلیم کر لیا ہے مگر فرماتے ہین کہ اورون سے
کم ہے۔ شاید ایسا ہی ہوا اس لیے کہ ہم اسکا موازنہ کرنے کے لیئے تیار نہین ہین۔ مگر اتنا
جانتے ہین کہ اس رعایت کے شوق نے نسیم لکھنوی کے کلام مین بہت سے بدنما عیوب ہی

نہین پیدا کیئے بلکہ بعض موقعون پر اُنھین ابتذال اور فحش گوئی پر بھی آمادہ کردیا ہ

داغا تو چلے تفنگ سے وہ + چھوٹے قیدِ فرنگ سے وہ ۔ تفنگ کے چلنے سے انسان کی

چال کو کیا علاقہ مگر صرف اسوجہ سے کہ بندوق بھی چلا کرتی ہے اُسے موزون کردیا گیا ہ

وہ پوربی کرکے جوگیا بھیس + جنگلے کی راہ سے چلا دیس + اور سب راستے چھوڑ کے

تاج الملوک جنگلے کی راہ سے صرف اسلیے بھیجا گیا ہے کہ مصنف گلزار نسیم کو اس لفظ کی ضرورت

تھی ۔ نقش اُسکو ہوا کہ بس وہی ہے + ان سادون سے کندہ کب ہوئی ہے ۔ رعایت نے

کیا کیا خرابیان پیدا کی ہین (۱) اُسکے دل پر نقش ہوا ۔ نہین بندھ سکتا تھا ۔ مگر وہ نقش

کے لفظ کی ضرورت تھی "وہ نقش اُسکو ہوا" گو بے معنی ہے مگر لکھ دیا گیا ہے (۲) اصل تو

سادہ مزاج سادہ لوح وہ سے" وہ سادے آدمی" اور سادے لوگ بھی سہی مگر محض

"وہ سادون" کا لفظ تو ٹھیک نہین معلوم ہوتا ۔ مگر اسکے بعد ۔ (کندہ کب ہوئی ہے) تو فحش

بازاری اور انتہا درجے کا ابتذال ہے ۔ دیوون نے اُدھر محل بنایا + کشتی سے وہ دخترِ رز کو لایا

مطلب تو یہ ہے کہ محل کے بنتے ہی وہ کشتی سے اپنی معشوقہ عورتون کو لایا اور بغیر خیال کیئے

دخترِ رز کہہ دیا ۔ اور یہ یاد ہی نہ رہا کہ دخترِ رز شراب کو کہتے ہین ۔ اسکے معنی شاید یہ کیے

جائین کہ محل کے بنتے ہی جام شراب کا دور چلنے لگا ۔ مگر سیاق کلام بتا رہا ہے کہ مصنف کا مقصد

یہ نہین ہے کیونکہ اسکے بعد ہے ۔ حمالہ اُسکی مادرِ پیر + محمودہ سے ہوئی بغلگیر + اگر دخترِ رز کا

آنا محمودا کا آنا نہین تھا تو پھر حمالہ اُس سے کیونکر ملی کیونکہ وہ تو کشتی مین ہے اور ابھی نہین آئی ہے

وہ گندم جو نما تھی بالی "۔ ملاحظہ ہو کہ رعایت لفظی نے مضمون کی کیا مٹی خراب کی ہے !! اب

اس سے بھی زیادہ شرمناک اور فحش رعایت لفظی دیکھیئے ۔ حوض اُسکی ہوئی یہ دیکھتے ہی

فوارہ تو گم خزانہ باقی + بھلا فحش اور ابتذال کی کوئی حد ہے ۔ باہم زن و مرد نے کیا میل +

دریا سے ملا وہ قطرہ زن سیل + یہان سیل کے معنی ہی کچھ نہین باقی رہے ہ

غربت مین وطن کی دھن سمائی + اُس فیل کو یادِ ہند آئی + فیل سے تشبیہ صرف ہند کی

ضرورت سے دیگئی ہو۔ مگر کسقدر برا معلوم ہوتا ہے "خواہش جو بلائے جان ہوئی وہ + ہلکا ہوا یہ گران ہوئی وہ + خیر بکاؤلی تو آدھی پتھر کی ہو گئی تھی اسلئے گران ہوئی مگر ایسی حالت مین تاج الملوک صاحب کیونکر ہلکے ہوے۔

بہت سے شعرون مین افعال کا استعمال ایسی بُری طرح ہوا ہے کہ جو نہ لکھنؤ والون کے نزدیک جائز ہے اور نہ دہلی والون کے نزدیک اس قسم کے افعال عموماً حیدرآباد دکن والون کی زبان پر ہین مگر فصحا وہان بھی چھوڑ جاتے ہین "خاتم کے نگین بتائے ہوتے" بجائے خاتم کے نگین انھون نے بتائے ہوتے (دیا) خاتم کے نگین کو بتایا ہوتا "حیلہ کر کے چھپائی یکچند" بجائے اُسکے چھپایا۔ "مردانہ لباس سے نکالی" بجائے اُسکو نکالا "بھڑکائی جمیلہ مادر اُسکی" کہنا یہ چاہیے کہ بھڑکایا اُسکی مادر جمیلہ کو "چھینٹے سے جلی ہوئی جلائی" بجائے جلی ہوئی کو جلایا۔ ؎

اُس شب کو بغل مین آکے جاگا + پر دوسری شب وہ جاکے جاگا + مطلب یہ کہ اس رات (تاج الملوک) جب وہ آئی تب جاگا۔ مگر دوسری رات کو جب وہ جا چکی تب جاگا ؎

دائین دیکھا نظر نہ آئی + بائین دیکھا کہین نہ پائی + یعنی کہین نہ پایا "یہ جا کے ہوئی وہ فتنہ بیدار" یعنی اسکے جانے کے بعد وہ بیدار ہوئی۔ (بیدار کیا وہ ماہ پیکر) یعنے اُس ماہ پیکر کو بیدار کیا۔ روح افزا سے بکاؤلی کو + اُلفت تھی روکے دلگی کو + بجائے رو کا "منھ بولی بہن بنائی اُس کو" بجائے بنایا اُسکو۔ وہ جالی کہا یہ پردہ پوشی + گندم کے بہانے جو فروشی۔ بجائے "وہ جالی تو" یا اُسکے جانے کے بعد کہا۔ شتر گربہ کے عیب سے بھی مثنوی پاک نہین ہے "ہے یا نہین یہ خطا تمھاری + فرمایئے کیا سزا تمھاری + افسوس معلوم ہوتا ہو کہ اس نقصان نے کیسے اچھے شعر کو مٹا دیا دو ایک جگہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا سے چھپنے مین غلطی ہو گئی اور وہ ابتک چلی آتی ہے۔ مسٹر چکبست نے ان غلطیونکی طرف بھی توجہ نہین کی ؎

رہرو کو دیا بہ لطف و اکرام + آتے آرام جاتے پیغام + صاف ظاہر ہے کہ پیغام کی جگہ اصل مین "انعام" کا لفظ ہوگا ؎ دیکھا تو تمام دشت گلزار + دائین بائین دو رستہ بازار

اسمین مین سمجھتا ہون دو رستہ کی جگہ (دو دستہ) ہو گا اس ایڈیشن مین جو اس اہتمام سے شائع کیا گیا ہے ایسی فروگذاشتین ہرگز قابل معافی نہین مگر خرابی تو یہ ہے کہ اصلاح درکنار اس ایڈیشن مین جہان کہین تصرف کیا گیا ہے اور کسی قسم کی تصحیح کی کوشش کی گئی ہے وہان بجائے بنانے کے شعر غارت کر دیا گیا ہے —

مسٹر چکبست صاحب نے اس نئے ایڈیشن کو خود مصنف صاحب کے اصلی اڈیشن کے مطابق درست کر کے شائع کیا ہے مین نے اس کا اندازہ کرنے کے لیئے مطبع نامی لکھنؤ کے آخر ۱۹۰۳ء کی چھپی ہوئی مثنوی گلزار نسیم منگوائی اور اُس سے مقابلہ کر کے دیکھا امید تو یہ تھی کہ انکی اس کوشش سے بہت سی فروگذاشتون کا جواب ملجائیگا اور جو اعتراضات وارد ہوتے تھے دور ہو جائینگے - مگر حالت یہ نظر آئی کہ جو غلطیان پیشتر سے بتائی جاتی تھین اُنکا مٹنا تو درکنار ہمارے دوست نے بہت سی اور نئی غلطیان پیدا کر دین - چنانچہ ان تصرفات کی حالت بھی ملاحظہ ہو ”گلزار کی سیر خوب جائی + برسون سے نہین تو گھر بھی آئی“ اسکے پہلے مصرع مین تصرف کر کے ”گلزار کی سیر کیا خوش آئی“ بنایا گیا ہو اہل زبان سے پوچھیے کہ اس اصلاح سے شعر بنایا بگڑا اسکا کر جو ہو دیکھی جمیلہ + روشن ہو چراغ لو رفتیلہ اُسمین ”روشن ہو“ کی جگہ ”روشن تھے“ بنادیا گیا اور اسکا خیال نہین کیا گیا کہ جو تمنس پہلے مصرع مین ہو وہی دوسرے مین بھی رہنا چاہیئے علاوہ برین یہان فعل واحد ہی محاورہ مین فصیح ہے ”دو دل جو ہون چاہنے پہ راضی + یہ جان لے کیا کرے گا قاضی“ اسمین (چاہنے پہ) مین تو سمجھتا ہون کہ اس اصلاح نے شعر کی مٹی خراب کر دی (جانبین) کے ساتھ جبتک کوئی اور حرف ربط نہ ملایا جائے مطلب ہی نہین نکل سکتا (جانبین سے دل راضی ہون) جانبین کے دل راضی ہون) خالی جانبین تو کوئی چیز نہین ہے (بولی وہ جمیلہ بھر کرون کیا) دو کی جگہ ”کہہ کرون کیا“ بنادیا گیا ہے - جس سے اصل مصرع کی فصاحت بے تکلفی و سادگی جاتی رہی ہے ”ایک ایک سے رات بھر نہ چھوٹا + پو پھٹتے ہی جگ اُنکا ٹوٹا +

مسٹر چک بست نے دوسرے مصرع کو (دیو پھٹتے جگ انھون کا ٹوٹا) بنا دیا ہے ایسی تصحیح کر کے کیا ہمارے دوست ہمین باور کرانا چاہتے ہین کہ اس مثنوی مین جتنی غلطیان ہمین نظر آتی ہین اصلی اڈیشن مین ان سے بھی زیادہ تھین ؟ تو یہ کہنا چاہیئے کہ بازاری پریس نے مثنوی کو بگاڑا نہین بلکہ بنا دیا ۔ شبنم کے سوا چھڑانے والا + تھا اوپری کون آنے والا اسکی تصحیح یہ کیگئی ہے کہ (اوپر کا تھا کون آنے والا + دونون کا فرق اُن لوگون سے پوچھیے جنکی زبان کوثر کی دھوئی ہوئی سمجھی جاتی ہے ۔ تھا داغ پسر مقدر اُسکو + جننی تھی ہمیشہ دختر اُسکو اسکی تصحیح یہ کیگئی ہے کہ (جنتی تھی ہمیشہ دختر اُس کو) شاید مسٹر چک بست نے یہ خیال فرمایا ہے کہ (جنتی تھی اُسکو) کے معنی یہ ہین کہ (وہ لڑکی جنا کرتی تھی) جو اصل مثنوی کا مقصود ہے مگر اس اصلاح سے تو اب صاف یہ معنی پیدا ہو گئے کہ ہمیشہ دختر اُسکو جنا کرتی تھی ۔

قاصد نے جو رُخ پری دکھایا + دھیان اُسکو بکاولی کا آیا + اسمین یہ اصلاح دیگئی ہے کہ (رُخ پری) کے تو یہ معنی ہین (پریا چہرہ) وہ چہرہ جو پری تھا) یعنی خوبصورت تھا اضافت کے ساتھ (رُخ پری) کے یہ معنی ہوے کہ (پری کا چہرہ) اسلیئے کہ اضافت توصیفی نہین ہوسکتی ۔ وہ جب ہو گی جب (رُخ پری وش) کہا جائے فارسی مین (پری) کے معنے (خوبصورت) کے نہین آئے ہین ۔ اب سُنیئے کہ یہ قاصد من پری تھی اور اُس نے اپنا چہرہ دکھایا تھا لہٰذا (پری کا چہرہ) کہنے کا محل نہین بلکہ (پری سا) چہرہ کہنے کا محل ہے فرض کیجئیے کہ کوئی پری کسی کے سامنے آئے تو آپ کہین گے کہ (پری نے اپنا چہرہ دکھایا) یا یہ کہین گے کہ (پری سا) چہرہ دکھایا یہ ہرگز نہین کہین گے کہ (پری کا چہرہ دکھایا ۔ اور (پری سا چہرہ) اُسی صورت مین سمجھا جائیگا جب (رُخ پری) بغیر اضافت کے کہا جائے غرض اس اصلاح مین بھی ناسمجھی سے مثنوی پر ظلم ہوا ہے ۔ قسمت سے مفر ہے اب نہ مامن + پتھر کے تلے دبا ہے دامن اصلاح مین مفر کا لفظ مقر بنا دیا گیا ہے ۔ مفر کے معنے بھاگنے کی جگہ اور جائے پناہ ہین ۔ اور مقر کے معنی جائے قرار ہین ۔ یہ محل اس بات کے کہنے کا ہو کہ قسمت سے بھاگ کے بھی

کہین پناہ نہین مل سکتی اور یہی اہل زبان کے محاورے مین بھی ہو - مگر خدا جانے کس مصلحت سے یہ لفظ اصلاح دیکر مقرر بنا دیا گیا - وہ مست محو فسانہ گوئی + مہتابی یہ چاندنی سی سوئی اصلاح یہ دیگئی ہو کہ (چاندنی مین سوئی) کہان (چاندنی سی) جسمین مصنف ایک نہایت ہی پُر لطف تشبیہ دیتا ہے اور معشوقہ کو خود چاندنی قرار دیتا ہے - اور کہان (چاندنی مین) جو بالکل معمولی اور بے مزہ بات ہوگئی ۔ صیاد نی لائی پھانس کر صید + کرسی پہ بٹھلائے نقش امید (صیاد نے) کو بدل کے (صیاد بھی) بنایا گیا ہے - افسوس کہ (صیاد نی) کتنا بے تکلف اور پیارا لفظ تھا - مگر اپنی اپنی سمجھ ہے اور اپنا اپنا خیال ۔ چلئے گا تو ساتھ ہین بلا عذر - رہیئے گا تو بندگی مین کیا عذر + اسمین یہ اصلاح ہوئی ہو کہ (ساتھ مین) بنا دیا (ساتھ ہین) مین کس قدر بسیاختہ پن اور کیسی صحیح و بے تکلف زبان تھی اور (ساتھ مین) نے اس بے تکلفی کو خاک مین ملانے کے بعد شعر کو کیسا غارت کر دیا ۔ جاتے تھے اُدھر سے دو چواری + ایک ایک کی کر رہا تھا خواری (جاتے تھے) کی جگہ (چلتے تھے) بنایا گیا ہے - افسوس ان اصلاحون سے مثنوی کو بہت بڑے اور گہرے زخم لگے ہین - گو انکے علاوہ اس مثنوی مین اور بھی بہت سے شبہات ہین مگر اسی قدر لغزشون کا ظاہر کر دینا کافی سمجھتا ہون اور انکے پیش کرنے کے بعد معذرت خواہ ہو کے رخصت ہوتا ہون بعض حضرات کو یقینًا یہ تحریر ناگوار گذرے گی اور مین بھی خدا سے چاہتا ہون کہ اُنھین سخت ناگوار گذرے - کیونکہ ایسی صورت مین شاید وہ زیادہ جوش سے جواب لکھین گے اور اُنکا جوش ممکن ہے کہ ان شبہات کو میرے دل سے مٹا دے جس سے بڑھ کے مجھے کسی بات مین خوشی نہین ہو سکتی - کیونکہ مجھے اس خیال سے نہایت ہی تکلیف ہوتی ہو کہ (افسوس گلزار نسیم غلطیون سے پاک نہین ہے) -

از دلگداز نمبر ۷ جلد ۹ بابت ماہ جولائی ۱۹۰۵ء

۵ - گلزار نسیم پر ریویو ۲

(از مولوی عبد الحلیم صاحب شرر)

جو اعتراضات ہم نے پیشتر کئے تھے وہ ایک خاص جماعت کو نہایت ناگوار گذرے اور بجاے اسکے کہ تہذیب و شائستگی سے جواب دیا جاتا یا کوئی بھی قابل لحاظ جواب دیا جا سکتا نہایت بے عنوانی اور بدتہذیبی سے بحث ہونے لگی۔ ہم اڈیٹر صاحب ریاض الاخبار کے شکر گذار ہین جنھون نے ہماری تحریر کو غور و انصاف کی نظر سے دیکھا اور صاف کہدیا کہ اعتراض صحیح اور کسی کے اُٹھائے نہین اُٹھ سکتے ہمارے خیال مین اُنکا فیصلہ کافی ہے اسلئے کہ شاعری کی دنیا مین اور کسی اخبار کو وہ وقعت و استشہاد نہین نصیب ہے جو اُنھین حاصل ہو اعتراضون کے تسلیم کرنے کے ساتھ اُنکے اس ارشاد کی نسبت کہ (جو اعتراضات شرر نے کیے ہین گو موجودہ زمانے مین اُنکا حرف حرف صحیح ہے مگر جس زمانے مین نسیم تھے۔ اُسوقت کی زبان اور طرز کلام اور تصرفات کو دیکھتے ہوے ہم نسیم کی کوئی خطا نہین دیکھتے نہ ہم کچھ کہنا چاہتے ہین) نسیم کو اتنا زمانہ نہین گذرا کہ اُنکی طرف سے ایسی عذر داری جائز سمجھی جائے زہر عشق۔ بہار عشق اور طلسم اُلفت اُنھین کے زمانے کی یا اُنسے پیچھے کی مثنویان ہین۔ اور وزیر۔ رند۔ صبا اور خلیل وغیرہ کا جو دور تھا اسکے آخری شخص نسیم ہین غزل سرائی مین آجکل کے شعرا کی قریب قریب وہی زبان ہے جو ان اساتذۂ کامل فن کی تھی ایسے تصرفات اور ایسی لغزشین اگر اُس زمانے مین جائز تھین تو ضرور تھا کہ اُنکے معاصرون اور دیگر شاگردان ناسخ و آتش کے کلام مین بھی پائی جائین حالانکہ ان سب کا کلام ان عیوب سے

پاک ہے پھر نسیم کو جو ان غلطیون مین منفرد ہین کیونکر معذور رکھا جا سکتا ہے - اتنا عرض کرنے کے بعد ہم اپنے وعدے کے موافق نسیم کی کچھ اور غلطیان سخن فہمو نکے سامنے پیش کرتے ہین —

(جس گل کی ہوا لگی تھی لائی) (شوق تھا) یا (ہوس تھی) کے محل پر) (ہوا لگی تھی) غلط محاورہ ہے (لازم ہے گل اپنے ہاتھ رکھے) (اپنے ہاتھ مین رکھیے) ہونا چاہئیے تھا - اس محل پر لفظ (مین) کو حذف کر دینا جائز ہے (یا لا اپنے ہاتھ رہا) بولین گے مگر یہ نہ کہین گے کہ (گل اپنے ہاتھ رکھا) (معروض کیا کہ یا شہنشاہ) (معروض کیا) غلط ہے (عرض کیا) چاہئیے - اسمین محاورہ ہی نہین غلط ہے بلکہ نحو و صرف کی جاہلانہ غلطی ہے (دیکھ آ جو تجھے دہل نہ ہووے) (ڈر نہ ہووے) کی جگہ (دہل نہ ہووے) خدا جانے کہان کی زبان ہو - اہل لکھنؤ تو نہ بولتے تھے اور نہ بولتے ہین (قاصد سے کلام لطف بولا) (کلام بولنا) شاید آجکل صاحب لوگونکے بنگلونکے آس پاس بیرا اور خانساماں لوگونکی زبان ہے نسیم نے واقعی بڑی ترقی کی تھی کہ پچاس ساٹھ برس کی زبان بھی بول کے دکھا دی (ہوش اسکے ہوا ہوے کہے تو) (یہ کہے تو) فارسی کے (بگوئی) کا ترجمہ ہے لوگ اسے اردو کے ابتدائی دور مین بیشک لکھ جاتے تھے - اس لئے کہ اسوقت تک فارسی و ہندی محاورون نے مل جل کے اچھا مزاج نہین پکڑا تھا چنانچہ مثنوی میر حسن مین بھی جا بجا موجود ہے - مگر ناسخ و آتش کے وقت سے یہ الفاظ متروک ہین - اور نسیم کے لیے انکا موزون کرنا ہرگز جائز نہین تھا - (مشہور ہے ضد انس و جانی) ممکن نہین کہ (ضد انس و جان) کی جگہ پر (ضد انس و جانی) جاہل کے سوا کسی پڑھے لکھے کی زبان سے نکلے (مشتاق کو خوش خبر سنائی) جس اصول سے (انس و جانی) مین حرف یا بڑھایا گیا تھا اسی اصول کے مطابق (خوش خبری) مین گھٹایا گیا ہے - بھلا کوئی بھی (خوش خبری) کی جگہ (خوش خبر) کہہ سکتا شاید کہا جائے گا کہ (خوش خبر) (خبر خوش) کی ترکیب مقلوب ہو مگر یہ اردو مین اس سے بدتر ہے -

جہان شب عروسی کی صبح کو تاج الملوک اور بکاؤلی کی حالت دکھائی ہو فرمایا ہے ؎
وان جوڑا چست تنگ بدلا + یان جوڑے کے مُنھ کا رنگ بدلا + دوسرے مصرع مین (جوڑے) سے مراد بکاؤلی ہے اسمین اگر (جوڑے) کے عوض (مادہ) کا لفظ استعمال کیا جاتا تو مین خیال کرتا ہون کہ زیادہ فصیح ہوتا (دیکھا تو وہ دونون کرتے تھے خواب) (خواب کردن) فارسی کا محاورہ ہے اُردو مین سونے کے محل پر (خواب کرنا) کہنا غلط ہے اور اگر اسمین کسی صاحب کو عذر ہو تو ناسخ و آتش کے زمانے سے اسوقت تک کسی مستند شخص کے کلام سے ثبوت پیش کرین (اُس نقش مراد کو جگایا) یعنی بکاؤلی کو۔ مگر جب اُسے نقش قرار دیا تھا تو فعل بھی اُسکے مناسب لاتے۔ حالانکہ جگایا صرف جاندار جاتا ہو نقش نہین جگایا جاتا (وہ نقش و فاعل مین پائی) چاہیے تو یون تھا کہ (اس نقش و فا کو عمل مین پایا) لیکن خیر اگر خلاف محاورہ زبان اختیار کی بھی تو تذکیر و تانیث کا لحاظ رکھتے بکاؤلی کو قرار تو دیا (نقش) اور پھر اُسکے ساتھ فرماتے ہین۔ (پائی) زبان کو یہ کسقدر ناگوار گذرتا ہے۔

بکاؤلی راجہ اندر کی محفل مین جل جانے کے بعد پھر زندہ ہوئی اور ناچنے کو کھڑی ہوئی تو چونکہ کثافت سے پاک و صاف ہو گئی تھی لہذا اسکی تعریف کرتے ہین (شعلے سی زیادہ پاک دامان) بھلا یہ پاک دامانی کا کونسا محل تھا) کہنا چاہتے تھے (پاک و صاف) اور کہہ گئے (پاک دامان) یہ کتنا معقول تصرف شاعرانہ ہے (معمول سے بزم مین ہوے جمع) (حسب معمول یا) (یا معمول کے موافق) کی جگہ (معمول سے) نسیم کی اُن فصاحتون سے ہے جنسے سارا لکھنؤ محروم ہے۔

اس سے زیادہ خوبی رعایت ملاحظہ ہو فرماتے ہین (جام اُس نے بھرا کہا پیالے) سُبحان اللہ (پیالے) کیا خوب! رعایت تو اچھی ہے مگر یہ بکاؤلی ہے یا تاج الملوک کے گھر مین کوئی گنوارن پڑ گئی ہے ؎ کف مین نمکین کباب لیکر + چھرّا کا نمک اُن جراحتون پر کیون صاحب اگر باورچیخانہ سے خاص اس ضرورت کے لئے نمک منگوایا تھا تو کباب کیون ہاتھ مین لیئے ؟ کیا یہ بھی کوئی ٹوٹکا تھا۔؟ اور اگر انھین کبابون کا نمک تھا تو چھڑکا کیونکر۔

(پہونچا ارم میں سمان پر) اگر سمان یہان (وقت) کے معنون میں ہو تو خلاف محاورہ ہے - اور اگر یہ مطلب ہے کہ جسوقت سمان بندھا ہوا تھا پہونچا تو یہ خیال ان الفاظ مین ادا کرنا کہ (سمان پر پہونچا) بالکل ہی غلط محاورہ ہی ۵

دی آنکھ جو شہ نے رونمائی + چشمک سے نہ بھائیونکو بھائی + کیا چیز نہ بھائی (بادشاہ کا رونمائی مین آنکھ دینا) تو پھر (بھایا) چاہیئے - مگر نسیم کو یہان تو بھائیون کی رعایت سے (بھائی) کا لفظ چاہیئے تھا مطلب چاہے خبط ہو جائے کوئی مضائقہ نہین -

آئندہ انشاء اللہ اور اعتراضات بھی پیش کیے جائینگے -

از اردوے معلے جلد ۵ بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۰۵ء نمبر ۶ مرتبہ سید فضل حسین صاحب حسرت موہانی بی۔ اے۔

۶ – گلزار نسیم

(جواب اعتراضات شرر)

(از پنڈت برج نرائن صاحب چکبست)

الجھ پڑون کسی دامن سے مین وہ خار نہین
وہ پھول ہون جو کسی کے گلے کا ہار نہین

گذشتہ مارچ اور اپریل کے دلگداز مین میرے عنایت فرما عبدالحلیم صاحب شرر کے دو مضمون گلزار نسیم کے متعلق شائع ہوے ہین جو کہ قدردانان نسیم کے لیے کسیقدر دلخراش ثابت ہونگے حال مین گلزار نسیم کا ایک نیا اڈیشن شائع ہوا ہے جسکے ترتیب دینے کی خدمت مین نے اپنے ذمہ لی تھی۔ یہ اس نئے اڈیشن کی اشاعت ہی جسنے حضرت شرر کی روشنی طبع کو اشتعال دی ہی حضرت موصوف نے جو کچھ گلزار نسیم کی نسبت تحریر فرمایا ہی اسکا مناسب جواب خاموشی ہی کیونکہ جیسا کہ ذیل کی تحریر سے ثابت ہوگا آپکے مضامین خود زبان حال سے آپکے دلائل کی تردید کرتے ہین لیکن ان مضامین سے ناواقفان سخن کے دلمین اکثر غلط فہمیان پیدا ہوسکتی ہین اس خیال نے مجھکو ذیل کی چند سطرین لکھنے پر مجبور کیا ؎

منظور ہے گزارش احوال واقعی
اپنا بیان حسن طبیعت نہین مجھے

حضرت شرر نے اپنے پہلے مضمون کی تمہید مین تحریر فرمایا ہی کہ "اگر اس مثنوی گلزار نسیم کو محاسن کے لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ اُن نظمون مین ہی جیسی کہ اردو شاعری کو اپنی اس صدی کی عمر مین دو ہی چار نصیب ہوئی ہونگی لیکن اسکے ساتھ ہی اسکے معائب پر نظر ڈالی جاے تو

اس سے زیادہ عیوب کسی اُردو نظم مین نہین ہین - یا اسی سلسلہ مین آپ پھر تحریر فرماتے ہین کہ جسوقت اسکے محاسن پر نظر ڈالی جائے تو اسقدر لطف آتا ہے کہ مجبور ہوکر تسلیم کر لینا پڑتا ہے کہ اس سے اچھی نظم نہین ہو سکتی اور جسوقت اسکی غلطیون کی طرف توجہ کیجائے تو خیال گذرتا ہے کہ شاید کسی شاعر کے کلام مین اتنی غلطیان نہونگی کہ نسیم لکھنوی مرحوم کے کلام مین ہین میری سمجھ مین نہین آتا کہ حضرت شرر نے ان الفاظ کے پردے مین کیا معنی پوشیدہ رکھے ہین ظاہرا طور پر جو معنی ان الفاظ سے پیدا ہوتے ہین وہ اصولاً قابل اعتراض نظر آتے ہین یعنی جس نظم کی نسبت یہ کہا جائے کہ محاسن کے اعتبار سے اسکا شمار اُن نظمون مین ہے کہ جیسے اُردو شاعری کو دوہی چار نصیب ہوئی ہونگی اسی نظم کی نسبت یہ کیونکر یقین کیا جا سکتا ہے کہ اسمین اس قدر غلطیان ہین جنکا پتا کسی اُردو شاعر کے کلام مین نہ ملتا ہو - مگر چونکہ اصل واقعات سے اس دعوی کی تردید ہوتی ہے - لہذا مین اسکے متعلق اصول کی بحث کو زیادہ طول دینا نہین چاہتا حضرت شرر نے اپنے دوسرے مضمون مین گلزار نسیم کے جن اشعار پر اعتراض کیا ہے انکی تعداد چالیس پچاس سے زیادہ نہین ہے - گلزار نسیم مین تقریباً ڈیڑھ ہزار اشعار ہین اب اگر بفرض محال یہ مان لیا جائے کہ حضرت شرر کے سب اعتراض بجا ہین اس حالت مین بھی گلزار نسیم مین تین یا چار فیصدی اشعار قابل اعتراض ثابت ہونگے - چونکہ حضرت شرر نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ آپ کو علاوہ ان اعتراضات کے اس مثنوی مین اور بھی بہت سے شبہات ہین اسلیے یہ بھی فرض کر لیا جاتا ہے کہ جسقدر اعتراضات حضرت شرر نے تحریر فرمائے ہین وہ حضرت کے مشتے نمونہ از خروارے ہین اور اصل مین حضرت شرران اعتراضات کے چوگنے اعتراضات پیش کر سکتے ہین اس حساب سے بھی گلزار نسیم مین بارہ یا تیرہ فیصدی سے زیادہ اشعار قابل اعتراض نہ نکلین گے - لہذا جسوقت حضرت شرر یہ فرماتے ہین کہ گلزار نسیم سے زیادہ عیوب کسی اُردو نظم مین نہین ہین تو کیا حضرت موصوف کا یہ مطلوب ہے کہ کسی اُردو شاعر کے کلام مین بارہ فیصدی یا تیرہ فیصدی شعر بھی قابل اعتراض نہ نکلین گے مین اسکا انصاف سخن شناسون کی راے پر چھوڑتا ہون - کیونکہ بس شخص کی

نظر سے دس پانچ اُردو شعرا کا کلام بھی گذرا ہوگا وہ اس امر کا فیصلہ نہایت آسانی سے کرلیگا کہ حضرت شرر کے اُس دعوی کی تائید واقعات سے کس حدتک ہوتی ہے یون تو کہنے کو جس کا جو جی چاہے کہ سکتا ہے - میرحسن ہی کی مثنوی کی نسبت ایک بزرگ کا قول ہے (بدرمنیر کی مثنوی نہین کہی گویا سانڈے کا تیل بیچتے ہین - بھلا اسکو شعر کیونکر کہئے سارے لوگ دلی کے لکھوکے رنڈی سے لیکر مرد تک پڑھتے ہین سو چلی وان سے دامن اٹھاتی ہوئی - کڑے سے کڑے کو بچاتی ہوئی (آب حیات مصنفہ محمد حسین صاحب آزاد) ظاہر ہے ان بزرگون نے کچھ سمجھ ہی کے یہ فرمایا ہوگا جسطرح ان بزرگوار میرحسن کی مثنوی کے مقبول ہونے پر حیرت ہی - اسیطرح حضرت شرر فرماتے ہین کہ (گلزار نسیم کو مقبولیت عام حاصل ہوئی ہی حیرت انگیز ہے) ان دونون بزرگون کا جواب فصیح شیراز کئی سو برس بیشتر دیگیا ہے ع قبول خاطر و لطف سخن خداداد است - ہان اس موقع پر مین اسقدر ضرور عرض کرونگا کہ گلزار نسیم کی شہرت کا ایک بہت بڑا راز یہ بھی ہے کہ اس مین محاسن کے مقابلے مین معائب بہت ہی کم ہین یا برابر ہونے کے ہین اور اُردو زبان مین بہت کم نظمین ہین جو اس صورت مین اسکا مقابلہ کرسکتی ہین -

حضرت شرر کی مضمون کے اس تمہیدی حصے کے انداز تحریر سے تو یہ پایا جاتا ہو کہ حضرت موصوف پنڈت دیا شنکر نسیم ہی کو گلزار نسیم کا مصنف تسلیم کرلیتے ہین اور جیسا کہ دکھلایا جائیگا اس مضمون کے آخری حصہ مین بھی شرر نے یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے لیکن مضمون کے درمیانی حصے مین آپ نے اس پرانے حصے کو کہ گلزار نسیم آتش کی کہی ہوئی ہے اس پردہ مین تازہ کیا ہو کہ گلزار نسیم کا بہترین حصہ آتش کے زور فکر کا نتیجہ ہے چنانچہ آپ فرماتے ہین کہ معتبر ذرائع سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انتخاب و اختصار کا (دیہ) آخری عمل و تصرف خواجہ آتش کے قلم سے ہوا - منشی اشرف علی اشرف مرحوم - جو نسیم دہلوی کے شاگرد تھے اور اُس سے پہلے دور کے یادگارون مین تھے - اس واقعہ کو خود مجھ سے بیان کرتے تھے بلکہ اُن کا بیان تھا

کہ پنڈت دیا شنکر کی لکھی ہوئی اصل مثنوی کے بہت سے اوراق بھی مین نے اپنی آنکھ سے دیکھے تھے - جو بہت ہی عام مذاق کے تھے اور ایسے تھے کہ سوا ایک مبتدی شخص کے کسی کہنہ مشق شاعر کی جانب نہین منسوب کیئے جا سکتے - اس بیان کی تصدیق میر وزیر علی صبا نے بھی ہمارے بعض بندگون کے سامنے کی تھی - قبل اسکے کہ حضرت شرر کے اس بیان کی نسبت کچھ عرض کرون اتنا ضرور کہونگا کہ منشی اشرف علی مرحوم کی اس زبانی شہادت سے مجھکو عبدالغفور خان نسّاخ کی شہادت زیادہ پُر زور معلوم ہوئی ہو جنھون نے صاف الفاظ مین لکھدیا ہے کہ نسیم لکھنوی مشرف بہ اسلام تھے - حضرت نسّاخ بھی آخری دور کے یادگارون مین تھے اور بقول غالب شیخ ناسخ تو محض طرز کے ناسخ تھے وہ بصیغۂ مبالغہ نسّاخ تھے لہذا اگر اُنکی شہادت پر اعتبار کیا جائے اور انھین کی تائید مین دلائل پیش کیئے جائین تو گلزار نسیم کا نقاد اُن کاوشون سے نجات پا سکتا ہے جو حضرت اشرف کی زبانی شہادت کی پیروی کرتے مین پیدا ہو سکتی ہین مثلاً مخالف کہہ سکتا ہے کہ یہ امر کہانتک قابل اعتبار ہے کہ حضرت اشرف نے گلزار نسیم کا مسوّدہ دیکھا تھا کیونکہ مبتدی شعرا کا یہ عام دستور ہے کہ جبتک اُستاد سے اصلاح نہین لیتے وہ اپنی ایک معمولی غزل بھی کسیکو نہین دکھاتے اس حالت مین نسیم مرحوم نے ایسی مثنوی کا مسودہ کسی شخص کو دکھانے کی جرأت کیونکر کی جسمین کہ باوجود آتش کی زبردست اصلاح کے اسقدر معائب موجود ہین کہ اسکے دیکھنے سے یہ خیال گذرتا ہے کہ شاید کسی اور شاعر کے کلام مین اتنی غلطیان نہ ہونگی جتنی کہ نسیم لکھنوی مرحوم کے کلام مین ہین علاوہ اسکے یہ بھی سب جانتے ہین کہ نسیم دہلوی سے اور شعراء لکھنؤ سے عموماً معرکہ آرائیان ہوا کرتی تھین اور یہ بھی سُنا ہے کہ نسیم لکھنوی اور نسیم دہلوی سے خصوصاً چوٹ چلا کرتی تھی ان باتون کو ملحوظ خاطر رکھکر عقل سلیم اس امر کو قبول نہین کرتی کہ نسیم لکھنوی نے اپنی مثنوی کا مسودہ نسیم دہلوی کے ایک شاگرد کو دکھایا ہو - اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اشرف علی اشرف مرحوم نے گلزار نسیم کا مسودہ دیکھا بھی تب بھی یہ امر غور طلب ہے کہ ان کی راے نسیم لکھنوی کے کلام کی نسبت کس قدر منصفانہ ہو سکتی ہو کہ اُن دو شاعرونکا یہ عام دستور رہا ہے

کہ وہ اپنے اُستاد کو بیجا فروغ دینا اپنا ایمان سمجھتے ہین اور اپنے اُستاد کے مقابل کے شعراکو مٹانا اپنا ایمان نہین تو اپنا فرض ضرور سمجھتے ہین - آتش وناسخ اور انیس ودبیر کے شاگردونکی معرکہ آرائیان ضرب المثل ہوگئی ہین - اس صورت مین اگر اشرف مرحوم نے گلزار نسیم کے مسودہ کو عام مذاق کا بتلاکر حق شاگردی ادا کیا ہو تو اُس زمانہ کی روش کے لحاظ سے بہت بجا کیا ان باتونسے قطع نظر کرکے اشرف مرحوم کی تنقید کے نسبت یہ سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ خدا جانے حضرت اشرف نے عام مذاق سے کیا مراد لی ہے - ممکن ہے کہ حضرت اشرف کے مذاق شاعری کا معیار غیر معمولی طور سے بلند ہو اور گلزار نسیم کا مسودہ اس خاص معیار کے لحاظ سے (عام مذاق) کا خیال کیا گیا ہو - اور کون جانتا ہے کہ اگر گلزار نسیم کی موجودہ حالت کی نسبت اشرف سے رائے پوچھی جاتی تو وہ اب بھی اسکو عام مذاق) کا نہ بتلاتے غرضکہ جیساکہ پیشتر عرض کیا گیا ہے حضرت اشرف مرحوم کی زبانی شہادت ایسی مجمل ہے کہ اسمین سیکڑون شاخسانے پیدا ہو سکتے ہین عبدالغفور خان نسلاخ کی تحریری شہادت اس سے زیادہ صاف اور زیادہ قابل اعتبار ہے مجھکو اس سلسلے مین ایک اور روایت یاد آئی جو کہ ان دونون روایتونسے زیادہ دلچسپ ہے لکھنؤ کے ایک بزرگ اور کہنہ مشق شاعر جو کہ اس آخری دور کے یادگارون مین تھے اور اساتذہ مین شمار کیے جاتے تھے - میرے عنایت فرما پنڈت بشن نرائن صاحب درؔ سے یہ روایت بیان کرتے تھے کہ گلزار نسیم اصل مین حضرت پروانہ کی تصنیف ہے - حضرت پروانہ آتش کے ہمعصر تھے آتش کو پروانہ کی یہ تصنیف کسی طرح ہاتھ لگ گئی اُنھون نے اصلاح وغیرہ دیکر نسیم سے ایک مشاعرے مین پڑھوا دی ان بزرگون نے بھی غالبًا یہ روایت معتبر ذرائع سے سُنی تھی یہ مختلف روایتین سُنکر میرے دل مین یہ خیال گذرتا ہے کہ گلزار نسیم مین باوجود اس قدر عیوب کے جس سے زیادہ عیوب کسی اُردو نظم مین نہین ہین یہ عجب تاثیر ہے کہ اسکو کوئی آتش کی طرف صاف طور پر منسوب کرتا ہے کوئی دبی زبان سے بیان کرتا ہے - کوئی اس کو حضرت پروانہ کی پرواز فکر کا نتیجہ

بتاتا ہے کوئی اسی مثنوی کی بدولت نسیم لکھنوی کو اسلام کی دولت سے مالا مال کیئے دیتا ہے
غرضکہ گلزار نسیم مین کتنے ہی عیب کیون نہون مگر اسکے مصنف کے نو طبع کا یہ طرفہ اثر ہے کہ
ع بس ہمایون مرغ عقل از آشیان انداختہ ۔ پھر سوچتا ہون کہ ممکن ہی کہ ان روایتون کے
گھروندے محبت کی بنا پر قائم ہون ۔ ان روایتونکے لکھنے والون کا یا بیان کرنے والون کا
یہ منشا، ہو کہ پنڈت دیا شنکر نسیم کا نام ایسی مثنوی کے ساتھ نہ وابستہ رہے (جس سے زیادہ
عیوب کسی اُردو نظم مین نہین ہین) اور جس سے لازمی طور پر نسیم مرحوم کی بدنامی متصور ہے
بیشک مجکو تعجب ہے تو اس قدر کہ مجکو جو کچھ اس مثنوی کی تصنیف و تالیف کے مطابق معلوم ہوا
کہ وہ ان روایتون کے خلاف معلوم ہوا ۔ حکیم رضا حسین صاحب مرحوم میر وزیر علی صبا کے
داماد تھے اور شاگرد بھی تھے اُنکی خدمت مین مجھے برسون نیاز حاصل رہا اور بہت مرتبہ
گلزار نسیم کا ذکر بھی آیا اُنھون نے مجھ سے کبھی یہ نہ کہا کہ گلزار نسیم مین آخری تصرف و اختصار کا
عمل خواجہ آتش کے قلم سے ہوا تھا یا آتش نے تفنن طبع کے طور پر یہ مثنوی کہکر نسیم کو
دیدی تھی بلکہ وہ کہتے تھے کہ میر وزیر علی صبا ہمیشہ ایسی روایتونکی تردید فرماتے تھے اور کہتے تھے
کہ گلزار نسیم خاص پنڈت دیا شنکر نسیم کی تصنیف ہے بیشک حسب دستور اسمین کہین کہین آتش کی
اصلاحین موجود ہین اور میر وزیر علی صبا پر کیا منحصر ہے تمام سخن شناس اور انصاف پسند
اہل اسلام کو اس سے انکار نہین کہ گلزار نسیم نسیم ہی کی تصنیف ہے بقول اڈیٹر اودھ پنچ کے
لکھنؤ کے بھنگڑ خانونکے سوا اب یہ روایت کہین نہین سُنی جاتی کہ گلزار نسیم آتش کی تصنیف
کی ہوئی مثنوی ہے چنانچہ یہ باتین ملحوظ خاطر رکھ کر مین نے اس روایت کی نسبت صرف
اسقدر لکھدینا کافی سمجھا تھا کہ سخن شناس جانتے ہین کہ جس رنگ مین گلزار نسیم کہی گئی ہی
آتش نے اپنی زندگی مین اس رنگ مین ایک شعر نہین کہا ۔ اس دلیل کی تردید مین حضرت
شرر تحریر فرماتے ہین کہ غزل اور چیز ہے اور مثنوی اور چیز ۔ انسان کی طبیعت جو رنگ غزل مین
دکھاتی ہو ضرور نہین کہ وہی رنگ مثنوی مین بھی دکھائے . . . . دیوان آتش کے دیوان (

رنگ کو پیش کرکے مثنوی کے متعلق کوئی راے قائم کرنا اسبات کا ثبوت دیتا ہے کہ مسٹر چکبست کو
اسکی خبر ہی نہین کہ شاعرانہ مذاق ہر صنف سخن مین جداگانہ رنگ دکھایا کرتا ہے کوئی
تعجب کی بات نہین اگر آتش نے اس دلبستگی کی بنیاد پر جو انھین نوعمر شاگردون سے تھی (اس
دلبستگی کی وجہ آپ نے نہ بتلائی) اسکی تحریک سے یا اُسکی مشق اولین دیکھکے اس مثنوی کو
تفنن طبع کے طور پر کہا ہو یا اسمین متعدد لغزشین دیکھکے اسے بجائے اپنے اسی کی طرف
منسوب کردیا ہو۔ مجھکو افسوس ہے کہ حضرت شرر نے شاعرانہ مذاق کی رنگارنگی کی نسبت
جو سبق مجھے دیا ہے مین اسکو قبول نہین کرسکتا اور مین کیا جو شخص اصول شاعری سے کچھ بھی
واقفیت رکھتا ہے وہ میرے ہی خیال کی تائید کرے گا یہ یاد رہے کہ شاعر کی طبیعت کا
قدرتی رنگ ایک ہی ہوتا ہے یہی رنگ مختلف پیرایون مین اپنا جلوہ دکھاتا ہے پیرایے بدلتے
رہتے ہین شاعر کا کلام ایک آئینہ ہے جسمین اسکی نورانی طبیعت کا عکس پڑتا ہے آئینہ کی ساخت
مین تبدیلیان واقع ہوسکتی ہین مگر عکس کی ہیئت نہین بدلتی۔ غزل ہو یا مثنوی ہو یا مسدس ہو
ہر پیرایہ مین شاعر کی طبیعت کا قدرتی رنگ نظر آتا ہے۔ مثلاً جس شاعر کی طبیعت مین روانی
اور آمد ہے وہ ہر صنف سخن مین نمایان رہےگا اگر اسکے مزاج مین آورد کو دخل ہے تو اُسکی غزل ہو
یا مثنوی یا مسدس سب مین اسی مذاق کا پتا ملے گا۔ میر کی غزلون مین جو سوز و گداز ہے وہی
اُنکی مثنویون مین موجود ہے۔ داغ کی غزلون مین جو شوخی اور بیباکی کا رنگ ہے وہی اسکی مثنوی
فریاد داغ کا رنگ خاص ہے یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ کسی شاعر کی مثنوی اس پایے کی نہو جیسی کہ
اُسکی غزلین ہین لیکن دونون مین (مذاق سخن) کا رنگ ایک ہی ہوگا مثلاً فریاد داغ کا پایہ
داغ کی تصانیف مین ادنےٰ ہے لیکن یہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ فریاد داغ کا مذاق شاعرانہ گلزار داغ
سے جداگانہ ہے اب دیکھنا چاہیے کہ آتش کی طبیعت کا رنگ خاص کیا ہے۔ مین جانتا ہون کہ حضرت
شرر کو بھی اس سے انکار نہوگا کہ آتش کی طبیعت کا رنگ خاص آمد ہے۔ اسکی زبان سے شعر
اسطرح نکلتا ہے۔ جیسے کمان سے تیر۔ برعکس اسکے گلزار نسیم مین ہر شعر شروع سے آخر تک

آورد کے رنگ مین ڈوبا ہوا ہے ۔جسطرح سنگ تراش پتھرونکو تراش کر بت تیار کرتے ہین
اسیطرح نسیم نے اپنے تیشۂ فکر کی مدد سے مضامین کے گل بوٹے تراشے ہین گلزارنسیم کی
نیت ہے چاہے یہ رنگ بُرا ہو یا اچھا - مگر اس سے انکی طبیعت کو خاص مناسبت ہے
چنانچہ یہی رنگ انکی غزلونکے گلہائے مضامین سے بھی شبنم کیطرح ٹپکتا ہے مجکو سخت حیرت ہے
کہ حضرت شرر کے قلم سے ذیل کے الفاظ کس طرح نکلے کہ (تعجب ہے کہ مصنف (یعنی نسیم)
کے دیوان کا انتخاب جو اس مثنوی (گلزارنسیم) کے آخر مین چھپا ہے اُسمین بھی اس رنگ
(یعنی گلزارنسیم کے رنگ) کا کوئی شعر نہین ہے اس موقع پر مین چند شعر انتخاب دیوان نسیم سے
تمثیلاً لکھے دیتا ہون سخن شناس خود فیصلہ کرلین گے کہ حضرت شرر کا بیان مندرجہ بالا کسقدر
درست ہے -

اشعار

جب ہو چکی شراب تو مین مست مر گیا | شیشے کے خالی ہوتے ہی پیمانہ بھر گیا
شوریدگی سے میری یہانتک وہ تنگ تھا | روٹھا جو مین تو خیر منائی کہ شر گیا
بوے گل غنچے سے کہتی ہے نسیم | بات نکلی منھ سے افسانہ چلا
چمن مین دھر کے آکر مین کیا نہال ہوا | برنگ سبزۂ بیگانہ پایمال ہوا
کہانی کہکے سلاتے تھے یار کو سو اب | فسانہ عمر ہوئی خواب وہ خیال ہوا
کوچۂ جانان کی ملتی تھی نہ راہ | بند کین آنکھین تو رستہ کھل گیا
بلبل کے منھ پہ اڑنے لگی ہین ہوائیان | صیاد کو بتا کہین او باغبان ہوا
جلد او ماہ تو گھر سے نکلا | شکر ہے چاند کدھر سے نکلا
یعنی روشن جو ہون تو سو سے بہتر ایک شعر | مطلع خورشید کافی ہے پئے دیوان صبح
جب سے ملے دو دل مخل پھر کون ہے | بیٹھ جاؤ خود حیا اُٹھ جائیگی
گر یہی ہے اس گلستان کی ہوا | شاخ گل ایک روز جھونکا کھائیگی
داغ سودا ایک دن دیگا بہار | فصل اس گل کی شگوفہ لائیگی

کچھ تو ہوگا ہجر مین انجام کار — بیقراری کچھ نہ کچھ ٹھہرائیگی
صندلی رنگو نسے مانا دل ملا — درد سر کی کس کے ماتھے جائیگی
خاکسارون سے جو رکھیگا غبار — او فلک بدلی تری ہو جائیگی
صبر رخصت ہو تو جانے دیجئے — بیقراری آئے تو ٹھہرائیے
دل مین ہی دکھلائیے تاثیر عشق — ٹھنڈی سانسون ہی انھین گرمائیے
گل ہوا کوئی چراغ سحری او بلبل — ہاتھ ملتی ہوئی پتو نسے صبا آتی ہے
جسکو دیکھو وہ اس زمانے مین — اپنے نزدیک دُور ہوتا ہے
خاکساری وہ ہے کہ ذرون پر — روز باران نور ہوتا ہے

اس رنگ کے نوّے فیصدی اشعار نسیم کے دیوان مین مل سکتے ہین ان اشعار مین بھی وہی ترکیب کی چستی وہی تناسب لفظی وہی آورد کا رنگ چوکھا ہے جو کہ مثنوی کا رنگ خاص ہے آتش کا مذاق شاعرانہ اس رنگ سے اعلے تر ہے لیکن اس سے بالکل جُداگانہ ہے۔ اگر وہ تفنن طبع ہی کے طور پر کوئی مثنوی کہتے تو یہ ممکن تھا کہ وہ مثنوی اس پائے کی نہوتی جیسے انکی غزلین ہین۔ لیکن اُس مثنوی مین انکی رنگ طبیعت کا ضرور پتا ملتا علاوہ اسکے یہ کہنا کہ شاعر نے گلزار نسیم کو محض تفنن طبع کے طور پر تصنیف کیا ہے کسقدر قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ یہ تو ویسا ہی ہے جیسا کہ آجکل کوئی شخص کہے کہ جاپان روس سے (تفنن طبع) کے طور پہ لڑ رہا ہے قطع نظر ان سب باتو نکے ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے جو کہ کسیقدر غور طلب ہے یعنی حضرت شرر نے اس مضمون کے ایک حصے مین تو یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ گلزار نسیم مین محض انتخاب و اختصار کا آخری عمل و تصرف خواجہ آتش کے قلم سے ہوا لیکن آپ ہی صاف الفاظ مین یہ بھی تحریر فرماتے ہین کہ کوئی تعجب کی بات نہین اگر آتش نے اس مثنوی کو تفنن طبع کے طور پہ کہا ہو پھر اسمین متعدد ترمیمین دیکھ کے اسے بجائے اپنے نسیم کیطرف منسوب کردیا ہو۔ یہ دونون دعوے ایک دوسرے سے بالکل جُداگانہ ہین چونکہ حضرت شرر کے اس مضمون کا رنگ خاص یہی ہے کہ ایک دعوی کی

تردید دوسرے دعویٰ سے کیجائے لہذا اسکی نسبت زیادہ لکھنا فضول ہے حضرت شرر کا یہ مقولہ صحیح ہو یا نہو کہ (شاعرانہ مذاق ہر صنف سخن مین جُداگانہ رنگ دکھاتا ہے) مگر اسقدر ضرور صحیح ہے کہ حضرت موصوف کو مذاق تنقید ہر صفحے پر نیا رنگ دکھاتا ہے ۔

دیباچہ مین تناسب لفظی کی بحث کے سلسلہ مین مین نے اس بات پر زور دیا تھا کہ صنعت مذکور کا لطافت کے ساتھ نباہنا اک امر دشوار ہے ۔ اور یہ دکھانے کے لیئے کہ کس صورت تناسب لفظی بجائے حُسن کے عیب ہو جاتا ہے مین نے مثال کے طور پر آمانت ۔ رند ۔ خلیل ۔ قلق ۔ وغیرہ کا ایک ایک شعر یا مصرع لکھدیا تھا اس سلسلے مین گلزار نسیم کے بھی دو ایک شعر لکھدیے تھے اس بنا پر حضرت شرر تحریر فرماتے ہین کہ مسٹر چکبست نے آمانت ۔ رند ۔ اور قلق کا ایک ایک شعر یا مصرع نقل کر کے سب کی شاعری مین دھبا لگایا ہے ۔ مجھکو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مین اس الزام بیجا کا مستحق نہ تھا صرف و نحو کی کتابون مین یا کتب عروض مین اکثر غلطیونکی تشریح کے لیے بڑے بڑے اساتذہ کے شعر لکھے ہوے ملین گے ان اشعار کے پیش کرنے سے لکھنے والے پر یہ الزام نہین کیا جا سکتا کہ اُسکا منشا یہ تھا کہ ان اُستادون کی شاعری مین دھبہ لگایا جاے آخر کسی کے کلام سے مثال دینا پڑیگی ۔ لہذا ایک صنعت خاص کا ذکر کرتے ہوے اگر مین نے رند و خلیل و قلق وغیرہ کے کلام سے ایک ایک مصرع یا شعر نقل کر دیا تو میری مُراد اس سے یہ نہ تھی کہ مین اُنکی شاعری کو بحیثیت مجموعی قابل نفرین قرار دون اگر ان مثالون کے پیش کرنے سے کوئی معنی پیدا ہو سکتے ہین تو وہ یہ تھے کہ جہانتک تناسب لفظی کی صنعت کا تعلق ہے رند و خلیل و قلق وغیرہ نسیم کا مقابلہ نہین کر سکتے اگر حضرت شرر ذرا بھی غور و فکر سے کام لیتے تو میرے سر مفت کا الزام نہ دھرتے ؎

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا ست　　سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجا ست

بیشک آمانت کے لئے مین نے صاف الفاظ مین یہ لکھدیا تھا کہ ان حضرت کے لیے تناسب لفظی کا شوق جنون کے درجہ تک پہونچ گیا ہے حضرت شرر کا یہ خیال ہے ہین ہے آپ کے نزدیک

گلزار نسیم کیطرح آمانت کے کلام مین بھی ایسے معیوب اشعار جنمین تناسب لفظی کے ساتھ لطافت سخن نہ قائم رہی ہو دو فیصدی سے زیادہ نہ نکلین گے اور حضرت موصوف کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ تناسب لفظی کے نباہنے مین آمانت ہی سب سے زیادہ کامیاب بھی ہوے ہین مین حضرت شرر کی اس تنقید کی نسبت زیادہ عرض کرنا نہین چاہتا جس شخص نے امانت کا کلام ایک سرسری نظر سے بھی دیکھا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ حضرت شرر نے امانت کی مدحت سرائی مین جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ ایک شاعرانہ مبالغے سے زیادہ وقعت نہین رکھتا چند اشعار امانت کے درج ذیل ہین سخن شناس تفنن طبع کے طور پر ملاحظہ فرمائین اور دیکھین کہ امانت نے تناسب لفظی کی صنعت کو کیا معراج دی ہے ؎

چھوٹون جو کانپور مین وہ زلف حلقہ دار | پھانسی کا حکم چھوٹتے ہی کوتوال دے
دُر دُر کرے صدف کو جو وہ گوہر مُراد | موتی ہر ایک دانت خوشی سے نکال دے
سوراخ ورکے بند کرو چھوڑ و چھانکنا | روزن تمھاری شرم مین رخنہ نہ ڈالدے
کھلاتا ہے ہوا اُس شعلہ رو کو برف خانے کی | رقیب روسیہ کو فکر ہے نقشہ جمانے کی
ملائی اس نے شہناسے جو دُھن اپنے ترانے کی | ندامت سے بُری نوبت ہوئی نقارخانے کی
یہ گیسو کو اس کے سانپ بھن کہتی ہو شانے کو | میری طبع رسا کرتی ہے باتین مار کھانے کی
خط بہت بڑھ گیا ہے بنواؤ | گلشن حسن ہے کہ جنگل ہے
طائر دل کو میرے صدقے کر | بت بے پیر آج منگل ہے
عاشق زلف کیون نہ سر ٹکرائے | مانگ دار اس پری کی تنگل ہے
نظم کرتا ہون خط سبز کا وصف | مرغ مضمون جو ہے وہ ہریل ہے
اسے کہتے ہین بے تکلف اسے نازک طبعی | گھاس کے تھان پر اس شوخ نے گھوڑا باندھا
بند انگیا کا کم و بیش جو پایا اس نے | ہنس کے خیاط کو چڑیا کا بنایا اس نے

ہین تر دانان امانت کا مشکور رہون گا اگر وہ امانت کے دیوان مین دو فیصدی شعر بھی ایسے

بحر امانت کا کلام نمبر ۱ ملاحظہ ہو

نکالدین جنمین تناسب لفظی کے ساتھ لطافت سخن بھی قائم رہی ہو یون دعوی بے دلیل کرنا تو بہت آسان ہے۔ حضرت شرر نے مجھکو اسبات کا بھی ملزم ٹھہرایا ہے کہ مین نے جو نسیم کے معرکے لکھے ہین اُنکے پردہ مین لکھنؤ کے بعض مشہور و معروف و مستند شعرا کے مٹانے کی کوشش کی ہے۔ مین نے جوکچھ لکھا ہے وہ اُن بزرگون کی شہادت پر لکھا ہے جو نسیم کے ساتھ مشاعرون مین شریک تھے اور جنکے سامنے یہ معرکے پیش آئے۔ اگر حضرت شرر کو اسمین شک ہو تو یہ اُنکا حسن ظن ہے اور چونکہ اس بحث سے اور نفس مضمون سے زیادہ تعلق نہین لہذا مین اسکی نسبت زیادہ عرض کرنا نہین چاہتا۔

حضرت شرر نے مجھ غریب پر یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ بجائے مولوی حالی کے اعتراضات کا جواب دینے کے میرا فرض یہ تھا کہ گلزار نسیم کے اُن عیوب کے مٹانے کی کوشش کرتا جن پر عام اہل سخن معترض ہین اور جن کا اسوقت تک جواب نہین دیا گیا ہے۔ اس اعتراض کی نسبت مین یہ عرض کرونگا کہ مولانا حالی کے اعتراضات چاہے واجب ہون یا غیر واجب اُنھون نے اُنکو نقادان سخن کے سامنے تحریری حیثیت مین پیش کیا ہے لہذا اعتراضات مذکور سے ہر شخص پورے طور سے واقف ہو سکتا ہے چنانچہ وہ اعتراضات میری نظر سے بھی گذرے اور جو کچھ میری سمجھ مین آیا مین نے انکی نسبت لکھا ہے علاوہ ان اعتراضات کے اور ایسے اعتراضات گلزار نسیم پر میری نظر سے نہین گذرے جو کسی مستند شخص کی طرف سے پیش کیے گئے ہون۔ جو اعتراضات حضرت شرر نے اساتذہ لکھنؤ کا وکیل بنکر پیش کیے ہین اُنکی نسبت مین صرف اسقدر لکھنا کافی سمجھتا ہون کہ ان اعتراضات سے اساتذہ لکھنؤ کا دامن آلودہ کرنا سخت بیرحمی ہے۔ میرے خیال مین کوئی لکھنؤ کے رہنے والے جسکو شعر و سخن کا مذاق ہے اور جس نے گلزار نسیم کے علاوہ اور شعراء اردو کا کلام بھی پڑھا ہے اسکے قلم سے ایسے اعتراضات نکل ہی نہین سکتے ہین چنانچہ انھین اعتراضات کے متعلق ۱۱۔ مئی کے اودھ پنچ مین لکھنؤ کے مستند اور مسلم الثبوت زبان دان منشی سجاد حسین صاحب تحریر فرماتے ہین کہ ہمارے خیال مین

اساتذہ لکھنؤ کی اس سے بڑھکر ذلت نہین ہوسکتی کہ اُنکی جانب یہ اعتراض (یعنی حضرت شررکے اعتراض) منسوب کیے جاوین جنسے فارسی محاورون سے عموماً اور لکھنؤ کی زبان اور شاعری سے خصوصاً عدم واقفیت کا اظہار ہوتا ہے - اگر حضرت شرر خود غور سے کام لین تو وہ یہ دیکھ سکتے ہین کہ اساتذہ لکھنؤ کی جانب یہ اعتراض منسوب کرنا کہ نسیم نے (حیا اُٹھاکر) خلاف محاورہ نظم کیا ہے (پردۂ حیا اُٹھاکر) چاہیئے ایسا فعل ہے کہ جس سے جرأت کا تو ضرور اظہار ہوتا ہے مگر دور اندیشی کا نہین یا یہ کہنا کہ (تجھ پاس) کہانکی زبان ہے اور پھر کہنا کہ یہ اعتراض اساتذۂ لکھنؤ کی جانب سے ہے لکھنؤ کو بدنام کرنا ہے - مجھکو خود اکثر اساتذہ لکھنؤ کی خدمت مین باریابی حاصل ہے - مین نے انکی زبان سے کبھی ایسے اعتراضات نہین سُنے اب رہے اُن حضرات کے اعتراضات جو گلزار نسیم پر اعتراض کرنا ثواب سمجھتے ہین - وہ اکثر میرے گوش گذار ہوتے رہے - مگر اُنکے جواب مین مین کسی فارسی اُستاد کا یہ شعر دل ہی دل مین پڑھ لیا کرتا ہون ؎ بسیار زخمہا ست کہ خاک است مرہمش ۔ نتوان بہ نشتر دوختن ان دیدہ راز ایسے اعتراضات کا کسی سنجیدہ تحریر مین ذکر کرنا حماقت ہے اور ایسی حماقت ہے کہ جسکی کبھی انتہا نہین ہوسکتی - اسی خیال سے مین نے محض مولانا حالی کے اعتراضات کا ذکر کرنے پر قناعت کی اب چونکہ حضرت شرر نے اپنے رسالہ مین چند اعتراضات پیش کیے ہین انکی نسبت آگے چلکر جو کچھ میری سمجھ مین آئیگا لکھونگا -

اس مضمون کے آخری حصے مین حضرت شرر فرماتے ہین کہ " گلزار نسیم مین ایسے اشعار بہت ہین جنکی بنا پر صرف یہی نہین کہا جاتا کہ نسیم کی زبان مین غلطیاں ہین بلکہ یہ بھی دعوے کیا جاتا ہے کہ پنڈت دیا شنکر نسیم زبان پر اتنی حکومت نہین رکھتے کہ ہر ایسے مضمون کو جو خیال مین آئے ادا کر جائین - اس سلسلے مین حضرت موصوف فرماتے ہین کہ انکا مقصد گلزار نسیم پر اعتراضات پیش کرنے سے یہ ہے کہ عام پبلک پر ظاہر کردیا جائے کہ گلزار نسیم مین اہل لکھنؤ کے نزدیک صدہا غلطیاں ہین اور اس مثنوی کی زبان اہل لکھنؤ کی زبان نہین ہے - اس اعلا نکی

نسبت دو امور دریافت طلب ہین اولاً یہ کہ یہ اعلان حضرت شرر کے پہلے مضمون کے اس حصّے کی تردید کرتا ہے جسمین آپ نے اس امر کا اقرار کر لیا ہے کہ گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان ہے۔ یعنے میرے دیباچے پر رائے زنی کرتے ہوئے حضرت شرر تحریر فرماتے ہین کہ گلزار نسیم کے اختصار اسکی ترکیبوں کی پختگی کلام کی روانی اور سادگی اور پاکیزگی زبان کی نسبت جو کچھ لکھا گیا ہے بہت صحیح ہے بلکہ اس سے بڑھکے ہے (دلگداز بابت ماہ جون ۱۹۰۵ء) اس سے صاف ظاہر ہے کہ پاکیزگی زبان کی نسبت جو کچھ مین نے لکھا ہے اس سے حضرت شرر کو پورا اتفاق ہے بلکہ آپ لکھتے تو اس سے کچھ زیادہ ہی لکھتے۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ (پاکیزگی زبان) کی نسبت مین نے کیا لکھا ہے۔ دیباچے کے بارھوین صفحے کے حاشیہ پر (پاکیزگی زبان) کی سرخی قائم کرکے گلزار نسیم کی زبان کے متعلق صاف الفاظ مین مین نے یہ لکھا ہے کہ نسیم کی زبان بھی نہایت سلیس و پاکیزہ ہے اور اسے لکھنؤ کی ٹکسالی زبان سمجھنا چاہیئے میری سمجھ مین نہین آتا کہ حضرت شرر نے پیشتر نسیم کی زبان دانی کو کیون تسلیم کیا اور پھر اپنے ہی بیان کی تردید اس زور سے کیون کی۔ دوسرا سوال اس بیان کی نسبت یہ پیدا ہوتا ہے کہ پیشتر حضرت شرر اپنا عقیدہ یہ ظاہر کر چکے ہین کہ گلزار نسیم کے اصل مسودے کے ورق نہایت ہی عام مذاق کے تھے اور جو کچھ محاسن اس مثنوی مین پیدا ہوے وہ اس سبب سے ہوے کہ انتخاب و اختصار کا آخری عمل و تصرف خواجہ آتش کے قلم سے ہوا۔ یا یہ کہ حضرت شرر کے دوسرے عقیدے کے مطابق آتش نے یہ مثنوی خود تفنن طبع کے طور پر کہی اور پھر اسکے اشعار مین متعدد لغزشین دیکھکر نسیم کو دیدی گو یا نسیم سے اور اسکی تصنیف و تالیف سے کوئی تعلق ہی نہین۔ ان دونون صورتون مین عقل سلیم یہ کیونکر قبول کر سکتی ہی کہ گلزار نسیم کی زبان اہل لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہے یہ ظاہر ہے کہ چاہے خواجہ آتش نے اس مثنوی کی اصلاح مین آخری انتخاب و تصرف کی زحمت اپنے سر لی یا حضرت شرر کے دوسرے عقیدے کے رو سے آتش نے خود یہ مثنوی (تفنن طبع) کے طور پر کہی اور پھر نسیم کو دیدی ان دونون صورتون مین اس مثنوی کے

ترتیب دینے مین آتش نے اس قدر غور و فکر سے ضرور کام لیا کہ اسمین ایسے محاسن پیدا ہو گئے جنکی وجہ سے حضرت شرر بھی یہ کہنے پر مجبور ہین کہ باعتبار خوبی کے گلزار نسیم کے مقابل کی دو ہی چار نظمین نکلین گی - اس حالت مین گلزار نسیم مین ایسے شعر کہان سے آ گئے جنکی نسبت آج حضرت شرر تک کو یہ کہنے کی جرأت ہوتی ہے کہ انکی زبان نہایت ہی مبتذل اور بازاری زبان ہے اور بازاری بھی کہین اور کا لکھنؤ کا نہین - یہ ممکن تھا کہ آتش کے کلام کے مقابلہ مین یہ مثنوی پھیکی ہوتی مگر جہانتک زبان کا تعلق ہے یہ ضرور مستند خیال کیجاتی - آتش کی بہت سی غزلین ہین جن مین ایک شعر بھی قابل تعریف نہین ہے یا بہت سے شعر مہمل ہین - ان غزلون کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ آتش نے انھین محض تفنن طبع کے طور پر تصنیف کیا ہو گا یعنی زیادہ غور و فکر سے کام نہ لیا ہو گا مگر باایں ہمہ یہ مہمل شعر بھی زبان کی بحث مین اسی وثوق کے ساتھ سند کے طور پر پیش کیے جا سکتے ہین جیسے کہ آتش کے اعلیٰ سے اعلیٰ شعر - ان اشعار مین شاعری کے اور جوہر نہون لیکن انکی زبان کی نسبت یہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ مبتذل بازاری زبان ہے اور بازاری زبان بھی کہین اور کی لکھنؤ کی نہین - مثلاً اگر یہ بحث درپیش ہو کہ آیا (حلال کرنا) لکھنؤ کا محاورہ ہے کہ نہین تو آتش کا ذیل کا شعر - لہذا سند کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے کہ ؎

آتی جو عید قربان خنجر کو لال کرتے ۔۔۔ دنبے کے بدلے فربہ عاشق حلال کرتے

اس شعر مین چاہے اور صدہا عیوب ہون مگر اسکی زبان مستند ہے کیونکہ یہ شعر آتش کا ہے افسوس ہے کہ حضرت شرر نے اس پہلو پر غور نہین کیا کہ کوشش تو یہ ثابت کرنے کی کر رہے ہین کہ گلزار نسیم مین نسیم کا کلام برائے نام ہے یا برابر نہونے کے ہے اور جو کچھ اسکو فروغ حاصل ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ یا تو اسپر آتش کی زبردست اصلاح ہے یا آتش نے خود اسے (تفنن طبع) کے طور پر تصنیف کیا ہے اور پھر یہ اعلان بھی شائع کرتے ہین کہ گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہے - جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آتش نے نہ اسکی اصلاح مین غور و فکر سے کام لیا ہے اور نہ وہ اسکے مصنف ہو سکتے ہین - حضرت شرر کی اس تنقید پر "ماچہ می سرائیم" "طنبورہ ماچہ می سرائید"

مثل صادق آتی ہے - کیا حیرت کا مقام ہے کہ حضرت شرر کا طائر خیال ایک شاخ پر بیٹھتا ہی
نہین شروع سے آخر تک کل مضمون متضاد بیانات سے پُر ہے جنکی وجہ سے حضرت موصوف کے
دلائل کا سلسلہ تار عنکبوت سے زیادہ مضبوط نہین نظر آتا جسوقت آپکا خیال گلزار نسیم کے محاسن
کیطرف جاتا ہے تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہین کہ اس مثنوی کا بہترین حصہ آتش کے
زور قلم کا نتیجہ ہے اور اپنے دعوے کی تقویت کے لیئے نقادان سخن کے دربار مین اُن بزرگونکی
شہادت پیش کرتے ہین کہ جو موت کی میٹھی نیند سو رہے ہین اور جنکو اسبات کی مطلق خبر نہین کہ
آج انکی نسبت کیا کہا جارہا ہے جب حضرت شرر کو گلزار نسیم مین معائب تلاش کرنیکی فکر ہوتی ہے
تو اُسوقت آپ یہ فرض کر لیتے ہین کہ یہ نسیم کی تصنیف ہے اور اس لیئے اسکی زبان لکھنؤ کی
مستند زبان نہین ہے اس سے صرف ایک ہی منطقی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ چالیس پچاس شعر
جو حضرت شرر کے نزدیک قابل اعتراض ہین وہ نسیم کے ہین باقی ڈیڑھ ہزار شعر آتش کے ہین
اصل یہ ہے کہ اکثر حضرات کا خیال یہ ہے کہ چونکہ پنڈت دیا شنکر نسیم ہندو تھے اسلیئے ان کی
زبان مستند نہین ہے گو کہ حضرت شرر نے کسی مصلحت سے اس خیال کو جلباب خفا مین
رکھا ہے مگر آپ کے اعلان کے پردہ مین اسکی جھلک صاف نظر آتی ہے مگر اس خیال کے
لوگون کو اس امر پر غور کر لینا چاہیئے کہ نسیم کے وقت کا لکھنؤ وہ لکھنؤ تھا کہ جسکا ذرہ ذرہ
تہذیب و ترتیب کے نور سے معمور تھا بقول امیر احمد صاحب بی - اے - کے اُس زمانے
مین لکھنؤ مین شاعری اور سخن سنجی کا وہ دریاے مواج جوش زن تھا اور زبان دانی اور مضمون
آفرینی کا یہ شہر ایسا مرکز ہو رہا تھا کہ اسکی دلکش سیر گاہون اسکے دلچسپ منظرون اور اس کے
دلفریب میلون ٹھیلون کی بہار دیکھنا بھی انسان کو تہذیب سکھانے اور شاعر بنانے کے لیے
کافی تھا اور پھر نسیم کی ایک خاص حالت تھی - ایک تو وہ خود ہی قدرتی طور پر غیر معمولی طور سے
ذہین اور طباع شخص تھے - دوسرے انکا تمام وقت آتش و صبا وغیرہ ایسے زبان دانون کی
صحبت مین صرف ہوتا تھا جنکی زبان آجتک محاورۂ اردو کی دستور العمل سمجھی جاتی ہے

قطع نظر اسکے یہ سب جانتے ہین کہ گلزار نسیم آتش کی اصلاح کے بعد انکی زندگی مین شایع
ہوئی اس صورت مین یہ کہنا کہ چونکہ گلزار نسیم کا مصنف ہندو تھا اس لیے اسکی زبان لکھنؤ کی
مستند زبان نہین ہی انصاف کی آنکھو نمین خاک ڈالنا ہی۔ جس مشاعرے مین یہ مثنوی رات بھر
پڑھی گئی وہ مشاعرہ آتش ہی کے نام سے کیا گیا تھا لہذا اسمین شہر کے تمام سر برآوردہ شعرا
جمع تھے۔ اکثر بزرگ اب بھی زندہ ہین جو اس مشاعرے مین شریک تھے کیا ایسا مشاعرہ
کرنے سے آتش کی مراد یہ تھی کہ سخن سنجان لکھنؤ کے سامنے اپنے شاگرد سے ایسی مثنوی پڑھوا کر
اپنی ہنسی کرائین جسمین اسقدر غلطیان ہین کہ شاید کسی اردو نظم مین نہو نگی اور جسمین ایسے شعر
موجود ہین (جنکی زبان لکھنؤ کی بازاری زبان بھی نہین ہی) یہی وجہ ہے کہ لکھنؤ کے راسخ الخیال
اور منصف مزاج اہل سلام گلزار نسیم کی زبان کو لکھنؤ کی ٹکسالی زبان سمجھتے ہین۔ حضرت شرر نے
جو اعلان شایع کیا ہے کہ گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہی وہ کسیقدر دیر سے
شایع ہوا ہے کیونکہ اس اعلان کی اشاعت کے قبل اساتذہ لکھنؤ اسبات کو تسلیم کر چکے ہین کہ
گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی ٹکسالی زبان ہی۔ لکھنؤ کے مشہور و معروف شاعر منشی امیر احمد صاحب
مینائی نے امیر اللغات مین زبان و محاورہ کی بحث مین گلزار نسیم کے سیکڑون شعر سند کے طور پر
پیش کیے ہین اب اس سے بڑھ کر گلزار نسیم کی زبان کے مستند ہونے کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے
ظاہر ہے کہ لغت مین اسی شاعر کا کلام سند کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جسکی زبان مستند سمجھی جاتی ہی
میرا خیال ہے کہ حضرت شرر امیر مرحوم کو اُن (عام اساتذہ لکھنؤ) کے زمرے سے خارج نہ سمجھتے
ہونگے جنکا وکیل بنکر آپ نے یہ اعلان شایع کیا ہے کہ (گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہے)
علاوہ امیر مرحوم کے لکھنؤ کے سرمایۂ ناز انشا پرداز اور مسلم الثبوت زباندان منشی سجاد حسین صاحب نے
حضرت شرر کے اعلان مذکور کی نسبت جو کچھ ۱۱ - ستی کے اودھ پنچ مین لکھا ہے وہ شائقین سخن کی
نظر سے گذرا ہی ہو گا۔ اصل یہ ہے کہ گلزار نسیم کی زبان کو غیر مستند ثابت کرنے کا زمانہ گذر گیا اب تو
اسکے سیکڑون شعر زبان اردو کا حصہ ہو گئے ہین اور زباندان اسکی زبان کو مستند تسلیم کر چکے ہین

اب اگر کسی کا دل چاہے تو وہ یہ خیال کرکے اپنا دل خوش کرے کہ یہ مثنوی نسیم کی کہی ہوئی نہین ہے اور اگر قلم مین زور ہو تو اس دعوی کی تائید مین دلائل بھی پیش کرے اور میرے خیال مین قدردانان نسیم کو ایسے مضامین سے ناخوش نہین ہونا چاہیئے مین تو یہ ماننے کو تیار ہون کہ نسیم لکھنوی کا اس عالم ایجاد مین وجود ہی نہین ہوا تھا (پنڈت دیا شنکر نسیم) محض اک اسم فرضی ہے یہ مثنوی کسی بندۂ خدا کی تصنیف ہے جسنے اسکو اس فرضی نام سے شائع کر دیا اب یہ بندۂ خدا چاہے آتش ہو یا پروانہ یا مصحفی (اگر منشی سجاد حسین اڈیٹر اودھ پنچ کے معتبر نائی کی روایت صحیح ہی) یا کوئی اور شخص ہو جو مشرف باسلام تھا مجھکو تو مثنوی گلزار نسیم سے مطلب ہی نہ کہ اسکے مصنف کے مذہب سے ہان اگر (گلزار نسیم) مین لفظ نسیم کھٹکتا ہو تو اسکو (قصۂ گل بکاولی) منظوم کہو مگر خدا کے لئے اسکے جوہر و نیر تو خاک نہ ڈالو۔

خاص اعتراضات کے متعلق کچھ تحریر کرنے سے بیشتر یہ لکھ دینا مناسب ہے کہ اس مضمون مین اہین شعرا[1] کے کلام سے مثالین دیگئی ہین جنکے اشعار امیر اللغات اور بہار ہند[2] مین بھی زبان اور محاورے کی بحث مین سند کے طور پر پیش کیئے گئے ہین حضرت شرر نے گلزار نسیم کے اکثر اشعار کو بے معنے قرار دیا ہے۔ ایسے اشعار سلسلہ وار لکھے جاتے ہین۔ ص

۱ ص صاد آنکھون کی دیکھ کر بیسر کی بینائی کے چہرے پر نظر کی

اعتراض ہے کہ بینائی کے چہرے پر نظر کرنے سے کیا مراد ہے (چہرے پر نظر کرنا) شاہی دفاتر کی اصلاح ہے (چہرہ) نام کے معنی مین استعمال ہوتا تھا۔ اور یہ اسلیئے کہ جس شخص کا نام دفتر مین لکھا جاتا تھا اُسی کے ساتھ اسکا خط و خال بھی لکھ لیا جاتا تھا (نظر کرنا) دوسری اصلاح ہی اگر کسی شخص کا نام دفتر سے کاٹ دیا جاتا تھا تو اصطلاحاً یہ کہا جاتا تھا کہ اسکے چہرے پر نظر کردیگئی۔ آب۔ ع۔ (بینائی کے چہرے پر نظر کی) سکے معنی صاف ہین یعنی (بینائی کا چہرہ کاٹ دیا گیا) جسکا

[1] آتش ناسخ صبا۔ رند۔ واجد علیشاہ (اختر) انیس۔ جانصاحب۔ نواب مرزا شوق۔ محمد حسین آزاد۔ آب حیات وغیرہ ۱۲

[2] حضرت شرر کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ صاحب امیر اللغات کیطرح مؤلف بہار ہند نے بھی پنڈت دیا شنکر نسیم کے اشعار سند کے طور پر پیش کیئے ہین ۱۲

مطلب سادہ الفاظ مین یہ ہوا کہ (بینائی کو کھودیا) نسیم کے علاوہ مختلف شعرائے اُردو نے
اس اصطلاح کو نظم کیا ہے - خواجہ وزیر ؎
نرگس پہ نظر کیجیے دو بارا کہ وہ کٹ جائے ہو جائے نظر ثانی مین اس کی نظر ہی آنکھ
قلم نے چہرے حسینونکے لوح پر لکھکر آتش پھر یون کو کیا خطّ و خال سے واقف
پھر آئے رنگ رفتہ جو رخ پر عجب نہین " اکثر ہے چہرۂ نظری صاد ہو گیا
ہر طرف غم کر دیا دکھلا کے اسنے صاد چشم صبا یہ چہرۂ عشاق کو حکم بحالی ہو گیا
غیاث اللغات صفحہ ۴۸۲ نظری - آنچہ بدان نظر کنند و منظور نبود - لفظ نظر برائے بطلان
باشد این اصطلاح اہل دفتر است مجھکو حیرت ہے کہ حضرت شرر نے ایک عام اصطلاح سے
کیون ایسی بیخبری ظاہر کی اور گلزار نسیم کی لاجواب فرد کو کیون نظری بنا دیا -

۵۲؎ اک بلی جو چھیٹی جو ہے کو بھانپ نیولے کو بھگا و یاد کھا سانپ
اعتراض ہے کہ سانپ کو نیولا مار ڈالتا ہے - مگر یہ دکھا سانپ کیا - آخر نیولے نے مداری کا
تماشا کیون دکھایا - اگر بفرض محال یہ اعتراض تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی گلزار نسیم کا مصنف
اسکا ذمہ دار نہین ہو سکتا نسیم نے گل بکاولی کا وہ قصہ نظم کر دیا ہے کہ پیشتر نثر مین موجود تھا
اگر یہ اعتراض ہے تو اس غریب پر جسنے قصے کے واقعات کو ترتیب دیا ہے نسیم نے تو شروع ہی
مین کہدیا ہے ؎

ع ہر چند سُنا گیا ہے اس کو اُردو کی زبان مین سخنگو
وہ نثر تھا اد نظم دون مین اس مے کو دو آتشہ کرون مین

لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو حضرت شرر کا یہ اعتراض کسی حالت مین جائز نہین ہے کیونکہ
اس شعر کے بعد دوسرے شعر کا پہلا مصرع ع دیکھا تو یہ ہے شگون نرالا - اس بات کا
اشارہ کرتا ہے کہ مصنف قصہ نے اس واقعہ کو خود (نرالا) یعنی حیرت انگیز مانا ہے - یعنی وہ
خود تسلیم کرتا ہے کہ (نیولے کا سانپ دکھانا) خلاف واقعات ہے - پس اس حالت مین

سیاق کلام کو نظر انداز کر کے درمیان سے اک شعر چن لینا اور اُسپر اعتراض کرنا آئین تنقید کے خلاف ہے اور لفظی شعبدہ پردازی زیادہ وقعت نہین رکھتا۔

۵۳ سُن کے قیدی کے زار نالے زنجیر کے پیچ سے نکالے

اعتراض ہے کہ (مانا کہ زنجیر کے ایسے پیچ نکال ڈالے۔ مگر اس سے یہ مطلب کیونکر نکلا کہ بکاولی کے پاؤن مین سے زنجیر نکال لی۔ سچ ہے یہ شعر یون ہے ؎

سُن کے قیدی کے زار نالے زنجیر کے پیچ سے نکالے

(زار نالے چاہیے غلط ہو گر مصنف نے اس سے رونے دھونے کے معنی لیئے ہین یاے معروف کے بدلے یاے مجہول یا اسکے برعکس لکھدینا کاتبون کی عام غلطی ہے۔ چنانچہ یہ شعر بھی کاتب کی تیغ اصلاح کا زخمی ہے۔ واقعی اصل شعر یون ہی ؎

سُن کے قیدی کے زار نالی زنجیر کے پیچ سے نکالی

چونکہ اس حالت مین حضرت شرر دبی زبان سے فرماتے ہین کہ (زار نالی چاہیے غلط ہو) اس لئے حضرت موصوف کے اطمینان کے لیئے ذیل کی مثالین غالبًا کافی ہونگی۔

درد و الم مین سب جاتے ہین روز و شب یان میر دن اشک ریزیان ہین شب زار نالیان

فقرہ۔ میر تقی میر اور خواجہ میر درد نے زار نالی افسردہ دلی . . . . کے مضامین کو خوب ادا کیا (آب حیات مصنفہ آزاد

۵۴ وان پھانس چبھی ہو اسکو غم کی یان سانس نہین ہے ایکدم کی

اعتراض ہے کہ (ایکدم کی سانس نہونا) ایسا محاورہ ہے کہ جسکے کوئی معنے نہین مجھکو اس اعتراض کے معنی سمجھ مین نہین آتے اس مصرع (یان سانس نہین ہے ایکدم کی) کے معنی چشمۂ آفتاب کی طرح روشن ہین اگر کسی کی سمجھ مین نہ آئین تو یہ نسیم کا گناہ نہین۔ غالبًا حضرت شرر نے اس مصرع مین (دم) سے بھی (سانس) مراد لی ہے اس صورت مین واقعی یان سانس نہین ہے ایک سانس کی ، کے کچھ معنی نہین ہوئے۔ لیکن (دم) یہان

(لمحے یا لحظے) کے معنون مین استعمال ہوا ہے۔ نسیم کا یہ مطلب ہو کہ (یان ایک لمحو کی سانس نہین باقی ہے۔ یعنی موت کا وقت قریب ہے ممکن ہے حضرت شرر کہین کہ (دم) سے لمحے کے معنے لینا کہانکی زبان ہے (اسلیئے اشعار ذیل سنداً درج ہین آتش ؎

سوائے رنج کچھ حاصل نہین ہو اس خرابے مین | غنیمت جان جو آرام تو نے کوئی دم پایا

ایکدم فرصت نہین مجھکو بتو نکی یاد سے ناسخ | کہتے ہین زاہد خدا کی یاد ہر دم چاہیئے

۵۵ چاہا گلچین کا امتحان لے | پوچھا کہ نگین جو لے کہان لے

اعتراض ہے کہ (جبتک کسی خاص نگین کو دکھا کے یہ نہ کہا جائے کہ اس نگین کو لے تو کہان لے اوسوقت تک اس عام سوال کے کوئی معنی نہین ہو سکتے اس مقام پر بھی حضرت شرر نے سیاق کلام پر غور نہین کیا ورنہ آپکو اس اعتراض کی تکلیف گوارا نہ کرنی پڑتی۔ بکاولی نے (فرخ کے بھیس مین) عمداً یہ سوال ایک مبہم طریقے پر پیش کیا تھا اسکا مطلب یہ تھا کہ اگر ان چارون شہزادون مین سے کوئی اسکا گلچین ہوگا تو وہ اسکی انگوٹھی ہی اپنے پاس رکھتا ہوگا۔ لہذا ممکن ہے کہ اسکی زبان سے نکل جائے کہ اگر نگین لینا ہو تو بکاولی کی انگوٹھی کا نگین لے اگر ایسا نہوا یعنی ان چارون شہزادون مین کوئی اسکا گلچین نہوا تو اس عام سوال کا ایک عام جواب بھی ملجائیگا کہ نگین خریدے تو فلان شہر مین خریدے چنانچہ ایسا ہی ہوا ؎

بتلانے لگے وہ چارون نادان | کوئی یمن اور کوئی بدخشان

اس جواب سے بکاولی نے یہ نتیجہ نکالا کہ انمین سے اسکا گلچین کوئی نہین ہو۔ کیونکہ ؎

جانا کہ جو گل یہ لائے ہوتے | خاتم کے نگین بتائے ہوتے

۵۶ رُکنا ہوا اس پری کا مشکل | یہ دل لگی اب لگا ئے گی دل

اعتراض ہے کہ (مصنف تو یہ مضمون ادا کرنا چاہتا تھا کہ اس پری (روح افزا) کے ٹھہر جانے سے دشواریان پیش آئین مگر زبان پر قدرت نہونے سے مطلب یہ ہوگیا کہ اسکا ٹھہرنا مشکل ہوا یعنی ٹھہر نہ سکی (حضرت شرر کا غالباً یہ خیال ہے کہ (مشکل) سے صرف کسی امر کا غیر ممکن ہونا

مراد لیا جاتا ہے۔ مگر ایسا نہین ہے لفظ مشکل سے وہ حالت بھی مراد لیجاتی ہے جس سے بحیثیت
مجموعی کوئی پیچیدگی پیدا ہو جائے جیسا کہ خواجہ حافظ کے ذیل کے مصرع سے ثابت ہے۔ مشکل
این ست کہ ہر روز بتر می بینم ظاہر ہے کہ اس مصرع مین (ہر روز بتر دیدن) جس حالت کا اشارہ
کرتا ہے وہ حالت (مشکل) ہے یعنی باعث پیچیدگی ہے۔ اسی طرح نسیم کا مطلب ہے کہ ان ہی کا
رُکنا باعث پیچیدگی ہوا۔ عام گفتگو مین بھی لفظ مشکل اس معنی مین استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً کہتے ہین
اگر (وہ چلے جاتے تو سب بات بن گئی تھی مگر مشکل یہ ہے کہ وہ لوگ رک گئے) چونکہ زبان کا رنگ
بدل گیا ہے لہذا نسیم کے مصرع کی بندش اس زمانے مین کسیقدر اُلجھی ہوئی نظر آتی ہے۔ لیکن
نسیم کے زمانے مین اس قسم کی ترکیب جائز سمجھی جاتی تھی آتش کا شعر ہے ؎

عشق نے حال کیا مردۂ بے وارث کا میرے اوپر ہے یقین قبضۂ سلطان ہونا

اس شعر مین (یقین) کا لفظ بالکل اسیطرح استعمال ہوا ہے جیسے کہ نسیم کے شعر مین (مشکل)
کا لفظ اب اس ترکیب متروک سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آتش و نسیم کو زبان پر قدرت نہ تھی انصاف کا
خون کرنا ہے۔ میر حسن کا شعر ہے ؎

جو اس کے طویلے کے ادنی تھے خر اُنھین نعلبندی مین ملتا تھا زر

اس شعر کا مطلب تو یہ ہے کہ نعلبندون کو اُجرت مین زر ملتا تھا۔ لیکن زبان کا رنگ
بدل جانے سے اب یہ معنی نظر آتے ہین کہ خرون کو زر ملتا تھا اس بنا پر اگر کوئی کہے کہ میر حسن کو
زبان پر قدرت نہین تھی تو اسکا جواب سوا ے خاموشی کے کیا ہے۔

۵۷ شہزادے نے ایکدن پھر آکر شادی کو کہا حیا اُٹھا کر

اعتراض ہے کہ (پردہ حیا اُٹھاکر) کی جگہ (اُٹھاکر) نظم تو کر دیا گیا ہے مگر کوئی معنی نہین
رکھتا یہ اعتراض کسیقدر تشریح طلب ہے لکھنؤ اور دہلی مین تو اس قسم کے فقرے زبان زد
عام ہین کہ فلان شخص نے حیا اُٹھادی یا فلان شخص کی حیا اُٹھ گئی چنانچہ لکھنؤ کے مستند زباندان
مرزا محمد مرتضیٰ عاشق (عرف مرزا مچھو بیگ) شاگرد جناب نسیم دہلوی نے اسی مشہور لغت

بہار ہند مین صاف الفاظ مین لکھا ہے کہ (حیا اُٹھانا) بے حجابی کے معنون مین استعمال ہوتا ہے
بہار ہند مطبوعہ ۱۸۸۸ء صفحہ ۲۶۷ (حیا اُٹھانا) پر کیا موقوف ہے (حیا اُڑا دینا) (حیا اُٹھ جانا) آنکھون سے (حیا ٹپکنا وغیرہ) بولا بھی جاتا ہے اور نظم بھی ہوتا آیا ہے اس موقع پر مجھے مومن خان کا ایک شعر یاد آگیا ہے

لہ آنکھون سے حیا ٹپکتی ہے انداز تو دیکھو ہے بوالہوسون پر بھی ستم ناز تو دیکھو

حضرت شرر نے خیال کے مطابق (شیرۂ حیا ٹپکی) ہونا چاہیئے محض حیا ٹپکنا کوئی معنی نہین رکھتا

سوہ ع دختر جو پسند مہ لقا ہے - اعتراض ہے کہ (حرف ترکیب کی خرابی سے مطلب خبط کر دیا کہنا یہ تھا کہ مہ لقا دختر جو پسند ہے) جس شخص کی نظر سے گلزار نسیم کے علاوہ کسی اور شاعر کا کلام بھی گذرا ہے وہ اس اعتراض کی وقعت کا بخوبی اندازہ کر سکتا ہے ہر زبان کی شاعری مین ترتیب الفاظ مین اس قسم کا اُلٹ پھیر جائز سمجھا گیا ہے اُردو شعرا کے کلام مین بھی اس طرز کی سیکڑون بندشین ملجائینگی چند شعر تمثیلاً لکھے جاتے ہین آتش ؎

صبح تک دیدۂ تر سے نہین آنسو تھمتے پانی کرنے کو شب ہجر لہو آتی ہے
دم اخیر تصور بندھا ترے رُخ کا طرف کو کعبے کے کروٹ مجھے قضا نے دی
ہمارے ہی آنکھ سے دریاے اشک جاری ہے ناسخ خیال ہے ترے بازو کی یار مچھلی کا
ذبح وہ کرتا ہے پر یہ چاہیئے اے مرغ دل دم پھڑک جاے تڑپنا دیکھ کر صیاد کا

ان اعتراضات کے بعد حضرت شرر نے گلزار نسیم کے وہ اشعار لکھے ہین جنہین آپ کے نزدیک لفظی غلطیان ہین شلہ ع بولا کہ چکھو گا مین یہ انسان) سرخرے سے چکھے یان کے مزدیکے اعتراض ہے کہ (ناسخ و آتش کے زمانے سے لیکے اسوقت تک (چکھونگا) اور (دیکھے) کی جگہ (چکھونگا) اور (چکھے) غیر فصیح ہی نہین غلط ہے) مین حضرت شرر سے نہایت ادب سے پوچھتا ہون کہ اس موقع پر آپنے لفظ (غلط) کن معنی مین استعمال کیا ہے

لہ تعقید لفظی بہر صورت عیوب شاعری مین سے ہو خصوصاً ایسی حالتین کہ معنی مین شبہ پیدا ہوتا ہو جیسا کہ اس شعر مین ہی ۱۲ (ایڈیٹر)

ظاہر ہے کہ سوداؔ[۱] وغیرہ نے (چکھا) کی جگہ (چیکھا) برابر نظم کیا ہے۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ نسیم کے طبقے کے شعرا نے (چکھا) نہین نظم کیا ہے۔ اس صورت مین نسیم پر یہ اعتراض ہو سکتا ہو کہ اُنھون نے ایک ایسا قدیم محاورہ نظم کیا جو انکے زمانے مین غیر فصیح سمجھا جاتا تھا اور ایسا کرنا کوئی تعجب کی بات نہین مثلاً شیخ ناسخ نے سوداؔ و میر کی طرح لفظ (زور) بہت کے معنی مین استعمال کیا[۲] ہے آتش نے اس محاورۂ قدیم کو متروک قرار دیا ہے لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ناسخ نے ایک غیر فصیح محاورہ نظم کیا ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ لفظ (زور) کو بہت کے معنون مین استعمال کرنا غلط ہے کوئی معنی نہین رکھتا۔ خیر اس اعتراض سے زیادہ مزیدار اعتراض حضرت شررؔ کا (پان کے بیڑے) پر ہے آپ فرماتے ہین کہ دوسرے مصرع (بیڑے چکھے پان کے مزیدار) مین صرف بیڑے کافی تھا (پان کے بیڑے) (محاورہ مین اچھا نہین) اس اعتراض کا انصاف بھی مین سخن شناسون پر چھوڑتا ہون دو شعر درج ذیل ہین ناظرین (تفنن طبع) کے طور پر ملاحظہ فرمائین۔ جانصاحب ؎

منجھلی کا نہ ہے بیاہ بڑی کا ۔۔۔ چھٹکی میری کھائیگی ہرے پانکا بیڑا

امیر مینائی یار بیڑا تیری تلوار مین ہو پانی کا ۔۔۔ بسملون کی دم رخصت ہو مدارات ضرور

علاوہ برین شرفائے لکھنؤ مین یہ فقرہ مثل کے طور پر بولا جاتا ہے کہ (ایسی شادی تھی کہ کسی کو پان کا بیڑا بھی نہ ملا) غالبًا حضرت شررؔ کو آتش کی اصلاح دیکھکر یہ اعتراض کرنے کا خیال پیدا ہوا مگر آپکو اس امر پر بھی غور کر لینا تھا کہ نسیم نے جو یہ اصلاح نہ مانی تو کچھ سمجھ کر نہ مانی ہوگی اور آتش ایسے نازک مزاج شخص نے اپنے شاگرد کا یہ اختلاف گوارا کیا تو کوئی وجہ معقول ضرور ہوگی[۱۲] ع کھاتے ہی حمل کا ڈھنگ پایا (۲) وہ بانجھ تھی جب حمل قبولی۔) اعتراض ہے کہ دان مصرعون مین حَمل کی جگہ حمَل نظم کر دیا گیا ہے جو قطعًا غلط ہے) یہ اعتراض اس اصول سے

---

[۱] چیکھا اُنھون نے جولے یار دوستی کا شہد۔ وہ تلخ کام کبھی نہر دشمنان نہ کرے۔ بجائے سرمہ کرون میل گرد مین اس مین نمک سے اشک کے جس چشم نے مزا نہ چیکھا ۱۲ [۲] ع ابتو ناسخ زور رندلا ڈبلی ہو گیا ۱۲ –

بینجبری ظاہر کرتا ہے کہ شاعر الفاظ اسی صورت پر نظم کرتا ہے جس صورت سے کہ وہ اہل زبان کی زبان پر
جاری ہوتے ہین محض لغت کی پیروی شاعر کے لیئے ضروری نہین ہوتی یہ مانا کہ لغت کی رو سے
حَمَل درست ہے لیکن شرفاے لکھنؤ کی زبان پر اس لفظ کا یہی تلفظ جاری ہے ۔

واجد علیشاہ (آخری فرمانرواے اودھ) سے ایک مثنوی موسوم بہ دریاے تعشق
یادگار ہے اس مثنوی کی تصنیف کا زمانہ گلزار نسیم کی تصنیف کے زمانے سے بہت قریب ہے
(دریاے تعشق) مین بھی حمل ہی نظم ہے ے

گھر مین میرے بھی لے خوش اطوار　　آثار حمل کے ہین نمودار

اس مثنوی مین جا ہے اور شاعرانہ محاسن نہون لیکن جہانتک زبان اور محاورے کا تعلق ہی
اس کا ہر شعر سند کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے کیونکہ اُس زمانے مین واجد علیشاہ سے بڑھ کر کس کی
زبان مستند ہو سکتی تھی علاوہ برین جانصاحب نے بھی حَمَل نظم کیا ہے جیسا کہ ذیل کے شعر سے
ظاہر ہے ع دائی یقین دل کو ہے گر جائیگا حَمَل + ننھا سا لڑکا خواب مین کل پیٹ مل گیا
متقدمین کے یہان بھی حَمَل) ہی نظم ہوا ہے چنانچہ سودا کہتے ہین ے

اسقاط حمل ہو تو کہین مرثیہ ایسا　　پھر کوئی نہ پوچھے میان مسکین کہان ہی

لفظ حَمَل پر کچھ موقوف نہین متعدد الفاظ ایسے ہین جن کا تلفظ لغت کے رو سے کچھ اور ہے اور نظم عام
محاورے کے مطابق کیا جاتا ہے ۔ مثلاً اصل لفظ کلِمہ ہے یعنی لام بالکسر ہے ۔لیکن محاورے
مین چونکہ بسکون لام بولتے ہین اس لیئے شعرا نے اسی طرح نظم کیا ہے ۔ ع

ے۱۳ بادل سا بھرا آسمان جوش　　بجلی سے لہر سے تھا ہم آغوش

اعتراض ہے کہ (لہر کی جگہ) لہَر یعنی ہاے متحرک کے ساتھ نظم کر دیا گیا ہے جو اُردو مین غلط ہی

دبیر ے اے خدا کا غضب تیری جان پر ٹوٹے + تو کلمہ پڑھ کے رسول خدا کا گھر لوٹے + صبا ے
خدا کے واسطے کلمہ تو ن کا پڑھ واعظ + زبان تر ہے ابھی اختیار باقی ہے + ع جرأت ے
کلمہ بھرے تیرا تجھے دیکھے جو اک نظر + کافر اثر ہے یہ تیری کافر نگاہ مین ۱۲ ـــ

اس اعتراض کے لیئے بھی ایک حد تک وہی جواب ہے جو اس سے پیشتر کے اعتراض کے
بارے مین لکھا گیا ہے اور دو شعر نسیم کی تائید مین سنداً درج ذیل ہین میر ؎
شب نہاتا تھا جو وہ رشکِ قمر پانی مین ۔ گیئے مہتاب سے اُٹھتی تھی لہر پانی مین

نواب مرزا شوق

پھر لہر چڑھ رہی ہے کالون کی ۔ بو سنگھا دو تم اپنے بالون کی
جاگی تو سب اسکے جوڑ کی تھین ۔ اندر کے اکھاڑے کی پری تھین [۱]
اعتراض ہے کہ (اسمین پری کی جگہ) (پریان) چاہیئے جو نہایت ہی ذلیل قسم کی غلطی معلوم
ہوتی ہے) بیشک اس زمانے مین یہ ترکیب کانون کو غیر مانوس معلوم ہوتی ہے لیکن نسیم کے
وقت مین اسکا رواج ضرور تھا ۔ آتش ؎
کیا کیا پری اُتاری ہین شیشی مین آہ نے ۔ جن کون ہے جو نالے سے اپنے نہین جلا
کس کے چار ابرو کے نظارے نے دم ٹھیر کا دیا ۔ درمیان پاتا ہون دل کو چار سو تلوار کو
شراب کیون نہ چلے فصل گل مین اے زاہد ۔ ناسخ کہ نہر جاری ہوئین موسم بہار آیا
خوش لہجہ بہت بکاولی تھی ۔ گاتی اور ناچتی بڑی تھی [۲] [۵]
پہلا مصرعہ یہ اعتراض ہے کہ (خوش گلو یا خوش آواز کی جگہ غلطی سے خوش لہجہ کا لفظ استعمال
کیا گیا ہے (خوش لہجہ) خوش گلو اور خوش آواز کے معنون مین برابر استعمال ہوتا ہے حافظ ؎
دلم از پردہ بشد حافظ خوش لہجہ کجاست ۔ تا بقول و غزلش ساز و نوائے بکنیم
گل و گلچین کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر ۔ تو گرفتار ہوئی اپنی نوا کے باعث

[۱] سند صحیح نہین ہے کیونکہ اس شعر مین (پری) مذکر ہے اور اس لیئے (اُتارے) بجائے مجہول لکھا گیا ہے لفظ پری محبوب
اور حسین کے معنون مین مذکر بھی آتا ہے باقی دو شعرون کی سند بھی کمزور ہے ۱۲ اڈیٹر [۲] یہ مصرعہ گلزار نسیم کے اس نئے
اڈیشن مین غلط چھپ گیا ہے یعنے کاتب نے گاتی کے بدلے گاسنے اور ناچنے کے بدلے ناچتی) بنا دیا ہے گو کہ ایک
نقطے کا بڑھا دینا اور گھٹا دینا کاتبون کی معمولی سی غلطی ہی ۔ مگر حضرت شرر نے اس قرین قیاس بات کو نظر انداز کر کے
مجھکو تصرف بیجا کا ملزم ٹھہرایا ہے ۔ خیر اسکا جواب اس مضمون کے آخری حصہ مین دیا جائیگا ۱۲ ۔۔

دوسرے مصرع کی نسبت شرر کا اعتراض ہے کہ (گائن کی جگہ گانی اور ناچنے والی کی جگہ ناچتی غلط ہے اس موقع پر پھر حضرت شرر نے ایک قدیم محاورے کو (غلط) ٹھہرانے مین تکلف نہین کیا ہے - گلزار نسیم کی زبان وہ زبان ہی جو کہ لکھنؤ مین ۶۶ سال پیشتر مروج تھی - گانی اور ناچنی کی ترکیب اس زمانے مین ضرور غیر فصیح معلوم ہوتی ہی - مگر نسیم کے زمانے کے شعرا کے کلام مین اسکی مثالین مل سکتی ہین مثلاً میر انیس صاحب فرماتے ہین ؎

دنیا بھی عجب سرائے فانی دیکھی — ہر چیز یہان کی آنی جانی دیکھی
جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا — جو جاکے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

اس رباعی کے دو مصرع مین آنیوالی کی جگہ (آنی) اور جانے والی کی جگہ (جانی) نظم کیا گیا ہے یہ ویسا ہی ہی جیسا کہ (گانے والی اور (ناچنے والی) کے بدلے (ناچنی) استعمال کرنا دونون کی ترکیب مین سرمو فرق نہین ہی - حضرت شرر کا ایک اعتراض ہی کہ گلزار نسیم مین چنگل اور چنگال کا لفظ تین جگہ استعمال ہوا ہے - اور تینون جگہ بےموقع اور غلط - اس اعتراض کی تشریح کے لیئے ذیل کے تین مصرعے لکھے گئے ہین (۱) پہونچا لب حوض سے نہ چنگل - (۲) شہزادے پہ اس نے مار چنگال (۳) پیارے یہ نہین حنائی چنگال - پہلے مصرع کے معنے حضرت شرر نے لکھدیئے ہین یعنی (ہاتھ نہین پہونچا) اسکے علاوہ اور کچھ نہین تحریر فرمایا ہے دوسرے مصرع کی نسبت یہ لکھا گیا ہے کہ (یہان اگر یہ کہا جائے کہ پرونکی طرح پری کے پنجے بھی تھے تو شاید صحیح ہوجائے تیسرے مصرع پر یہ اعتراض ہے کہ مہندی لگے ہاتھونکو حنائی چنگال کہنا لکھنؤ کی زبان نہین ہے ان اعتراضات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ حضرت شرر کا یہ خیال ہے کہ چنگل اور چنگال محض پنجہ جانور کے معنون مین استعمال ہوتے ہین مگر ایسا نہین ہے جس شخص نے فارسی کی درسی کتابین بھی پڑھی ہین وہ جانتا ہے کہ فارسی شعرا نے (چنگال) ہاتھ کے معنون مین برابر استعمال کیا ہے شیخ سعدی بوستان مین کہتے ہین ؎

مرا در صفاہان یکے یار بود — کہ جنگ آور و شوخ و عیار بود

پلنگانش از زور دست پنجہ زیر فرو بردہ چنگال در مغز شیر

تیسرے مصرع پر جو اعتراض ہے وہ بالکل خارج از آہنگ ہے (حنائی چنگال) فارسی کا محاورہ ہے اسکے نسبت یہ کہنا کہ یہ لکھنؤ کی زبان نہین ہے کوئی معنی نہین رکھتا اگر یہ کہا جائے کہ دست حنائی کے بدلے حنائی چنگال کہنا درست نہین تو اعتراض کے کچھ معنے ہو بھی سکتے ہین مگر یہ اعتراض بھی بیجا ہے ملا شہیدی فرماتے ہین ؎

بستہ رنگ حنا بر چنگل خود اے نگار یا بخون عاشقان تر کردہ چنگال را

غیاث اللغات صفحہ ۱۳۶ (چنگل و چنگال - پنجۂ آدمی وغیرہ از موئید و بہار عجم و جہانگیری وغیرہ

بیجا وہ ہوا کہ جا جا کیسی رانی کہان کا راجا

اعتراض ہے کہ (برہم ہوا کی جگہ یہ بیجا ہوا کہنا بہت ہی مبتذل بازاری زبان ہے) مین نے دیباچے مین خود تسلیم کر لیا ہے کہ نسیم سے بھی اکثر موقعون پر تناسب لفظی لطافت کے ساتھ نہین نبھ سکا ہے اور تمثیلاً دو تین شعر بھی لکھدیے ہین چنانچہ یہ شعر بھی اسی طرز کا ہے اسمین (جا جا) کے لیئے (بیجا) نظم کر دیا ہے - حالانکہ برہم نہایت آسانی سے نظم ہو سکتا تھا اب رہا یہ کہ (بیجا) بازاری زبان ہے اسکی نسبت مین صرف اسقدر کہونگا کہ بیشک اس زمانے کے لحاظ سے حضرت شرر کا کہنا بیجا نہین ہے لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا نسیم کے زمانے مین بھی (بیجا) بازاری مین داخل سمجھا جاتا تھا کہ نہین - میر تقی کا شعر ہے ؎

جنگ[1] زمانے مین تو مبحث ہے عشق ہی کا بیجا ہوا اول اپنا جب وہ مقام نکلا

بیجا کے علاوہ اکثر الفاظ ایسے ہین جو زمانہ گذشتہ مین ضرور فصیح سمجھے جاتے ہونگے فی الحال وہ بازاری زبان مین داخل ہو گئے ہین - مثلاً میر انیس صاحب نے (جگہ) کے بالعوض (جاگہ) نظم کیا ہے جسکی مثال انکے معاصرین کے کلام مین مشکل سے ملیگی اور اس زمانے مین تو (جاگہ) بالکل

---

[1] کلیات میر تقی صفحہ ۴۳۳ دیوان چہارم ۱۲ [2] وسواس کا مقام ہے جاگہ قلق کی ہے + پہچانتی ہون مین یہ صدا شیر حق کی ہے + جلد اول صفحہ ۹۸ بند ۱۵ - ۱۲

(مبتذل بازاری) زبان مین داخل ہے جسکا استعمال قصباتی لوگ بھی معیوب سمجھتے ہین اس بناپر یہ کہنا کہ میرانیس صاحب نے بازاری اور مبتذل زبان نظم کی ہے بالکل بیجا ہے ؎

شعر جھنجھلا کے ڈرا کے غُل مچا کے سمجھا کے بجھا کے دست پا کے

اعتراض ہے کہ (اردو مین دسترس پانا کہہ سکتے ہین مگر (دست پانا) قابو پانا کی جگہ ہرگز جائز نہین ہے) حضرت معترض کو غالباً معلوم ہو گا کہ (دست یافتن) فارسی کا محاورہ ہے اور قابو پانیکے معنی مین استعمال ہوتا ہے نسیم نے اس محاورہ کا ترجمہ کر دیا ہے اور یہ کوئی نئی بات نہین ہے نسیم کے زمانے اس صورت پر فارسی محاورون کا ترجمہ کر دینا جائز سمجھا جاتا تھا مثلاً دوش دادن فارسی کا محاورہ ہے رند نے اس محاورہ کا ترجمہ بالکل نسیم کی طرح کیا ہے ؎

تیرے کوچے سے بڑہیگا نہ جنازہ میرا بعد مُردن نہ دیا تو نے اگر دوش مجھے

ظاہر ہے کہ جسطرح آجکل کوئی قابو پانے کے بدلے (دست پانا) نہین کہتا اسیطرح (کاندھا دینے) کی جگہ (دوش دینا) نہین استعمال کرتا اسی طرح کی اور بہت سی مثالین مل سکتی ہین اُردو مین انعام دینا محاورہ ہے مگر چونکہ (انعام کردن) فارسی کا محاورہ ہے لہذا آتش نے یہ کہنے مین تکلف نکیا ؎

باغبان خیر چمن کا بھی کوئی کام کرین سرو قمری کو عنادل کو گُل انعام کرین

علاوہ برین سودا وغیرہ نے تو (دست) قدرت کے معنی مین اکثر استعمال کیا ہی سودا ؎

کون ایسا ہے جسے دست ہو دلسازی مین شیشہ ٹوٹے تو کرین لاکھ ہنر سے پیدا

۹ع تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی ۔ اس مصرع پر دو اعتراض ہین اول یہ کہ (اُردو مین جانی) کا لفظ سواے معشوقہ کے اور کسی کی شان مین اور وہ بھی خلوت کے سوا دیگر موقعون پر استعمال کرنا بدتمیزی نہین غلطی ہے مگر گلزار نسیم مین تاج الملوک اپنی معشوقہ

لہ ظہیر فاریابی ؎ شبی کہ وسوسہ عقل دست یافت ظہیر + بنوش بادہ کہ این رفع آن ملال کند + ۔ سعدی ؎ چو اقبالش از دوستی سر بتافت + بناکام دشمن برو دست یافت ۱۲ ۔

نہین بلکہ روح افزا سے پہلے ہی ملاقات مین کہتا ہے (جی بجھانہ جانی) اور وہ جواب دیتی ہے کہ (تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی) اس نیم اخلاقی اور نیم شاعرانہ اعتراض کے جواب مین مین صرف اسقدر عرض کرنا چاہتا ہون کہ حضرت شرر نے اس کلمہ شفقت (جانی) کے استعمال کے لیئے جو حدود قائم رکھے ہین ممکن ہو کہ اُنکی پیروی آئندہ نسلین کرین۔ لیکن نسیم کے زمانے مین شرفاء لکھنؤ (جانی) کا لفظ سواے معشوقہ کے دوسرون کی شان مین بھی استعمال کرتے تھے محض خلوت مین نہین بلکہ دو چار کے سامنے بلکہ اب بھی جو بزرگ اُس زمانے کے یادگار باقی ہین انکا یہی دستور ہے (جانی) کا لفظ بلا کسی کیک خیال کے محض پیار اور محبت کے اظہار کے لیئے بولا جاتا تھا ذیل کی مثالین سنداً درج ہین (دریاے تعشق) مین ماں لڑکے سے کہتی ہے ؎

یہ تمسے امید تھی نہ جانی | دے جاؤ گے داغ دل نشانی

طلسم اُلفت (قلق) مین جب شہزادہ سفر کو جاتا ہے تو ماں کہتی ہے ؎

کیا یہی دل مین ٹھان لی جانی | ماں کی ہوتی ہے خانہ ویرانی

پھر آخری رخصت کے وقت دعا دیتی ہے ؎

جانی اللہ کی پناہ تمھین | ہو نہ زنہار رنج راہ تمھین

(زہر عشق مین) بھی ماں لڑکے سے کہتی ہے ؎

پالا کس کس طرح تمھین جانی | کون منت تھی جو نہین مانی

علاوہ برین اگر اس زمانے مین (جانی) کا مفہوم کسیقدر بھی غیر تہذیب سمجھا جاتا یہ تو لفظ مرثیون مین ہرگز استعمال نہوتا مگر ایسا نہین ہے انیس ؎۔

عباس نے روکر کہا کیا چاہیئے جانی | شرما کے سکینہ نے یہ کی عرض کہ پانی

جلد اول صفحہ ۲۱۳ بند ۳۵ دبیر ؎

اکبر نے یہ کی عرض بصد اشک فشانی | نرغے مین گھرا ہے وہ یداللہ کا جانی

جلد دوم صفحہ ۱۹۷ بند ۵ ۔

یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مندرجۂ بالا مثالیں ان موقعوں کی ہیں جہاں ہجوم عام تھا اور خلوت کا ذکر نہ تھا مجھکو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حضرت شرر نے اس محاورے کے استعمال پر بدتمیزی کا الزام لگا کر کتنے بزرگوں کی روح کو صدمہ پہونچایا ہے

اس مصرع (تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی) پھر دوسرا اعتراض یہ ہے (تجھ پاس) کا لفظ بھی تیرے پاس کی جگہ کہاں کی زبان ہے (تیرے) کے بدلے (تجھ) اور (میرے) کے بدلے مجھ استعمال کرنا آجکل ضرور ناجائز سمجھا جاتا ہے لیکن سودا اور میر کے زمانے سے لیکر آتش و رند و نسیم و نواب مرزا شوق کے زمانے تک یہ محاورہ عام تھا میر سے

اب اشک حنا سے جو تر ہوں کرے آنکھیں — وہ تجھ کف رنگین کا مارا نہ ہوا ہو گا

نگر آباد ہیں بسے ہیں گانوں — سودا — تجھ بن اُجڑی پڑی ہے اپنی ٹھانوں

شام سے تا صبح نیند آئی نہ اک دم تجھ بغیر — آتش — آگ نالوں نے لگائی اشک نے طوفان کیا

آنکھ تجھ بن جو کسی پر بت عیار پڑے — رند — عوض سبحہ گلے میں میرے زنار پڑے

عاشق روے حسینان ہو نہیں بیمار اجل — بن کے صورت حور کی مجھ پاس آیا چاہیئے

پھر یہ منھ لیکے آئے ہو مجھ پاس — دُور ہو سامنے سے نفرت ہے

چین دل کو نہ آئے گا تجھ بن — نواب مرزا شوق — اب کے بچھڑے ملیں گے حشر کے دن

کیا افسوس کا مقام ہے کہ (تجھ پاس) کی ایسی عام ترکیب پر حرف رکھا جاتا ہے اور ایسے اعتراض سے اساتذہ لکھنؤ کا دامن آلودہ کیا جاتا ہے ۔

سنہ ۵۲۰ نکلا جیسے ہی مٹھ کے باہر — پتھرا گئی چشم حلقۂ در

اعتراض ہے کہ (فارسی میں) (حلقۂ در) کنڈی کو کہتے ہیں اور یہاں جب ہی معنے صحیح ہو سکتے ہیں کہ حلقۂ در سے دروازے کا پورا چوکھٹا مراد لیا جائے غالباً حضرت شرر نے ہندوؤں کا وہ قدیم ساخت کا شیوالہ نہیں دیکھا ہے جسے (مٹھ) کہتے ہیں ورنہ آپ ایسا

اعتراض نکرتے (مٹھ) کی ساخت گنبد نما ہوتی ہے - اسمین دروازے کے چوکھٹے وغیرہ یا کنڈے کو مطلق دخل نہین ہوتا اسکے تین جانب ایک گول دیوار ہوتی ہے اور ایک جانب ایک محراب دار در ہوتا ہے - نسیم نے حلقۂ در سے محراب در مراد لی ہے - فارسی شعرانے بھی حلقۂ در کو محراب در کے معنون مین استعمال کیا ہے - چنانچہ بدر چاچ نے قلعے دہلی کی تعریف مین جو قصیدہ لکھا ہے اُسکا ایک شعر محراب در کی تعریف مین درج ذیل ہے ؎

چہ حلقۂ ایست کہ قوسے ز حلقۂ در اُو ۔۔۔ محیط تر ز نص ہفت طارم اعلےٰ است

یہ بھی خیال رہے کہ فارسی شعرانے (کنڈی) کے لئے حلقۂ بیرون در زیادہ تر استعمال کیا ہے اور حلقۂ در سے عموماً محراب در مراد لی ہے ؎

۱۲۵ اکدن بنجر اڑا کے لائی ۔۔۔ حسن آرا کو وہ کل سجھائی

حضرت شرر نے پیشتر اس شعر کی تشریح اسطرح کی ہے کہ یہ (تدبیر بتائی کہ یہ آدمی کیونکر قمری بنایا گیا ہے) گر باوجود اصلی مطلب سمجھ جانے کے آپ نے ایک ایسا اعتراض کیا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اس شعر کا مفہوم نہین سمجھے ہین آپ فرماتے ہین کہ (اردو مین صرف مادی مشینونکی نسبت کل کا لفظ مستعمل ہے - طلسم اور جادو اور عمل کی نسبت اس کا استعمال ہرگز جائز نہین ہے) گو کہ حضرت شرر نے یہ کلیہ قائم کر دیا ہے کہ اردو مین کل کا لفظ صرف مادی مشینون مین استعمال ہوتا ہے[۱] چنانچہ (ترکیب) کے معنی مین بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے نسیم نے اس شعر مین (کل) سے (ترکیب) مراد لی ہے یعنی حسن آرا کو وہ ترکیب بتائی) اور چونکہ پنجرے مین بھی کل ہوتی ہے - لہٰذا تناسب لفظی کا بھی لطف پیدا ہو گیا ہے اس سلسلے مین لکھنا بھی ضرور ہے کہ حضرت شرر کا یہ دعوےٰ کہ جادو اور عمل کی نسبت (مشین) کے معنی مین کل کا استعمال جائز نہین ہے بالکل بے دلیل ہے - میر حسن کی (دہلی اعلیٰ اور مقبول عام اردو مثنوی) مین بدر منیر جب بے نظیر کو جادو کا گھوڑا پرستان مین دیتی ہے تو کہتی ہے ؎

[۱] جیساکہ ذیل کے فقرونسے ثابت ہو (مین کل جاؤنگا) (اونٹ کس کل بیٹھتا ہی) (انکو کسیطرح کل نہین پڑتی) وغیرہ وغیرہ

یہ گھوڑا مین دیتی ہون گل کا تجھے ۔۔۔ ولیکن یہ دے تو مجھکا بے مجھے

یا دوسرے موقع پر کہتی ہے ؎

جو اُترے تو کل اسکی یون موڑیو ۔۔۔ جو برعکس چاہے تو دون موڑیو

۵۲۲ دن بھر تو وہ فاختہ پڑھاتی ۔۔۔ شب کو اُسے آدمی بناتی

حضرت شرر کا طوطی فکر اس شعر کی نسبت یون نغمہ زن ہے (طوطا پڑھایا جاتا ہے) مینا پڑھائی جاتی ہے) فاختہ کا پڑھایا جانا ایک بالکل نئی بات ہی) ۔ حضرت شرر کو معلوم ہوگا کہ یہ (طلسمی فاختہ) تھی اور اسکو پڑھانے والی ایک پری تھی جو کہ جادو کے زور سے بہت سی ایسی نئی باتین کر سکتی تھی جو حضرت شرر کے خیال کے مطابق قابل اعتراض تصور کیجا سکتی ہین علاوہ برین فقیر اکثر فاختہ پالتے ہین اور اُسے پڑھاتے بھی ہین اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت شرر کا اعتراض صحیح ہی تب بھی اسکا الزام اُس شخص کے سر ہے جسنے قصہ کے واقعات کو ترتیب دیا ہے نہ کہ نسیم کے سر آخر مین مین یہ عرض کرونگا کہ کسی (نئی بات) کو قابل اعتراض قرار دینا واجب نہین ہے عام طور سے کبوتر اُڑے جاتے ہین مگر خلیل خان فاختہ اُڑا گئے یہ (بالکل نئی بات ہی) نہ جانے یہ اعتراض (اساتذہ لکھنؤ) مین سے کن صاحب کی پرواز فکر کا نتیجہ ہے ۔ مجھکو تعجب ہے تو اسقدر کہ اس زمرے مین حضرت شرر نے گلزار نسیم کی اس حکایت پر کیون نہ اعتراض کیا جسمین یہ ذکر ہے کہ ایک طائر نے اپنے صیاد سے جواب و سوال کیے یہ (بالکل نئی بات ہے) ؎

۵۲۳ سونچا تو نہ تھا صلاح اُلجھنا ۔۔۔ دانائی تھی بات کا سمجھنا

اس شعر پر ایک بہت مختصر سا اعتراض ہے کہ (دانائی تھی) کتنا بُرا اور بھونڈا معلوم ہوتا ہے) چونکہ اس اعتراض کی زیادہ تشریح نہین کی گئی ہے لہذا چند اشعار (اساتذہ لکھنؤ کے کلام سے لکھے جاتے ہین ۔ جنکی بندش اس مصرع (دانائی تھی بات کا سمجھنا) کی بندش کے مطابق ہے

طلسم اُلفت قلق

شب نہ تھی دودِ آہ عاشق تھا ۔۔۔ جلوۂ نورِ صبح صادق تھا

عمر بھر مضمون طلائی رنگ کے بندھتے رہے آتش سرنوشت اپنی بھی نسخہ تھا کوئی اکسیر کا
مسجد سے میکدے مین مجھے نشہ لیگیا موج شراب جادہ تھی راہ صواب کا
وادیٔ ایمن مین تھی برق تجلی بیحجاب امیر مینائی حیرت موسےٰ تھی پردہ جلوۂ دیدار کا
اب اس عام بندش کو کسطرح بھونڈا کہیئے۔ مین نے گلزار نسیم کے دیباچے مین یہ خود تسلیم کرلیا ہی کہ نسیم سے بھی اکثر تناسب لفظی لطافت کے ساتھ نہین نبھ سکا ہے اور تمثیلاً دو تین شعر بھی لکھدیے ہین لیکن حضرت شرر نے غالباً اعتراضات کی تعداد بڑھانے کے لیئے اس قسم کے شعر بھی اپنے مضمون لکھے ہین جنمین آپ کے نزدیک نسیم سے تناسب لفظی اچھی طرح نہین نبھ سکا ہے مگر جن اشعار پر آپ نے اس پہلو سے اعتراض کیئے ہین وہ ایسے اعتراضات سے بری ہین اب اس رنگ کے اعتراضات ملاحظہ ہون ؎

۵۲۴ داغا تھا چلے تفنگ سے وہ چھوٹے قید فرنگ سے وہ

اعتراض ہے کہ (تفنگ کی چال سے انسان کی چال کو کیا علاقہ ہے) اول تو مین عرض کرونگا کہ (تفنگ چلنے) سے گولی کا چلنا مراد لیا جاتا ہے۔ لہذا انسان کی چال کو تیزی کے لحاظ سے گولی کی (چال) سے تشبیہہ دی ہے اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ (تفنگ چلنا) گولی کے چلنے کے معنون مین نہین استعمال کیا جاتا تب بھی حضرت شرر کے اعتراض کا جادو چلنا نہین نظر آتا ذو معنی الفاظ کو اسطرح استعمال کرنا جسطرح نسیم نے اس شعر مین (چلے) کو نظم کیا ہے نزاکت شاعرانہ مین داخل ہے اور شعرائے لکھنؤ نے اس قسم کے تکلفات کو بہت رواج دیا ہے چند مثالین درج ذیل ہین آتش ؎

ایسی وحشت نہین دل کو کہ سنبھل جاؤنگا صورت پیرہن تنگ نکل جاؤن گا

ظاہر ہے کہ پیرہن نے نکلجانے سے آدمی کے نکلجانے کو منطقی طور پر کوئی علاقہ نہین ہی۔ مگر شاعری مین ایسا کرنا جائز ہے اس رنگ کی اور مثالین بھی ہدیۂ ناظرین ہین وزیر ؎

ضعف ہی جائیگی کیا خون کی چھینٹیں اڑکر آستین کا ہو تیری کو سں انھین منزل قاتل

ساقی ہول ہے عشق کسی خانہ جنگ کا　　مانگون گا میکشی کو پیالہ تفنگ کا

(حضرت شرر کہین گے کہ میکشی کے پیالہ سے اور تفنگ کے پیالہ سے کیا علاقہ) قلق ؎

اسکی تلوار کے رومال کا بھایا تو نہین　　آب شمشیر کی تاثیر جو تیزاب مین ہے

ایسا کانٹا ہے خار مژگان کا　　وزن کرلیتا ہے زر جان کا

دور ہوتا روح طائر سے کثافت جسم کی　　رند گھاٹ پر اسکی سروہی کے نہانا چاہیئے

۲۵؎ وہ پوربی کرکے جو گیا بھیس　　جنگلے کی راہ سے چلا دیس

اعتراض ہے کہ سب راستے چھوڑ کر تاج الملوک جنگلے کی راہ محض اسلیے بھیجا گیا کہ مصنف گلزار نسیم کو اس لفظ کی ضرورت تھی) حضرت شرر نے اس مقام پر بھی سیاق کلام سے چشم پوشی کی ہے۔ یہ شعر اس موقع کا ہے کہ جبکہ تاج الملوک گل لیکر وطن کی طرف کشتی پر چلا ہے اور جب (وطن کے متصل) آگیا ہے تو اس مقام پر یہ صورت پیش آئی ؎

سوچا کہ مین خود ہون خانہ برباد　　کیا جانیئے کیا پڑیگی اُفتاد

لازم ہے گُل اپنے ہاتھ رکھیے　　موقع نہین بھیڑ ساتھ رکھیے

لنگر کا کیا انھین اشارا　　خود کشتی سے کرگیا کنارا

وہ پوربی کرکے جو گیا بھیس　　جنگلے کی راہ سے چلا دیس

اس سلسلے مین آخری شعر کے پڑھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ تاج الملوک کو بھیڑ ساتھ رکھنا منظور نہ تھی اسلیئے وہ دریا کی راہ چھوڑ کر فقیرونکے لباس مین جنگل کے راستے سے وطن کیطرف چلا۔ نیز وہ بھیس بدلکر چلا تھا اور یہ نہین چاہتا تھا کہ اسے کوئی پہچانے اسلیئے وہ بھی شاہراہ سے کنارہ کشی کرکے جنگلو نمین ہوتا ہوا وطن کی طرف سدھارا ؎

۲۶؎ نقش اُسکو ہوا کہ بس وہی ہے　　ان سادون سے کندہ کب ہوئی ہے

اس شعر پر دو اعتراض ہین اولاً یہ کہ (اسکے دل پر نقش ہوا) کے بدلے) نقش اسکو ہوا کہنا کوئی معنی نہین رکھتا اس زمانے کے لحاظ سے حضرت شرر کا اعتراض بہت بجا ہے

لیکن نسیم کے وقت میں یہ اختصار جائز سمجھا جاتا تھا شیخ ناسخ فرماتے ہین ؎

سارے نقشے سامنے آنکھون کے ہین — نقش ہین نقش و نگار لکھنؤ

(یعنے دل پر نقش ہین ہمارے) - دوسرا اعتراض حضرت شرر نے (سادون پر جڑا ہے آپ فرماتے ہین) (اصل تو سادہ مزاج (سادہ لوح) ہے) سادے آدمی) اور سادے لوگ بھی سہی) مگر محض (سادون کا) لفظ تو ٹھیک نہین معلوم ہوتا اس اعتراض کے لئے وہی جواب ہے جو اس کے پیشتر کے اعتراض کے لئے لکھا گیا ہے اور دو شعر سندًا پیش ہین

ترک کرواتا ہے عشق سادہ رو ناسخ — زاہد بے دین بھی کتنا سادہ ہے

(یعنے سادہ لوح ہے یا سادہ آدمی ہے) جانصاحب ؎

کتنے سادہ ہو کہ — مین بھبو کا لعل منگوا دون تمھین دو چار سرخ

جس زمانے مین (محض سادہ) سادہ لوح کے بدلے بولا جاتا تھا تو اسکی جمع سادون بھی ضرور فصیح سمجھی جاتی ہو گی ؎

۵۲۷ دیؤن نے ادھر محل بنایا — کشتی سے وہ دخت رز کو لایا

اعتراض ہے کہ نسیم نے محمودا کو (بغیر خیال کئے دخت رز کہدیا اور یہ یاد نہین رہا کہ دخت رز شراب کو کہتے ہین۔

حضرت شرر کا غالبًا یہ خیال ہے کہ (دخت رز) سے کوئی معشوقہ عورت مراد لینا جائز نہین ہے۔ لیکن ایسا نہین ہے آتش کا شعر ہے ؎

دختر رز میری مونس ہے میری ہمدم ہے — مین جہانگیر ہون یہ نور جہان بیگم ہے

یا قلق کہتے ہین ؎

لبالب بادۂ گلرنگ سے دل کا پیالہ ہے — وہ مسکش ہون کہ مین نے دخت رز کو گھر مین ڈالا ہے

ظاہر ہے کہ نہ آتش محض (شراب کو) نور جہان بیگم کہہ سکتے تھے نہ قلق یہ کہہ سکتے تھے کہ (مین نے شراب کو گھر مین ڈالا ہے لیکن (دخت رز) نور جہان بیگم بن سکتی ہے۔ تو محمودا کیون نہین

بن سکتی اور چونکہ مجود اکشتی پر بھی اور کشتی دخت رز سے بھی خاص تعلق رکھتی ہی اسلیئے تشبیہ اور پختہ ہوگئی۔ جس شخص کو شعر و سخن کا کچھ بھی مذاق ہو وہ اس قسم کی شاعرانہ نزاکتین بخوبی سمجھ سکتا ہی۔

۲۸ وہ گندم جو نما تھی بالی۔ حضرت تشر اس مصرع کی نسبت فرماتے ہین کہ (رعایت لفظی نے مضمون کی مٹی خراب کی ہی) میری سمجھ مین نہین آتا کہ اس مصرع مین کیا عیب ہے بہتر ہوگا اگر حضرت موصوف کسی آیندہ موقع پر اپنے اس مختصر مگر ناموزون اعتراض کی تشریح فرمائین

۲۹ فوارہ تو کم خزانہ باقی۔ اس شعر کی نسبت حضرت تشر نہایت حیرت سے فرماتے ہین کہ بھلا فحش و ابتذال کی کوئی حد ہے) جسطرح حضرت تشر نے گلزار نسیم کی زبان پر بحث کرتے ہوے تمام قدیم محاورون کو جو کہ اب متروک ہو گئے ہین غلط کہنے مین تکلف نہین کیا ہے اسیطرح اس موقع پر تنقید سخن کے اس اصول اولین سے بے خبری ظاہر کی ہے کہ کسی شاعر کے کلام کے اخلاقی پہلو پر اس زمانے کی تہذیب کا معیار پیش نظر رکھ کر بحث کرنی چاہیئے۔ جس زمانے مین کہ وہ شاعر پیدا ہوا تھا۔ نسیم کے زمانے مین ان فحش محاورون کا نظم کرنا ناروا نہین سمجھا جاتا تھا جن کا زبان پر لانا اب خلاف تہذیب سمجھا جاتا ہے چونکہ شاعر کا کلام اسکے زمانے کی تہذیب کا آئینہ ہوتا ہے۔ اسلیئے گلزار نسیم بھی فحش کے کانٹون سے پاک نہین ہے۔ نسیم اس حالت مین ضرور قصوروار تھے جبکہ اُنکے کلام مین فحش محاورے ملتے اور اُنکے معاصرین کا کلام ایسے محاورون سے پاک ہوتا مگر ایسا نہین اس زمانے کے اکثر شعرا کے کلام مین فحش محاورے موجود ہین ؎

۳۰ باہم زن و مرد ے کیا سیل | دریا سے ملا وہ قطرہ زن سیل

اعتراض ہے کہ (یہان سیل کے معنی ہی کچھ نہین باقی رہے) غالباً حضرت تشر (قطرہ زن) کے معنی (قطرہ بار) سمجھے ہین جبھی آپ فرماتے ہین کہ (یہان سیل کے کچھ معنی باقی نہین رہے) مگر ایسا نہین ہی (قطرہ زن) فارسی کی ایک خاص اصلاح ہے جسکے معنے (شتابندہ) کے ہین۔ یہان قطرہ زن سیل سے (شتابندہ سیل) مراد ہے جو کسی صورت مین

بے معنی نہین ہے (قطرہ زن) کے معنون کی نسبت حضرت شررکوئی لغت دکھلا اپنا اطمینان
کرسکتے ہین ٥

۱۳۱ھ غربت مین وطن کی دُھن سمائی　　اس فیل کو یاد ہند آئی

اعتراض ہے کہ فیل سے تشبیہہ صرف ہند کی ضرورت سے دیگئی ہے - مگر کس قدر
برا معلوم ہوتا ہے - حضرت شرر کا اس مصرع کی نسبت کچھ ہی خیال کیون نہو مگر اسکو قبول
عام کی سند مدت ہوئی ل چکی ہے - یہ مصرع ضرب المثل ہوگیا ہے کہ ع اس فیل کو یاد ہند آئی -

۱۳۲ھ خواہش جو لائی جان ہوئی وہ　　ہلکا ہوا وہ گران ہوئی وہ

اعتراض ہے کہ خیر بکاؤلی تو چونکہ آدھی پتھر کی ہوگئی تھی اسلئے گران ہوئی مگر ایسی حالت مین
تاج الملوک صاحب کیونکر ہلکے ہوئے - تعجب ہے کہ حضرت شرر لکھنؤ کے اس معمولی محاورے
سے واقفیت نہین رکھتے کہ (ہلکا ہونا) ذلیل ہونے کے معنون مین بولا جاتا ہے نسیم نے
(ہلکا ہوا) سے یہ مراد لی ہے کہ وہ بھری محفل مین ذلیل ہوا اور شعراے اُردو نے بھی یہ محاورہ
نظم کیا ہے - قلق ٥

بتیابی اُلفت نے کیا ہے سُبک ایسا　　خاطر یہ گران یار کی نظرون مین ہون ہلکا
جانصاحب کی دوگانہ بیحیائی کیا کہون جانصاحب کر دیا ہلکا مجھے منجھلی بوا کے سامنے
حضرت شرر اس شعر مین (گران ہوئی) کے معنی بھی غلط سمجھے ہین (گران ہوئی) کے معنے
اس مقام پر یہ ہین کہ بکاولی اہل محفل کی طبیعت پر گران ہوئی - حضرت شرر یہی فرماتے ہین
کہ (گلزار نسیم کے بہت سے اشعار مین افعال کا استعمال ایسی بُری طرح سے ہوا ہے کہ جو نہ لکھنؤ والونکے
نزدیک جائز ہے نہ دہلی والونکے نزدیک اس اعتراض کی تائید مین حضرت معصوف اس قسم کے مصرعے پیش کرتے ہین
ع خاتم کے نگین بتائے ہوتے - (خاتم کے نگین انھون نے بتائے ہوتے)
(یا خاتم کے نگین کو بتایا ہوتا) ع حیلہ کرکے چھپائی پیوند (بجائے) اسکو چھپایا)
ع اس شب کو بغل مین آکے جاگا (یعنی اس رات جب وہ آئی تب جاگا -

ع بیداری کا وہ ماہ پیکر (یعنی اس ماہ پیکر کو بیدار کیا وغیرہ وغیرہ - بیشک آجکل جو زبان کا رنگ ہے اسکے لحاظ سے افعال کا استعمال اس صورت پر غیر فصیح معلوم ہوتا ہے - لیکن نسیم کے معاصرین کے کلام میں اس قسم کی ترکیبین عام نظر آتی ہین ذیل کی مثالین ملاحظہ ہون ناسخ ؎

کیا اتحاد ہے کسو وہ پیٹا جو گاڑ کر ۔ مدفن مین ہو گیا ہے ہمارا بدن سفید

(یعنے اُس نے اپنے تئین پیٹا) کے بدلے وہ پیٹا استعمال ہوا ہے) ناسخ ؎

کیون نہو وہ نوجوان برسات مین رنگین لباس ۔ پیر گردون تک شفق کا لال جوڑا چاہیئے

(یعنی پیر گردون تک کو شفق کا الخ) ناسخ ؎

گھر مین ترے پاس سے جاتا نہین ۔ اب تو سیکھا ہے مرے ڈھنگ آئنہ

(یعنے ابتو آئینہ نے میرے ڈھنگ سیکھے ہین) ناسخ ؎

بوسہ مانگا مین نے تو بولے گھر سے نکل ۔ جو کہ سائل ہو وہ دروازے کے باہر چاہیئے

(یعنے اس کو دروازے کے باہر ہونا چاہیئے - آتش ؎

ہجر میں وحشت مین جو لی رند نے مین راہ دشت ۔ کو دکان مجھکو خدا حافظ پکارے شہر سے

(یعنی کو دکان نے مجھکو خدا حافظ پکار کر کہا - آتش ؎

باغ عالم مین یہی میری دعا ہے روز و شب ۔ خار خار عشق گل رخسار توڑا چاہیئے

(خار خار عشق گل رخسار کو توڑا چاہیئے - آتش ؎

ہو گیا ہے ایک مدت سے دل نالان خموش ۔ باغ مین جا کر اسے بلبل سُنانا چاہیئے

(اسے نغمۂ بلبل سنوانا چاہیئے - رند ؎

حاضر اگر ہے دن کو تو غائب ہے رات کو ۔ غمزہ یہ کس حسین سے سیکھا ہے آفتاب

(یعنے آفتاب نے یہ غمزہ کس حسین سے سیکھا ہے) رند ؎

رند ہجرت مین ہوے ہین تنگ ۔ اپنے اللہ کو پکارتے ہین

(یعنی ہم نے اپنے اللہ کو پکارا ہے -

دریائے تعشق (واجد علی شاہ)

پایا نہ مگر وہ ماہ طلعت　　پوشیدہ رہا برنگِ نکہت

(یعنی اس ماہِ طلعت کو نہ پایا) یہ بجنسہٖ ویسے ہی ہے جیسے کہ بیدار کیا وہ ماہ پیکر قلق ہ

خواہش جستجوئے یار حد سے بھی کچھ ہے بیشمار　　بعد فنا میرا غبار ڈھونڈھ پھرا گلی گلی

(یعنی اُسے ڈھونڈھتا پھرا گلی گلی) اُس زمانہ مین نظم کے علاوہ نثر مین بھی افعال کا استعمال اس صورت پر جائز سمجھا جاتا تھا۔ فسانۂ عجائب سے ذیل کا اقتباس تمثیلاً درج ہے

(دولھا نے سہرا سر سے لپیٹ دولھن گود مین اُٹھائی الخ (یعنی دُلھن کو گود مین اُٹھایا) حضرت شرر نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ شترگربہ کے عیب سے بھی یہ مثنوی خالی نہین اور اس اعتراض کی تائید مین ایک شعر پیش کیا ہے جو کہ ذیل ہے ہ

ہے ہے یا کہ نہین خطا تمھاری　　فرمایئے کیا سزا تمھاری

افسوس ہے کہ حضرت شرر اس شعر کی نزاکت کو نہین سمجھے ورنہ یہ اعتراض نہ کرتے۔ یہ شعر اس موقع کا ہے جبکہ بکاولی تاج الملوک پر اپنے غصہ کا اظہار کر رہی ہے اور یہ سب پر روشن ہے کہ جسوقت کوئی شخص عالم غیظ مین کسیکو خطاب کرتا ہے تو وہ یہ نہین سوچتا کہ میری تقریر اسوقت (شترگربہ) کے عیب سے پاک رہے وہ کبھی (تم) کہتا ہے کبھی طنزاً (آپ) کہتا ہے چنانچہ اس شعر مین نسیم نے بکاولی کے غصے کی تصویر کھینچی ہے اور وہ کبھی (تم) کہتی ہے کبھی طنزاً (فرمایئے) کہتی ہے الفاظ سے اس قسم کی مصوری کرنا کمال شاعری مین داخل ہے۔ اگر اس شاعرانہ نزاکت کے خیال کو بالائے طاق رکھکر اس شعر کو محض ایک مُلّائے مکتبی کی نگاہ سے دیکھیے تب بھی حضرت شرر کا اعتراض بیجا نظر آتا ہے کیونکہ نہ تو فارسی شعرا نے (شترگربہ) سے پرہیز کیا ہے نہ قدیم اساتذہ اُردو نے محض طبقۂ حال کے شعرا نے (شترگربہ) کو ناجائز قرار دیا ہے۔ نسیم کے معاصرین کے کلام مین (شترگربہ) کی پچاسون مثالین مل سکتی ہین طوالت مضمون کے خیال سے ہر شاعر کے کلام سے دو ایک مثالین دینے پر اکتفا کیا ہے

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را حافظ بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را
بسرت گر ہمہ عالم بسرم بخروشند رر نتوان برد ہوائے تو برون از سرما
ہر لباس آپکو ہے زیبندہ آتش جامہ زیبی کے بادشاہ ہو تم
تمتو غریب خانہ مین آئے نہ ایکروز فرمایئے تو شب کو کسیوقت آؤن مین
مین جان بلب ہون گلا کاٹیا گلے سے ملو ناسخ جو اسمین آپ کو منظور ہو وہ جھٹ پٹ ہو
ہاتھ سے رند کو کھوتے ہو عبث رند کہین ایسا نہو پچھتائیے آپ
آپ کو کچھ نہین خیال اپنا قلق دیکھو کہ آئینے مین تو حال اپنا
تیز دستی کی پایئے گا سزا قلق شامت آجائیگی تمھاری بجا
شکل دکھلاؤ کبریا کے لیئے نواب مرزا شوق بام پر آؤ ذرا خدا کے لیئے
پڑی ہین سر مین جو مین اب ایسی کہ رنج ہی جنسے دل ہمارا جانصاحب مامی اماں مین سر مین ڈالون منگا دو تھوڑا سا مجکو پارا
اس اعتراض کے بعد حضرت شرر فرماتے ہین کہ دو ایک جگہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا سے چھپنے مین غلطی ہوگئی ہے اور وہ ابتک چلی آتی ہے مسٹر چکبست نے ان غلطیونکی طرف بھی توجہ نہین کی - اس دعوی کی تائید مین آپ ذیل کے دو شعر پیش کرتے ہین ؎

۳۵ بہرو کو دیا یہ لطف و اکرام آتے آرام جاتے پیغام
۳۶ دیکھا تو تمام دشت گلزار دائین بائین دو رستہ بازار

پہلے شعر کی نسبت آپ فرماتے ہین کہ صاف ظاہر ہے کہ پیغام کی جگہ انعام کا لفظ کیون ہوا ہے سرا مین جو مسافر ٹھہرتے ہین انکو سرا کا مالک کسی قسم کا پیغام تو دیسکتا ہے مگر وہ انعام کیون دینے لگا کیا اچھا ہوتا کہ اس اعتراض کی تشریح کر دیجاتی - دوسرے شعر کی نسبت تحریر ہے کہ (دو رستہ) کی جگہ (دو دستہ) ہوگا ممکن ہے کہ اہل عرفان اس اصلاح کا منشا سمجھ لین - میرا فہم تو اس تصرف کا مطلب سمجھنے مین قاصر ہے شاید حضرت شرر کا یہ خیال ہو کہ دو رستہ لکھنؤ یا دہلی کا محاورہ نہین اس شبہہ کے مٹانے کے لیئے دو شعر تمثیلاً درج ذیل ہین ؎

طلسم اُلفت (دو قلمی)

سب دو کانین دورستہ ہون نگین ۔۔۔ جس سے افزون ہو شہر کی تزئین

گھر سے نوشہ کے تا مکان عروس ۔۔۔ یون دو رستہ تھے جھاڑ اور فانوس

دو رستہ جو روشن چراغان ہوئے ۔۔۔ میرحسن چنگے خوشی سے غزلخوان ہوئے

مضمون کے آخری حصے مین حضرت شرر کا شہب قلم بالکل بے قابو ہو گیا ہے چنانچہ بلا وجہ آپ نے اکثر ذاتی حملے بھی کیے ہین ۔ مثلاً متعدد جگہ آپ نے مجھے تصرف بیجا کا ملزم ٹھہرایا ہے اور اس رنگ کے فقرے لکھے ہین کہ "وہ ہمارے دوست نے بہت سی اور نئی غلطیان پیدا کر دین" "وہ اہل زبان سے پوچھیے کہ اس اصلاح سے شعر بنا یا بگڑا" "اس اصلاح نے شعر کی مٹی خراب کر دی" "وہ غرض اس اصلاح مین بھی نا سمجھی سے مثنوی پر ظلم ہوا ہے" "وہ بے تکلفی کو خاک مین ملانے کے بعد شعر کو کیا غارت کر دیا" "وہ افسوس ان اصلاحون سے مثنوی کو کیسے گہرے اور بڑے زخم لگے ہین اور جس بنیاد پر آپ نے ان ہوائی تیرون کا نشانا بنانا چاہا ہے وہ بھی ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہین کہ "مشر چکبست صاحب نے اس نئے اڈیشن کو خود مصنف صاحب کے اصلی اڈیشن (یعنی وہ اڈیشن جو نسیم کی زندگی مین مطبع حسینی مین ۱۸۴۳ء شائع ہوا تھا) کے مطابق درست کر کے شائع کیا ہے مین نے اسکا اندازہ کرنے کے لیے مطبع نامی کی آخر ۱۹۰۳ء کی چھپی ہوئی گلزار نسیم منگوائی اور اس سے مقابلہ کر کے دیکھا واقعی تحقیق اور تنقید کے معنی یہی ہین" مین کہتا ہون کہ اگر حضرت شرر اور کسی مطبع کی چھپی ہوئی مثنوی سے اس نئے اڈیشن کا مقابلہ کرتے تو اُن کو بہت سی اُر دو اصلاحین اور تصرفات ملجاتے ۔ خیر جو کچھ حضرت شرر نے میری نسبت تحریر فرمایا ہے اسکا ترکی بترکی جواب دینا مین تہذیب مضمون نگاری کے خلاف سمجھتا ہون میرا جواب صرف اسقدر ہے ع بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی ۔ جن اشعار مین حضرت شرر کو تصرف بیجا کا شک پیدا ہوا ہے اُن مین سے اکثر مین واقعی کتابت کی غلطیان ہو گئی ہین

ے جس حالت مین کہ حضرت شرر نے ایک نقطے یا خوشنے کے گھٹجانے یا بڑھ جانے کو تصرف بیجا قرار دیا ہے ۱۲

صحیح	غلط
بولی وہ جمیلہ پھر کروں کیا	بولی وہ جمیلہ کہہ کروں کیا
پو پھٹتے ہی جگ اُن کا ٹوٹا	پو پھٹتے ہی جگ اُنھوں کا ٹوٹا
جلتی تھی ہمیشہ دختر اس کو	جلتی تھی ہمیشہ دختر اس کو
قاصد نے جو رُخ پری دکھایا	قاصد نے رخ پری دکھایا
قسمت سے ہے مضر ہے اب نہ امن	قسمت سے مقر ہے اب یہ الن
صیاد نی لائی پھانس کر صید	صیاد تھی لائی پھانس کر صید
چلیئے گا تو ساتھ ہیں بلا عذر	چلیئے گا تو ساتھ ہیں بلا عذر

ان مصرعوں کے علاوہ اور جن اشعار پر حضرت شرر کو (اصلاح) (یا تصرف) کا شک ہوا ہے وہ اسی حالت پر ہین جس حالت مین کہ وہ اصلی اڈیشن مین پائے گئے تھے۔ انمین ایک لفظ کا تغیر یا تبدل نہین کیا گیا ہے۔ مین نے اصلی اڈیشن پر اگر کہین تصرف کیا ہے تو صرف اس قدر کہ یائے معروف کے بدلے یائے مجہول یا اکثر یائے مجہول کے بدلے یائے معروف بنا دیا ہے کیونکہ پرانے زمانے کے کاتب یائے معروف اور یائے مجہول کا فرق نہین مانتے تھے۔ نامی پریس کی مثنوی کو جس شخص نے ترتیب دیا ہے اُس نے اکثر قدیم محاوروں کے بدلے اس زمانے کے محاورے لکھدیے ہین غالباً اسی بنا پر حضرت شرر فرماتے ہین کہ (بازاری پریس نے مثنوی کو بگاڑا نہین بلکہ بنا دیا) میری رائے مین اس قسم کا تصرف کرنا طالبان فن زبان کے حق مین ظلم کرنا ہے چاہے عامیانہ مذاق کے لوگ

لے متعلق صفحہ ۱۱۳ - اس حالت مین آپ سے یہ امید نہین ہوسکتی کہ اب کسی لفظی تغیر کو کتابت کی غلطی تسلیم کرین۔ لیکن کاتبونکے لیئے ایسی غلطی کرنا کوئی (نئی بات نہین ہے) حضرت شرر کے اسی ہفتہ اضافت والے مضمون مین گلزار نسیم کا ایک مصرع اسطرح چھپا ہے ع داغا تو جسے تفنگ سے دد۔ جہل و تعصب کا اشارہ تو یہی ہے کہ مین بھی کہوں کہ حضرت شرر نے (تو) بڑھا کر (نا سمجھی سے) مصرع کی بے تکلفی اور سادگی کو خاک مین ملا دیا ہے یا ناموزون کر دیا لیکن عقل سلیم کہتی ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے نہ کہ مضمون نگار کی۔ مراد اس سے یہ ہے کہ ایسی کتابت مین غلطی ہو جانا (فاختہ کے بڑھ جانے) کی طرح ناممکن نہین - ۱۲

ایسے تصرفات کو پسند کرین کیونکہ اُنکی نظر وسیع نہین ہوتی ہے مگر نقادان سخن جانتے ہین کہ مرتب کا فرض یہ ہے کہ وہ کسی گنجینۂ دار معانی کی چھوڑی ہوئی امانت مین کسی طرح کی خیانت نکرے

آخر مین حضرت شرر اپنے مضمون کی نسبت فرماتے ہین کہ (بعض حضرات کو یقیناً یہ تحریر ناگوار گذرے گی اور مین بھی خدا سے چاہتا ہون کہ اُنھین سخت ناگوار گذرے) کیونکہ ایسی صورت مین وہ شاید زیادہ جوش سے جواب لکھین گے) مجھکو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ علمی مباحثون مین ایسے جوش بیجا کا اظہار جسکے حضرت شرر طالب ہین اصل کو خبط کر دیتا ہے اور صرف سخن پروری پر آمادہ کر دیتا ہے۔ اگر حضرت شرر کے مضمون کے جواب لکھنے مین کوئی صاحب اس قسم کا جوش صرف کرینگے کہ جس سے کہ مضمون مذکور کا ایک ایک حرف معمور ہے تو سوا اسکے کہ انصاف کا خون ہو اور کچھ نہ حاصل ہوگا۔ نقادِ سخن کا فرض یہ ہے کہ وہ اسبات کے لیے دست بدعا نرہے کہ دوسرون کو اُسکی تحریر ناگوار گذرے بلکہ اسبات کی کوشش کرے کہ اسکے مخالف اسکے دلائل پورے طور سے سمجھ جائین ۔

برج نرائن چکبست لکھنوی ۔

از اودھ پنچ جلد ۲۹ - نمبر ۳۳ مطبوعہ ۱۷ - اگست ۱۹۰۵ء

۷ - گلزار نسیم ۲

(جواب اعتراضات شرراز پنڈت برج نرائن چکبست)

گذشتہ اپریل کے دلگداز مین جو اعتراضات حضرت شرر نے گلزار نسیم پر شائع کیے تھے اُن کا جواب اردوے معلے مین لکھدیا گیا تھا - لیکن اردوے معلے کے وقت پر نہ شائع ہونے سے اکثر تعجیل پسند طبیعتون کو مختلف افواہین اُڑانے کا موقع ملا - لہٰذا یہ مناسب معلوم ہوا کہ اس مرتبہ ۱۱ - مئی ۱۹۰۵ء کے دلگداز مین جو تازہ اعتراضات حضرت شرر کے نام سے شائع ہوے ہین اُنکا جواب اودھ پنچ مین دیا جائے - اور جو اعتراض پیشتر کیے گیے تھے اُنکی نسبت کسی اخبار نے یہ لکھدیا کہ (جو اعتراضات شرر نے کیے ہین گو موجودہ زمانے مین اُنکا حرف حرف صحیح ہے مگر جس زمانے مین نسیم تھے اُسوقت کی زبان اور طرز کلام دیکھتے ہوے ہم نسیم کی کوئی خطا نہین دیکھتے اسکی تردید مین حضرت شرر تحریر فرماتے ہین کہ نسیم کو اتنا زمانہ نہین گذرا کہ اُنکی طرف سے ایسی عذرداری جائز سمجھی جاے - زہر عشق - بہار عشق - اور طلسم اُلفت اُنھین کے زمانے کی یا اُنسے پہلے کی مثنویان ہین اور وزیر - رند - صبا - اور خلیل وغیرہ کا جو دور تھا اُس کے آخری شخص نسیم ہین) مجھکو حیرت ہے کہ حضرت شرر نے تاریخی واقعات کی ترتیب بدلنے کی جرأت کسطرح فرمائی - ابھی ایسے کُہن سال بزرگ زندہ ہین جو آتش - ناسخ - رند - صبا - نسیم وغیرہ کی آنکھین دیکھے ہوے ہین اور جنکے سامنے اُن اساتذہ کامل فن نے وفات پائی حضرت شرر اُنسے اس امر کی تصدیق کر سکتے ہین کہ نسیم - رند - صبا - وزیر - خلیل - وغیرہ کے دور کے آخری یادگارون مین نہ تھے بلکہ اس دور کے اولین شعرا مین سے تھے - رند - صبا

وغیرہ تو در کنار نسیم کا انتقال آتش کے سامنے ہوا ہے اس دعوی کی تائید مین ان تمام شعرا کی تاریخہائے وفات ذیل مین درج ہین جن سے کہ اصل حقیقت آئینہ ہو جاتی ہے -

(تاریخ وفات نسیم مصنفۂ عاشق لکھنوی)

ع کشیدہ آہ و بگفتہ نسیم باغ جنان -

(تاریخ وفات آتش ۱۲۶۲ھ مصنفۂ اسیر لکھنوی)

دلم از مرگ آتش بود غمکش | زغم تا و الف خود را سہ تا ساخت
ز آتش یافتم تاریخ آتش ۱۲۶۲ھ | ز شین از دامن شین نقطہ انداخت

(تاریخ وفات خواجہ وزیر)

بحر تاریخ رحلتش این گفت | وائے خواجہ وزیر عالی قدر ۱۲۷۰ھ

(تاریخ وفات صبا مصنفۂ بحر لکھنوی)

بحر ازین مصرع جانسوز گل سال دمید | چمن ہستی موہوم صبا شد بر باد ۱۲۷۱ھ

علاوہ برین صبا کے ذیل کے شعر سے ثابت ہوتا ہے کہ نسیم انکے سامنے اس دار فانی سے رحلت کر گئے تھے ؎

اُٹھ گئے ہین نسیم جسدن سے | اے صبا وہ ہوئے باغ نہین

رند کی کوئی تاریخ وفات دستیاب نہوسکی لیکن انکے ایک شعر سے ثابت ہوتا ہے کہ آتش نے انکے بیشتر وفات پائی وہ شعر یہ ہے ؎

صحبت شعر وسخن ہوگئی برہم اے رند | بعد آتش نہ نظر ایک بھی اُستاد آیا

اور یہ امر طے شدہ ہے کہ نسیم آتش کے سامنے مر گئے تھے - لہذا رند نے بھی انکے بعد ہی وفات پائی - خلیل کی بھی کوئی تاریخ وفات نہ ملی لیکن کہن سال بزرگون سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ نسیم اُنسے پہلے اس دنیا سے اُٹھ گئے تھے - ان تاریخی شہادتون پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شرر کا دعوی بالکل بے بنیاد ہے

برعکس اسکے قدامت کے لحاظ سے مذکورۂ بالا شعرا کے نام ذیل کی صورت پر ترتیب دیے جاسکتے ہین۔

	سال وفات		
نسیم		۱۲۶۰ھ	رند و خلیل نے
آتش	″	۱۲۶۳ھ	بھی نسیم کے
خواجہ وزیر	″	۱۲۷۰ھ	بعد وفات پائی
صبا	″	۱۲۷۳ھ	

اب ان تاریخی واقعات سے چشم پوشی کرکے کہنا کہ وزیر۔ رند۔ صبا۔ خلیل وغیرہ کا جو دور تھا اسکے آخری شخص نسیم ہین) انصاف کی آنکھون مین خاک ڈالنا ہے۔

نیز حضرت شرر کا یہ دعوی کہ زہر عشق بہار عشق اور طلسم الفت انھین کے (یعنی نسیم) زمانے کی یا اُن سے پہلے کی مثنویان ہین) بالکل خلاف واقعات ہے۔ گلزار نسیم کے آخر مین نسیم کی لکھی ہوئی تاریخ تصنیف موجود ہے۔

این نامہ کہ خامہ کرد بنیاد ۔۔۔ گلزار نسیم نام بنہاد
بشنید و نویدہا تفنے داد ۔۔۔ توقیع قبول روز بیش باد

طلسم الفت کی لوح پر لکھا ہوا ہے کہ مثنوی طلسم الفت اسکا تاریخی نام ہے (۱۲۸۵ھ) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گلزار نسیم کے بارہ برس بعد مثنوی طلسم الفت (۱۲۶۶ھ) تصنیف کی گئی یا یون کہیے کہ مثنوی گلزار نسیم محمد علیشاہ کے ابتدائے دور مین تصنیف ہوئی ہے اور طلسم الفت واجد علیشاہ کے زمانے مین لکھی گئی ہے زہر عشق۔ بہار عشق۔ لذت عشق۔ وغیرہ حکیم نواب مرزا شوق سے یادگار ہین۔ یہ مثنویان بھی واجد علیشاہ کے زمانے مین تصنیف ہوئی ہین کیونکہ ان مین اکثر مقامات پر واجد علیشاہ کا حوالہ دیا گیا ہے بہار عشق مین ایک شعر ہے ؎

نہ سمجھنا کہ کوئی اور ہے یہ ۔۔۔ شاہ واجد علی کا دور ہے یہ

سلہ ادھر پنج مولانا شرر تو ہزار برس ادھر کی عرب کی تاریخ جانتے ہین اور یہ جانتے ہین کہ ہندوستان مین چین سے پردہ آیا مگر لکھنؤ کی بچاس برس ادھر کی تاریخ نہین جانتے اور انشاء اللہ سے المورخ کے اڈیٹر مستقل ہونے کا دعوی رکھتے ہین ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند ۱۲

لذّت عشق کے آخر مین یہ شعر موجود ہے ؎

دعا پر ہوئی ختم یہ مثنوی سلامت رہے شاہ واجد علے

پس ثابت ہوا کہ نواب مرزا شوق کا شمار گلزار نسیم کے پیشتر کی تصانیف مین نہین ہو سکتا کیونکہ غالباً حضرت شرر کو اس سے انکار نہو گا کہ واجد علیشاہ کی سلطنت کا زمانہ محمد علیشاہ کے بعد آیا ہے[1]۔ مجھکو سخت افسوس ہے کہ علمی مباحثو مین اس قسم کے ناجائز تاریخی تصرفات سے کام لیا جاتا ہے ممکن ہے کہ کم استعداد اور جاہل لوگون پر یہ تدابیر کارگر ہو جائین۔ لیکن سخن فہم اور سخن سنج حضرات جنھون نے گلزار نسیم کے علاوہ اور شعرا کا کلام بھی پڑھا ہے اور جو اُردو شاعری کی تاریخ سے واقف ہین وہ مانا کہ اس خاص موقع پر مصلحتاً زبان سے کچھ نہ کہین مگر ایسے تصرفات وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھین گے۔

آخر مین حضرت شرر سے بصد ادب پوچھتا ہون کہ جس حالت مین آپ اپنا یہ عقیدہ ظاہر کر چکے ہین کہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے کہ اگر آتش نے اس دلبستگی کی بنیاد پر جو انھین نوعمر شاگرد سے تھی اسی کی تحریک سے یا اسکی مشق اولین دیکھ کے اس مثنوی کو تفنن طبع کے طور پر کہا ہو۔ پھر اسمین متعدد لغزشین دیکھ کے لیے بجائے اپنے اسی کی طرف منسوب کر دیا ہو (دلگداز بابت ماہ مارچ ۱۹۰۵ء) پھر آپ کسطرح فرماتے ہین کہ گلزار نسیم کی زبان بہت پُرانی زبان نہین ہے کیونکہ اسکا مصنف وزیر۔ رند۔ صبا۔ اور خلیل وغیرہ کے دور کا آخری شخص ہے۔ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ آتش اپنے شاگردون کے دور کے آخری شخص ہین بہتر ہوتا کہ حضرت شرر قبل اعتراضات پیش کرنے کے ان متضاد بیانات کی تشریح فرما دیتے۔

[1] اودھ پنچ۔ یہ کہان سے آپنے فرض کر لیا کہ مولانا شرر کو انکار نہ ہوگا جسطرح کہ مولانا کے پاس ایک جانصاحب کا پُرانا لکھا ہوا دیوان موجود ہے جسمین حمل کی جگہ یہ حمل لکھا ہوا ہے ممکن ہے اسطرح مولانا کے پاس کوئی پُرانی لکھی ہوئی تاریخ اودھ موجود ہو جسمین یہ لکھا ہو کہ محمد علے شاہ کا دور واجد علیشاہ کے بعد آیا ہمارا ظن غالب ہے کہ مولانا کے پاس ایسی تاریخ ضرور ہے اور اسی کی بنیاد پر یہ لکھا گیا کہ نسیم لکھنوی رند۔ صبا کے دور کے آخری شاعر تھے ۱۲

خاص اعتراضات ملاحظہ ہون۔

ع جس گُل کی ہوا لگی تھی لائے۔

اعتراض ہے کہ (شوق تھا) یا ہوس تھی کے محل پر ہوا لگی تھی غلط محاورہ ہے ہوا لگنا اس شعر مین طبیعت پر اثر پڑنے کے معنون مین استعمال ہوا ہے۔ اس مصرع کا مطلب یہ ہے کہ جس گُل کا انکی طبیعت پر اثر پڑا تھا وہ لے آئی یہ محاورہ اس موقع پر اسیطرح استعمال ہوا ہے جیسا کہ اکثر کہا جاتا ہے کہ آپ کو بھی کرسی کی ہوا لگ گئی۔ جسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کیا آپکی طبیعت پر بھی کرسی کی آب وہوا کا اثر پڑا ہے۔

ع لازم ہے گُل اپنے ہاتھ رکھئے۔

اعتراض ہے کہ (اپنے ہاتھ مین رکھئے ہونا چاہیئے تھا) اس محل پر لفظ (مین) کو حذف کردینا ناجائز ہے۔ حضرت شرر اس مصرعے کے یہی معنی مین سمجھے (ہاتھ رکھئے) سے مراد نہین ہے کہ گُل اپنی مٹھی مین رکھئے یہان (ہاتھ) استعارۃً (اختیار کے) معنون مین استعمال ہوا ہے جیسا کہ ذیل کے اشعار مین قلق ؎

جسنے نقش درم نہین پایا　　عمل دست غیب ہاتھ آیا

طلسم اُلفت وزیر ؎

ابتو ہے منھ کا برسنا اپنے ہاتھ　　آستینین ابر دریا بار ہین

کیا کہون گا اگر اُس بت نے کہا محشر مین　داغ　داور حشر ترے ہاتھ ہے عزّت میری

اور (ہاتھ) جب اس صورت پر (اختیار) کے معنو نمین استعمال ہوتا ہے تو اسکے بعد (مین) لانا ناجائز سمجھا جاتا ہے۔ حضرت شرر سے اس موقع پر میری یہ استدعا ہے کہ اگر آپ پھر کبھی کسی محاورہ پر اعتراض فرمائین توجس صورت پر آپ اُس محاورے کا استعمال جائز سمجھتے ہون اُسکی تشریح کے لئے کسی اُستاد کا شعر بھی سند ادرج کردین۔ ورنہ ایسی فضول بحث سے کنارہ کشی کیجائے گی۔

ع معروض کیا کہ باشہنشاہ)

اعتراض ہے کہ (معروض کیا) غلط ہے عرض کیا) چاہیے۔ اسمین محاورہ ہی نہین غلط ہے بلکہ نحو وصرف کی جاہلانہ غلطی ہے) (معروض نمودن) فارسی کا محاورہ ہے نسیم نے اپنے محاورے[۱] کا ترجمہ کر دیا ہے۔ اورنگ زیب اپنے رقعات مین لکھتا ہے۔ دران مقام بخشیان عظام احوال نوسرفرازان منصب معروض نمودہ حکم عرض مکرر و نظر ثانی حاصل میکردند الخ) مجھکو حیرت ہے کہ حضرت شرر کے قلم سے ایسا اعتراض کسطرح نکلا جس سے فارسی کے معمولی محاورون سے عدم واقفیت کا اظہار ہوتا ہے۔ مین اسکو تجاہل[۲] عارفانہ کہونگا افسوس ہے تو صرف اسقدر کہ نسیم کی بدولت حضرت شرر نے اورنگ زیب کی روح کو بھی صدمہ پہونچایا کیونکہ حضرت شرر کے کُلیہ کے مطابق (معروض نمودن) لکھنا صرف ونحو کی جاہلانہ غلطی ہے۔

ع دیکھ آ جو تجھے دہل نہ ہووے)

اعتراض ہے کہ (ڈر نہ ہووے) کی جگہ دہل نہ ہوئے خدا جانے کہان کی زبان ہے اہل لکھنؤ تو نہ بولتے تھے نہ بولتے ہین)

یہ اعتراض بالکل بے محل ہے حضرت شرر کو اس سے تو انکار نہ ہوگا کہ دہل) خوف کے معنون مین استعمال ہوتا ہے۔ پھر اگر نسیم نے خوف کی جگہ (دہل) استعمال کیا تو کیا گناہ کیا۔ محض اس بنا پر (دہل) ہونے کو غلط ٹھہرایا کہ اہل لکھنؤ کے روزمرہ کی بول چال سے اسے تعلق نہین ہے کوئی معنی نہین رکھتا بقول منشی امیر احمد صاحب مینائی متعدد لغات ایسے ہین جو صرف شاعرانہ

[۱] اُردوے معلّٰی (جولائی ۱۹۰۵ء) مین جو میرا مضمون حضرت شرر کے اعتراضات کے جواب مین شائع ہوا ہے اس مین متعدد مثالین یہ ثابت کرنے کے لئے لکھ دی گئی ہین کہ نسیم کے زمانے مین فارسی محاورون کا لفظی ترجمہ ناجائز نہین سمجھا جاتا تھا۔ مثلاً رند نے (دوش دادن) کا ترجمہ دوش دینا کر دیا ہے حالانکہ اُردو مین کاندھا دینا کہتے ہین ۱۲

[۲] اودھ پنچ۔ اڈیٹر مستور العرفان کے لیئے (تجاہل عارفانہ) بھی کیا خوب ۱۲

خیال ادا کرنے مین مستعمل ہین اور روزمرّہ کی بول چال سے اُنکو چندان تعلق نہین ہو (امیراللغات حصہ اول صفحہ ۵ دفعہ)

مثلاً آتش - ٹھوکرین کھائی ہین جو ہم نے بتون کے عشق مین + آپ ہو جاتے جو یہ آزار پتھر کھینچتے (آزار کھینچنے) کو روزمرّہ کی بول چال سے تعلق نہین ہے - عام طور پر صدمہ اُٹھانا یا ایذا کھینچنا بولتے ہین آزار کھینچنا اہل لکھنؤ نہ بولتے تھے نہ بولتے ہین - داغ ؎

نہ کھایا تھا کبھی خون جگر ہم نے مگر کھایا
نہ پایا تھا کبھی آزار اُلفت مین مگر پایا

(آزار پانا) اہل دہلی نہ بولتے تھے نہ بولتے ہین - اسکے بدلے مصیبت اُٹھانا اذیت پانا عموماً زبانون پر جاری ہے - اس قسم کی سیکڑون مثالین دیجاسکتی ہین مگر طوالت مضمون مانع ہے -

ع قاصد سے کلام لطف بولا -

اعتراض ہے کہ (کلام بولنا - صاحب لوگون کے بیرا اور خانساماں لوگون کی زبان ہے) اگر حضرت شرر ذرا بھی غور و فکر سے کام لیتے تو آپکو نسیم کی شاعری لیسے کلمے زبان پر لانے کی ضرورت نہوتی (کلام بولنا) کلام گفتن کا ترجمہ ہے اور کون کلمہ گو نہین جانتا کہ کلام گفتن فارسی کا محاورہ ہے قدیم زمانے مین اکثر محاورے لیسے استعمال ہوتے تھے جو کہ اب بیرا اور خانساماں استعمال کرتے ہین مثلاً قلق طلسم الفت مین کہتے ہین ؎

تمکنت کو نہ کام فرماؤ
اک نظر مڑکے دیکھتے جاؤ

اب کوئی اہل زبان کام فرماؤ نہ کہے گا لیکن بیرا اور خانساماں اپنے (صاحب سے) اکثر ایسا کہتے ہین - یہ بھی کار فرمودن کا ترجمہ ہے - یا ایک مقام پر طلسم الفت مین ذیل کا شعر ہے گا - ؎

بولی گھبراؤ نا سمجھ لین گے
ہم صفائی تمھاری کردینگے

(اب گھبراؤنا) کوئی نہین بولتا اہل زبان اسکے بدلے نہ گھبراؤ کہین گے - لیکن قلق پر آجکل کی زبان کے لحاظ سے اعتراض کرنا حماقت ہے -

۵۶ ع ہوش اسکے ہوا ہوے کہہ تو

اعتراض ہے کہ (کہہ تو) فارسی کے بگوئی کا ترجمہ ہے . . . . . چنانچہ مثنوی میر حسن مین بھی جابجا موجود ہے ۔ مگر ناسخ و آتش کے وقت سے یہ الفاظ متروک ہین اور نسیم کے لیے انکا موزون کرنا ہرگز جائز نہ تھا)

اِس موقع پر بھی حضرت شرر کا عتاب نسیم مرحوم پر بیجا ہے نواب مرزا شوق اپنی مثنوی موسوم بہ لذت عشق مین کہتے ہین ؎

امیرون کی پیچھے سواری چلی — کہے تو کہ بادِ بہاری چلی

مصفا وہ نہر اسمین اک بیعدیل — کہے تو کہ ہے موجزن سلسبیل

غالباً[۱] حضرت شرر کو اس سے انکار نہو گا کہ (لذت عشق) کا اور میر حسن کی مثنوی کا زمانۂ تصنیف ایک نہین ہے اور نواب مرزا شوق مرحوم آتش ۔ ناسخ و نسیم کے دور کے بعد کے شعرا مین ہین

۵۷ ع مشہور ہے ضد انس و جانی ۔

اعتراض ہے کہ (ضد انس و جان) کی جگہ پر (ضد انس و جانی) جاہل کے سوا پڑھے لکھے کی زبان سے نہ نکلے گا (بیشک اس زمانے مین کسی پڑھے لکھے کی زبان سے (ضد انس و جانی) نہ نکلے گا ۔ لیکن نسیم کے دور کے شعرا اس قسم کے تصرفات جائز سمجھتے تھے طلسم الفت مین قلق کہتے ہین ؎

اِک طرف خیمۂ حباب استاد — فرش قالین موج حسب مراد

جبکہ یہ آسمان نے کی بیداد — گھاٹ پر تھے جو اہل شہر استاد

[۱] اودھ پنچ ۔ یہ آپنے کسطرح فرض کر لیا کہ حضرت شرر کو اس سے انکار نہ ہوگا حضرت شرر تو ٹُلٹے چلتے ہین جسطرح یہ لکھدیا گیا کہ رند و صبا وزیر کے دور کے آخری شخص نسیم تھے اسی روش پر یہ ثابت کر دیا جائے گا کہ لذت عشق میر حسن کی مثنوی کے قبل تصنیف ہوئی ہے اور نواب مرزا شوق آتش و ناسخ کے دور کے اولین شخص تھے غالباً رسالہ المورخ مین یہ سب باتین ثابت کر دیجائین ۱۲ ۔

یا فریب عشق میں نواب مرزا شوق لکھتے ہیں ؎

دیکھ یہ آدمی سے میں نے کہا　　نام و گھر پوچھے کہاری کا

یا آتش کہتے ہیں ع در دو رمان سے المضاف ہوا ع کوئی نہین چھوڑتا حلوۂ بے دودھ کو

اس زمانہ مین (استادہ) بدے استاد (نام ونشان) بدے نام وگھر (المضاعف کے بدے المضاف حلوائے بے دود کے بدے حلوۂ بے دودھ) جاہل کے سوا کسی پڑھے لکھے کی زبان سے نہ نکلے گا۔ لیکن اگر اس زمانے کے لحاظ سے کوئی شخص آتش فلق اور شوق کو جاہل مطلق قرار دے تو اُسکی عقل کا خدا ہی حافظ ہے۔

۵۵ ع مشتاق کو خوش خبر سنائی۔

حضرت شرر فرماتے کہ بھلا کوئی بھی (خوش خبری) کی جگہ (خوش خبر) کہہ سکتا ہے۔ شاید کہا جائے کہ (خوش خبر) خبر خوش کی ترکیب مقلوب ہے مگر یہ اُردو مین اس سے بدتر ہے کوئی خوشخبری کی جگہ۔ خوش خبر کہہ سکے یا نہ کہہ سکے مگر حافظ نے کہا ہے۔ جیسا کہ اس کے ذیل کے شعر سے ثابت ہے ؎

مژدہ اے دل کہ دگر باد صبا باز آمد　　ہدہد خوش خبر از طرف سبا باز آمد

اس شعر مین (خوش خبر) کے معنی (خوشخبری) اور مژدہ کے ہین جسکو استعارتاً ہدہد کہا ہے اب رہا یہ دعویٰ کہ ترکیب مقلوب کا استعمال اُردو مین بدترین افعال مین سے ہے اسکا جواب اساتذہ زبان اُردو کے اشعار ذیل زبان حال سے دے رہے ہین۔

ہجر کی شب کی مصیبت کسطرح تحریر ہو آتش　　جمع کر سکتا نہین کوئی پریشان خواب کو

یعنی خواب پریشان کو ناسخ ؎

لپٹین گے آکے حال مین ہم صوفیونکی طرح　　بیٹھے ہین گرچہ بزم مین مطرب بسر سے دور

یعنی بسر مطرب سے دور ناسخ ؎

مرا رعنا غزال آکر لحد پر جا نہین سکتا　　کہ ہے گُل وام کا عالم یہان پھولونکی چادر مین

(غزال رعنا کے بدلے رعنا غزال اور دام گل کے عوض گل دام ملاحظہ ہو) قلق طلسم الفت ؎

یہ تو کیا دخل ہے کہ عذر کرین　　کہئے تو سب غلامی خط لکھدین

دل فگارون کو چھیڑتے ہو عبث　　دوختہ زخم اُدھیڑتے ہو عبث

(خط غلامی) کے بدلے غلامی خط اور زخم دوختہ کے عوض دوختہ زخم ملاحظہ ہو

۵۹　وان جوڑا چست و تنگ بدلا　　یان جوڑے کے مُنھ کا رنگ بدلا

اعتراض ہے کہ اگر دوسرے مصرع مین جوڑے کے عوض (مادہ) کا لفظ استعمال کیا جاتا تو مین خیال کرتا ہون کہ زیادہ فصیح ہوتا)

اس اعتراض کی نسبت مین صرف اسقدر عرض کرونگا کہ اس موقع پر نسیم نے میرحسن کی تقلید کی ہے اُردو کی پہلی اعلیٰ اور مقبول عام مثنوی سحرالبیان مین بدرمنیر کی رقیب یون بے نظیر سے کہتی ہے ؎

تجھے سیر کو مین نے گھوڑا دیا　　کہ اُس مالزادی کو جوڑا دیا

حضرت شرر کے اصول کے مطابق میرحسن کے اس شعر مین (جوڑے) کے بدلے (نر) زیادہ فصیح معلوم ہوگا

۶۰　ع　دیکھا تو وہ دونون کرتے تھے خواب)

اعتراض ہے کہ (خواب کردن) فارسی کا محاورہ ہے۔ اُردو مین سونے کے محل پر (خواب کرنا) کہنا غلط ہے اور اگر اسمین کسی صاحب کو عذر ہو تو ناسخ۔ و آتش کے زمانے سے اسوقت تک کسی مستند شخص کے کلام سے ثبوت پیش کرین۔ مجکو عذر ہے (خواب کرنا) اُردو کا محاورہ ضرور ہے دو شعر تمثیلاً درج ذیل ہین　آتش ؎

انتظار ملک الموت مین بیدار ہون مین　　بخت خفتہ کو مرے خواب گران کرنے دو

کرین شوق سے آج اس جادہ خواب　　مین خط کا لکھونگا اُسے خود جواب

۶۰　اور دھ پنچ۔ حضرت شرر نے اعتراض تو بڑے زورون مین کیا تھا۔ مگر مادہ برآمد ۱۲۔

اب مین یہ نہین کہ سکتا کہ حضرت شرر کے نزدیک آتش و شوق (مستند شخص) ہین کہ نہین[له]

لله ع اُس نقش مراد کو جگایا۔ (یعنی بکاولی کو)

اعتراض ہے کہ جب اسی (یعنی بکاولی کو) نقش مراد دیا تھا تو فعل بھی اسکے مناسب لاتے۔ حالانکہ جگایا صرف جادو جاتا ہے۔ نقش نہین جگایا جاتا اگر بفرض محال یہان بھی لیا جائے کہ نقش جگانا) اُردو کا محاورہ نہین ہے۔ تب بھی حضرت شرر کا اعتراض کوئی معنی نہین رکھتا اس وضع کے شعر اُردو شعرا کی تصانیف مین بہت مل جائینگے۔ مثلاً قلق طلسم الفت مین شہزادی کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہین سے کہ یہ سرو ریاض رعنائی + باغ سے کوئی گل کھلالائی + چونکہ تمام شعراے اُردو فارسی نے سرو کو بے گل و ثمر) قرار دیا ہے۔ لہذا حضرت شرر کے کلیے کے مطابق قلق نے جب شہزادی کو سرو قرار دیا تھا تو فعل بھی اُسکے مناسب لاتے۔ سرو کے لیئے گل کھلانا) بالکل خلاف واقعات ہے۔ مگر حضرت شرر کا کلیہ صحیح نہین ہے نہ قلق کا شعر قابل اعتراض ہے نہ نسیم کا۔ طوالت مضمون کے لحاظ سے صرف ایک مثال دینے پر اکتفا کیا۔ ورنہ متعدد سندین پیش کی جاسکتی تھین (نقش مراد) پر کیا منحصر ہے نسیم اگر یہ کہتے ع اُس ماہ کو خواب سے جگایا تب بھی غلط نہوتا۔ لیکن چونکہ جادو جگایا جاتا ہے اور نقش کو جادو سے ایک خاص تعلق ہے۔ لہذا شعر مین ایک خاص لطافت پیدا ہوگئی جس شخص کو شعر و سخن سے مذاق ہے وہ شعر کی نزاکت اور خوبی بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

۱۲ ع وہ نقش وفا عمل مین پائی۔

اعتراض ہے کہ (چاہیئے تو یون تھا) کہ اس نقش وفا کو عمل مین پایا) لیکن خیر اگر خلاف محاورہ زبان اختیار کی تھی تو تذکیر و تانیث کا لحاظ رکھتے۔ بکاولی کو قرار تو دیا نقش اور پھر اُسکے ساتھ فرماتے ہین (پائی) زبان[ٮله] کو یہ کسقدر ناگوار گذرتا ہے) اس اعتراض کے پہلے حصے کا جواب اُردوے معلی

له اودھ پنچ ہرگز نہین (مستند شخص) وہی ہو جو آنکھین بند کرکے یہ لکھدے کہ حضرت شرر کے اعتراضات کسی کے اُٹھائے نہین اُٹھ سکتے اور جو اسکے خلاف کہے وہ شہلہ ہے ۱۲ ٮله غالباً حضرت شرر کا مطلب کانون سے ہے ۱۲ –

(جولائی سنہ ۱۹۰۵ء) مین دیدیا گیا ہے) یعنی جس صورت پر فعل کا استعمال اس مصرع مین ہوا ہے وہ نسیم کے وقت مین جائز تھا - اس موقع پر بھی چند مثالین درج ہین - آتش ؎

تمھارے روبرو پھیکا رخ شمس و قمر دیکھا وہ نان بے نمک پایا یہ شیر بے شکر دیکھا

(اس شعر کے دوسرے مصرع مین وہ نان بے نمک پایا) سے مراد یہ ہے کہ (اسکو نان بے نمک پایا - واجد علی شاہ اختر بلیے تعشق ؎

پایا نہ گروہ ماہ طلعت پوشیدہ رہا برنگ نکہت

(یعنے اُس ماہ طلعت کو نہ پایا) رجب علی سرور (فسانۂ عجائب) دولھانے سہرا سر سے لپیٹ دُلھن گود مین اُٹھائی (یعنی دُلھن کو گود مین اُٹھایا) اسیطرح اور مثالین دیجا سکتی ہین

اس مصرع پر دوسرا اعتراض ہے کہ (نقش) کے ساتھ پائی استعمال کرنا ناجائز ہے - اسکی نسبت پھر مین عرض کرونگا کہ جس شخص نے نسیم کے علاوہ کسی اور شاعر کا کلام بھی پڑھا ہے وہ ایسا اعتراض نکرے گا اس قسم کی ترکیب اردو مین عام ہے - چند مثالین طلسم الفت سے سنداً درج ذیل ہین ؎ بولین سب جو ہین اُتری وہ خورشید + نکل آیا کہین سے تو خورشید) حضرت تمر کے اصول کے مطابق (خورشید) کے ساتھ (اُتری) استعمال کرنا زبان کو ناگوار گذرتا ہے) ؎

کہ وہ سرو ریاض رعنائی باغ سے کوئی گُل کھلا لائی

(حضرت تمر کہین گے کہ شہزادی کو قرار تو دیا سرو) اور پھر اسکے ساتھ فرماتے ہین گُل کھلا لائی (زبان کو یہ کس قدر ناگوار گذرتا ہے) ؎

فرصت وقت وہ قمر پا کر گود مین بیٹھی اُسکی اٹھلا کر

(قمر) کے لئے بیٹھی ملاحظہ ہو)

۱۳ ؎ ع شعلے سے زیادہ پاک دامان -

اعتراض ہے کہ (بکاؤلی راجہ اندر کی محفل مین جل چکنے کے بعد پھر زندہ ہوئی اور ناچنے کو کھڑی ہوئی - تو چونکہ کثافت سے پاک و صاف ہوگئی تھی - لہذا اسکی تعریف کرتے ہین

(شعلے سے زیادہ پاک دامان) بھلا یہ پاک دامانی کا کون محل تھا۔ کہنا چاہیئے تھا پاک و صاف اور کہہ گئے (پاک دامان) کتنا معقول[1] تصرف شاعرانہ ہے۔

اس اعتراض سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اس مصرع کی لطافت تو درکنار حضرت شرر اس کا مطلب بھی نہ سمجھ سکے ورنہ ایسا اعتراض نفرماتے۔ بکاؤلی کی (کثافت) اخلاقی کثافت تھی یعنی اسکا دامن ایک غیر جنس کی صحبت سے آلودہ ہوگیا تھا۔ وہ اسلیئے جلائی گئی کہ از سر نو وجود مین آکر پیشتر کی سی پاک دامان ہو جائے جیسا کہ راجہ اندر کے حکم سے ظاہر ہے ؎

بو آتی ہے آدمی کی لیجاؤ ناپاک ہے آگ اسے دکھلاؤ

اگر محض جسمانی کثافت دور کرنا مقصود ہوتا تو محض پانی سے غسل کافی تھا اور اس موقع پر (پاک و صاف) کہنا درست ہوتا۔ مگر جو واقعات نسیم نے نظم کیئے ہین انکے مطابق (پاک دامان) ہی کہنا مناسب تھا اس موقع پر یہ لکھدینا بھی مناسب ہے کہ شعلے کو شعرا نے (پاک دامن) قرار دیا ہے کسی فارسی اُستاد کا مشہور شعر ہے ؎

عبث دعوائے خون پروانہ بر شعلہ ہمیدارد چو از آلایش آن دامنش را پاک می بیند

۱۴۳ ع معمول سے پھر بزم ہوئی جمع۔

اعتراض ہے کہ (حسب معمول یا معمول کے موافق کی جگہ (معمول سے) نسیم کی اُن فصاحتوں مین سے ہے جنسے سارا لکھنؤ محروم ہے

اس اعتراض کی نسبت مین صرف اسقدر عرض کرونگا کہ اگر قلق لکھنوی کی زبان لکھنؤ کی زبان ہے تو حضرت شرر کو اس اعتراض کی نسبت پھر کچھ تحریر نہ فرمانا چاہیئے۔ طلسم اُلفت کا شعر ہے ؎

ساتھ اُس آفتاب کو لیکر آئی معمول سے سسرہی پر

اگر محض ابلہ فریبی مدنظر نہو تو اس قسم کے اعتراضات سے کوئی ظاہرا فائدہ نہین معلوم ہوتا۔

۱۴۵ ع جام اس نے بھر اکہا پیارے۔

---

[1] اودھ پنچ۔ اور یہ اعتراض کتنا نامعقول ہے ۱۲۔

حضرت شرر فرماتے ہین۔ سبحان اللہ! (پیارے) کیا خوب رعایت تو اچھی ہے مگر یہ بکاولی ہے یا تاج الملوک کے گھر مین کوئی گوارن آ پڑی ہے) مجھکو تو گوارن کی زبان کی شناخت نہین مگر اسقدر جانتا ہون کہ (پیا) کا لفظ اہل لکھنؤ کی زبان پر بھی جاری ہے۔ رنگیلے پیا جانعالم۔ شاہ عالم پیا دہلی کا مشہور فقرہ ہے۔ علاوہ برین۔ بکاولی نے یہ لفظ خلوت کے موقع پر اختلاط کی گفتگو کے سلسلے مین استعمال کیا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اختلاط کی گفتگو مین زیادہ فصاحت و بلاغت سے کام نہین لیا جاتا ہے بلکہ اصلی جذبات دلی کا اظہار پرجوش الفاظ مین کیا جاتا ہے یہ حالت تو خیر مستثنیٰ حالتون مین سے ہے بے تکلفی کے اور موقعون پر بھی اس قسم کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہین۔ مثلاً طلسم اُلفت مین ایک ایسے موقع پر قلق نے شہزادی اور اُسکی سہیلی کی گفتگو کی تصویر یون کھینچی ہے ؎

مسکرا کر وہ حور غمزے سے　　اُنگلی چمکا کے بولی ٹھینگے سے

غالبًا ٹھینگے سے عربی یا فارسی کا محاورہ نہین ہے اور نہ لکھنؤ کی شریف زادیان عام طور پر ایسے الفاظ زبان پر لاتی ہین۔ یہ محاورہ خاصکر (گنوارنون) کی زبان سے سُنا جاتا ہے علاوہ برین متقدمین کے کلام مین ہندی الفاظ کثرت سے استعمال ہوے ہین۔ مثالین ملاحظہ ہون میرحسن (سحرالبیان) ؎ مسافر سے کرتا ہے کوئی بھی پیت + مثل ہے کہ جوگی ہوے کسکے میت واجد علیشاہ (دریائے تعشق) ؎ ہم تینون تمھاری چیریان ہین + بن داموں خریدی لونڈیان ہین قلق (طلسم اُلفت) وہ بھی جب راضی ہو تو کر دینا + حسب خواہش اُسے بھی بر دینا قلق ایضاً ؎ آپ نے اچھے گھر دیا مجھکو + خوب بر ڈھونڈھ کر دیا مجھکو قلق دیوان ؎ گل شمع کا جو مہکے گلزار انجمن مین + بلبل ابھی جنم لے پروانے کے برن مین نواب مرزا شوق (لذت عشق) علاوہ برین اور اسے خوش سیر + نصیبو نسے ملکہ نے پایا یہ بر +

ل اودھ پنچ۔ واہ مولانا شرر واہ آپنے اپنی زبان خوب پہچانی ۱۲ ع اودھ پنچ خلوت کے موقع پر حضرت شرر نے (پیا) کی گرفت خوب کی ۱۲۔

ﷺ۱۶ ع کف مین نمکین کباب لیکر چھڑکا نمک ان جراحتون پر

حضرت شرر فرماتے ہین (کہ اگر باورچیخانہ سے خاص ضرورت کے لیئے نمک منگوایا تھا تو کباب کیون ہاتھ مین لئے ۔ کیا یہ بھی کوئی ٹوٹکا تھا ۔ اگر انھین کبابون کا نمک تھا تو چھڑکا کیونکر گو کہ اس اعتراض کا سنجیدگی کے ساتھ جواب دینا سخن فہم حضرات کی توہین کرنا ہے لیکن حضرت شرر نے چونکہ اس شعر کے معنی سمجھنے مین غلطی کی ہے ۔ لہذا اس غلطی کا رفع کرنا ضرور ہے ۔ حضرت شرر کو غالبًا معلوم ہوگا کہ (زخمون پر نمک چھڑکنا) اُردو کا مشہور محاورہ ہے ۔ جو کہ رنج و تکلیف ایذا دینے کے معنو نمین استعمال ہوتا ہے پس اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ تاج الملوک نے اپنے زخمی ہاتھو نمین کباب لیکر اپنی تکلیف اور بڑھائی (نمک چھڑکنا) اس شعر کے دوسرے مصرع مین استعارتًا استعمال کیا گیا ہے ۔ اور چونکہ تکلیف زخم کی وجہ سے تھی اور (نمک سے) اسمین زیادتی ہوئی لہذا اس خاص موقع پر اس محاورے کی لطافت دوبالا ہوگئی ہے یہان باورچی خانے کا خیال بے محل ہے

ﷺ۱۷ ع پہونچا اس بزم مین سمان پر ۔

اعتراض یہ ہے کہ (اگر سمان یہان وقت کے معنو نمین ہے تو خلاف محاورہ ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ جسوقت سمان بندھا ہوا تھا پہونچا تو یہ خیال ان الفاظ مین ادا کرنا کہ سمان پر پہونچانا بالکل غلط ہے

حضرت شرر کا یہ اعتراض اس زمانے کے لحاظ سے درست ہے ۔ کیونکہ اس زمانے مین عمومًا سمان بندھنا بولا جاتا ہے اور (سمان) کا لفظ بجاے خود (کیفیت) کے معنون مین بھی استعمال ہوتا ہے ۔ مگر قدما کے کلام مین اس لفظ کا استعمال اسطرح پر جائز سمجھا جاتا تھا چند مثالین درج ذیل ہین تسیر ؎

اے چرخ مست حریف اندوہ بیکسان ہو کیا جانے منھ سے نکلے نالے کا کیا سمان ہو

یعنی نالے کی کیا کیفیت ہو ۔ نواب مرزا شوق (لذت عشق) ؎

سمان تو یہ تھا نور کا ہو رہا یہ شہزادہ منھ کھولے تھا سو رہا

ﷺ اودھ پنچ ۔ شرر نے اگر باورچیخانے کا خیال کیا تو ع دماغ بیہودہ پخت و خیال باطل بست ۱۲

اب اس زمانے مین اگر کوئی اس شعر کے پہلے مصرع کے خیال کو ادا کریگا تو وہ کہے گا کہ وہان تو یہ نور کا سمان بندھا ہوا تھا - مگر نواب مرزا شوق نے (سمان) کیفیت کے معنون مین الگ استعمال کیا ہے اور پہلے مصرع کے معنے یہ ہین کہ ایک نور کی کیفیت طاری تھی - صبا (مثنوی شکارگاہ) ؎

کرم ہے یہ بندون پہ اللہ کا ‌ ‌ ‌ زمانہ ہے واجد علی شاہ کا

سمان روز پریونکے گانے کا ہے ‌ ‌ ‌ سلیمان یہ اپنے زمانے کا ہے

سمان روز پریونکے گانے کا ہے - یعنی روز پریون کے گانے کی کیفیت پیش نظر رہتی ہے اس زمانے مین یہ خیال اسطرح ادا کیا جائیگا کہ روز پریون کے گانے کا سمان بندھا رہتا ہے نسیم نے بھی سمان اسی صورت پر کیفیت کے معنون مین استعمال کیا ہے - ع پہونچا اس بزم مین سمان ہم کے معنے یہ ہین کہ اس بزم مین عین کیفیت کے موقع پر پہونچا -

شاہ ‌ ‌ دی آنکھ جو شہ نے رونمائی ‌ ‌ ‌ چشمک سے نہ بھائیون کو بھائی

اعتراض ہے کہ (کیا چیز نہ بھائی) بادشاہ کا رونمائی مین آنکھ دینا) تو پھر بھایا چاہیئے اس شعر کے صاف معنی تو یہ ہین کہ (بادشاہ کی رونمائی مین آنکھ دینی بھائیونکو نہ بھائی) مگر حضرت شررؔ کی اصلاح کے مطابق یہ شعر یون ہونا چاہیئے ؎ دی آنکھ جو شہ نے رونمائی + چشمک سے نہ بھائیونکو بھایا + اب اسکا فیصلہ سخن سنج خود ہی کرلین کے کہ اصلاح رکس پایہ کی ہے -

چک بست لکھنوی

از اودھ پنچ جلد ۲۹ نمبر ۳ مطبوعہ ۱۴ ستمبر ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم ۸

(از چکبست لکھنوی)

گلشن مین سُنکے زمزمہ پردازیان مری
دم بند ہو گیا ہے مرے ہم صفیر کا

اتفاقیہ ایک دوست کی عنایت سے یکم اگست ۱۹۰۵ء کا اتحاد مجھ تک پہونچ گیا۔ اسمین خلاف امید گلزار نسیم کے متعلق چند سطرین نظر سے گذرین خلاف امید مین نے اس لیئے لکھا کہ میرا یہ خیال تھا کہ اتحاد کو ان جھگڑے کی باتون سے کیا مطلب اتحاد تو ایک اخلاقی اور تمدنی رسالہ ہے علمی مباحثون سے اور اس سے کیا سروکار۔ لیکن یہ خیال غلط نکلا۔ خیر اب اطناب محل کو چھوڑکر وہ چند سطرین ملاحظہ ہون جو کہ حضرت شرر نے اتحاد مین اس بحث کے متعلق لکھی ہین حضرت موصوف فرماتے ہین۔

گلزار نسیم پر جو اعتراضات جولائی ۱۹۰۵ء کے دلگداز مین کیئے گئے تھے اُنکا جواب سُنتے ہین کہ مسٹر چکبست نے اپنے نام سے اودھ پنچ مین شائع کرایا ہے۔ مگر ہم ایسے بازاری اور کم حقیقت پرچون کی طرف خطاب کرنا خلاف شان خیال کرتے ہین اگر وہ تحقیقی جواب چاہتے ہین تو کسی مہذب و باوقعت پرچے مین لکھین۔

حضرت شرر کے اس ارشاد کی نسبت چند باتین دریافت طلب ہین۔ اولاً یہ کہ حضرت شرر کو میرے جوابات سے مطلب ہے نہ کہ اودھ پنچ سے اور اگر حضرت موصوف میرے مضمون کا (تحقیقی جواب) عنایت فرماتے تو وہ میری طرف خطاب کرتے نہ کہ اودھ پنچ کی طرف اودھ پنچ تو

درکنار اگر مین واقعی کسی بازاری اور کم حقیقت پرچہ مین مثلاً کسی دوکان کے اشتہار وغیرہ مین اپنا مضمون شائع کراتا تب بھی کوئی ایسا شخص جسے کچھ بھی عقل سلیم سے بہرہ ہے یہ کہنے کی جرأت نکرتا کہ چونکہ مضمون مذکور ایک کم وقعت پرچے مین شائع ہوا ہے لہذا اسکا جواب دینا خلاف شان ہے اگر کوئی بات کسی مضمون کے جواب لکھنے مین ہارج ہوسکتی ہے تو وہ اُس خاص مضمون کی وقعت وحقیقت ہے نہ کہ اس پرچے کی (حقیقت ووقعت) جسمین کہ وہ مضمون شائع ہوا ہو اگر حضرت شرر یہ عذر پیش کرین کہ انھون نے اودھ پنچ سے اپنی نگاہ تلطف وکرم پھیر لی ہے اس صورت مین وہ مضامین اُن کی نظر سے کیونکر گذر سکتے ہین جو کہ اُسمین شائع ہوتے ہین اسکی نسبت مین یہ عرض کرونگا کہ جن حضرات سے آپ نے یہ سُنا تھا کہ سیر امضمون اودھ پنچ مین شائع ہوا ہے اُن سے آپ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ وہ حضرات آپکی خدمت مین صرف اسقدر حصّہ اودھ پنچ کا لے آئین جسمین کہ اعتراضات کا جواب درج ہے ۔اور اگر زیادہ احتیاط منظور تھی تو آپ اس خاص حصّہ کی نقل طلب کرا سکتے تھے القصہ حضرت شرر کا عذر ایسا عذر ہے جسکی معقولیت تسلیم کرتے مین تامل ہوتا ہے۔ اور مین کیا جسکی نظر سے یہ چند سطرین گذرینگی وہ بھی خیال کریگا کہ عذر تو بیجا ہے ۔حضرت شرر کا اصل منشا یہ ہے کہ (عام پبلک) (آپ کے تحقیقی جواب) کے فیض سے محروم رہے ۔

میرا دوسرا سوال حضرت شرر سے یہ ہے کہ اودھ پنچ کس لئے بازاری اور کم حقیقت پرچہ ہے اور کب سے یہ ایسا (بے وقعت) ہوگیا کہ اسکی طرف خطاب کرنا خلاف شان ہے ظاہر ہے کہ اخبار کی وقعت کا اندازہ اُسکے مضامین سے ہوتا ہے اودھ پنچ کو جیسے نامہ نگار ملے اُنکے کمال مین داغ لگانا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے ۔ مرزا نسیم ظریف ۔پنڈت تربھون ناتھ ہجر ۔احمد علی کسمنڈوی وغیرہ کے نام سے کون واقف نہین ہے ۔ اللہ اللہ کیسے ظریف و نکتہ سنج وسخن فہم وسخندان حضرات تھے ع ترستی ہین یہ آنکھین محال ہے دیدار ۔

یہ جنت نصیب بزرگ اسی اودھ پنچ ہی کے مضمون نگار تھے جیسے حضرت شرر بازاری

لہ اودھ پنچ ۔ہم تو یہ ہرگز نہ کہینگے ۔ غیر دنیہ عنایت ہوعبث کی نظر بھی + پڑ ہی تے جاتے ہین کنکھیو نسے ادھر بھی ۱۲

اور کم حقیقت) پرچے کے نام سے یاد فرماتے ہین یا اب بھی اودھ پنچ کے ستون اعظم احمد علی صاحب شوق و سید اکبر حسین صاحب۔ اکبر اور دوسرے با کمال حضرات زندہ ہین جنکی ذات پر اُردو کے ادب کو فخر ہے۔ انہین سے اکثر حضرات کی شہرت کا آفتاب اودھ پنچ ہی کے اُفق سے طلوع ہوا ہے اور ابتک اودھ پنچ کو اُن پر ناز ہے اور انھین اودھ پنچ پر خود اڈیٹر صاحب اودھ پنچ کے کمال کی نسبت مین کچھ عرض نکرونگا محض اسلیئے کہ ع مبادا بار خاطر ہو کسی طبع گرامی کا آج کون اخبار یا رسالہ ہے جسکو ایسے باکمال نامہ نگار ملے ہون کہ جنکا شمار ملک کے اعلے لکھنے والو نمین ہوا ہو اور جنکے زور قلم کے طفیل سے ایک نئی قسم کا لٹریچر پیدا ہو گیا ہو۔ میرے لکھنے کی ضرورت نہین ہر سخن شناس او منصف مزاج شخص جانتا ہے کہ اُردو زبان کبھی اودھ پنچ کے احسان سے سبکدوش نہین ہو سکتی۔

اودھ پنچ کی وقعت کا اندازہ تو محض اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اسکا سکہ تقریباً تیس برس سے اخباری دنیا مین جاری ہے حضرت شرر تو خود ایک کہنہ مشق اڈیٹر ہین اور مختلف رنگ کے رسالے اور اخبار نکال چکے ہین۔ آپ سے یہ کہنے کی ضرورت نہین۔ کہ بغیر کسی اعلی جوہر کے کوئی پرچہ تیس برس تک نہین قائم رہ سکتا جو اخبار یا رسالے بد لیاقت اڈیٹرونکے زیر اہتمام شائع ہوے اور جنکی اشاعت مین محض ذاتی نفع کا خیال دامنگیر رہا وہ دو تین برس سے زیادہ نہ چل سکے اور آخر کار اُن پرچونکے بدلے اُنکے اڈیٹرونکی زبان پر پبلک کی نا قدردانی کے شکوے جاری رہے۔ مگر یہ شکوے کوئی معنی نہین رکھتے زمانہ ایک زبردست محک حق و باطل ہے یہ اسی شئے کی مدد کرتا ہے جسمین کوئی جوہر عالی موجود ہے اور اُس شئے کو فنا کر دیتا ہے جو کہ ایسے جوہر سے خالی ہو اودھ پنچ مین اگر کوئی خاص جوہر نہوتا تو وہ اس عرصہ تک قائم نہین رہ سکتا تھا اور جہانتک مین خیال کر سکتا ہون دو تین ماہ پیشتر تو حضرت شرر بھی اسکی وقعت کے قائل تھے دلگداز جب مکرر جاری ہوا تو اودھ پنچ کیخدمت مین تبادلہ کی غرض سے حاضر ہوتا رہا حضرت شرر نے مہذب) نکالا اس سے بھی اودھ پنچ سے تبادلہ ہوتا رہا اگر اودھ پنچ بازاری اور کم حقیقت

پرچہ تھا تو کم سے کم مہذب سے اسکا تبادلہ موزون نہ تھا مہذب کے بند ہونے پر حضرت شرر نے (پردۂ عصمت) کا لا پردہ عصمت مرحوم) کو خدا بخشے اسکا مین بھی خریدار تھا اسمین اودھ پنچ اکثر مخاطب کیا جاتا تھا اور تو اور ابھی تین ماہ کا عرصہ ہوا کہ جون ۱۹۰۵ء کے دلگداز مین صفحہ ۱۵۔ پر اودھ پنچ مخاطب کیا گیا تھا خدا جانے دفعتہً یہ کیا بلا نازل ہوئی کہ اودھ پنچ ایسا بازاری اور کم حقیقت پرچہ ہو گیا کہ حضرت شرر اُس مضمون کا پڑھنا خلاف شان سمجھتے ہین جو کہ اس مین شائع ہوا ہو بیشک اگر اودھ پنچ سے اس عرصہ مین کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہوا ہے تو وہ یہ ہے کہ اس نے ایک ہندو شاعر لکھنوی کی تائید اور حضرت شرر کی تردید مین پرزور مضامین لکھے ہین اور اسکے قدیمی دوست احمد علیصاحب شوق نے بھی اس گناہ سے اپنا دامن آلودہ کیا ہے۔ حضرت شرر کے نزدیک یہ گناہ اس قابل نہین ہے کہ معاف کر دیا جائے۔ لیکن اسقدر اطمینان ضرور ہے کہ یہ لوگ قیامت مین ضرور بخشدیے جائینگے کیونکہ ع یہ اُسکے بندے ہین جسکو کریم کہتے ہین[۱]

ممکن ہے کہ حضرت شرر کہین کہ جو مضامین انکے خلاف نکلے وہ (سخت تھے) اور ایسا ہونا ممکن ہے کیونکہ فطرت کا تقاضہ ہے کہ انسان کو اپنے خلاف موم بھی آہن معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس موقع پر چند امور غور طلب ہین اولاً یہ کہ حالی و سرشار و داغ وغیرہ کے خلاف جو مضامین پنچ مین نکل چکے ہین اُنسے زیادہ سخت یہ مضامین نہ تھے۔ بلکہ مین یہ کہونگا کہ آخر مین دو تین سال اُدھر جو مضامین جلوۂ داغ کی نسبت نکلے ہین اُنمین اکثر بدتہذیبی کا پہلو لئے ہوے تھے۔ اگر حضرت شرر کی طبع ادب آموز اُن مضامین کا بار اُٹھا سکی تو اب اپنے خلاف جو محققانہ و ظریفانہ مضامین نکل رہے ہین اُنسے حضرت موصوف کیون اسقدر ناخوش ہین۔

حضرت شرر کو دیکھنا چاہیئے کہ اُنھون نے بھی عظیم الشان پیشوایان بنی نوع انسان کی طرح ایک نیا دعوی کیا ہے یعنی یہ کہ گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین ہے یہ بالکل نئی

---

[۱] اودھ پنچ سے نجات اپنی ہے دیہاتیون کے ہاتھ نہین + بڑا کریم ہے جسکے گناہگار ہین ہم + حضرت شرر کہینگے کہ (ہاتھ) کے بعد (مین) ہونا لازمی ہے ۱۲۔

بات ہے - اس صورت مین اگر حضرت شرر کے معاصرین اُنکے مقولے پر ایمان لانیکے لیے تیار نہین
ہین تو تعجب نہین - جیسا کہ پیشتر عرض کیا گیا ہے - دنیا کی تاریخ مین ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہی لیکن
جسطرح بقراط و منصور و دلوتھر وغیرہ نے کبھی اپنے مخالفین کو سخت و سُست نہ کہا اسیطرح حضرت
شرر کو بھی منشی سجاد حسین اور منشی احمد علی شوق کا قصور معاف کر دینا چاہیے یہ دیکھتے ہین کہ منشی
امیر احمد مینائی نے گلزار نسیم کے شعر زبان و محاورے کی بحث مین سند کے طور پر پیش کیے ہین -
یہ بھی اسی روش پر چلتے ہین اور گلزار نسیم کی زبان کو لکھنؤ کی مستند زبان تسلیم کرتے ہین - یہ لوگ
گمراہ ہین مگر عتاب کے مستحق نہین ہین —

نیز حضرت شرر سے میری یہ عرض ہے کہ انسان کو اپنے خلاف مضامین دیکھنے سے
پرہیز نکرنا چاہیے - انگلستان کے مشہور مقرر بریڈلا کا قول تھا کہ جب کوئی بحث در پیش ہو تو
انسان کا یہ فرض ہے کہ ہمیشہ اُن مضامین کے دیکھنے کی کوشش کرے - جو کہ اسکے دلائل کی
تردید مین شائع ہوتے ہون محض اپنے موافق دلائل دیکھنے سے تحقیق کا مادہ نہین بڑھتا - اس اصول کو
پیش نظر رکھ کر - حضرت شرر کو اودھ پنچ سے اجتناب اچھا نہین ہے جس قسم کے جوش سے
حضرت شرر کام لے رہے ہین - یہ جوش علمی مباحثون کا لطف خاک مین ملا دیتا ہے - ہر شخص کو
چاہیے کہ جادۂ اعتدال سے قدم نہ بڑھائے اگر حضرت شرر خود تھوڑی دیر کے لیے غور و فکر
سے کام لین تو آپ پر یہ روشن ہو جائیگا - کہ اودھ پنچ کی وقعت اُن کلمات سے کم نہین ہو سکتی
جو کہ آپنے اسکی شان مین استعمال کیے ہین ہان اس طعن و تشنیع کا یہ نتیجہ ضرور ہوگا کہ اودھ پنچ کے ظریفونکے
توسن طبع کو ایک اور تازیانہ ہوگا جب پیشتر حضرت شرر نے اڈیٹر پنچ کی شان مین ایک ناموزون
کلمہ استعمال کیا تھا تو آپ شاید یہ سمجھے ہونگے کہ یہ اسم اعظم اودھ پنچ کے مضامین کا طلسم توڑ دے گا
مگر یہ جادو نہ چلا اور اسکا اُلٹا اثر یہ ہوا کہ اور گرمجوشی کے ساتھ حضرت شرر کے دلائل کی تردید مین
ظریفانہ مضامین نکلنے لگے - اور اودھ پنچ کا ہمیشہ یہی رنگ رہا ہے ؎

نگردد قطع ہرگز جادۂ پنچ از دویدنہا ۔ کہ می بالد بخود این راہ چون تاک از بریدنہا

مجھکو امید ہے کہ حضرت شرر آیندہ سے نقادانہ متانت سے درگذر کرینگے اور اس عارضی جوش کو دباتے رہین گے - جو کہ اپنے خلاف مضامین لکھنے سے ہر انسان کے دل مین پیدا ہوا کرتا ہے - تلخ گفتاری کا نتیجہ اچھا نہین ہوتا فارسی کا اُستاد کہ گیا ہے ؎

دہن خویش بدشنام میالا صائب　　این زر قلب بہ ہر کس کہ دہی باز دہد

آخر مین حضرت شرر کی خدمت مین بصد ادب عرض پرداز ہون کہ اگر حضرت موصوف مجھے اودھ پنچ مین لکھنے سے اسوجہ سے روکتے ہین کہ وہ ایک (بازاری او رکم حقیقت پرچہ ہے) تو مین خانہ[۱] ساز او ربا حقیقت پرچہ کہان تلاش کرون حضرت شرر نے تو کسی ممتاز پرچہ کا نام نہین لکھا ظاہر ہے کہ اگر اودھ پنچ بازاری پرچہ اور کم حقیقت ہے اور اس قابل نہین کہ کوئی مرد شریف اسکی طرف مخاطب ہو تو جو اخبار یا رسالے اسکے تبادے مین آتے ہین یا اُسے مخاطب کرتے ہین یا اسکے مضامین نقل کرتے ہین او راُسکے صفحات کو زرین صفحات کے لقب سے مزین کرتے ہین - وہ بھی اسی کے ایسے ہین اور یہ بھی سب جانتے ہین کہ کوئی ایسا ممتاز رسالہ یا اخبار نہین ہے کہ جو اودھ پنچ کے تبادلہ مین نہ آتا ہو یا جو اودھ پنچ کا نام ادب کے ساتھ نہ لیتا ہو - پھر مین لکھون تو کس پرچہ مین لکھون بیشک حضرت شرر کے تینون پرچے ایوان ادب کے تین کنگرے ہین او رچند روز سے اودھ پنچ کے تبادلہ مین نہین آتے مگر ان پرچون کی حالت کچھ اور ہے اور ان تک میرے مضامین کی رسائی دشوار ہے -

العرفان آسمانی مسائل کی ہواؤن مین اُڑتا ہے - گلزار نسیم کی بحث علم مین ہے - العرفان کو اس سے کیا بحث ہے اتحاد ایک تمدنی او راخلاقی رسالہ ہے - یہ ان جھگڑون مین کا ہیکو پڑنے لگا - یہ اور بات ہے کہ دو چار سطرین (تفنن طبع) کے طور پر اس بحث کے متعلق اسمین لکھدی جایا کرین - اب رہا دلگداز یہ بیشک ایسی بحث کے لیئے موزون ہے اور اخباری دنیا کی عام تہذیب بھی یہی ہے کہ جس پرچہ مین کوئی بحث چھیڑی جائے تو اسکے اڈیٹر کا یہ فرض ہے

[۱] اودھ پنچ خانہ ساز نہین خانگی کہئیے - اودھ پنچ بازاری پرچہ ہے - اور دلگداز اور اتحاد وغیرہ خانگی ہین ۱۲ -

کہ اس بحث کے متعلق اپنے خلاف وموافق تمام مضامین شائع کرے - لیکن حضرت شرر نے اس عام اصول کی پابندی سے در گذر کرکے یہ اعلان شائع کردیا ہے کہ اعتراضات شائع کرنے کے بعد (گلزار نسیم کے بارے مین کچھ لکھنا دلگداز کی شان و وضع کے خلاف ہے) چنانچہ میرے اُردوئے مُعلیٰ والے مضمون کے جواب مین جو مضمون حضرت شرر نے تحریر فرمایا ہے وہ بھی دلگداز مین نہین چھپا ہے - بلکہ اُردوے معلی مین بھیجا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت شرر کسی خاص مصلحت سے سواے اعتراضات کے دلگداز مین گلزار نسیم کے متعلق کسی دوسری قسم کی بحث شائع نہین کرنا چاہتے چنانچہ آپکو خود جو کچھ لکھنا ہوتا ہے وہ آپ اتحاد مین لکھتے ہین جسکو قدرتی طور پر اُن علمی جھگڑون سے کوئی سروکار نہین ہونا چاہیئے پس دلگداز کا در بھی میرے لیئے بند ہے - مجھکو امید ہے کہ کسی آیندہ موقع پر حضرت شرر اُس (باوقعت) پرچے کا نام بتلا دینگے جسکو مخاطب کرنا آپ خلاف شان نہ تصور فرماتے ہونگے اور اگر حضرت موصوف نے یہ تکلیف گوارا نہ فرمائی تب بھی میرا کچھ ہرج نہ ہو گا کیونکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ مین نے آج تک حضرت شرر کے اعتراضات کے جواب مین جو کچھ لکھا ہے وہ بہت کچھ اس غرض سے لکھا ہے کہ ناواقفان سخن دھوکا کھانے سے محفوظ رہین -

میرا منشا یہ ہرگز نہ تھا کہ مین حضرت شرر کو قائل کرون کیونکہ روز بروز حضرت شرر کے انداز تحریر سے یہ آئینہ ہوا جاتا ہے کہ آپ گلزار نسیم پر تحقیق وتنقید کی نگاہ سے اعتراضات نہین کرتے ہین بلکہ آپ کا مطلب کچھ اور ہے ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز ورنہ در مجلس رندان خبرے نیست کہ نیست

مگر حضرت شرر اطمینان رکھین کہ جہانتک میری ذات سے تعلق ہے - میرے قلم سے ایک فقرہ بھی ایسا نہ نکلے گا جس سے کسی بندہ خدا کی توہین مقصود ہو ؎

ادب آموز ہے ہر ایک ذرہ اپنے وادی کا نہین ممکن کہ گرد اڑکر پڑے رہرو کے دامن پر

اپنا اصول تو یہ ہے کہ ؎

محبت سے بنا لیتے ہین اپنا دوست دشمن کو جھکاتی ہے ہماری عاجزی سرکش کی گردن کو

چکبست لکھنوی

نوٹ جن صاحب نے میرے پہلے مضمون کا ذکر خیر حضرت شرر سے کر دیا تھا مہربانی کر کے وہی صاحب اس مضمون کی خبر بھی حضرت موصوف تک پہونچا دین ۔ چکبست لکھنوی

۵ اودھ پنچ ۔ پنڈت صاحب آپنے جو لکھا ہے بہت صحیح ہے ۔ لیکن ایک بات آپ نہین سمجھے ۔ اودھ پنچ خاص طور سے اسلیئے کم حقیقت اور بازاری پرچہ ہو گیا کہ آپ کا مضمون لاجواب تھا اگر مضمون کا جواب ممکن ہوتا تو یہ لکھ دیا جاتا کہ ہمنے آنکھین بند کر کے اودھ پنچ ایک صاحب سے پڑھوا لیا اور پھر جواب لکھا اس موقع پر ہمین ایک نقل یاد آئی ۔ سوامی دیانند سے ایک پنڈت نے اس بنا پر مناظرہ کرنے سے انکار کیا کہ سوامی جی ملکش تھے اور وہ ملکش کی صورت نہین دیکھنا چاہتا تھا سوامی جی نے کہا کہ اچھا ایک پردہ ڈالدیا جائے تم میری صورت نہ دیکھو مگر مجھ سے بحث تو کرو وہ اس پر بھی راضی نہوا ۔ ہم بھی حضرت شرر سے یہ درخواست کرتے ہین کہ آپ پردہ کے پیچھے بیٹھکر اودھ پنچ کسی سے پڑھوا لیا کیجیئے ۔ مگر افسوس یہ ہے کہ حضرت شرر پردے کے خلاف ہین ۱۲ ۔۔

از اودھ پنچ مطبوعہ ۱۱ - مئی سنہ ۱۹۰۵ء

۶ - نسیم کی رنگین بیانی اور حضرت شرر کی شرر فشانی

(از منشی سجاد حسین صاحب)

اللہ ہے نگہبان اعلیٰ کی آبرو کا   منھ پر پڑا اُسی کے جسنے فلک پہ تھوکا

گلزار نسیم کا ایک نیا اڈیشن پنڈت برج نرائن صاحب چکبست نے از سر نو ترتیب دیکر شائع کیا ہے - اور شروع مین ایک بسیط دیباچہ بھی لکھا ہے جسمین نسیم کے حالات زندگی لکھے ہین اور نسیم کی شاعری پر بحث کی ہے پنڈت تر لوکی ناتھ صاحب کول کشمیری محلہ لکھنؤ سے بقیمت ۶ر مل سکتی ہے -

گلزار نسیم کے آجکل سیکڑون نسخے شائع ہوتے ہین مگر سب مین کچھ نہ کچھ کاتب کی اصلاح ضرور ہوتی ہے - حضرت چکبست کو ایک ایسا نسخہ دستیاب ہوا جو نسیم کی تصحیح سے شائع ہوا تھا لہذا عقل سلیم کا اشارہ یہ ہے کہ یہ نسخہ ضرور مستند نسخہ ہوگا ہم نے صرف (اشارہ) کا لفظ اس لئے لکھا کہ بعض حضرات یہ فرماتے ہین کہ بازاری پریس نے مثنوی کو بگاڑا نہین بلکہ بنادیا [illegible] نہ تھا کہ گلزار نسیم کا نیا اڈیشن نکلے اور کوئی گل نہ کھلے - ابھی کھلے اور پھر کھلے چنانچہ مارچ اور اپریل [illegible] کے دلگداز مین مولانا عبد الحلیم صاحب شرر سابق اڈیٹر پردہ عصمت و اڈیٹر حال دلگداز و اتحاد نے گلزار نسیم پر کچھ گلفشانی کی ہے اور کچھ کیا معنی پندرہ صفحہ رنگین کیے ہین - مولانا چونکہ ہندو مسلمانون مین اتحاد [illegible]نے کی دل و جان سے کوشش کر رہے ہین لہذا گلزار نسیم کا نہایت توجہ کے ساتھ ریویو کیا گیا تاکہ کسی [illegible] کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ مولانا مسلمان ہین ایک

ہندو شاعر کی تصنیف کو نظر انداز کرکے ایسا کب اور کیونکر ہو سکتا تھا۔ عرفی کہہ گیا ہے ؎

چنان با نیک و بد عرفی بسر کن تا پسے مُردن مسلمانت بزمزم شوید و ہندو بسوزاند

مگر مولانا کی نظر ایسی دقیق واقع ہوئی ہے کہ جو نکتے تنقید گلزار نسیم مین لکھے گئے ہین وہ معمولی سمجھ کے
آدمی کو مجذوب کی بڑ سے زیادہ قریب الفہم نہین معلوم ہوتے۔ مثلاً مولانا کا ارشاد ہے کہ گلزار نسیم
ایسی نظم ہے کہ اُسکے پایہ کی نظمین اُردو مین دو چار ہی ہونگی۔ مگر اسی مقام پر فرماتے ہین کہ غلطیونکے
لحاظ سے اس سے بدتر نظم اُردو مین نہ ملیگی اور پھر فرماتے ہین کہ اُردو شاعرون کا یہ طریقہ رہا ہے
کہ جسکے کلام مین ایک غلطی نکل آتی ہے اُسکی تمام خوبیان اس ایک لغزش پر قربان کردیتے ہین مگر
گلزار نسیم کو باوجود اس قدر معائب کے کہ جنکی نظیر اُردو نظمون مین کم ملیگی اسقدر شہرت حاصل ہے
یہ اجتماع ضدین واقعی سمجھ مین نہین آتا یہ تو وہی ہے جیسے کہ صوفیون اور ویدانتیون کے
مقولے ہین کہ سب کچھ ہے اور کچھ نہین دنیا ماتم سرا بھی ہے اور عشرت سرا بھی مگر اس سب کا
ایک مطلب تو صاف ہے کہ گلزار نسیم کی نسبت جو مولانا کو سوجھی ہے وہ آجتک کسی کو نہین
سوجھی۔ ممکن ہے کہ مولانا کسی موقع پر اس اجتماع ضدین کی تشریح کردین اُسوقت اُسکے
متعلق کچھ لکھا جائیگا بالفعل اس تمہید کو چھوڑ کر زیادہ قریب الفہم تنقید کا ذکر کیا جاتا ہے
وہ کیا۔ یعنی مولانا کا پہلا اعتراض تو یہ ہے ۔ کہ گلزار نسیم۔ نسیم کی تصنیف ہی نہین حالانکہ
اس موقع پر ہم اتنا ضرور کہین گے کہ اس اعتراض مین وہ جدت نہین ہے جو تمہید مضمون مین
تھی یہ اعتراض بے دلیل ہے اور لکھنؤ کے بھنگیڑ خانون مین اسکا اکثر ذکر ہوا کرتا ہے مگر جسقدر
جدت ہو سکتی ہے وہ مولانا نے اس اعتراض کی تائید مین صرف کردی ہے یعنی پہلے تو مولانا
فرماتے ہین کہ گلزار نسیم اصل مین نسیم ہی کی تصنیف تھی۔ لیکن اصلاح کے وقت انتخاب
و اختصار کا آخری عمل و تصرف خواجہ آتش کے قلم سے ہوا اس دعوی کی تائید مین مولانا
فرماتے ہین کہ منشی اشرف علی صاحب اشرف کسمنڈوی مرحوم نے خود مولانا موصوف سے
اس واقع کو بیان کیا ہے اور یہ بھی فرماتے ہین کہ مولانا کے بزرگون سے میر زین علی صبا نے بھی

یہی کہا تھا علاوہ سلسلے اور تواتر کے شکست اور راویوں کے مجروح ہونے کے ہم اس موقع پر
اس قدر کہیں گے کہ ہم سے ایک معتبر نائی کہتا تھا کہ یہ مثنوی اصل میں مصحفی کی کہی ہوئی تھی مصحفی نے
یہ مثنوی آتش کو دیدی تھی کہ تم اپنے نام سے چھاپ دو مگر آتش نے خدا جانے کس وجہ سے
یہ مثنوی اپنے نام سے شائع کرنی مناسب نہ سمجھی انھوں نے باری باری اپنے سب شاگردوں سے
کہا کہ بھئی تم اپنے نام سے چھاپ دو بلکہ خلیل سے باصرار کہا کہ اسکا نام گلزار خلیل اچھا ہوگا مگر سب نے
اس مثنوی کا لینا نامنظور کیا نسیم چونکہ ہندو تھے انھوں نے اس مثنوی کو اپنے نام سے چھپوانا
قبول کر لیا یہ نائی (خدایش بیامرزد) آتش کا خاص حجام تھا ایکدن مصروف اصلاح تھا کہ
آتش نے کل واقعہ بیان کیا بلکہ یہ بھی کہا کہ مصحفی نے یہ مثنوی اپنے ہمعصر میر حسن کی مثنوی کے
جواب میں کہی تھی مگر چونکہ اسمیں اور اُسمیں باعتبار شاعری اور خوبی زبان کے کوئی نسبت نہ تھی
لہذا امید نہ تھی کہ میر حسن کے مقابلہ میں کوئی اسکا نام لیگا لہذا انھوں نے یہ مثنوی آتش کو دیدی
اور آتش نے اسی خیال سے اپنے شاگردونکے حوالہ کرنا چاہی - خیر یہ تو ہمارے معتبر نائی کا
بیان ہے مگر اسے کون مانتا ہے اور خصوصاً کشمیری پنڈت تو کبھی نہ مانیں گے - لہذا ہم تھوڑی
دیر کے لئے مولانا شرر ہی کی تاریخی تحقیقات مانے لیتے ہیں کہ مثنوی اصل میں نسیم ہی کی
تصنیف ہے لیکن آخری انتخاب و اختصار کا عمل اور تصرف آتش کے قلم سے ہوا - مگر خرابی یہ ہے
کہ آگے چلکر مولانا موصوف وہی اجتماع ضدین کا جدت آمیز اصول پیش نظر رکھکر فرماتے ہیں
کہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ آتش نے خود اس مثنوی کو تفنن طبع کے طور پر کہا ہو اور پھر اُسمیں
متعدد لغزشیں دیکھکر اُسے بجائے اپنے کسی کی طرف (یعنی نسیم کی طرف) منسوب کر دیا ہو اب ہم
ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ مولانا کا جو بیان پسند آئے اسکا اعتبار کر لیں ہاں ہم مولانا کی طبیعت داری
کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ کس آسانی سے مولانا موصوف ایسے تاریخی واقعات
پیدا کر لیتے ہیں جنکے لئے تاریخی شہادت ملنا ممکن نہیں، گر مولانا کی قوت خیال ایسی ہی زبردست ہے
کہ اُسکے سانچے میں کوئی عجیب و غریب واقعہ ڈھال لینا مشکل نہیں ناظرین کو یاد ہوگا کہ جب

مولانا سے موصوف پردۂ عصمت نکالتے تھے تو آپ نے یہ تاریخی واقعہ ایجاد کیا تھا کہ ہندوستان
مین پردہ کی رسم چین سے آئی اور پھر مسلمانون نے پردہ کی رسم ہندوون سے سیکھی افسوس ہے
کہ (پردۂ عصمت) اس دنیا سے جلدی اُٹھ گیا اور اس ایجاد تازہ کی خبر اہل یورپ تک نہ ہوئی
ورنہ وہ لوگ مولانا کی جدّت طبع کی قرار واقعی داد دیتے مولانا نے وہ واقعہ ایجاد کیا تھا جسکی
شہادت کسی ملک کی تاریخ سے نہین ملتی تھی۔ مراد اس کہنے سے یہ ہے کہ جس جدّت پسند
طبیعت سے ایسے ایسے واقعہ ڈھلک نکلے اُسکے نزدیک اس امر کا ثابت کرنا کیا مشکل ہے کہ آتش
نے تفنن طبع کے طور پر گلزار نسیم کہی اور نسیم کو دیدی خصوصًا تفنن طبع نے تو اس تاریخی ایجاد مین
جان ڈالدی۔ خیر ہم اب اس عالمانہ بحث کو ختم کرتے ہین کیونکہ اسمین تاریخی تحقیقات وغیرہ کی
سخت ضرورت ہے۔ اب ہم معمولی سمجھ کے آدمیون کے لیئے کچھ لکھتے ہین۔ یعنی ہم دیکھتے
ہین کہ بقول حضرت چکبست کے آتش کے دیوان مین (یا مصحفی کے دیوان مین) ایسے
شعر اس رنگ کے نہین جو کہ گلزار نسیم کا رنگ خاص ہے اور نسیم کے دیوان مین بھی مثنوی کا
رنگ ہے جس شخص کو کچھ بھی شاعری سے مَس ہے وہ ہمارا منشا سمجھ جائیگا علاوہ برین گلزار نسیم
مین کئی ایسے خصوصیات ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سوائے ہندو (اور ہندو بھی کون
کہ کشمیری پنڈت) کے یہ مثنوی کسی دوسری قوم والے کی ہو ہی نہین سکتی ہے مثلاً ایک
مصرعہ ہے ع شب کی پوشاک بدلی ساری)

اس مصرع مین پوشاک اور ساری مین تناسب لفظی ہے ساری کشمیری خاتونون کی
پوشاک ہے۔ مسلمان شاعر کو یہ تناسب خیال ہی مین نہین آسکتا تھا کیونکہ یہان ساری مسلمان
عورتون کی پوشاک نہین۔ شاعر وہی باتین نظم کر سکتا ہے جو اُسکے خیال مین رہتی ہین۔ اسیطرح
اگر غور سے دیکھا جائے تو ایسے خصوصیات بہت ملجائینگے۔ یہ داستان تو یہان ختم ہوئی۔
اب دیکھئے کہ حضرت شرر کیا فرماتے ہین۔ مسٹر چکبست نے دیباچہ مین لکھا ہے کہ امانت کے
لیئے تناسب لفظی کا شوق جنون کے درجہ تک پہونچ گیا ہے۔ مولانا شرر کو یہ فقرہ بہت ناگوار

گذرا ہے چنانچہ فرماتے ہین وہ کہ امانت کے یان ایسے معیوب اشعار جنمین تناسب لفظی لطافت کے ساتھ نہ قائم رہ سکا وہ دو فی صدی سے زیادہ نہ ملین گے" اور پھر کہتے ہین کہ تعجب نہین کہ اتنے بھی نہ نکل سکین لیکن فوراً ہی پھر فرماتے ہین کہ سچ یہ ہے کہ امانت نے تناسب لفظی کی فکر مین اپنے تئین بدنام بہت کیا اور اس صنعت کے پیچھے پڑ کے ٹھوکرین بہت کھائین لیکن (واہی اجماع ضدین) کا جدت آمیز اصول پیش نظر کرتے پھر پلٹ جاتے ہین اور فرماتے ہین کہ تناسب لفظی کی صنعت مین جو کامیابی امانت کو حاصل ہوئی وہ کسی اور شاعر کو حاصل نہین ہوئی ہم مین اتنی جرأت نہین کہ ہم مولانا کی اس ہمت کی تردید کر سکین ہم محض چند اشعار امانت کے تمثیلا ہدیۂ ناظرین کرتے ہین ؎

پریون نے کیا جانورون تک کو مسخر
چڑیا کہو کس حور کی انگیا مین نہین ہے

جو حسن سبز کی تاثیر اک ذری ہو جائے
ترے دوپٹہ کی گھاس ای صنم ہری ہو جائے

کرے خرام جو فرش چمن پہ رشک قمر
تو چاندنی سے سوا کیک کو دریکی ہو جائے

شیرین سے کیا مین اپنے شکر لب کو دون مثال
میٹھا برس ہے یار کو وہ کہنہ سال ہے

نفرت کا دل کی گلبدنون سے یہ حال ہے
اپنے کبوتر زمین گلی خال خال ہے

لات دی مین نے ہنسی سے تو یہ اس بت نے کہا
ایڑی چوٹی پہ تری صدقے اتارے تلوے

تری جالی کی کرتی کے تصور مین جو روتا ہون
مبصر دیکھ کر آنکھونکو کہتے ہین کہ جالا ہے

پیٹتے ہین سر کو ہم سودے مین زلف یار کے
عشق مین دانتونکے کیا روتے ہین ڈاڑہین مار کے

محرم جو مین ہوا تری انگیا سے باغ مین
صیاد ذبح ہو گیا چڑیا کے سامنے

اللہ رے فرق غسل کو اترا جو وہ صنم
جمنا ملا کسی کو نہ گنگا کے سامنے

وہ نازک ہاتھ ہو ٹھہ سو جھے میرے بوسونکی جو شدت سے
کہی ہیتی لب شیرین پہ پیٹھے کی مٹھائی کی

نرگس کا اشارہ ہے کہ جو ش یرقان ہے
گل پھول کے کہتا ہے کہ شدت سے ورم کی

سو پیچ سے الفت کا کرون سلسلہ پیدا
دھاگون مین نہ وہ آئے تو ڈورا ئے گوے

بھیجے ہین مجھے خط کے عوض قند کے اولے ۔۔ پتھر پڑین اس ٹھنڈی لگاوٹ یہ صنم کی

اور یہ مصرع کہ ع بیرون مین بھی میرا ناز کبدن ملتا نہین ۔۔ امانت کا نام قیامت تک زندہ رکھے گا اگر تناسب لفظی مین کامیابی اسی کا نام ہے تو واقعی کسی اُردو شاعر کو ایسی کامیابی نہ حاصل ہوئی ہوگی جو امانت کا حصّہ ہے۔

امانت کو کامیابی کا خلعت پہنانے کے بعد مولانا نے ریویو نویسی پر وعظ دیا ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر اسکا ترجمہ یورپ کی کسی زبان مین ہو جاتا کہ اہل یورپ بھی مولانا کی اصول تنقید سے مستفیض ہو سکتے۔

اسکے بعد مولانا نے گلزار نسیم کے خاص خاص اشعار پر اعتراض جڑے ہین۔ اگرچہ اک سرسری نظر سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ اعتراضات مولانا ہی کی جدت طبع کا نتیجہ ہین لیکن مولانا موصوف نے انکسار سے کام لیا ہے کہ یہ اعتراضات عام اساتذۂ لکھنؤ کی جانب سے وارد کیے ہین ہمارے خیال مین اساتذۂ لکھنؤ کی اس سے بڑھکر ذلت نہین ہو سکتی کہ انکی جانب یہ اعتراضات منسوب کیے جائین جنسے فارسی محاورون سے عموماً اور لکھنؤ کی زبان اور شاعری سے خصوصاً عدم واقفیت کا اظہار ہوتا ہے۔

چونکہ مولانا کے دل مین لکھنؤ کے لیئے درد محبت ہے لہذا آپ نے اُردو شاعری کے سرپرست کی حیثیت سے یہ بانگ دُہل یہ اعلان شائع کیا ہے کہ اُسوقت تک جو سارے ہندوستان کا خیال ہے کہ گلزار نسیم کی زبان خاص لکھنؤ کی زبان ہے یہ محض غلط خیال ہے" گلزار نسیم مین اہل لکھنؤ کے نزدیک صدہا غلطیان ہیں اور اس مثنوی کی زبان لکھنؤ کی زبان نہین ہے"۔

یہ تو سب صحیح مگر مولانا کے حافظہ کی کوتاہی نے عجب غضب ڈھایا مولانا کو یہ یاد نہین رہا کہ وہ شروع مین نہایت زور سے لکھ چکے ہین کہ کوئی تعجب کی بات نہین ہو کہ آتش نے یہ مثنوی تفنن طبع کے طور پر کہی ہو اور پھر نسیم کو دیدی ہو ہاے یہ آتش بیچارے پر کیا ظلم ہوا جسکی زبان پر اہل لکھنؤ ناز کرین اسکے مثنوی کے لیئے (گو کہ اُس نے تفنن طبع ہی کے طور پر کہی ہو) یہ اعلان شائع کیا جائے

کہ اسکی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین - اگر ہمارے معترض کا بیان صحیح ہو تب بھی آتش جس مثنوی مین (انتخاب اور تصرف) نہ مانین ہمین ایسی غلطیان رہجائین جو مولانا شرر کو سوجھ جائین -

ع عبرت کی ہو جا فاعتبروا یا اولی الابصار

آہا ہا وہی مولانا شرر کا اجتماع ضدین) کا جدت آمیز اصول یہان بھی رنگ دکھا رہا ہے -

اب وہ اعتراض ملاحظہ ہون جو مولانا شرر نے باوجود پردہ کے خلاف ہونے کے اساتذہ لکھنؤ کی آڑ مین پیش کیے ہین -

عموماً اعتراضات ایسے ہین کہ جس شخص نے سوائے گلزار نسیم کے کسی اور اردو شعرا کا کلام بھی پڑھا ہے وہ انکی تردید نہایت آسانی سے کر دیگا اُسکا ذکر کرنا فضول ہے کیونکہ اہل لکھنؤ تو اہل لکھنؤ دیہات والے بھی ان اعتراض کو تسلیم نکرین گے - ہم اس موقع پر اُنھین اعتراضات کا ذکر کرتے ہین جن زبان کے متعلق ہین اور جنکی نسبت دیہات یا بیرونجات کے رہنے والے دھوکا کھا سکتے ہین -

مولانا فرماتے ہین کہ نسیم کا یہ مصرع کہ ع شادی کو کہا حیا اُٹھا کر - قابل اعتراض ہے کیون صاحب یہ محض اسلیئے کہ حیا اُٹھا کر کوئی معنی نہین رکھتا - آپکے نزدیک پردہ حیا اُٹھا کر ہونا چاہیئے - سبحان اللہ کیا اعتراض ہے - حیا اُٹھانا - حیا اُڑا دینا - حیا اُٹھ جانا " یہ لکھنؤ کی فصاحت زبان ہے اور شعراے اردو کے کلام مین اس محاورے کی متعدد مثالین ملجائینگی برعکس اسکے دیہات وغیرہ مین ممکن ہے کہ " پردہ حیا اُٹھا کر " مع اضافت بولتے ہون لکھنؤ کا روزمرہ حیا اُٹھانا - شرم اُٹھانا عام محاورہ ہے - امیر مینائی فرماتے ہین ع

کچھ تری شرم نہین ہے کہ اُٹھا بھی نہ سکون - مولانا کہین گے کہ یون ہونا چاہیئے تھا کہ - کچھ ترا پردۂ شرم نہین ہے کہ اٹھا بھی نہ سکون - ہماری راے مین چونکہ مولانا پردے کے سخت خلاف ہین لہذا انکو موقع بموقع پردہ ہی اُٹھانے کی فکر لاحق رہتی ہے نسیم کا مصرع ہے ع بیڑے چکنے پان کے مزیدار - مولانا فرماتے ہین کہ (چکھے) کے بدلے چکنے

غیر فصیح ہی نہین بلکہ غلط ہے۔

شعرائے دہلی و لکھنؤ تو برابر (چکھتے) کی جگہ چکھے اور رکھتے کی جگہ (رکھے) اسیطرح اور الفاظ اُس زمانے مین جب مثنوی مذکور لکھی گئی نظم کرتے آئے ہین خدا جانے مولانا کس زبان کو لکھنؤ کی زبان سمجھے ہوئے ہین۔ خیر یہانتک تو غنیمت تھا آگے چلکر مولانا موصوف فرماتے ہین کہ (پڑے) کافی تھا۔ یا ان کے بڑے محاورے مین اچھا نہین بیشک یا ان کے بڑے آپ کے دیہاتی محاورے مین نہ اچھا ہو لکھنؤ مین صرف (بڑے) دوسرے ہی معنی پیدا کرتا ہے نسیم کا مصرع ہے ع کھاتے ہی حمل کا ڈھنگ پایا) مولانا فرماتے ہین کہ حَمل کی جگہ حمَل نظم کردیا گیا ہے لہذا غلط نہین بلکہ قطعاً غلط ہے۔ بیشک جہانتک لغت کا تعلق ہے ہم بھی کہین گے کہ نسیم نے حَمل غلط نظم کیا ہے لیکن لغت کا لفظ دیہات والون کے لئے سند ہے نسیم نے (حمَل) نظم کیا تو بہت ٹھیک نظم کیا کیونکہ نسیم کے زمانے مین بھی اور اب بھی اہل زبان مثل بہت سی لفظون کے حمل ہی بولتے ہین دیکھیے جانصاحب فرماتے ہین ؎ دائی یقین دل کو ہے گرجائیگا حمَل + ننھا سا لڑکا خواب مین کل پیٹ مل گیا

زبان و محاورہ مین عموماً اس لفظ حمَل کے لیے خصوصاً جانصاحب سے بڑھکر کس کا کلام فصیح مانا جاسکتا ہے مولانا شرر کو پہلے زبان لکھنؤ حاصل کرلینی تھی۔

ع بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے۔ نسیم کا مصرع ہے ع بجلی سے لہر سے تھا ہم آغوش + مولانا فرماتے ہین کہ لَہر کی جگہ لہر اُردو مین غلط ہے اگر زہر عشق مصنفہ نواب مرزا شوق لکھنؤی

اُردو ہی زبان کی مثنوی ہے تو یہ اعتراض ہے۔ زہر عشق کا شعر ہے ؎

بو سونگھا دو تم اپنے بالون کی
پھر لہر چڑھ رہی ہے کالون کی

نسیم کا ایک اور مصرع ہے ع تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی + مولانا فرماتے ہین (جانی) کا لفظ سوا معشوق کے اور کسی کی شان مین اور وہ بھی خلوت کے سوا دیگر موقعون پر استعمال کرنا بدتمیزی ہی نہین بلکہ غلطی ہے۔ مگر روح افزا تاج الملوک سے پہلی ہی ملاقات مین

کہتی ہے کہ ع تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی - ہم مولانا سے صرف اسقدر پوچھتے ہین کہ (ابا جانی) جو لکھنؤ کا عام محاورہ ہے اسکی وجہ کیا ہے کیا (معشوقہ) کو ابا بھی کہتے ہین اور خلوت مین کہتے ہین کہ جلوت مین - بہرحال لکھنؤ کی زبان تو یہی ہے دیہات کا حال آپ جانین اور اگر روح افزا نے تاج الملوک کو محبت سے جانی کہا تو بُرا کیا کیا جو لفظ باپ کے لیے استعمال ہو وہ دوست یا مربی کے لیے خاص طریقہ پر استعمال ہو سکتا ہے - دوسرا اعتراض اس سے بڑھکر ہے - مولانا نہایت طنز سے فرماتے ہین کہ مصرع مذکور مین تجھ پاس کا لفظ بھی تیرے پاس بدلے کہان کی زبان ہے - ہر طفل مکتب جسنے نسیم کے علاوہ کسی اُسکے ہمعصر کا کلام بھی پڑھا ہے اس اعتراض کا جواب دیسکتا ہے - تجھ پاس اُسوقت کا عام محاورہ تھا —

اسکے علاوہ جو اور اعتراضات مولانا نے ایجاد کیے ہین وہ طرفہ معجون ہین حضرت چکبست نے اپنے دیباچے مین صاف صاف لکھدیا تھا کہ گلزار نسیم مین اکثر ایسے محاورے موجود ہین جو اسوقت متروک ہین حضرت موصوف نے دو ایک شعر تمثیلاً لکھ بھی دیے تھے علاوہ اسکے حضرت چکبست نے یہ بھی تحریر کر دیا تھا کہ اکثر مقامات پر نسیم سے تناسب لفظی لطافت کے ساتھ نبھ نہین سکا ہے اسکی بھی دو ایک مثالین دیدی تھین - مولانا شرر نے متروک محاورونکو اعتراض کے پیرایہ مین پیش کیا ہے (تجھ پاس) پر اعتراض تو ملاحظہ ہو چکا علاوہ اسکے مثنوی مین اکثر اس قسم کے مصرعے ہین ع حیلہ کرکے چھپائی گیند (اسکو چھپایا) یا ع مردانہ لباس سے نکالی (یعنی نکالا) یہ ترکیب اب متروک ہے نسیم کے وقت مین جائز تھی اس پر اعتراض کرنا سراسر کمی نظر کا ثبوت دیتا ہے - یہ تو وہی ہے کہ جیسے کوئی کہے آتش کا مصرع - بیڑیان منت کی بھی پہنی تو مین نے بھاریان - غلط ہے - زبان کا رنگ ہروقت اور ہر زمانے مین بدلا کرتا ہے متروک محاورون کو (غلط کہنا) معترض کی کمی معلومات کو ثابت کرتا ہے اسکے بعد مولانا نے وہ پانچ سات شعر ڈیڑھ ہزار شعر کی مثنوی سے چھنکر رکھ دیے ہین جنمین نسیم سے تناسب لفظی لطافت کے ساتھ نہین نبھ سکا ہے - مگر امانت کے حالات سے

یہ شعر بھی اچھے ہین ایک شعر شتر گربہ کے عیب کا بھی لکھ دیا ہے - یہ اعتراض بالکل گوز شتر ہے بلکہ ہم کہین گے کہ اس سے بڑھ کر کیا گربہ شتر ہو سکتا ہے کہ حضرت شرر نسیم پر اعتراض کرین -
آخری وار مولانا شرر کا غضب کا ہے یعنی مولانا موصوف نے حضرت چکبست کو اس بات کا ملزم ٹھہرایا ہے کہ اُنھون نے جا بجا مثنوی مین تصرف بیجا کیا ہے اسکی مثالین ملاحظہ ہون مثلاً گلزار نسیم کا شعر ہے ؎

قسمت سے مفر ہے اب نہ مامن پتھر کے تلے دیا ہے دامن

اس نئے اڈیشن مین پہلا مصرع اس صورت پر ہے - قسمت سے مقر ہے اب نہ مامن اس موقع پر اگر حضرت چکبست کو احمق سا احمق معترض بھی ہو تو وہ اس تصرف بیجا کا ملزم نہ ٹھہراتا کہ آپ نے مفر کو مقر بنا دیا جسکو کچھ اُردو چھپائی کا تجربہ ہے وہ جانتا ہے کہ کاتب مصرعے کے مصرعے بدلتے ہین - لہذا ایک نقطہ بڑھا یا گھٹا دینا کاتبونکی نہایت معمولی غلطی ہے مگر شرر جناب نہایت بھولے پن کے ساتھ فرماتے ہین کہ خدا جانے کس مصلحت سے یہ لفظ (مفر) اصلاح دیکر (مقر) بنا دیا گیا - واقعی تنقید اسی کا نام اور ریویو نگار کا فرض یہی ہے - یا ایک مصرعہ ہے قاصد نے جو رُخ پری دکھایا - یہ شامت اعمال سے اسطرح چھپ گیا ع قاصد نے رُخ پری دکھایا - مولانا نے اس کاتب کی غلطی پر آدھا صفحہ رنگ ڈالا ہے اور آخر مین یہ فرمایا ہے کہ اس اصلاح مین بھی ناسمجھی سے مثنوی ظلم ہوا ہے
یاے معروف کے بدلے یاے مجہول اور یاے مجہول کے بدلے یاے معروف اکثر کاتب لکھ دیتے ہین مولانا نے ان غلطیون کا بھی خاکہ اُڑایا ہے اور حضرت چکبست کو تصرف بیجا کا ملزم ٹھہرایا ہے اور طرہ یہ کہ حضرت چکبست نے تو صاف صاف لکھدیا ہے کہ یہ اڈیشن اُس اڈیشن کے مطابق ہے جو نسیم کی زندگی مین مطبع حسینی مین شائع ہوا تھا مگر مولانا ممدوح نامی پریس کے زمانہ حال کے اڈیشن سے حضرت چکبست کے اڈیشن کا مقابلہ کرتے ہین اور اعتراض جڑتے چلے جاتے ہین ابتدا سے انتہا تک شرر صاحب کا یہ مضمون عجب گھبراہٹ کا ثبوت دیتا ہے خدا جانے مولانا نے کس کیفیت مین یہ مضمون لکھا

یہ تو اعتراضات کا رنگ اور پھر مولانا اپنا خلوص اور نیک نیتی ظاہر کرنے کے لئے جا بجا مضمون مین ایسے فقرے لکھتے ہین کہ (میرا قصد اعتراض کرنا نہین ہی) ہم ہمیشہ سے گلزار نسیم کے معرف ہین ہان ذرا یہ غنتر گربہ بھی ملاحظہ ہو ایک ہی مضمون کے دو فقرے اور اُنمین ایک مین میرا) (اور دوسرے مین ہم) - آخر مین ہم مولانا سے بصد عجز پوچھتے ہین کہ انھون نے ایسے بے تکے اعتراض کیون کئے اور اگر کئے بھی تھے تو یہ کیون لکھا کہ یہ اعتراض اساتذہ لکھنؤ کی جانب سے وارد کئے جارہے ہین - یہ لکھنؤ کی بدنامی ہی - اساتذہ لکھنؤ تو درکنار جو شخص لکھنؤ کے زبان دانون کی صحبت مین رہا ہے اور جسکو اُردو شاعری سے کچھ بھی واقفیت ہے وہ ایسے اعتراض نہ کرتا اور نہ شرفاء لکھنؤ جنکی زبان مستند ہے ان اعتراضات سے خوش ہونگے - ہان جو دیہاتی لکھنؤ مین آکر بس گئے ہین اور اپنے تئین لکھنوی کہنے لگے ہین وہ ان اعتراضات کو مانین تو مانین - الحاصل یہ تو ان اعتراضات کے جوابات تھے جو ہمارے دوست مولانا شرر صاحب اتحاد نے اپنے دوسرے رسالے دلگداز کے صفحات مین مثنوی گلزار نسیم پر تحریر فرمائے ہین - مگر ہمکو ایک لٹریری سالے کی اُس عامیانہ رائے پر تعجب ہے جو اس قصہ پر قائم کی گئی اور اس سرسری نظر پر اعتراض ہے جو اس قدیم قصہ پر (جو پہلے سنسکرت ہندی مین بھی تھا اور سرور نے شگوفۂ محبت نثر اُردو مین تحریر کیا ہے) ڈالی گئی اور نفس قصہ پر محققانہ عالمانہ مورخانہ رائے کا اظہار نہ کیا گیا - اشخاص قصہ پر کوئی حکیمانہ نکتہ سنجی نہ کی گئی اور اس کاٹ چھانٹ پر مطلق توجہ نہین کی گئی کہ کس قدر اور کیون اور کیسی ترمیم اور اصلاح ساخت قصہ مین نسیم نے کی ہی اور اس ترمیم نے کیا اثر پیدا کیا ہے - کیونکہ لٹریچر کا تقاضہ ہے کہ اگر کسی کو اُسکی درستی اصلاح ترقی مدنظر ہو تو اسکے قصص اور افسانون کی تحقیق و تدقیق اور تصحیح موجودہ تعلیم و رجحان کے مطابق بناتا رہے - ورنہ زبان اور شاعری ہی کے لئے تعریف یا تقریض کرنا ایک جھنجھنا رہے اور ہر لحظہ پھیلنے والے درخت کی ایک ہی شاخ کو تراش خراش کرکے رونق چمنستان بنانے کی سعی مین تضیع اوقات کرنے کے سوا کچھ نہین غالبًا اگر کوئی حیلہ اس فروگذاشت کا ہو سکتا ہے تو پنڈت برج نرائن صاحب کا دیباچہ ہے

جسنے شرر صاحب ناولسٹ کو اور طرف متوجہ نہین ہونے دیا ورنہ اور کسی سے امید ہو یا نہ ہو
اُنسے بدرجہ ادا ہو سکتی ہے -

رباعی

جب غیظ سے گرماکے بگڑتے ہین شرر
پھولون کے عوض دہن سے جھڑتے ہین شرر
لیکن یہ نسیم سے بگڑنا کیا خوب
سبحان اللہ ہوا سے لڑتے ہین شرر

دبیر (از جنت)

از اودھ پنچ مطبوعہ ۳۔ اگست ۱۹۰۵ء

۱۰۔ گلزار نسیم پر قول فیصل

گلزار نسیم سے متعلق آج ہم جناب منشی احمد علیصاحب قبلہ شوق کی ایک تحریر شائع کرتے ہین اس اظہار کی ضرورت نہین کہ ہم بتائین کہ جناب موصوف پرانے تجربہ کار محقق واقف کار نکات ولطافت فن کہنہ مشق شاعر باکمال ونثار بے مثال اور مغتنمات ملک سے ہین آپکا کلام ملک مین ہمیشہ نظر قبول سے دیکھا گیا ہے۔ آپ کی قابلیت کے سکے مدت سے بیٹھے ہین۔

منجملہ دیگر اصناف سخن کے آپ نے خود بھی ایک مثنوی ترانۂ شوق بہ طرز نسیم تحریر فرمائی ہے جسکی خوبیونکا یہی اندازہ کافی ہے کہ ملک جان گیا کہ اگر اس رنگ مین کوئی اور مثنوی لکھی جا سکتی ہے تو یہی ہے مگر پھر بھی آپ جو کچھ اس بارے مین انصاف وتدین سے فرماتے ہین وہ مضمون سے ظاہر ہے ایک مدت تک آپ اخبار آزاد کے مالک اور اڈیٹر بڑی نامورى کے ساتھ رہ چکے ہین اور اعلےٰ نثارون مین نام کر چکے ہین۔ آپ کی رائے اورونکی طرح خدانخواستہ نہ تعصب مذہبی کی عفونت سے گندہ ہے اور نہ صرف نثر کے تخلص کیطرح بودی اور وکھاوی کی ابلہ فریبی ہے۔ بلکہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ اُن بزرگوار کی منصفانہ بے لوث رائے ہے جو ایک ہی فن مین نسیم سے دوش بدوش مسابقت کے میدان مین قدم زنی کر چکے ہین۔

پس اب اُن لوگون کی بیہودہ سرائی پر (جو ایسے منصب اور قابلیت سے خلقی محروم ہین وہ جنکو سوانچ صبیونکی طرح قصے کہانیان سُناتے اور بازاریون کی طرح گالیان دینے اور بے دلیل ہوعادی بیش کرنیکے اور کچھ نہین آتا اُنسے بجز نفرین اور تبسم اور تحقیر اور کیا سلوک کیا جائے مضمون یہ ہے۔

از اودھ پنچ مطبوعہ ۲۴ - اگست ۱۹۰۵ء جلد ۲۹ نمبر ۳۱

۱۱ - گلزار نسیم اور مرحوم نسیم

(از احمد علی صاحب شوق)

مائی ڈیر اودھ پنچ - گلزار نسیم پر نکتہ چینیون سے مرحوم نسیم کی روح بہت کشمکش مین ڈالی گئی جانبین سے یہ بحث بہت طوالت کو پہونچی - اگر نسیم یا آتش زندہ ہوتے تو فیصلہ ممکن تھا اور اب اگر اس بات کا فیصلہ مدنظر ہے کہ یہ مثنوی نسیم کی نہین ہے تو نسیم اور آتش کی زندگی واپس لانے کے واسطے خواجہ خضر علیہ السلام کی تلاش کیجائے بشرطیکہ وہ زندہ اور آبحیات کہین موجود ہو یہ کام حضرت نکتہ چین کو کرنا چاہیئے مین تو یہی کہونگا کہ یہ مثنوی نسیم مرحوم کی ہے اسکے خلاف صرف قصون اور کہانیون سے کوئی دلیل اس بات پر نہین قائم ہو سکتی کہ یہ مثنوی کسی اور کی ہے اگر گلزار نسیم حضرت نسیم کی نہین ہے تو گلستان شیخ سعدی کی نہین ہے اور خمسہ نظامی کا نہین ہے اسکے لئے بھی حضرت نسیم کی جانب سے چند قصے تصنیف ہو سکتے ہین -

نسیم مرحوم لکھنؤ کے رہنے والے تھے اہل زبان تھے جب باہر والے لکھنؤ مین رہکر زباندان ہو سکتے ہین تو وہ شخص جسنے لکھنؤ مین پیدا ہو کر یہین آنکھین کھولی ہون یہین زبان کھولی ہو - یہین عمر بھر رہا ہو - اُسکا فصیح البیان ہونا کیا تعجب کی بات ہے بعض لوگون نے اسی بحث مین ترانۂ شوق کی جانب اشارہ کر کے میری جانب یہ خیال ظاہر فرمایا ہے کہ مین نے گلزار نسیم کا جواب کہا ہے - حاشا مین نے جواب نہین کہا ہے - ہان اُسی بحر مین ایک مثنوی کہی ہے جس بحر مین گلزار نسیم ہے اور یہ کوئی بات نہین مثنوی کہنے کیواسطے آخر مین اُنھین بحرون مین سے کوئی نہ کوئی بحر اختیار کرتا جو مثنوی کیواسطے

مختص ہین پھر مین نے یہی بحر پسند کی تو کیا قصور کیا - ڈیر پنچ مین آپکو یقین دلاتا ہون کہ گلزار نسیم
کی خوبیونکو میرا ہی دل جانتا ہے اور مین سچ کہتا ہون کہ نسیم مرحوم نے جس فصاحت کے ساتھ
گلزار نسیم کو نظم فرمایا ہے مین اُسکو نہین پہونچ سکا - مین نے اپنی قوت شاعرانہ ایک حد تک
(ترانۂ شوق) مین صرف کی اور اس قدر صحیح ہے کہ ترانۂ شوق کی تصنیف کے وقت گلزار نسیم
میری نگاہونکے سامنے تھی حاشا اس غرض سے نہین کہ مین اُسکا جواب کہون بلکہ اس غرض سے
کہ بحر ایک ہی ہے مضامین لڑ نہ جائین - لیکن نسیم کی فصاحت بیانی نے میری یہ حالت کی
کہ جا بجا دانتون پسینا آ گیا اور پھر بھی مین کامیابی کی حد تک نہ پہونچ سکا مثلاً نسیم
مرحوم نے فرمایا ہے ؎ چھپائے پرین گال اگر چھوئے ہون + کاٹے ڈسین بال اگر چھوئے ہون
ترانۂ شوق مین بھی یہ رنگ ایک مقام پر آ گیا ہے اور مین نے اس جگہ بہت شعر کاٹے - مگر نسیم
مرحوم کے اس شعر کی لطافت اور فصاحت اور تناسب الفاظ کو میرا کوئی شعر نہین پہونچ سکا
مین نسیم مرحوم کی روح کو (گلزار نسیم) کی داد کہانتک دون جس رنگ مین یہ مثنوی ہے اپنی
مثال آپ ہی ہے اور سچ یہ ہے کہ حضرت آتش مغفور کا یہ رنگ ہی نہین اگر وہ مثنوی فرماتے
بھی تو شاید گلزار نسیم کی سی نہ ہوتی -

ایک عنایت فرما نے عجیب مذاق کیا یعنی گلزار نسیم پر ریویو کرتے ہوے (ترانۂ شوق)
کے دو شعر لکھدیے کہ نسیم کے ہین وہ ریویو نقلاً مین نے ایک جدید پرچہ مین دیکھا تھا ایک شعر تو
یہ تھا ؎ ایک شب کہ تھی خیال روے شامت + یامردم دیدۂ قیامت + دوسرا
شعر اسوقت مجھے یاد نہین رہا - مین اپنے عنایت فرما کا شکر گزار تو ضرور ہون کہ اُنھون نے
نسیم مرحوم کی نظم کے پلّے پر میری نظم کو تولا لیکن مین تعجب کرتا ہون کہ نسیم مرحوم کی سلاست کا
رنگ اُنکی طبیعت سے شاید اُتر گیا تھا اور یہ کہ گلزار نسیم کو سامنے رکھکر وہ ریویو فرماتے تو
یہ سہو نہ ہوتا اور نہ ہونا بہتر تھا -

نسیم مرحوم سے اگر کہین چوک ہوئی ہو تو اس سے اُنکی فصاحت اور شاعری پر حرف نہین آ سکتا

مثل میرے جو احباب حضرت نسیم مرحوم کی خوبیونکو اور اُنکی خوش کلامی کو مانتے ہوئے ہین اُنکو
ایسی حرف گیریون اور نکتہ چینیون پر پیچ و تاب کی ضرورت ہی کیا ہے نسیم مرحوم انسان تھے
اور انسان سے سہو اور خطا ممکن ہے حضرت حافظ شیراز نے تا بہ کجا کی ب کو مفتوح فرمایا ہے
تو اس سے انکا پایۂ سخن نہین گرا دیا گیا شعرا انسان تھے فرشتہ نہ تھے مسلمان تو قائل ہین کہ
ہاروت اور ماروت دو فرشتے انسان کے لباس مین نازل ہوئے تو اُنسے بھی خطا سے
انسانی ہوگئی - پھر نسیم مرحوم تو فطرتی انسان تھے - بہر حال انسانی سہو و خطا سے نہ نسیم مرحوم
مستثنی ہوسکتے ہین نہ مین نہ اور کوئی - مثل ہے کہ شہسوار ہی گرتا ہے اس سے میری غرض
یہ ہے کہ شاعر ہی سے خطا ممکن ہے نہ کہ اُس سے جو شعر ہی نہ کہے آپ شعرائے فارس کے
دیوانونکو ملاحظہ فرمائیے کتنے شعرا ایسے ملین گے جنھون نے الف کے دھوکے مین ہائے مختفی کو
تقطیع سے گرا دیا ہے تو کیا اس سے اُنکی اُستادی اور فصاحت بیانی مٹ گئی - تو بہ البتہ ایسے مقام پر
ہم کہین گے کہ دھوکا ہوا خطاے انسانی کی مثالین مین پیش کرتا ہون شاید میرے ان دوستونکو
جو نسیم مرحوم پر نکتہ چینی فرما رہے ہین ان مثالون سے تسکین ہوجائے محتشم کاشی فرماتے ہین ع
خندند بر من نوخطان طفلان مکتب خانہ ہم + ہم مکتب خانہ ملاحظہ ہو - حلیم ہمدانی فرماتے ہین ع
بہ کف مسوّدہ زلف یار میخواہم - مسوّدہ تشدید واو ملاحظہ ہو شیخ سعدی فرماتے ہین ع
زمین را از کمالیت شرف بر آسمانستے - کمالیت ملاحظہ ہو - نظیری نیشاپوری فرماتے ہین ع
ظہور حسن تو امنیتی بہ دوران داد - امنیت ملاحظہ ہو - یہی نظیری فرماتے ہین ع
گر عجائب ہاے دوران دیو را خاتم رسید - عجائب ہاے ملاحظہ ہو - خلاق المعانی کمال
اسمٰعیل اصفہانی فرماتے ہین ع باد صبا بر و خواند یا ایہا المزمّل - یا ایہا المزمّل - قرآن شریف کا
جملہ ہے اور بہ تشدید زا ہے - مگر حضرت اسمٰعیل اصفہانی بلا تشدید زا اس جملے کو اپنی نظم مین
لائے - اب مین پوچھتا ہون کہ ان مین سے کس کو شعرا نے دائرہ اُستادی سے خارج
فرما دیا حاشا ایسا خیال بھی گناہ ہے - مین اس قسم کی مثالین بیشمار پیش کردون جنکو

آپ سوا اسکے کہ سہوا انسانی فرمائین اور نہ کچھ فرما سکین گے لیکن یہ چند الفاظ اسبات کے سمجھ لینے کے واسطے کافی ہین کہ جب ایسے ایسے جلیل القدر باکمال اساتذہ سہو سے نہین بچے تو بیچارہ نسیم مرحوم اور احمد علی شوق یا اور کوئی اگر چوکے تو آخر انسان ہی ہے - میری آخری عرض اپنے دوستون سے اسقدر اور ہے کہ اگر نسیم مرحوم کی روح کو اب بھی فاتحہ معکوس سے ثواب پہونچایا جائے تو ان سب اساتذہ کی روحین بھی ثواب کی محتاج ہین -

(راقم احمد علی شوق)

ازاودھ پنچ مطبوعۂ ۱۷ - اگست ۱۹۰۵ء نمبر ۳۳ جلد ۲۹ -

۱۲ - گلزارِ نسیم اور مرحوم نسیمؔ

(از احمد علی صاحب شوقؔ)

ڈیر پنچ - میرا مضمون اِسی سرخی کے ساتھ جو مین نے اوپر لکھی ہے اودھ پنچ مطبوعۂ ۳ - اگست ۱۹۰۵ء مین چھپ کر شائع ہوا مین ڈرتا ہون کہ میرے بعض دوست مجھسے کشیدہ خاطر ہون کہ مین نے ایسا مضمون جو مرحوم نسیم کی جانب جھکتا ہوا پلہ لیے ہوے ہے کیون لکھا - مین اُنسے معافی چاہتا ہون - مین اُس مضمون مین جو کچھ لکھ گیا ہون اُس سے ایک اور معافی کی ضرورت بھی پاتا ہون شاید سہو سے بجاے ترانۂ شوق کے مین نسیم کا شعر لکھ گیا ہون میرے سامنے نہ اُسوقت گلزار نسیم ہے نہ ترانۂ شوق دونون مثنویون کے اشعار اکثر میری زبان پر اور میرے دماغ مین ہین (ترانۂ شوق کے اشعار اس سبب سے کہ مین خود اُسکا مصنف ہون اور گلزار نسیم کے اشعار اس سبب سے کہ وہ مجھے پسند ہے اور مین نے ترانۂ شوق کی تصنیف مین اُس کی تقلید کی ہے) -

مجھے واقعی یاد نہین ہے کہ اک شب کہ تھی الخ یہ شعر ترانۂ شوق کا ہے یا گلزار نسیم کا - کسی نے ترانۂ شوق کے دو شعر ضرور رکھے تھے اخبار معمولی ساتھا مین اُن شعرون کو بھول گیا اور دھوکے سے یہ شعر لکھ دیا -

مین اپنے معزز دوست حضرت چک بست سے رشک کرون تو درست ہے

غالبًا میرے معزز دوست بابو جوالا پرشاد صاحب برق کو یہ بات یاد ہو کہ مین اسبات کے زمانے مین ایکبار قصد کیا تھا کہ مین مرحوم نسیم کی لائف لکھون اور اسکا ذکر بھی کیا تھا سے نہد مجھے زمانہ کی گردش نے لکھنؤ سے دور پھینک دیا اور حضرت چک بست میرے ... ساری تمنا کو اڑا لے گئے۔ خیر تمنا تو نکل گئی گو میرے قلم سے نہین۔ حضرت چک بست کے قلم سے سہی۔

مین نے جھگڑے کی چھوٹون مین یہ ذکر دیکھا کہ (گلزار نسیم) مین ترمیم کی گئی ہے یہ اعتراض یقینًا میرے اُن دوستون کی جانب سے ہے جو گلزار نسیم کی خوبیون کے خلاف مضامین تحریر فرما رہے ہین مین نے اُنکا کوئی مضمون پورا پورا نہین دیکھا لیکن مین یہ کہہ سکتا ہون کہ کثرت اشاعت اور اختلاف مطابع نے گلزار نسیم کی اصلی حالت ہی کو بدل دیا اور وہ اغلاط کتابت سے بھر گئے اگر ارباب فراست نے قوت ممیزہ سے کام لیا اور اغلاط کتابت کی تصحیح کر دی تو اچھا کیا۔ ایسی مداخلت تعریف کے قابل ہے نہ کہ حرف گیری کے قابل۔

جو واقف ہین وہ جانتے ہین کہ ایک بڑے اُستاد کا دیوان چھپ رہا تھا دیوان مین ایک شعر تھا جسمین بجاے (طائر کے) جانور کا لفظ اُستاد نے کہا تھا یہ دھوکا ہو گیا تھا۔ ترتیب دیوان کے وقت میرے اُستاد مرحوم یعنی حضرت اسیر نیز صاحب دیوان کے بہت سے شاگرد موجود تھے سبھون نے لفظ (جانور) کو کاٹ کر لفظ طائر بنا دیا آپ خیال فرمائیے کہ یہ نیک نفسی تھی یا نہین۔

حضرت غالب مرحوم کا دیوان فارسی جب منشی نولکشور مرحوم کے مطبع مین چھپنے کو آیا تب مولوی محمد ہادی علی اشک مرحوم مصحح تھے اُنھون نے حضرت غالب کو تحریر فرمایا کہ آپ سے دھوکا ہو گیا ہے یعنی آپ فرما گئے ہین۔ ع (چونانکہ لب ززمزمۂ یا ابو الحسن)

یہ مصرعہ حضرت غالب مرحوم کے ایک قصیدہ فارسی کا ہے دراصل حرف ندا کے ساتھ ابا الحسن فرمانا چاہیے تھا۔ حضرت غالب نے جواب تحریر فرمایا کہ مین نے کہا اسی طرح ہے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ غلط لفظ اپنی غلط حالت کے ساتھ چھپ گیا اور اب بھی اسیطرح دیوان مین

موجود ہے - لیکن ہندوستان مین کون کہ سکتا ہے کہ اسوجہ نے حضرت غالب کو احاطۂ اُستادی سے
باہر کر دیا - اب مین کہتا ہون کہ اُستاد نظامی جنکا خمسہ ہے اور جنکی مثنویونکا لوہا آجتک ملک
فارس مانے ہوے ہے وہ لفظ (ارنی) کو بسکون را فرماگئے سکون جائز نہین ہوا مگر اُستادی کے
دائرے سے نہین خارج کیے گئے -

مین آپکو اس انتخاب کی جانب متوجہ کرتا ہون جو حضرت مصحفی مرحوم کے متعدد دیوانون سے
حضرت آسیر و آسیر مرحوم نے فرمایا اور وہ چھپ گیا ہے - آپ اُسکو اور حضرت مصحفی کے
اصلی دیوانونکو ملاحظہ فرمایئے تو یہ عقدہ حل ہو جائے کہ دیوانون کے اغلاط کتابت کی تصحیح
کس حد تک انتخاب مین کی گئی ہے اب جو اعتراض گلزار نسیم کی تصحیح کے متعلق حضرت چکبست کے
عائد کیا جائے وہی اعتراض اُن دونون اُستادون پر بھی عائد ہوگا جو انتخاب کے بانی تھے
سوانح عمری کا لکھنے والا بجاے قلم کے تعصب کا نشتر لیکر نہ بیٹھے جہانتک نیک نفسی کام دے
وہانتک حملے کی ضرورت کیا ہے - حملہ اور پھر مردے پر تصحیح نہو سکے تو تاویل اور تاویل نہ ممکن ہو
تو تسلیم - بہتر روش یہی ہے میرے معزز دوست جو گلزار نسیم کو نسیم مرحوم کی تصنیف نہین قرار دیتے
آخر اُسکی وجہ کیا ہے - اُردو زبان جہان رواج پائی ہوئی ہے - وہان فطرتاً ہندو اور مسلمانون
مین مشترکہ ہے - ہندو اسکے مقلد نہین ہین بلکہ جسطرح مسلمانونکو اسپر دعوی کا حق حاصل ہے
اُسیطرح ہندوونکو بھی حاصل ہے اُردو ہندوستان ہی مین پیدا ہوئی جہان کے رہنے والے
ہندو اور مسلمان دونون ہین - فارسی جو خاص مسلمانونکی زبان تھی اور ہنود جسکے مقلد تھے
اسمین بھی تو ٹیکچند صاحب بہار عجم - راے رایان انندرام مخلص عوض راے - عشرت -
چندر بھان برہمن بھوپت راے بنیم نیز اور ارباب کمال نے کیسی کیسی بلند نامیان حاصل کی ہین
آخر کس کس کے کمال پر پردہ ڈالا جائیگا -

اودھ پنچ کی جلدونمین پنڈت ترھون ناتھ مرحوم کے مضامین موجود ہین وہ ہندو ہی تو
تھے اور کشمیری بھی انکی پاکیزہ زبان سے کون انکار کر سکتا ہے - مثنوی بہار اور اتھلیو اور رونی کے

ترجمو نمین جو زبان بابو جوالا پرشاد صاحب برق نے لکھی ہے وہ کیسی پاکیزہ ہے آخر وہ ہندو ہی تو ہین یقیناً بہت سے مسلمانون کی کتابون سے ان کتابون کی زبان لطیف ہے نسیم مرحوم اگر زندہ ہوتے تو وہ اہل زبان ہونیکا دعوی کر سکتے تھے اور اُنکا دعوی بھی صحیح تھا اسلیئے کہ لکھنؤ مین پیدا ہوے چلے جیئے ڈیرپنچ مین کسی کی طرف کشی نہین کرتا بلکہ میرا خیال صرف اسقدر ہی کہ نسیم کی لائف لکھکر اگر حضرت چکبست نے اُردو کی شاعری اور زبان پر احسان کیا ہے تو اسکا شکر گزار ہونا مناسب ہے تاکہ جو حصلے پڑھین اور لائف سے مردون کے نام زندہ ہون - آخر مین اور حضرت شرر سب مرنے کو آئے ہین اگر مین زندگی مین یہ خیال کرون کہ مرنے کے بعد مجھے گالیون سے یاد کرینگے توکسقدر میری روح کو اس زندگی ہی مین تکلیف ہو - اے حضرت جو شخص شعر کہتا ہے اُسی کا دماغ اُسی کا دل اُسی کا کلیجا جانتا ہے فی نفسہ حسن اور گلزار نسیم) یہ دونون مثنویان ایسی ہوئی ہین جنکی خوبیون تک کلام کو پہونچانا اگر ممتنع نہین ہے تو اسقدر مشکل ضرور ہے کہ جسکا آسان ہونا ہی مشکل قرار دیا جائے (ترانۂ شوق) کی تصنیف کے وقت جو خون جگر مین نے کھایا ہے اُسکا یقین ارباب فہم کو خود ہی ہو سکتا ہے اور گو میری جانب سے مقابلہ نہین تھا بلکہ تقلید تھی لیکن نسیم کی سلاست فصاحت نے حوصلے کو اسقدر پست کیا کہ اب ایک نئی مثنوی جو حسن) کی بحر مین مین نے کہی ہے اُسکو (حسن) کے رنگ ہی سے بچایا ہے اور بالکل علحدہ روش اختیار کی ہی - شاید قریب زمانے مین چھپ جائے روش کے بدلنے کی خاص وجہ یہی ہی کہ نسیم مرحوم کے رنگ کو اختیار کرکے مین پشیمان ہو چکا تھا -

مین اسبات پر کچھ حرف نہین رکھتا کہ نسیم کی لائف پر کیون نکتہ چینی کی گئی اگر نکتہ چینی نہ ہوتی تو کتاب خاموشی کے لباس مین نامقبول رہتی - نکتہ چینی اسکے مقبول ہونے کی دلیل اور گویا حضرت مصنف کو مبارکباد ہے - البتہ اسقدر مین جانبین کے دوستون سے عرض کرونگا کہ تحریر مین تعصب سے دور اور اخلاص سے ہم بغل رہین تو لطف کی بات ہے اور عام دیکھنے والونکو تحقیقی فائدہ بھی پہونچے

(راقم احمد علی شوق)

از کشمیری درپن بابت ماہ اگست ۱۹۰۵ء جلد ۳ نمبر ۸

× گلزار نسیم ۔ اور مرحوم نسیم

(از احمد علی شوق)

اائی ڈیر اودھ پنچ گلزار نسیم پر نکتہ چینیوں سے مرحوم نسیم کی روح بہت کشمکش مین ڈالی گئی ۔ جانبین سے یہ بحث بہت طوالت کو پہونچی اگر نسیم یا آتش زندہ ہوتے تو فیصلہ ممکن تھا اور اب اگر اس بات کا فیصلہ مدّ نظر ہے کہ یہ مثنوی نسیم کی نہین ہے تو نسیم اور آتش کی زندگی کو واپس لانے کے لیئے خواجہ خضر علیہ السلام کی تلاش کیجائے ۔ بشرطیکہ وہ زندہ اور آب حیات کہین موجود ہو ۔ یہ کام حضرت نکتہ چین کو کرنا چاہیئے ۔

مین تو یہی کہونگا کہ یہ مثنوی نسیم مرحوم کی ہے اس کے خلاف صرف قصّون اور کہانیون سے کوئی دلیل اس بات پر نہین قائم ہو سکتی ہے کہ یہ مثنوی کسی اور کی ہے ۔ اگر گلزار نسیم حضرت نسیم کی نہین ہے تو گلستان شیخ سعدی کی نہین ہے ۔ اور خمسہ نظامی کا نہین ہے اسکے لیئے بھی حضرت نسیم کی جانب سے چند قصّے تصنیف ہو سکتے ہین ۔

نسیم مرحوم لکھنؤ کے رہنے والے تھے اہل زبان تھے جب باہر والے لکھنؤ مین رہکر زبان دان ہو سکتے ہین تو وہ شخص جسنے لکھنؤ مین پیدا ہو کر یہین آنکھین کھولی ہون یہین زبان کھولی ہو یہین عمر بھر رہا ہو اُسکا فصیح البیان ہونا کیا تعجب کی بات ہے بعض لوگون نے

اسی بحث مین ترانۂ شوق کی جانب اشارہ کرکے میری جانب یہ خیال ظاہر فرمایا ہے کہ مین نے گلزار نسیم کا جواب کہا ھے - حاشا مین نے جواب نہین کہا ہے ہان اُسی بحر مین ایک مثنوی کہی ہے جس بحر مین گلزار نسیم ہے اور یہ کوئی بات نہین - مثنوی کہنے کیواسطے آخر مین اُنھین بحرون مین سے کوئی بحر اختیار کرتا جو مثنوی کے واسطے مختص ہین - پھر مین نے یہی بحر پسند کی تو کیا قصور کیا -

ڈیر پنچ مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ گلزار نسیم کی خوبیون کو میرا دل ہی جانتا ہے اور مین سچ کہتا ہون کہ نسیم مرحوم نے جس فصاحت کے ساتھ گلزار نسیم کو نظم فرمایا ہے مین اُسکو نہین پہونچ سکا مین نے اپنی قوت شاعرانہ ایک حد تک (ترانۂ شوق) مین صرف کی اور اسقدر صحیح ہے کہ (ترانۂ شوق) کی تصنیف کے وقت گلزار نسیم میری نگاہونکے سامنے تھی حاشا اس غرض سے نہین کہ مین اسکا جواب کہون بلکہ اس غرض سے کہ بحر ایک ہی ہے مضامین لڑ نہ جائین - لیکن نسیم کی فصاحت بیانی نے میری یہ حالت کی کہ جابجا دانتون پسینا آگیا اور پھر بھی مین کامیابی کی حد تک نہ پہونچ سکا - مثلاً نسیم مرحوم نے فرمایا ہے ؎

چھالے پڑین گال اگر چھوے ہون ۔۔۔ کالے ڈسین بال اگر چھوے ہون

ترانۂ شوق مین بھی یہ رنگ ایک مقام پر آگیا ہے اور مین نے اُس جگہ بہت شعر نکالے مگر نسیم مرحوم کے اس شعر کی لطافت اور فصاحت اور تناسب الفاظ کو میرا کوئی شعر نہین پہونچ سکا - مین نسیم مرحوم کی روح کو گلزار نسیم کی داد کہانتک دون - جس رنگ مین یہ مثنوی ہے اپنی مثال آپ ہی ہے - اور سچ یہ ہے کہ حضرت آتش مغفور کا یہ رنگ ہی نہین اگر وہ مثنوی فرماتے بھی تو شاید گلزار نسیم کی سی نہوتی -

ایک عنایت فرمانے عجیب مذاق کیا یعنی گلزار نسیم پر ریویو کرتے ہوے ترانۂ شوق کے دو شعر لکھدیے کہ نسیم کے ہین وہ ریویو نقلاً مین نے ایک جدید پرچہ مین دیکھا تھا ایک شعر تو یہ تھا ؎ ایک شب کہ تھی خال روے شامت + یا مردم دیدۂ قیامت -

دوسرا شعر اسوقت مجھے یاد نہین رہا - مین اپنے عنایت فرما کا شکرگزار تو ضرور ہون
کہ اُنھون نے نسیم مرحوم کی نظم کے پلّے پر میری نظم کو تولا لیکن مین تعجب کرتا ہون کہ نسیم مرحوم کی
سلاست کا رنگ انکی طبیعت سے شاید اُتر گیا تھا اور یہ کہ گلزار نسیم کو سامنے رکھکر وہ ریویو
فرماتے تو یہ سہو نہوتا اور نہونا بہتر تھا -

نسیم مرحوم سے اگر کہین چوک ہوئی ہو تو اس سے اُنکی فصاحت اور شاعری پر حرف
نہین آسکتا مثل میرے جو احباب حضرت نسیم مرحوم کی خوبیون کو اور اُنکی خوش کلامیون کو مانے
ہوے ہین اُنکو ایسی حرف گیریون اور نکتہ چینیون پر پیچ و تاب کی ضرورت ہے - نسیم مرحوم
انسان تھے اور انسان سے سہو اور خطا ممکن ہے حضرت حافظ شیرازی نے (تا بکجا) کی بے کو
مفتوح فرمایا تو اس سے اُنکا پایۂ سخن نہین گرا دیا گیا - شعرا انسان تھے فرشتہ نہ تھے مسلمان تو
قائل ہین کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے انسان کے لباس مین نازل ہوے تو اُن سے
بھی خطاے انسانی ہو گئی پھر نسیم تو فطرتی انسان تھے - بہر حال انسانی سہو و خطا سے نہ نسیم
مرحوم مستثنیٰ ہو سکتے ہین نہ مین نہ اور کوئی - مثل ہے کہ شہسوار ہی گرتا ہے اس سے میری
غرض یہ ہے کہ شاعر ہی سے خطا ممکن ہے نہ کہ اُس سے جو شعر ہی نہ کہے - آپ شعراے
فارس کے دیوانون کو ملاحظہ فرمائیے کتنے شعرا ایسے ملین گے جنھون نے الف کے دھوکے
مین عین کو تقطیع سے گرا دیا ہے - تو کیا اس سے اُنکی اُستادی اور فصاحت بیانی مٹ گئی
توبہ - البتہ اسقدر ہم کہین گے کہ دھوکا ہوا -

خطاے انسانی کی مثالین مین پیش کرتا ہون شاید میرے اُن دوستون کو جو نسیم
مرحوم پر نکتہ چینی فرما رہے ہین - ان مثالون سے تسکین ہو جائے محتشم کاشی فرماتے
ہین - خندند بر من نوخطان طفلان مکتب خانہ ہم ، مکتب خانہ ملاحظہ ہو - کلیم ہمدانی فرماتے
ہین ع بکف مسودۂ زلف یار میخواہم - مسودہ بہ تشدید دال ملاحظہ ہو) شیخ سعدی فرماتے
ہین - زمین را از کمالیت شرف بر آسمانستی - کمالیّت ملاحظہ ہو - نظیری نیشاپوری

فرماتے ہین ع ظہور حسن تو امیتی بہ دوران داد - امتیت ملاحظہ ہو - نظیری فرماتے ہین ع کہ عجائب ہاے دوران دیوا خاتم رسید - عجائب ہاے ملاحظہ ہو خلاق المعانی کمال اسمٰعیل اصفہانی فرماتے ہین ع باد صبا بر و خواند یا ایہا المزمل - یا ایہا المزمل - قرآن پاک کا جملہ ہے اور بہ تشدید زا ہے مگر حضرت اسمٰعیل اصفہانی بلا تشدید زا اس جملہ کو اپنی نظم مین لائے - اب مین پوچھتا ہون کہ ان مین کس شعر کو شعرا نے دائرہ اُستادی سے خارج فرما دیا حاشا ایسا خیال بھی گناہ ہے - مین اس قسم کی مثالین بیشمار پیش کر دون - جنکو آپ سوا اس کے کہ سہو انسانی فرمائین اور نہ کچھ فرما سکین گے لیکن یہ چند الفاظ اس بات کے سمجھ لینے کے واسطے کافی ہین کہ جب ایسے ایسے جلیل القدر با کمال اساتذہ سہو سے نہین بچے تو بیچارہ نسیم مرحوم اور احمد علی شوق یا اور کوئی اگرچہ کے تو آخر انسان ہی ہے - میری آخری عرض اپنے دوستون سے اسقدر اور ہے کہ اگر نسیم مرحوم کی روح کو اب بھی فاتحہ معکوس سے ثواب پہونچایا جاے تو ان سب اساتذہ کی روحین بھی ثواب کی محتاج ہین —

(راقم احمد علی شوق)

از رسالہ زمانہ نمبر ۴ جلد ۹ بابت ماہ جون ۱۹۰۵ء

۱۴ - گلزار نسیم

(از نقّاد لکھنوی)

اُردو زبان کی یہ مرصّع اور مقبول عام مثنوی ہماری شاعری کے اُس ترقی یافتہ دور کی یاد
دلاتی ہے جو ہندوستان مُدّت العمر نہ پیدا کر سکے گا - مبارک تھا وہ زمانہ جسنے ناسخ سا امام فن -
آتش سا جادو بیان اور آنیس سا خدائے سخن پیدا کیا اور لکھنؤ کو دلّی کی مطابعت سے آزاد کر کے
چاردانگ عالم مین اُسکی [illegible] ن دانی کا سکّہ بٹھا دیا - یہی وہ زمانہ تھا جب اُردو نے ایک سنجیدہ زبانکی
حیثیت پیدا کی اُسپر [illegible] کی ابتدائی خامیون اور بے ترتیبیون کا بوجھ اُتارا گیا اور وہ (زبان)
کے خلعت فاخرہ [illegible] زراز ہوئی - اسی زمانہ مین ایسے ایسے شیران بیشہ سخن پیدا ہوئے
جنکا نام لیتے ہو [illegible] ہونپر ایک ہیبت طاری ہو جاتی ہے یہی وہ زمانہ تھا جب ایسی ایسی
تصانیف [illegible] پہ ہیر بادِ حوادث کے زبردست جھونکے بھی کوئی اثر نہ کر سکے اور جو باوجو
اختلاف [illegible] خیالات بھی ابتک اپنی شہرت پر حرف نہین آنے دیتین -
[illegible] ل کی ایک نظم ہے جسے جتنی مرتبہ اور جتنے غور سے پڑھیے ایک نیا
لطف [illegible] اُسکے دقائق اور نزاکت فن تک پہونچتا ہے تو ایک وجدانی کیفیت
[illegible] اُسمین ایسے ایسے نازک استعارے اور بلند خیالی کے نمونے موجود
ہیر [illegible] ئی ترقی کا پتہ دیتے ہین - اور مجموعی حیثیت سے اُسمین اعلیٰ شاعری کے

اسنے ارکان جمع ہوگئے ہین جو دوسری مثنویون بلکہ اردو کی کل تصانیف مین کبریت احمر کا حکم رکھتے ہین۔

قاعدہ ہے کہ جب کوئی فن ترقی کرتا ہے تو اسمین ایسی ایسی باریکیان پیدا ہوجاتی ہین جو بادی النظر مین محسوس نہین ہوتین اور ناواقفان فن اُنکے سمجھنے سے قاصر رہتے ہین۔ لیکن جب ذہن اُن باریکیون تک پہونچ جاتا ہے تو دوسری معمولی اور سادی چیزون مین کوئی لطف نہین ملتا۔ خصوصًا شاعری کے لئے تو سخت ضرورت ہے کہ اُسکے دقائق تک پہونچنے اور لطف اُٹھانے کے لئے خاص قابلیت پیدا کیجائے۔ شاید اسی خیال سے اعلے درجے کے شعرانے (سخن دلپذیر) کے ساتھ) دل (سخن پذیر) کی بھی قید لگادی ہے گویا یہ دونون لازم و ملزوم چیزین ہین جنکے بغیر نہ شاعری ہوسکتی ہے نہ شاعری کی قدر۔

خود شاعری ایک ایسی چیز ہے جسے دنیا مین آجتک بہت تھوڑے لوگ سمجھے ہین عام طور پر نظم اور شاعری دونون ہم معنی الفاظ سمجھے جاتے ہین حالانکہ دونون کے مفہوم اور نوعیت مین زمین و آسمان کا فرق ہے دلی جذبات اور خیالات مقررہ وزن و قافیہ مین نظم کردینا اور چیز ہے اور (شاعری) اور چیز ایک مصور اپنی تصویر مین کوئی ایسی ادا دکھاتا ہے جسپر طبیعت بے اختیار لوٹ جاتی ہے اور یہی شاعری ہے۔ ایک گویّا اپنے گانے مین کوئی ایسی تان لگا جاتا ہے کہ لوگ کلیجہ تھام لیتے ہین۔ یہ بھی شاعری ہے۔ اسیطرح ہر اہل فن اور صناع اپنے اپنے فن مین شاعری کرتا ہے۔ گویا شاعری اُس مابہ الامتیاز چیز کا نام ہے جو ایک ادائے خاص رکھتی ہے اور وہ ہر شخص کا حصہ نہین اسیلئے شاعری کو وہبی کہتے ہین کسبی نہین کہتے کہ ایک شاعر کیسا ہی زبردست اُستاد کیون نہو مگر وہ اُسوقت نہ مانا جائیگا جبتک اُس کا کلام کوئی ادائے خاص نہ رکھتا ہو البتہ اُسکی موزونی طبع اور اُستادی مین کلام نہین۔

زبان تو غنچو نکے بھی مُنھ مین ہے یہ کیا لازم کہ جسکے مُنھ مین زبان ہو سخن

جسطرح زمانۂ جاہلیت مین سادی شاعری مزا دیتی ہے اُسیطرح زمانہ تہذیب مین

لطف خاص رکھتا ہے۔صرف اتنا فرق ضرور ہے کہ زمانۂ جاہلیت مین سب کے سب ہم مذاق ہوتے ہین اور زمانۂ تہذیب مین تعلیم یافتہ لوگون کے ساتھ غیر تعلیم یافتہ اشخاص کی بھی ایک تعداد باقی رہجاتی ہے۔اور اسلیئے ترقی یافتہ شاعری عام دلون کو اُسقدر نہین لبھاسکتی جسقدر سادی شاعری اپنے زمانۂ جاہلیت مین۔اس مسئلہ کو زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھنے کے لیئے (ملٹن) اور (کارلائل) کی معیار شاعری پر غور کرنا چاہیئے۔دونون نے اپنے اپنے خیال ومذاق کے مطابق راے دی ہے اور دونون کے خیالات مین زمین وآسمان کا فرق ہے۔

ملٹن کے زمانے تک انگریزی شاعری اگرچہ تھوڑی بہت ترقی کر چکی تھی تاہم سوسائیٹی پر سادگی خیال کا گہرا اثر باقی تھا اور اصول مین کوئی نزاکت نہین پیدا ہوئی تھی۔اسلیئے اس نے شاعری کے لیئے سادگی اور تاثیر ضروری جزو خیال کیئے ہین۔لیکن کارلائل جو متاخرین مین ایک بے نظیر نقاد فن گذرا ہے اور جسکے وقت مین انگریزی شاعری معراج کمال پر پہونچ گئی تھی وہ جدّت واختصار نازک خیالی اور جودت طبع کو اعلےٰ ارکان شاعری قرار دیتا ہے۔

دونون کے معیار مین جو فرق ہے وہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے اگلے وقت مین کسی سادے سے شعر مین بھی تاثیر کا پیدا ہوجانا غنیمت سمجھا جاتا تھا لیکن زمانۂ مابعد مین صرف تاثیر سے تسکین نہین ہوتی تھی لہذا اُن صناعیون کی بھی ضرورت لاحق آئی جو عروس سخن کا زیور ہین۔اُن زیورون سے جو دلکش ادائین پیدا ہوتی ہین اُنھین کا نام تاثیر ہے۔ورنہ طعام بے نمک سے لذت آشنا طبائع کی بھائی نہین ہوسکتی اور تہذیب کا یہ اقتضا ہے کہ اسمین تکلفات کو ترقی ہو۔انھین تکلفات کو عرف عام مین صنائع وبدائع شعری سے تعبیر کیا گیا ہے۔

بہرحال اگر آخر الذکر معیار کو پیش نظر رکھکے گلزار نسیم کو جانچا جائے تو اسمین ترقی یافتہ شاعری کے کل ارکان مکمل طور پر ملتے ہین۔اختصار پر تو اس نظم کی بنیاد ہی قائم ہے اور یہ التزام اول سے آخر تک یکسان حالت مین پایا جاتا ہے۔نازک خیالی اور جودت طبع کے نمونے بھی ہر جگہ

موجود ہین اگر کمی ہے تو جدّت خیال کی مگر اسکے لیے شاعر معذور ہے کیونکہ اصل قصہ کی تصنیف سے اسے کوئی تعلق نہین۔ وہ بہت قدیم تصنیف ہے جسے اُس نے صرف نظم کیا ہے۔ تاہم تشبیہ و استعارہ کی صورت مین ایک حد تک جدت سے بھی کام لیا گیا ہے۔

زبان کو تاریخی حیثیت سے جانچنے کے لیئے قدیم وجدید تصانیف کا موازنہ نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ جبتک ایک چیز کے دو نمونے سامنے نہون اُنمین اچھے برُے کی تمیز محال ہے اس خیال کو پیش نظر رکھ کے اگر اُردو کی قدیم مثنویون پر نظر ڈالی جاے تو میر تقی میر کی چھوٹی چھوٹی مثنویون اور میر تقی ہوس کی لیلیٰ مجنون سے میر حسن کی مثنوی نسبتہً عمدہ ہے۔ میر صاحب کے دو حرفی قصے زبان حال سے بتاتے ہین کہ واقعات کی ترتیب مین جو وسعت اور پیچیدگی غرابت سے تعلق رکھتی ہے اُسوقت اُردو مین اُسکی گنجایش نہین پیدا ہوئی تھی۔ میان ہوس نے اُس میدان مین ایک قدم اور بڑھایا مگر قصے کی تصنیف مین نہین بلکہ ترجمہ مین۔ میر حسن نے اپنا قصہ خود تصنیف کیا ہے اور گو اُسمین بھی اصول فن کے مطابق کوئی جدت نہین بلکہ سارا مسالہ فارسی سے مستعار لیا گیا ہے تاہم وہ اتنی بڑی مثنوی کا مصنف ضرور ہے جو اُس سے پہلے اُردو مین موجود نہ تھی گو اُسوقت اور بھی کئی مثنویان لکھی گئین جنمین بعض طبعزاد اور بعض مشہور قصّونکے نظم کرنے سے تعلق رکھتی تھین۔ لیکن چونکہ اُردو کے ابتدائی دور مین میر حسن کی مثنوی سحرالبیان سے بہتر کوئی مثنوی موجود نہ تھی لہذا اُسکی شہرت نے سبکی روشنی ماند کر دی

ان تصنیفات کے بعد (گلزار نسیم) کی نوبت آئی۔ مگر اسوقت زبان اپنی مقررہ حد سے بہت آگے بڑھ چکی تھی اور اُسمین لطف بندشون نازک استعارون اور جدید محاورون سے ایک خاص خوبی پیدا ہو گئی تھی لہذا مصنف گلزار نسیم کو وہ باتین قدرتی طور پر حاصل ہو گئین جو متقدمین کے لیئے ناممکن تھین اب بجائے ٹوٹی پھوٹی زبان مین زور بلیغ دکھانے کے ہر قسم کے اداے خیال کے لیئے زبان کی شستگی اور سنجیدگی خود ہی زبردست قوت تھی یہی وجہ ہے کہ اس مثنوی کے شائع ہوتے ہی تمام قدیم مثنویونکے چراغ ایکدم سے گل ہو گئے۔

تاہم (سحر البیان) مین اسقدر قوت باقی تھی کہ وہ برسون گلزار نسیم کا ناکام مقابلہ کرتی رہے اور اسلیئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان مثنویون کے مختصر موازنہ سے مذکورۂ بالا مسئلے پر کسیقدر روشنی ڈالی جائے اور وہ طلسم توڑ دیا جائے جو سچی تنقید کی راہ مین پورٹ آرتھر سے کم سدراہ نہین ——

اُردو شاعری چونکہ ہمیشہ سے فارسی شاعری کی تابع رہی ہے لہذا اُسکی ہر تصنیف مین فارسی مذاق غالب رہا ہے - چنانچہ اُردو کے دور اوّلین سے لیکر آخر زمانے تک کے شعرا کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ اپنی ہر تصنیف کو التزاماً حمد و نعت سے شروع کرتے رہے ہین حتیٰ کہ مسلمان شعرا کے علاوہ ہندو شعرا بھی اسے اپنا فرض منصبی جانتے تھے اور ان باتونکو شاعری کا جزو اعظم خیال کرتے تھے - اِس بیان کی تصدیق کے لیئے اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ابتدا سے انتہا تک کسی ہندو شاعر کا کلام حمد و نعت سے خالی نہین مل سکتا اور اگر کہین شاذ و نادر ملجائے تو اُسے مستثنیات مین داخل سمجھنا چاہیئے -

پنڈت دیا شنکر نسیم نے بھی اپنی مثنوی مین ان باتون کا التزام کیا ہے اور میر حسن نے بھی لیکن جن مطالب کو نسیم نے صرف چار شعرون مین ادا کیا ہے - حسن نے اُنکے لیئے ایکسو اشعار کہے ہین دونون کے اشعار دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ قادر الکلامی جو ترقی یافتہ دور کا حصہ ہے ابتدائی دور مین نہین پیدا ہو سکتی - حسن بار بار ایک بات کو بیان کرتا ہے اور کوئی چول نہین بیٹھتی وہ ایک تشبیہ دینے کے بعد ہی دوسری تشبیہ دیتا ہے اور جب کافی اطمینان نہین ہوتا تو پھر وہی ناکام کوشش کرتا ہے - حالانکہ نسیم نے جو بات ایکمرتبہ کہدی اُسے دُھرانے اور بار بار بیان کرنے کی ضرورت نہین باقی رہی دیکھیئے شروع کے چار شعرون مین حمد و نعت منقبت اور قلم کی عام تعریف کس شاعرانہ لطافت کے ساتھ بیان کی گئی ہے - ایسی جامع و مانع خیالات شاعری کی انتہائی ترقی پر محمول ہین ——

ہر شاخ مین ہے شگوفہ کاری ثمرہ ہے قلم کا حمدِ باری

کرتا ہے یہ دو زبان سے یکسر — حمد حق و مدحت پیمبر
پانچ انگلیون سے یہ حرف زن ہے — یعنی کہ مطیع پنجتن ہے
ختم اسپہ ہوئی سخن پرستی — کرتا ہے زبان کی پیش دستی

جب مثنوی کا نام (گلزار نسیم) ہے تو بہار یہ تمہید کی ضرورت تھی ساتھ ہی یہ مشکل بھی کہ تمہید و تحمید دونون دست و گریبان ہون۔ دیکھئے شاعر نے پہلے ہی شعر مین اس دشوار گذار گھاٹی کو کیونکر طے کیا ہے۔ قلم ایک درخت کی شاخ ہے اور شاخ کے لئے شگوفہ ایک لازمی چیز ہے جس سے بہار کی طرف اشارہ ہو گیا۔ لیکن یہ مشکل باقی رہ گئی کہ شاخ قلم کے لئے ثمر کہان سے آئے۔ کیونکہ وہ ایک بے ثمر درخت کی شاخ ہے۔ یہین پر شاعر اپنی خداداد طبیعت کا اعجاز دکھاتا ہے یعنی اس شاخ کے لئے ایسا ثمر (حمد باری) پیدا کیا گیا جو موزون بھی ہو اور انمول بھی۔

دوسرے شعر مین قلم کی دو زبانون سے دو کام لئے گئے جو مناسبت کے لحاظ سے لاجواب ہین۔ اگر ان دونون زبانون سے کوئی ایک کام لیا جاتا تو شعر کی جامعیت مین کسر رہجاتی اور اسلیے شاعر نے ایک جزو اعظم کو بیکار نہین چھوڑا۔

تیسرا شعر قلم کی گرفت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ اب لکھنے ولے کی پانچ انگلیان بھی اسکی معین ہین۔ اس اعانت کی بدولت اُس نے پانچ کام اور کیے۔ یعنی پنجتن کی اطاعت کتنی نازک تخئیل ہے

چوتھا یا آخری شعر جو محض قلم کی تعریف مین ہے ایسا بلند مرتبہ شعر ہے جسکی نظیر دینا اُردو مین آسانی سے نہین مل سکتی۔ قلم پر سخن پرستی کا ختم ہونا اور زبان کی پیشدستی کرنا واقعہ نفس الامری کے اسقدر مطابق ہے کہ نیچرل شاعری اس سے زیادہ کوئی خوبی نہین پیدا کر سکتی ایک شاعر کا یہ کام نہین کہ وہ عام اور معمولی باتون کو نظم کرکے اپنے فرائض سے سبکدوش ہو جاے۔ بلکہ وہ ایسے خیالات پیدا کرتا ہے جو انسانی معلومات سے بالاتر ہون اور اُسمین کوئی مفید اضافہ کرین

یہ بات ہمین نسیم نے بتائی کہ قلم زبان کا قائم مقام ہے اور جو کام تم زبان سے لیتے ہو وہ قلم سے اُس سے بہتر حالت مین لے سکتے ہو۔ بلکہ جہان تمھاری آواز کی رسائی نہین وہان تمھاری تحریر تمھارے مقاصد کی وکیل بن سکتی ہے۔

چارون شعرون مین سلسلۂ بیان۔ مدارج خیالات۔ تناسب لفظی۔ لطفِ زبان۔ جدّت خیال۔ جودت طبع۔ اختصار اور نزاکت فن کے ساتھ صنائع بدائع شعری بھی اس حد تک موجود ہین کہ اگر یہ خوبی آخر تک قائم رہتی تو (گلزار نسیم) بھی دنیا کی چند منتخب نظمون مین شمار ہونے کے قابل تھی۔ تاہم جس حد تک یہ اوصاف اس مثنوی مین موجود ہین اُردو کی کسی دوسری نظم مین نہین ملتے۔

میر حسن نے صرف حمد مین چالیس نعت مین ۲۷ منقبت مین ۲۵۔ اور تعریف سخن مین دس شعر کہے ہین۔ یہ طول بیان ہی اردو شاعری کی ابتدائی خامیون کی کافی دلیل ہے ان اشعار کو بالاستیعاب پڑھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر کی طبیعت۔ جدت۔ نازک خیالی۔ اختصار اور جودتِ طبع شاعری کے چارون اعلیٰ اوصاف سے مُعرّا ہے یہان تمام اشعار نقل کرنے کی نہ گنجائش ہے نہ ضرورت۔ صرف (تعریف سخن) کے اشعار قلمبند کیے جاتے ہین پڑھنے والے پرکھ لین گے اور سمجھنے والے سمجھ جائین گے کہ انہین شاعری کا جوہر مفقود ہے جسکی ہم تصریح کر چکے ہین۔

پلا مجھکو ساقی شرابِ سخن	کہ مفتوح ہو جس سے بابِ سخن
سخن کی مجھے فکر دن رات ہے	سخن ہی تو ہے اور کیا بات ہے
سخن کے طلبگار ہین عقلمند	سخن سے ہے نام نکویان بلند
سخن کی کرین قدر مردان کار	سخن نام اُنکا رکھے برقرار
سخن سے وہی شخص رکھتا ہے کام	جسے چاہیئے ساتھ نیکی کے نام
سخن سے سلف کی بھلائی رہی	زبانِ قلم سے بڑائی رہی

کہان رستم و گیو افراسیاب | سخن سے رہی یاد یہ نقل خواب
سخن کا صلہ یار دیتے رہے | جو اہر سدا مول لیتے رہے
سخن کا سدا گرم بازار ہے | سخن سنج اُن کا خریدار ہے
رہے جب تلک داستانِ سخن | الٰہی رہین قدر دانِ سخن

زبان کی ابتدائی خامیون اور خیالات کی کمزوریون سے قطع نظر کرکے اگر طرز بیان تم غور کیا جاے تو معلوم ہوگا کہ حسن نے شیخ سعدی کی (کریما) کی نقل کی ہے - مگر کریما مین بھی بعض بعض مقامات پر اُن خشک نصائح مین شاعری کا اعلیٰ جوہر موجود ہے - لیکن ان اشعار مین اُسکا کہین پتہ نہین - وہی فرسودہ خیالات ہین جو فارسی مین عام طور پر موجود تھے اور اُنھین بھی سلسلۂ بیان اور مدارج خیالات کے ساتھ نظم کرنا دشوار ہو گیا

حمد و نعت وغیرہ کی طرح مناجات بھی اگلے زمانے مین ایک تصنیف کا ضروری جزو خیال کیجاتی تھی - حتیٰ کہ ایشیائی شاعرون کے علاوہ قدیم شعراے انگلستان مین ملٹن نے بھی نطق کی دیوی سے مدد مانگی ہے - حسن اور نسیم دونون نے اسکا التزام کیا ہے - نسیم کی مناجات یون شروع ہوتی ہے -

یارب میرے خامہ کو زبان دے | منقار ہزار داستان دے
افسانۂ گلِ بکاؤلی کا | افسون ہو بہار عاشقی کا
ہر چند سُنا گیا ہے اُسکو | اُردو کی زبان مین سخنگو
وہ نثر تھا داد نظم دون مین | اس مئے کو دو آتشہ کرون مین
ہر چند جو اگلے اہل فن تھے | سلطانِ قلمرو سخن تھے
آگے اُن کے فروغ پانا | سورج کو چراغ ہے دکھانا
پر بحر سخن سدا ہے باقی | دریا نہین کارِ بند ساقی
طعنہ سے زبان نکتہ چین روک | رکھ لے میری اہل خامہ مین نوک

خوبی سے کرے دلون کو تسخیر نیرنگ نسیمِ باغِ کشمیر
نقطے ہون سپند خوش بیانی جدول ہو حصارِ سحر خوانی
جو نقطہ لکھون کہین نہ حرف آئے مرکز پہ کشش میری پہونچ جائے

ان اشعار مین مذکورۂ بالا اوصاف کے علاوہ محاورات کی پختگی اور بلاغت ترقی زبان اور بلندی خیال کی کافی شہادت ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جب زبان ترقی کرتی ہے تو اُسمین کونسی خوبی پیدا ہو جاتی ہے

زور نظم بھی تدریجاً بڑھتا گیا ہے جو ایک مثنوی کے لئے ضروری چیز ہے لیکن سلسلۂ بیان ایک جگہ گتھی پڑ گئی ہے یعنی تیسرے اور پانچوین شعر مین تسلسل نہین قائم رہ سکا اور دو جملہ معترضہ معلوم ہوتے ہین۔ کم ازکم ان دونون شعرون کا پیرایۂ نظم مختلف ہونا چاہئے تھا۔

میر حسن کی مناجات حسب ذیل ہے

الٰہی بحقِ رسولِ امین بحق علیؑ و باصحاب دین
بحق بتولؑ و بآل رسولؐ کرون عرض جو مین سو ہوے قبول
الٰہی مین بندہ گنہگار ہون گناہون سے اپنے گرانبار ہون
مجھے بخشیو میرے پروردگار کہ تو ہے کریم اور آمرزگار
مری عرض ہے یہ کہ جبتک جیون شراب محبت کو تیری پیون
سوا تیری اُلفت کے سب کچھ ہے ہیچ یہی ہو نہ اور کچھ اتیچ پیچ
جو غم ہو تو ہو آلِ احمد کا غم سوا اس الم کے نہو کچھ الم
رہے سب طرف سے میرے دلکو چین بحق حسنؑ اور بحق حسینؑ
کسی سے نہ کرنی پڑے التجا تو کر خود بخود میری حاجت روا
صحیح اور سالم سدا مجھکو رکھ خوشی سے ہمیشہ خدا مجھکو رکھ
میری آل اولاد کو شاد رکھ میرے دوستون کو تو آباد رکھ

میں کھاتا ہوں جنکا نمک اے کریم | سدا اُنپہ کر رحم تو اے کریم
جیوں آبرو اور حرمت کے ساتھ | رہوں میں عزیزوں میں عزت کے ساتھ
برآویں میرے دین و دنیا کے کام | بحق محمد علیہ السلام

فرض کیا کہ اس مناجات خضوع و خشوع کے جذبات بہت زیادہ ہیں مگر اسے ایک مثنوی سے کیا تعلق ایسی دعا تو ہر مسلمان نماز پڑھنے کے بعد مانگ لیا کرتا ہے - مگر وہ سب یہ کہتا نہیں پھرتا اگر پنڈت نسیم بھی اپنی مناجات میں ایشور پر ارتھنا لے بیٹھتے تو انپر بھی سخت اعتراض وارد ہوتا مگر اُنھوں نے جو کچھ دعا مانگی ہے وہ اپنی تصنیف کے متعلق - غیر متعلق ایک حرف بھی نہیں کہا علاوہ بریں نسیم کے کلام میں جو زور طبیعت اور محاسن شعری موجود ہیں حسن کے اشعار میں اُنکا شائبہ تک نہیں -

ان تمہیدی مضامین کو چھوڑ کر نفس قصہ پر غور کیا جاے تو حسن و نسیم دونوں کسی تعریف کے مستحق نہیں ہیں - مانا کہ میر حسن کا قصہ طبعزاد ہے لیکن اُسمیں کوئی جدت نہیں قدیم مثنویوں کے طرز پر وہی دو پری کے افسانے نظم کر دیے گئے ہیں جو فارسی اور بھاشا میں موجود تھے تاہم ایک شاعر اُن پرانی باتوں میں بھی ایک جدت پیدا کر سکتا ہے مگر جدت زمانہ جاہلیت کا حصہ نہیں - اس زمانے میں انسانی خیالات دوسروں کے تابع رہتے ہیں - چنانچہ حسن کے خیالات بھی شعراے فارسی و بھاشا کے تابع رہے اُسے اپنے قصے کے لیے میٹریل بھی کم ملا ہے - ناچار مثنوی کو اُن فضولیات سے بھر دیا ہے جو قصے سے بہت کم تعلق رکھتے ہیں مثلاً حمد و نعت منقبت اور ممدوح کی تعریف جسکے لیے قصیدہ ہی موزوں ہے - قصے کی عام تعریف یہ ہے کہ اُسمیں رنج و خوشی - راحت و مصیبت اور مختلف واقعات کے ساتھ انسانی زندگی کے نزدیک دکھاے جائیں اور عجائبات عالم کی دلکش تصویریں کھینچ کے انسانی معلومات میں اضافہ کی کوشش کیجائے - ورنہ دنیاوی شان و شوکت اور وہ معمولی باتیں جنکے سنتے سنتے زمانے کے کان پک گئے ہیں کوئی لطف خاص نہیں رکھتیں

بہر نوع قصّے کے لئے غرابت ایک ضروری چیز ہے اور یہی وہ جوہر ہے جو ایک قصّہ کو حُسن قبول بخشتا ہے میر حسن کے قصّے مین یہ جوہر عنقا کا حکم رکھتا ہے ۔ نسیم کے قصّے مین گو غرابت کا ایک معتد بہ حصّہ موجود ہے مگر وہ اس قصّے کا اصلی مصنف نہین اُس نے میر تقی ہوس وغیرہ کیطرح ایک مشہور قصّے کو نظم کیا ہے اور جو کچھ کمال دکھایا ہے وہ صرف نظم مین ۔ لہذا گلزار نسیم صرف باعتبار نظم جانچی جا سکتی ہے ورنہ اصل قصّہ جو منجھی ہوئی زبانون سے لیا گیا ہے اُسمین کوئی جھول کیونکر رہ سکتا تھا ۔

میر حسن نے اپنا قصّہ اسطرح شروع کیا ہے کہ ایک بادشاہ کے اولاد نہ ہوتی تھی آخر مایوس ہوکے تارک الدنیا ہونا چاہا ۔ وزیرون نے تسلی دی کہ نجومیون اور پنڈتون کو بُلاتے ہین اُس مقام پر بادشاہ اور وزرا کی گفتگو دائرۂ تہذیب اور داب سلطنت سے قطعاً خارج ہے مثلاً وزرا بادشاہ اور اپنے ولی نعمت سے کہتے ہین ع

عجب کیا کہ ہو وے تمھارے خلف — کرو تم نہ اوقات اپنی تلف

اسی قسم کی بے تمیزانہ گفتگو کے بعد نجومی اور پنڈت بُلائے گئے اور اُنھون نے اپنے اپنے اصول کے مطابق بتایا کہ بادشاہ کے اولاد ہوگی اور وہ بہت آسانی سے ہوگی ۔

اُسی سال مین یہ تماشا سُنو — رہا حمل اک زوجۂ شاہ کو

نہین معلوم اسمین تماشے کی کونسی بات ہے اور یہ کون ایسا عجیب و غریب واقعہ تھا جسے شاعر نے اس شدومد کے ساتھ بیان کیا ہے نجومیون نے یہ بھی بتادیا تھا کہ اس مولود یا شاہزادہ کو بارھوین (۱۲) سال مین خطرہ ہے تاہم حسب روز بارھوان (۱۲) سال ختم ہونے والا تھا اُسی شب کو لوگ شاہزادے کیطرف سے اسقدر غافل ہوگئے کہ پری اُسے اڑا لیگئی ایک دو حرفی قصّہ ہے جسے میر حسن نے باغ کی تعریف سواری کے جلوس شادی کی دھوم دھام اور وصل و ہجر کے طولانی بیانات سے ایک مثنوی کی حیثیت دی ہے ۔

رہین نظم کی خصوصیات ان مین جہان کہین کوئی سمان دکھانے کی ضرورت ہوتی ہے وہان میر حسن کا قلم قدرتی طور پر زوردار ہوگیا ہے - وجہ یہ کہ مشاہدات کی تصویر کھینچنا اسقدر مشکل کام نہین ہے جسقدر کسی مضمون کا طبیعت سے پیدا کرنا اور اُسے واقعات کے مطابق بنانا میر حسن کے وقت مین گو دلّی تباہ ہوچکی تھی تاہم اُسکی گذشتہ شان و شوکت کے افسانے بہت تازہ اور ہر شخص کی زبان پر تھے - لیکن جہان کہین ذہانت اور طبّاعی دکھانے کی ضرورت لاحق آئی ہے وہان میر حسن کو قدم قدم پر لغزش ہوئی ہے - ان لغزشون کی بہت بڑی ذمہ دار تو زبان کی ابتدائی خامیان ہین تاہم شاعر کی طبعی کمزوری کو بھی کچھ نہ کچھ دخل ہے - کیونکہ اردو اگرچہ اُسوقت ابتدائی حالت مین تھی تاہم مرزا سودا وغیرہ نے اُسے اتنی وسعت ضرور دیدی تھی کہ وہ ادائے مطلب کے لئے قاصر نہ تھی اور اُسمین اتنی غلطیان نہ تھین جتنی (سحر البیان) مین موجود ہین - دیکھئے میر حسن نے اپنے ہیرو بے نظیر کی تعریف مین کتنی ٹھوکرین کھائی ہین ؎

دیا تھا زبس حق نے ذہن رسا ۔ کئی سال مین علم سب پڑھ لیا
معانی و منطق بیان و ادب ۔ پڑھا اُس نے منقول و معقول سب
خبردار حکمت کے مضمون سے ۔ غرض جو پڑھا اُس نے (قانون) سے

علم حکمت مین شیخ بوعلی سینا کا قانون بہت مشہور ہے - آخری مصرع مین یہی رعایت لفظی مدنظر رکھی گئی ہے ورنہ قانون سے پڑھنا کوئی معنی نہین رکھتا -

لگا ہیئت و ہندسہ تا نجوم ۔ زمین آسمان مین پڑی اسکی دھوم
لکئے علم نوکِ زبان حرف حرف ۔ اسی (نحو) سے عمر کی اُسنے (صرف)

اس آخری مصرع مین بھی اگرچہ (نحو) کی جگہ طرح - طرز - طور - تین فصیح الفاظ نظم ہوسکتے تھے لیکن (صرف) کی رعایت سے ایک غیرمانوس لفظ لانا ضروری سمجھا گیا -

عطارد کو آنے لگی اُسکی ریس ۔ ہوا (سادہ لوحی) مین وہ خوشنویس

ایک ایسے شاہزادے کو جو تھوڑی دیر پہلے حد کا ذہین و طبّاع ثابت کیا گیا ہے

محض خوشنویسی کی رعایت سے (سادہ لوح) (بیوقوف) کا خطاب دیدیا گیا رعایت لفظی کی اس سے زیادہ بدنما مثال شاید امانت کے یہان بھی نہ مل سکے گی

ہوا جبکہ (نوخط) وہ شیرین رقم بڑھا کر لکھے سات سے نو قلم

(نوخط) سے سبزہ آغاز مراد ہے مگر بے نظیر تو اپنی عمر کے بارھوین سال مین مفقود الخبر ہو گیا تھا اس سن مین سبزہ آغاز ہونا کجا۔ خدا رعایت لفظی کا بھلا کرے جسنے شاعر کو خواہ مخواہ غلط بیانی پر مجبور کیا ؎

(لیا ہاتھ) جب خامۂ مشکبار لکھا نسخ وریحان وخطِ غبار

(لیا ہاتھ) یعنی ہاتھ مین لیا۔ یہ زبان کی ابتدائی خامیون کا نمونہ ہے ؎

عروس الخطوط اور ثلث الرقاع خفی وجلی مثل خط شعاع

دوسرے مصرع مین نہایت پُر لطف تشبیہ ہے۔ افسوس کہ سحر البیان مین یہ تشبیہین نادرات سے ہین ؎

شکستہ لکھا اور تعلیق جب ہوے دیکھ حیران اتالیق سب

میر حسن کے کلام مین اگر کوئی خوبی ہے تو یہی کہ اُسمین ہر فن کی اصطلاحین بڑی فصاحت کے ساتھ ملتی ہین اگرچہ شاعر کو اُنکا محل استعمال بہت کم معلوم ہے۔ چنانچہ پری نے جو طلسمی گھوڑا بے نظیر کو دیدیا تھا وہ ضرور ہے کہ لکڑی یا کسی دھات کا بنا ہوا ہو گا لیکن میر حسن نے اُسے ایک اصلی گھوڑا خیال کرکے حشری کمری۔ منھ زور۔ کہنہ لنگ۔ شب کور وغیرہ سب اصطلاحین صرف کردین ؎

کیا خط گلزار سے جب فراغ کیا صفحۂ قطعہ (گلزار باغ)

شاید (گلزار باغ) دہلی کا کوئی مشہور باغ ہو گا جسنے رعایت لفظی مین مدد دی ورنہ قاعدے کے مطابق تو دو ہم معنی الفاظ۔ مل کے ایک بے معنی جملہ ہو جاتا ہے۔

کرون علم اُسکا کہان تک بیان کہ ہے مختصر خوب یہ داستان

مگر یہ داستان لایعنی ابھی مختصر نہین ہوئی۔ علوم کے بعد فنون کی باری آتی ہے۔ جنکے بغیر ایک طفل دوازدہ سالہ کی کمالیت مین کسر رہی جاتی تھی کیونکہ اسوقت کے علاوہ پھر اُسے تمام عمر مین اُنکی تکمیل کا موقع نہین مل سکتا تھا۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ ان علوم وفنون سے اُس نے اپنی تمام عمر مین کوئی کام بھی لیا یا نہین اسکا جواب مثنوی کی طرف سے نفی کے سوا اثبات مین نہین مل سکتا پھر اس فضول بکواس سے کیا نتیجہ ۔۔

کمان کے جو درپے ہوا بے نظیر — (لیا کھینچ) چلہ مین سب فنِ تیر

کسی فن کا کھینچ لینا ایک نہایت عجیب بات ہے۔ اس ترقی یافتہ دور مین بھی اس مطلب کے لیئے کوئی مشین نہین ایجاد ہوئی لیکن کمان کی رعایت سے کھینچنے کی ضرورت تھی۔ کمان کھینچی فن تیر کھینچ لیا اور وہ بھی چلہ (چالیس دن) مین کیونکہ کمان کے لیئے چلہ بھی لازمی چیز ہے

صفائی مین (سوفار پیکان کیا) — کیا جبکہ تو وہ یہ طوفان کیا

(سوفار پیکان کیا) نہین معلوم کیا معمہ ہے ۔

رہا چھوٹتے ہی جو لکڑی پہ من — کیا اپنے قبضہ مین سب اُسکا فن

ایک جگہ فن کھینچ لیا گیا دوسری جگہ قبضہ مین کیا گیا۔ مگر وہان تو کمان کی رعایت سے کچھ تُک بھی ملتا تھا یہان اتنی بات بھی نہین یعنی لکڑی مین قبضہ ہی نہین ہوتا تو رعایت کیسی؟ پھکیتی کی ایک مشہور اصطلاح (چھوٹ) ہے میر حسن نے (چھوٹتے ہی) سے یہی رعایت ملحوظ رکھی ہے ۔

ہوئین دستِ بازو کی سر سائیان — اُڑائی گئین ہاتھ مین گھائیان

ہم پہلے ہی کہہ چکے ہین کہ میر حسن کو اصطلاحین نظم کرنے مین خاص کمال حاصل ہے عام اس سے کہ وہ کسی فن کی کیون نہون اور اگرچہ ایک شاعر کے اوصاف اُس مین موجود نہ تھے تاہم وہ ایک ہمہ دان شخص ضرور تھا ۔

رکھا موسقی پر جو کچھ کچھ خیال — کیے قید سب اپنے ہاتھون مین تال

گو شاعر کا مطلب یہ ہے کہ فنِ موسیقی مین کمال حاصل کر لیا مگر صرف تالونکو قید کر لینے سے کمال نہین حاصل ہو سکتا۔ کیونکہ تال۔ سم موسیقی کے بہت معمولی اور ابتدائی مدارج ہین۔

طبیعت گئی کچھ جو تصویر پر ‖ رکھے رنگ سب لیکے مدّ نظر

پہلے شعر کی طرح اسمین بھی ذم کا پہلو نکلتا ہے۔ یعنی فن مصوری مین صرف رنگ کی شناخت ہو سکی اور کچھ نہین۔ کئی دن مین سیکھا یہ (کسب تفنگ) کہ حیران ہوے دیکھ اہل فرنگ۔ (کسب) کے معنے خود سیکھنے اور حاصل کرنے کے ہین پھر) کسب تفنگ سیکھا) کیا معنی رکھتا ہے۔ ہم نے اس خیال سے کہ شاید بازاری مطبعون کی بے پروائی سے کسی بامعنی لفظ کی جگہ (کسب) کا لفظ چھپ گیا ہو گا سنہ ۱۲۶۱ ہجری کی ایک قلمی مثنوی بھی دستیاب کی مگر افسوس کہ اسمین بھی یہ مصرع اسیطور پر درج ہے۔

مندرجۂ بالا اشعار کو بالاستیعاب پڑھنے سے شاعر کی مبالغہ پسندی اور رعایت لفظی کی ناکام کوشش کے ساتھ زبان کی ابتدائی خامیون پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے مبالغہ کی تو یہ حد ہے کہ جو شاہزادہ بارہ برس کی عمر تک نہایت احتیاط کے ساتھ محلون مین بند رہا وہ باوجود اس نو عمری اور دیگر موانع دنیا کے ہر علم و فن مین یگانہ آفاق یا سچ مچ بے نظیر ہو گیا مگر یہ علوم و فنون تمام عمر مین کبھی اسکے کام نہین آئے رعایت لفظی مین جو کمزوریان ہین وہ محتاج تصریح نہین زبان کی خامیان نہ صرف اسی سبجکٹ مین بلکہ مثنوی کے ہر حصے مین موجود ہین۔ نمونتہً چند اشعار درج ذیل کیے جاتے ہین:۔

کھڑے سرو کی طرح چینی کے جھاڑ ‖ کہے تو کہ "خوشبوئیون" کے پہاڑ

اول تو چینی کے جھاڑون مین خوشبو کہان دوسرے قاعدے کے مطابق خوشبو کی جمع "خوشبوئین" ہو گی نہ کہ "خوشبوئیون"

کہین چاہ مَنج کہین حوض و نہر ‖ ہر اک جا پہ "آب لطافت" کی نہر

لطافت اسم ہے نہ کہ صفت پس آب لطیف کو آب لطافت کہنا قطعاً غلط ہے۔

کیزان مہ رو کی (ہر طرف) ریل چنبیلی کوئی اور کوئی رائے بیل

اگر (طرف) کی جگہ "سمت" نظم کر دیا جاتا تو ایک لغوی غلطی دور ہو سکتی تھی مگر شاعر کو اسکا احساس ہی نہوا۔ کیونکہ یہ لفظ اس مثنوی مین کئی جگہ اسی طرح نظم ہوا ہے۔

لئے ہاتھ مین بیلچے مالنین چمن کو لگین دیکھنے بھالنے

(مالنین) اور (بھالنے) قافیہ نہین ہو سکتا۔ ایک شاعر کے لیے اس سے زیادہ شرمناک غلطی ناممکن ہے۔

طویلے کے اُسکے جو ادنے تھے خر (اُنھین) نعلبندی مین ملتا تھا زر

شاعر کا مطلب تو یہ ہے کہ اُسکے فیاض ممدوح کے طویلے مین ادنے خرون کی نعلبندی مین بھی بجائے روپے پیسے کے اشرفیان دیجاتی تھین۔ اور زبان کی کمزوری نے یہ مطلب پیدا کر دیا کہ شاہی طویلے کے ادنے خر نعلبندی کرتے تھے اور اشرفیان پاتے تھے۔ کیونکہ "اُنھین" کی ضمیر براہ راست (خر) کیطرف راجع ہے۔ ببین تفاوت رہ از کجاست تابکجا

دوحوشون طیورون) تلک نےبخلل پڑے آشیانون سے اپنے نکل

وحشی اور طائر کی جمع (وحوش وطیور) ہے (وحوشون طیورون) مین جمع الجمع کی ترکیب واقع ہوئی ہے جو قطعًا غلط ہے۔

گلزار نسیم مین بھی چند غلطیان واقع ہوئی ہین مگر اُنکی شان نزول اور ہے مثلًا معنوی یا ادبی غلطی کی مثال جو حسب ذیل ہے دونون مین ایک طرح پر واقع ہوئی۔ نسیم نے آغاز قصہ مین زین الملوک کے بیٹون کی اسطرح تعریف کی ہے۔

خالق نے دیے تھے چار فرزند دانا عاقل ذکی خردمند

لف ونشر مرتب کے لحاظ سے تو شعر لاجواب ہے۔ لیکن یہ چارون فرزند بجائے عاقل ہونے کے مدکے سادہ لوح تھے جیساکہ قصے سے واضح ہے۔ میرحسن نے بھی ایک جگہ مبالغہ کے لیسے ہی جوش مین شاہزادۂ بے نظیر کو رشک بے نظیر کہدیا ہے۔

حالانکہ وہ اُسوقت تک حالت شہزادگی مین تھا بلکہ ولیعہد بھی مقرر نہ ہوا تھا۔

گیا حوض مین جب شہ بے نظیر پڑا آب مین عکس ماہ منیر

اس شعر مین اُس ادبی غلطی کے علاوہ جو اوپر بیان کی گئی ایک اور سخت غلطی ہے قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص حوض مین اُترتا ہے تو اُسکے پانی مین تموج پیدا ہو جاتا ہے اور عکس نہین دکھائی دیتا۔ پھر یہ عکس کیونکر پڑ سکتا تھا۔ وہ کوئی طلسمی حوض بھی نہ تھا بلکہ معمولی حوض تھا جسمین بے نظیر اپنی سالگرہ کی تقریب مین غسل کے لیئے اُترا تھا۔

ایک اور سبجکٹ پر دونون شاعرون نے مصوری کی ہے مگر حسن کے قلم کو اسمین بھی لغزش ہوگئی میر حسن نے اسوقت کی تصویر جب پری بے نظیر کو اُٹھا لیگئی ہے یون کھینچی ہے پری کے جذبات قابل ملاحظہ ہین۔

قضارا ہوا اک پری کا گذر پڑی شاہزادے پہ اُسکی نظر
بھبوکا سا دیکھا جو اُ... اگا جلا آتش عشق سے اُسکا تن
ہوئی لاکھ جی سے وہ اسپر نثار وہ تخت ... ہوا سے اُتار
جو دیکھا تو عالم عجب ہے یہان منور ہے سارا زمین آسمان
(دوپٹہ) کو اس مہ کے مُنھ سے اُٹھا دیا .. سے .... اپنا ملا
اگرچہ ہوئی تھی زیادہ ہوس ولیکن حیا نے کہا اُسکو بس
مئے عشق مین پھر یہ سوجھی ترنگ کہ لے چلیئے اسکا مع اسکے پلنگ
محبت کی آئی جو دل مین ہوا وہان سے اُسے لے اُڑی دلربا
ہوا جب زمین سے وہ شعلہ بلند ہوا مین ستارا سا چمکا دو چند
شب مہ مین وہ یون زمین سے اُٹھا چلے شیر جسطرح سے جوش کھا
جلے رشک سے اُسکے شمع و چراغ کہ اُس مہ کا پہونچا فلک پر دماغ
غرض لیگئی آن کی آن مین اُڑا کر وہ اُسکو پرستان مین

سین کے پر زور ہونے مین شک نہین زور قلم بھی معمول سے زیادہ ہے لیکن خیالات کی کمزوری اور مذاق کی پستی نے وہ لطف نہین پیدا ہونے دیا جسکی ضرورت تھی شہزادے کے منھ پر ڈوپٹا کسقدر معیوب معلوم ہوتا ہے۔ پری کے جذبات کسقدر غیر مہذب ہین ۹ اسکی تشریح کی ضرورت نہین البتہ تشبیہ کے لحاظ سے وہ شعر لاجواب ہے جو جلی لکھوا دیا گیا ہے۔

نسیم نے بھی اس سین کی تصویر کھینچی ہے۔ اسمین تشبیہ و استعارات کی بلندی محاورات کی برجستگی اور خیالات کی نزاکت کسی اور ہی عالم کا پتہ دیتی ہے۔ تاہم پری کی ادا دکھاتے ہوے نسیم کا مذاق بھی غیر مہذب ہو گیا ہے۔ خصوصًا دوسرا اور تیسرا شعر نہ ہوتا تو اس سین مین اور بھی حسن پیدا ہو جاتا۔ کیونکہ ادا سے خواب کی جیسی خوبصورت تصویر چوتھے شعر مین کھنچ گئی ہے وہ ان شعرون مین نہین ہے:۔

پردہ جو حجاب سا اٹھایا — آرام مین اُس پری کو پایا
بند اُسکی وہ چشم نرگسی تھی — ہے — بر بن کچھ کچھ کھلی ہوئی تھی
سمٹی تھی جو (ن) ملنا اُس قمر کی — بر جون یہ سے چاندنی سی سرکی
لپٹے تھے جو بال کروٹون مین — بل کھا گئی تھی کمر لٹون مین
چاہا کہ بلا سے گلے لگائے — سوتے ہوے فتنے کو جگائے
سونچا کہ یہ زلف کف مین لینی — ہے سانپ کے منھ مین اُنگلی دینی
یہ پھول انھین اژدھو نکا ہے من — یہ کالے چراغ کے ہین دشمن
گل چھن کے ہنسی نہ سے بالکل — خندہ نہو برق حاصل گل
پھر سمجھین گے ہے جو زندگانی — کچھ نام کو رکھ چلو نشانی
انگشتری اپنی اس سے بدلی — منھ خط عاشقی سندلی

پری کے خفا ہونے کی حالت میرحسن نے بھی دکھائی اور نسیم لکھنوی نے بھی سنجیدگی اور بھوہڑپن مین جو فرق ہوتا ہے وہ ذیل کی مثالون سے واضح ہو گا۔

حسن دہلوی

غضبناک بیٹھی تھی یہ تو ادھر | کہ اتنے مین آیا وہ رشک قمر
اُسے دیکھ غصّے مین یہ ڈر گیا | کہے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا
بلا سے وہ دیکھ اُسکے پیچھے پڑی | کہا سُن تو اے موذی و مدعی
تجھے سیر کو مین نے گھوڑا دیا | کہ اُس (مالزادی) کو جوڑا دیا
الگ ہم سے یون رہنا اور چھوٹنا | یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا
محلکا دیا کھاتا نہ تو نے یہی | بھلا اسکا بدلا نہ لون تو سہی
پھرا ب جیسے راتون) کو دلشاد تو | کرے گا (دنون) کو بہت یاد تو
مزاد چاہ) کا دیکھ اپنی ذرا | جھکاتی ہون کیسے (کنوئین) نہ بھلا

نسیم لکھنوی

تو باغ ارم سے لیگیا گُل | تو مجھ سی پری کو دے گیا جُل
بیرخ ترے واسطے ہوئی مین | فرخ ترے واسطے ہوئی مین
تجھکو ترے باپ سے ملایا | مجھکو یہ ملا کہ تجھکو پایا
جو جو اصرار تھے نہانی | سب تجھ سے سنے تری زبانی
کیا لطف جو غیر پردہ کھولے | جادو وہ جو سر پہ چڑھکے بولے
چاہا تھا کرون سزیسے پامال | کر شکر سمجھ کہ تھا خوش اقبال
کیا کہئے کہ صورت اور کچھ تھی | وقت اور ضرورت اور کچھ تھی
ابتک ہین وہ خارجی کے جی مین | جلد آ کہ ہے مصلحت اِسی مین

بکاولی کا یہ غصہ دو بدو مین ہے جیساکہ میر حسن نے ماہرخ کے جذبات مین دکھایا ہے اِس طور کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ چاہے کتنا ہی غصّہ کیون نہو مگر معشوق کے سامنے سب فرو ہو جاتا ہے مگر حسن کے وقت مین ان نازک جذبات کا احساس محال تھا

اور نسیم کے زمانے مین اسکی صلاحیت خود بخود پیدا ہوگئی تھی کیونکہ اسوقت پوری سوسائیٹی عاشقانہ جذبات مین ڈوبی ہوئی تھی اور اُسمین نزاکتین پیدا کر رہی تھی۔
نسیم نے اس سے زیادہ حیرت انگیز کام اس مقام پر کیا ہے جہان تاج الملوک اور بکاولی مین رمز و کنایہ کی گفتگو ہوئی ہے۔

جب پردۂ صبح ہو گیا فاش	خندان خندان ہوا وہ بشاش
اُس غنچہ دہن کا مُسکرانا	بے رنگ بکاؤلی نے جانا
ہنستے ہنستے کہا ہنسی کیون	ہنستا نہین بے سبب کوئی یون
بولا وہ کہ خواب دیکھتا تھا	آتش پہ کباب دیکھتا تھا
بولی وہ کہ ہم بتائین تعبیر	دلسوزی کرے گا کوئی دلگیر
بولا وہ کہ رات کو اُفق مین	خورشید تھا آتشِ شفق مین
بولی وہ کہ مہر سان شب و روز	عالم مین رہوگے رونق افروز
بولا وہ کہ اک مقام ہو تھا	گلزار خلیل رو برو تھا
بولی وہ بشر ہو تم دلاور	سرسبز ہو قوم آتشی پر
بولا وہ کہ دیکھی اک شبستان	شعلہ ہوا انجمن مین رقصان
بولی وہ کہ شعلہ مین پری ہون	جو ناچ نچاؤ ناچتی ہون
بولا وہ کہ جب ہوا اُجالا	بخشا مہِ انجمن نے ہالا
ہالہ مہِ انجمن کا کیا تھا	وہ ہار تھا جو گلے پڑا تھا
گھبرائی پری کہ ہین یہ کیا ہے	بولا وہ کہ ہار نو لکھا ہے
کاندھے پہ تھا جسکے رات ڈالا	پہچانتی ہو وہ طبلے والا

رمز و کنایہ مین اشارات کی پختگی کے ساتھ خیالات مین برجستگی ہم رنگم مصرع ہم زبان مین شوخی بھی لازمی ہے ساتھی یہ باتین طرفین کی گفتگو مین مساوی ہونا چاہئین کیونکہ عاشق و معشوق

قریب قریب ہم مذاق اور یکسان ذہین ہوتے ہین مندرجہ بالا اشعار مین ان باتون کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے کہ ایک پر دوسرے کی ذہانت فوق نہ لیجائے۔ یہ ایسی باتین ہین جو دُنیائی اُردو مین ابتک نایاب ہین۔نسیم نے ان قیود کے ساتھ ہر شعر مین تشبیہ و استعارہ اور محاورات کی روح پھونک کے اور بھی محو حیرت کر دیا ہے۔

محاورات اور ضرب الامثال مین میر حسن نے بھی کچھ زور طبع دکھایا ہے اور اپنے وقت کے بہت اچھے اچھے محاورے نظم کیے ہین۔ لیکن اسکو کیا کیا جاے کہ اُسوقت روزمرہ کی طرح محاورات مین بھی کوئی ندرت نہین پیدا ہوئی تھی مثال کے طور پر نسیم اور میر حسن کے دو شعر لکھے جاتے ہین۔

میر حسن

ایسی [illegible]

ملکی حالت تباہ ہو رہی تھی) لیکن، شکیہ مرکہ پنڈت برج نرائن صاحب وکیل چلہ

نسیم

قسمت سے مفر ہے اب نہ امن — پتھر کے تلے دبا ہے دامن

حسن کے کلام کی ساری خوبی اسمین ہے کہ وہ مشاہدات کی تصویر بہت سچی کھینچتا ہے اور اپنے زمانے کی تاریخ پر اتنی روشنی ڈالتا ہے کہ دوسرے شعرا نہین ڈال سکتے۔ جتنا دھوم دھامی زمانہ اُس نے اپنی نظر سے دیکھا تھا یا تذکرہ کے طور پر سُنا تھا سبکی تصویر اُسکی مثنوی مین موجود ہے اس حیثیت سے وہ ایک بے مثل ناظم ہے۔ لیکن شاعری مین ایک شاعر کے لیے جسقدر فطری ذہانت اور مذاق سلیم کی ضرورت ہے وہ اُسمین نہین پائی جاتی نسیم کی مثنوی مین بھی اُسوقت کی سوسائٹی کا کچھ رنگ آیا ہے مگر یہ تصویر مکمل نہین۔ البتہ جسقدر ذہانت و طباعی کی ضرورت ہے اور ایک نظم مین جسقدر شاعرانہ خوبیان ہونا چاہئین وہ گلزار نسیم مین کامل طور پر موجود ہین اور ان دونون نامور شعرا کا مقابلہ کرتے ہوے ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ ایک ناظم ہے دوسرا شاعر!

گلزار نسیم کے بعد چند اور مثنویان بھی شائع ہوئین - انمین حضرت واجد علی شاہ کی مثنوی (دریائے تعشق) جو اُنھون نے اپنے زمانۂ ولیعہدی مین تصنیف کی تھی مرحوم کی تمام مثنویون مین عمدہ ہے - اسی زمانہ مین آفتاب الدولہ قلق کی مہتم بالشان مثنوی (طلسم الفت) تصنیف ہوئی مگر جتنی اسکی شہرت ہوئی اُسقدر خوبیان اُسمین موجود نہین - اسی سلسلہ مین نواب مرزا شوق کی تین مثنویان (بہار عشق) (زہر عشق) اور (فریب عشق) بھی قابل الذکر ہین - چوتھی مثنوی (لذت عشق) اس طباع شاعر کی تصنیف نہین ہے نہ اُسمین اُس کا رنگ ہے نہ خصوصیات حتی کہ اُسکی بحر بھی بدلی ہوئی ہے بہرکیف اول الذکر تینون مثنویان اگر فحش مذاق پر مبنی نہوتین تو کہا جاتا کہ اُردو زبان کے صحیفے یہی ہین در حقیقت یہی اس پاکیزہ زبان کے نمونے تھے جنسے مرزا داغ مرحوم نے اپنی فصاحت کا چراغ جلایا ہے آخر مین (ترا) بولا وہ یہ رات تو ا حق مین خورشید تھا لبس شفق مین ، بحر بھی وہی پسند کی گئی ہے - مگر وہ بات کہان -

گلزار نسیم مین سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اول سے آخر تک ایک رنگ مین ڈوبی ہے اور اسکا ہر شعر بتا دیتا ہے کہ مین کس باغ کا پھول ہون دوسری مثنویون مین یہ بات نہین اور انکے مصنف یہ قدرت نہین رکھتے کہ ہر قسم کے مذاق کو ایک ہی رنگ مین کھینچ لین مثلاً میر حسن نے بے نظیر کی تعلیم و تدریس کے بیان مین جسقدر تناسب لفظی کی کوشش کی ہے اگرچہ وہ بھی ناقص ہے تاہم مثنوی کے دوسرے حصون مین اُسکا شائبہ تک نہین ملتا - مصنف گلزار نسیم نے جس رنگ کو اول سے اختیار کیا ہے اُسے آخر تک نباہ دیا ہے تمثیلاً اختصار کو لیجئے جو بسم اللہ سے تمت تک یکسان طور پر قائم ہے - اسیطرح تناسب لفظی کی بھی یہ حد ہے کہ مثنوی کا کوئی شعر اس صنعت سے خالی نہین حتی کہ اسکے سادے شعرون بھی اسکی جھلک موجود ہے -

ہاتھ اُسپہ اگر پڑا نہین ہے بُو ہو کے تو گُل اُڑا نہین ہے

خیالات کو تشبیہ و استعارات کی صورت مین بیان کرنا شاعری کی آخری منزل ہے اور یہ فخر بھی گلزار نسیم ہی کو حاصل ہے کہ اُسکے تمام مطالب اسی پیرایہ مین نظم ہوے ہین مثلاً فراق و وصال کے سین جنکی بنیاد صرف جذبات پر قائم ہے گلزار نسیم مین تمام اردو مثنویون کے خلاف اسی رنگ مین رنگے ہوے ہین بلکہ ان مقامات پر جادو نگار شاعر کا قلم زیادہ طرارے بھرنے لگا ہے۔

(وصل)

کاوش یہ ہوا گہر سے الماس غنچے نے بجھائی اوس سے پیاس

(ہجر)

صورت مین خیال رہگئی وہ ہیئت مین مثال رہگئی وہ

ایسی مرصّع اور اپنے رنگ مین فرد مثنوی پر یہ سخت ظلم تھا کہ بازاری مطبعون کے ہاتھون اسکی حالت تباہ ہو رہی تھی۔ لیکن شکر ہے کہ پنڈت برج نرائن صاحب وکیل چکبست بی۔ اے۔ لکھنوی کی عنایت سے اس مثنوی کا ایک نیا اڈیشن شائع ہو گیا ہے۔ اس اڈیشن کی ترتیب مین قابل مؤلف نے جدید مذاق کو جس خوبی سے ملحوظ رکھا ہے وہ قابل داد ہے۔ یعنی سب سے پہلے ایک انگریزی رنگ کا دیباچہ ہے جسمین نسیم کے سوانحی حالات اُنکی شاعری پر محاکمہ اور بہت سے متفرق امور پر بحث کی ہے۔ اسکے بعد اصل مثنوی ہے جو ایک قدیم نسخے کے مطابق صحیح کرکے شائع کی گئی ہے۔ آخر مین دیوان نسیم کا کچھ انتخاب بھی شامل ہے۔ اور اسیطرح یہ اڈیشن اپنے مقاصد مین ایک حد تک مکمل ہو گیا ہے۔ ہم اس اڈیشن کو صرف (گلزار نسیم) نہین بلکہ کلیات نسیم کہنا زیادہ مناسب خیال کرتے ہین جو اس جوانمرگ شاعر کی ایک دلچسپ یادگار ہے۔

پنڈت برج نرائن صاحب اپنی کوشش مین بہت بڑی تعریف کے مستحق ہین جنھون نے قدیم تصانیف کو جدید مذاق کے مطابق بنانے کی ایک قابل تقلید راہ سجھادی ہے اور

مغربی تعلیم کی روز افزون ترقیون سے امید ہے کہ اس طرز تالیف سے پورا فائدہ اُٹھایا جائیگا اسی لیئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دیباچے کی بعض کمزوریون کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے مثلاً گلزار نسیم کی تصنیف کے متعلق اُن بے معنی گپون کو اتنی وقعت دینا فضول تھا کہ اس دیباچہ مین اُنکا ذکر کیا جائے کیونکہ زمانہ اُنھین خود ہی فنا کر چکا تھا جو ایک زبردست جج ہے اسیطرح مولانا حالی مدظلہ العالی کے اُن اعتراضات کا جواب بھی بیکار تھا جسے اودھ پنچ مین کامیابی کے ساتھ طے کر دیا گیا تھا اور جو محض بازاری مطبوعون کی غلطی پر پیدا ہوے تھے۔ اسکے لیئے صرف غلط اشعار کی تصحیح ہی ایک شافی جواب تھا۔ رہا وہ اعتراض جو ممدوح نے ایک معیار خاص کے مطابق تمام قدیم تصانیف پر وارد کیا ہے اسکا فیصلہ بھی نقادانِ فن کر چکے ہین اور اس دیباچے مین اُسکا کوئی ذکر بھی نہین۔

دیوان نسیم سے جو اشعار انتخاب کیئے گیئے ہین اُنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کی طبیعت ہر رنگ مین اپنا جلوہ دکھا جاتی ہے نسیم کا قلم غزل کے میدان مین بھی وہی طرارے بھرتا ہے جو مثنوی مین اور جن غزل گو شعرا کے کلام سے اسکا موازنہ کیا گیا ہے وہ اُسکی بلندی خیال تک پہونچنے کے لیئے زبان حال سے کہ رہے ہین:-

اگر یک سر موے برتر پرم ۔۔۔ فروغِ تجلی بسوزد پرم

نسیم کی ایک غزل کا مطلع ہے ؎

جب ہو چکی شراب تو مین مست مر گیا ۔۔۔ شیشے کے خالی ہوتے ہی پیمانہ بھر گیا

دوسرا مطلع اس سے زیادہ زوردار ہے ؎

قرض خور کو دیکھکر تسکین پر کھاے مہمان صُبح ۔۔۔ تا دہانِ شام پہونچاتا ہے رازق نانِ صُبح

رند و صبا وغیرہ کے کلام مین یہ بلند خیالی عنقا کا حُکم رکھتی ہے۔ نسیم کے مندرجہ شعر مین شاعر کی روح کھنچ گئی ہے کتنا سچا شعر ہے۔

پیری مین طرزِ عشق جوانی وہی رہا ۔۔۔ صورت کے ساتھ دل کا بدلنا مُحال ہے

اس نئے اڈیشن کی اشاعت پر گلزار نسیم کی مقبولیت بدرجہا بڑھ گئی ہے تاہم اسپر چند اعتراضات بھی ہوے ہین - ان اعتراضات پر تفصیل کے ساتھ بحث کرنے کے لیئے ایک جُداگانہ مضمون درکار ہے - ہمارا ارادہ ہے کہ ان اعتراضات کے متعلق ایک جُداگانہ مضمون تیار کرین لہٰذا یہ مضمون یہین پر ختم کیا جاتا ہے -

بہرکیف گلزار نسیم ایک ایسی مثنوی ہے جسکی مہک مذاق آشنا دلون کو تازگی اور شگفتگی بخشتی ہے اور وہ ایسی بہار بیخزان رکھتی ہے جسپر باد حوادث کے جھونکے ہمیشہ بے اثر ثابت ہونگے - جبتک دنیا مین انصاف اور طبیعتون مین شاعرانہ مذاق موجود ہے اسکی شُہرت پر کوئی حرف نہین آسکتا -

نقّادِ لکھنوی

(دبدبۂ آصفی نمبر ۴ جلد ۹ - ۶ - رجب المرجب ۱۳۲۳ھ)

۱۴ - گلزار نسیم

(از حافظ جلیل حسن صاحب جلیل)

مسٹر چکبست نے اچھا شگوفہ چھوڑا کہ مثنوی گلزار نسیم پر مقدمہ لکھا آجکل اخبارون اور رسالون مین اُسی کے گل کھل رہے ہین - ایک مقدمہ مولانا حالی نے لکھا تھا مسٹر موصوف نے بھی وہی روش اختیار فرمائی اور وہی نتیجہ اس مقدمہ کا بھی ہوا جو اُسکا ہوا تھا - اس مقدمہ مین پنڈت دیا شنکر نسیم کو بعض اساتذہ لکھنؤ پر فی الجملہ ترجیح دیگئی ہے وہ ترجیح زہر ہوگئی - اب مسٹر چکبست معذرت کرتے ہین کہ میرا منشا بمقابلہ نسیم شعرائے لکھنؤ کی تنقیص نہین ہے - بلکہ مین نے صرف تناسب لفظی مین نسیم کو اور شعرا سے بڑھایا ہے مگر یہ عذر زخم دل کا مرہم نہین ہوسکتا - اور اس سے وہ آگ نہین بجھ سکتی جو چارطرف مشتعل ہوگئی ہے ممدوح کی ستائش مین جسقدر مبالغہ کیا جائے جائز ہے - مگر یہ طریقہ اچھا نہین کہ اسکے مقابل دوسرون کا پہلو دبایا جائے - آپ کو اسکا حق کیا ہے کہ اپنی رائے سے ایک دوسرے کا مدمقابل بناکے آپس مین لڑا دیجیے اور پھر جسکو چاہیے اپنے زور قلم سے پچھاڑ ڈالیئے - ہم نے میر مجروح کے ایک مداح کو دیکھا کہ ایک طرف سے مجروح مرحوم کو بڑی آن بان سے نکالا اور دوسری طرف سے امیر و داغ کو سامنے لاکر کھڑا کر دیا کچھ دیر زور آزمائی ہوئی آخر اس بہادر پانی پتی نے دونون پہلوانون کو گرادیا جسمین ایک لکھنؤ ہی تھا دوسرا دہلوی

اس قسم کی بیہودہ تحریرون کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ واقعی جنگ وجدل کی نوبت آجاتی ہے۔

مولانا حالی کے مقدمہ کا جواب یون دیا گیا تھا کہ اُنکی زبان وبیان و دیوان کی دھجیان اُڑادی گئین یہان مقدمہ کے جواب مین مثنوی گلزارنسیم کے پھول روندے جاتے ہین حیرت ہے کہ مسٹر چک بست کی بحث شاعرانہ پر قابل حضرات نے اسقدر توجہ کیون فرمائی سکوت سے بہتر کوئی جواب نہ تھا اور اگر جواب ہی دیا تھا تو مقدمہ پر نظر کیجاتی اور نسیم کے وہ اشعار دیکھے جاتے جو مقابلہ مین لائے گئے تھے مثنوی کو بیخطا نشانۂ ملامت بنانا انصاف سے بعید ہے۔ جس حالت مین کہ مثنوی کا کوئی شعر مقابلہ مین پیش نہین کیا گیا مثنوی میرحسن دہلی کے لئے سرمایۂ فخر ہے تو گلزارنسیم لکھنؤ کے لئے وجہ ناز ہے۔ اور کچھ آج کی تصنیف نہین انپر کئی دور گذر چکے اور ہر دور مین دونون مقبول رہین اب اگر اہل دہلی سحرالبیان کی بُرائی کرین یا اہل لکھنؤ گلزارنسیم کی ہجو فرمائین تو یہی کہا جائیگا کہ اپنے عیوب آپ کھولتے ہین ان مثنویون کی مقبولیت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ جو فاضل نثرنگار گلزارنسیم پر معترض ہین وہ خود لکھتے ہین کہ (مثنوی گلزارنسیم اُردو کی ایک عجیب وغریب معرکہ آرا نظم ہے۔

اغلاط سے پاک کوئی تصنیف نہین ہوسکتی کہا جاتا ہے کہ گلزارنسیم مین بہت زیادہ نقصانات ہین ممکن ہے کہ ایسا ہو اور ممکن ہے کہ مثنوی میرحسن مین بھی اسیقدر نقصانات ہون۔ مگر اسوقت ان نظمون کی تنقید کی حاجت نہین ہے۔ اور نہ اس سے انکی مقبولیت کو کچھ ضرر پہونچ سکتا ہے۔

گلزارنسیم کے متعلق طرح طرح کے مباحث درپیش ہین۔ گلزارنسیم مین شاعری کیسی ہے زبان لکھنؤ کی ہے یا نہین۔ نسیم کا شعرا مین کیا رتبہ ہے۔ حقیقت اتنی ہے کہ مثنوی گلزارنسیم کے ایک کہنہ مشق قادرسخن کی تصنیف ہے آتش نے کی ہو یا کسی اور نے ہمکو اس سے بحث نہین۔ لکھنؤ کی خاک سے صدہا آتش و ناسخ پیدا ہوے زمانے نے جنکا کلام اُچھالا وہ مشہور ہوے اور باقی شعرا کا نام دکلام پردۂ گمنامی مین رہگیا۔ اُنھین مین ایسے بھی لوگ تھے

کہ مثنوی اور دیوان لکھکر دوسرون کو دیدیا کرتے تھے - اپنے نام کو ملک کے سامنے پیش کرنا پسند نہین فرماتے تھے اس جگہ ایک نواب عاشور علیخان مرحوم کا نام لے دینا ثبوت کے لیئے کافی ہے جو اعلے درجہ کے شاعر و شاعر گر تھے جنھون نے کتنون کو شاعر بنادیا صاحب دیوان کر دیا اور اپنے نام سے ایک شعر نہ رکھا - اگر کہا جاے کہ مثنوی گلزار نسیم بھی اس قسم کی تصانیف مین داخل ہے تو اسپر ذرا بھی تعجب نکرنا چاہیئے قاعدہ ہے کہ پرائی چیز کو جب کوئی اپنا کرنا چاہتا ہے تو اُسمین کچھ نہ کچھ تصرف بھی کرتا ہے چاہے وہ تصرف دخل در معقولات ہی کیون نہو نظر بر آن یہ سمجھنا چاہیئے کہ پنڈت دیا شنکر صاحب نسیم لکھنوی سے علاقہ مثنوی گلزار نسیم کے اُنھین اشعار کو ہے جن مین زبان یا بیان کی کمزوری یا شاعرانہ اسقام ہین -

نسیم کا نام اساتذہ لکھنؤ کے ساتھ کبھی نہین سُنا گیا - گلزار نسیم کو دنیا جانتی ہے اور نسیم کو کوئی نہین جانتا - تحریر و تقریر مین مثل و مقولہ کے طور پر گلزار نسیم کے شعر لائے جاتے ہین اور نسیم کا نام نہین لیا جاتا -

امیر اللغات مین جس کتاب کا شعر لکھا گیا ہے خواہ دیوان ہو یا مثنوی یا مرثیہ یا قصائد سلام اُسکے ساتھ مصنف کا تخلص لکھا گیا - مگر بخلاف اسکے گلزار نسیم کا شعر جہان دیا ہے وہان گلزار نسیم لکھا ہے نسیم نہین لکھا - یہ بھی دلیل قوی اسکی ہے کہ صاحب امیر اللغات کے نزدیک گلزار نسیم نسیم کی تصنیف نہ تھی - جناب مولوی عبد الحلیم شرر سے اسکی ابتدا ہوئی کہ اُنھون نے گلزار نسیم پر ریویو فرمایا اور نقائص کو چُن چُن کر دکھایا - اُنکی بحث بڑی قابلیت کے ساتھ ہے اُنکی دیکھا دیکھی اور بھی لکھنے والے ادھر متوجہ ہو گئے اور جی کھول کر نکتہ چینی کی - مگر مسٹر چکبست صاحب نے جو جواب اُردوے معلّے مین دیا ہے وہ بھی دیکھنے کا ہے - خصوصًا سند کے اشعار بہم پہنچانے مین اُنکی تلاش حیرت انگیز ہے - سب اعتراضات کا بجا ہونا جسطرح دشوار ہے اُسی طرح ہر ایک جواب کا باصواب ہونا بھی مشکل ہے -

تشبیہ دی ہے اسمین کیا مزا ہے ۔

سو چا وہ کہ ابتو ہم ہین آگاہ   جیتے ہین تو جیت لین گے ناگاہ

ناگاہ خواہمخواہ لکھدیا ہے محض بھرتی ہے ۔

دانا تو کرے کب اسطرف میل   ہارا ہے جوے کے نام سے بیل

یہان صرف جوے کے لیے بیل لائے ہین ورنہ کسی قسم کا لطف اس شعر مین نہین مطلب یہ ہے کہ دانا جوے کی طرف کب میل کرتا ہے ۔ یہانتک کہ بیل بھی جوے کے نام سے بھاگتا ہے ۔ غور کرنے کی بات ہے کہ اس قمار بازی کو بیل کے جوے سے کیا تعلق اور نسبت ہو سکتی ہے ۔ مگر صرف لفظی رعایت کے لئے بلا سوچے سمجھے یہ تک لگا دی ۔ ہار کا لفظ بھی صرف قمار بازی کی مناسبت سے ہے ۔

سوچی کہ نہ اب بھی چال رہیئے   شادی کا مزا نکال رہیئے

اسمین نکال رہیئے فصیح نہین ہے ۔ نکال کے رہا ۔ نکال کے رہون گا کہتے ہین مگر نکال رہا اور نکال رہون گا غیر فصیح ہے ۔ اسیطرح سے چال رہنا ہمارے خیال مین کوئی فصیح محاورہ نہین ۔ شاید اہل لکھنؤ بولتے ہون ۔

ذکر اپنے برادرون کا سُنکر   بولا وہ عزیز سُن تو مادر

اُردو مین برادرون اور مادر کا استعمال اس طور پر مکروہ معلوم ہوتا ہے ۔

چلتے تھے ادھر سے دو جواری   ایک ایک کی کر رہا تھا خواری

یہان چلتے تھے خلاف محاورہ استعمال ہوا ہے ۔ چلے جا رہے تھے ۔ یا جا رہے تھے ہونا چاہیئے ۔

سمجھا وہ کہ ہے شگون نرالا   نیولا پکڑا آستین مین پالا

شگون مین نون ظاہر کرنا چاہیئے تھا ۔

کام اس کا تھا بسکہ کھیل کھانا   چوسر کا جما وہ کارخانہ

کھیل کھانا کوئی محاورہ نہین ہے۔ غالباً شاعر کھیلنا کھانا کہنا چاہتا تھا۔

یہ مال یہ زر یہ سب جیتے بندے — یون ہی یہین رکھ بجنبس جندے

بجنبس بجنسہ کی جگہ استعمال ہوا ہے۔

پل مارنے کی ہوئی جو دیری — سبحان اللہ شان تیری

دیری بجائے دیر کے غیر فصیح ہے۔

وہ دیو لپک کے مار لایا — غرّاتے ہوے شکار لایا

غرّاتے ہوے صحیح نہین ہے غرّاتا ہونا چاہیئے

دن بھر تو الگ تھلگ ہی تھے وہ — دو وقت سے شام کو ملے وہ

محاورہ دونون وقت ملتے یا دونون وقت ملتا ہے " دو وقت کی طرح ملنا" یہ بھی غلط ہے کیونکہ بجائے دونون کے دو استعمال کرنا خلاف محاورہ ہے۔

اُنگلی لب جو پہ رکھ کے شمشاد — تھا دم بخود اسکی سُن کے فریاد

شمشاد مارے حیرت کے دم بخود تھا۔ مگر ایسا حواس باختہ ہو گیا تھا کہ اُنگلی بجاے اپنے ہونٹون پر رکھنے کے دوسرے کے لب پر رکھ دی نسیم کو سوجھی بڑی دور کی ہے۔

ہر باغ مین پھولتی پھری وہ — ہر شاخ پہ جھولتی پھری وہ

یہ شعر اُس مقام پر لکھا ہے جب پھول چوری گیا ہے اور بکاؤلی غم و غصہ مین پریشان پھر رہی ہے۔ مگر اس شعر سے معاملہ برعکس نظر آتا ہے۔ پھولنا خوشی کے موقع پر کہا جاتا ہے علیٰ ہذا القیاس جھولنا بھی خوشی ہی مین سُوجھتا ہے۔ دوسرے ہر شاخ پر جھولتا پھرنا اور بھی مضحکہ انگیز ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ ہر باغ مین شاعر نے تناسب کے شوق مین باغ کے لئے پھُولنا اور شاخ جھولنا جمع کر دیا ہے۔

صدقے ہو کر کہا خوش آئے — جس گُل کی ہوا لگی تھی لائے

پنڈت جی نے شاید یہان خوش آمدید کا ترجمہ فرمایا ہے دوسرے مصرع مین ہوا لگی غلط

ترکیبون کے سلجھانے اور طرز بیان مین سادگی و سلاست پیدا کرنے مین کی ہے اور کامیاب بھی ہوے ہین اور اگرچہ الٹ پلٹ ہر زبان مین اُسوقت تک ہوتی رہتی ہے جبتک وہ زبان زندہ رہتی ہے مگر پھر بھی ہم اُنکی مساعی جمیلہ کے مشکور ہین۔ لیکن کیا یہ بھی لازم ہے کہ اِس مشکوری کی بنا پر ہم اپنا عزیز وقت ضائع کرین استغفراللہ اب خلیل خان کے فاختہ اڑانے کے دن نہین رہے ۔ جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے تھے وہ اگلے وقتون کے لوگ تھے ۔ وہ زمانہ اُنکے ساتھ گیا ہمارا زمانہ اور ہے اُنکا زمانہ اور تھا ہماری ضروریات اور ہین اُنکی ضروریات اور تھین وہ جو کچھ کرتے تھے محض ہنسی مذاق اور دل خوش کرنے کے لیے ہمکو چاہیے کہ جو کرین اگر وہ کار بیکاری ہو جب بھی اُس مین کوئی بات کام کی نکالین اور اس دفترہی کو گاؤخورد کرین جو کارنامۂ بیکاری ہے ۔

تاہم اگر ہمارے جوشیلے اہل قلم یہی چاہتے ہین کہ اُردو کے اس لغت بر ہیچ کلاسکل لٹریچر کی یاد تازہ رکھین تو یہ نظیرین جو دکن ریویو اور زمانہ نے گلزار نسیم اور مثنوی میر حسن کی ہجو مین پیش کیے ہین اُنکی نسبت ہم کہین گے ۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کاین رہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست

مین ایک منٹ کے لیے بھی تسلیم نہین کرسکتا کہ نسیم ہون یا میر حسن حضرت نقاد ہون یا زید عمر بکر۔ ایک سراسر عیب اور دوسرا بالکل عیوب سے مبرا ہے ۔

ع اللہ لمیتوان شدن آدم باش ۔ میرے خیال مین میر حسن دہلوی (مسلمان) اور نسیم لکھنوی (ہندو) دونون آدمی تھے دونون سے غلطیون کا ہونا ممکن تھا اور دونون نے غلطیان کی ہین چنانچہ خود یہی تنقیدین اُنکے اغلاط کو ثابت کررہی ہین مگر ان انسانی لغزشون سے اُنکے کمال مین سرمو فرق نہین آسکتا تاہم یہ دیکھنا ہے کہ خود حضرت نقاد کہانتک برسر غلط ہین جس سے یہ ثابت ہو جائیگا کہ نقاد صاحب کی تحریر بابناے مخاصمت ہے یا بناے نافہمی جو اعتراضات کہ صحیح ہین انکو ہم بھی تسلیم کرتے ہین اور اسکے

ساتھ اپنی مشکوری بھی ظاہر کرتے ہین - مگر جن شعار کو ہمارے نقّاد صاحب خود نہین سمجھے ہین
اُنکی توضیح کر کے اتنی گزارش کرنی چاہتے ہین ع عیب مے جملہ بہ گفتی ہنرش نیز بگو
چاہیے یہ تھا کہ آپ ایسے بیجا اعتراض کر کے اپنی ناقدری ظاہر کرنے کے بجائے تھوڑا سا
عُمدہ انتخاب بھی کر دیتے تاکہ لوگ آپکو بے تعصب اور سچا نقاد سمجھتے -

پہلے ہم گلزار نسیم کی تنقید پر نظر ڈالتے ہین جو زیادہ تر محتاج ریویو ہے افسوس ہے
کہ اسوقت اسکا صرف ایک ہی نمبر ہمارے سامنے ہے لیکن مشت نمونہ از خروارے بس ہے

شادی کے لیئے ہے کلک شنجرف انگشت قبول دیدۂ حرف

نقاد صاحب اس شعر کو المعنی فی البطن الشاعر فرماتے ہین مگر ایسا نہین ہے کلک
شنجرف اسلیئے کہا ہے کہ شادی کا مضمون سُرخ کاغذ پر یا سُرخی سے لکھا جاتا ہے نثر یون ہوئی
(شادی) کا مضمون لکھنے کے لیئے کلک شنجرف دیدۂ حرف کی (معنی پر) انگشت قبول ہے
مطلب یہ ہوا کہ حرف نے (جسکا دائرہ چشم سے مشابہ ہے) اپنے لکھنے کی اجازت قلم کو دی
داس طرح سے کہ انگشت قلم کو اپنی آنکھ پر رکھ لیا چنانچہ فارسی کا عام محاورہ ہے چشم (بچشم) تکلفات
شعری ذوق سلیم سے پوشیدہ نہین اگر کسی کی سمجھ مین نہ آئے تو مجبوری ہے -

چپکی ہوئی پیٹھ سے دو دلگیر آئینہ کی پشت پر تھی تصویر

نقاد صاحب نے ہجے غلط کیئے اور شعر کو مہمل کہدیا! سبحان اللہ چ پ پیش جیب
کاف ی زیر کی چُپکی نہین بلکہ چ پ زیر جیب کاف ہی زیر کی چپکی پڑھیئے مطلب سمجھ
جائیے گا -

دو دل ہون جو جانبین راضی یہ جان سے کیا کرے گا قاضی

جانبین اور جان سے کے حشو ہونے پر اعتراض ہے اور صحیح اعتراض ہے - مگر
اسکو حشو بتانے کے بجائے ایسی عبارت مین اعتراض کیا گیا ہے جو ایک شاعر کی سمجھ سے
باہر ہے اور معترض صاحب کی لیاقت کو بتا رہا ہے پھر بھی ہم آپکی خاطر سے اس شعر کو

یون بنا دیتے ہین ؏

باہم دو دل اگر ہون راضی بیچارہ کیا کرے گا قاضی

اک گھر تھی شہر کے برابر ٹھٹکے سیارے کہکشان پر

آپ فرماتے ہین "کہ غالبًا سیارون سے مطلب چارون بھائیون سے ہے
غالبًا کی ضرورت نہین یقینی شہزادے مراد ہین۔ اس مناسبت سے کہ وہ مسافر تھے اور
کہکشان سے قطعی مُراد نہر ہے وجہ شبہہ یہان بھی موجود ہے اسکو علم بیان کے کسی رسالہ مین
ملاحظہ فرمایئے دوسرا یہ اعتراض کہ (سیارون کا کہکشان پر پہونچ کے ٹھٹکنا کیا معنی ؟
میری سمجھ مین نہین آیا شاید آپ مشبہ اور مشبہ بہ کے افعال وخواص مین بھی مناسبت تام ڈھونڈتے
ہین ؟ شکر ہے کہ نسیم زندہ نہین ورنہ اُسے بھی سر پیٹ پیٹ کے "شعر مرا بہ مدرسہ کہ برد"
کہنا پڑتا ؏

وہ ریگ روان کا گرد لشکر یعنے تاج الملوک ابتر

ارشاد ہوتا ہے وہ کہ ریگ روان کا گرد لشکر کیا بلا ہے علاوہ ازین کہ کیا بلا ہے کے
جملے سے اعتراض طفلانہ ہوگیا ہے لغو بھی ہے۔ سُنئے ریگ روان کو بوجہ کثرت وروانی کے
لشکر سے تشبیہہ دی ہے۔ لیکن لشکر کے پیچھے گرد رہتی ہے۔ لیکن گرد کے پیچھے
گرد کہان اسلئے تاج الملوک کو گرد لشکر کہا۔ فتدبر۔

سوچی کہ نہ اب بھی چال رہیئے شادی کا مزا نکال رہیئے

بلا شبہہ یہ شعر بھونڈا اور خلاف محاورہ سا ہے (اگر نسیم خود اتفاق ڈالتے ہے)
مگر معترض کا یہ کہنا کہ (شاید لکھنؤ کا محاورہ ہو) اعتراض کو بے وقعت کیئے دیتا ہے
(بوے تعصب می آید)

کام اُس کا تھا بسکہ کھیل کھانا جو سر کا جما وہ کارخانہ

اسپر بھی اعتراض غلط کیا گیا ہے۔ محاورہ کھلنا کھانا نہین بلکہ کھیل کھانا ہی ہے

جسکے معنون کی تشریح خلاف تہذیب ہے کھیلنا کھانا بچون کے لیئے کہین گے نہ کسیونکے لیئے

سمجھا وہ کہ ہے شگون نرالا   نیولا پکڑا آستین مین پالا

فرماتے ہین کہ شگون کے ن کا اعلان نہ کرنا غلط ہے مگر شگون فارسی لفظ ہے اور فارسی مین حرف لین کے بعد ن کا اعلان ناجائز ہے - اگر یہ کہیئے کہ بلا اضافت ہونے کی وجہ سے آپ اسکو غلط ٹھہراتے ہین تو ناسخ کے اس مطلع کی نسبت کیا ارشاد ہوگا

رفعت کسیکی دلکو گوارا ایہان نہین   رہتے ہین اُن مین یہ جہان آسمان نہین

اسمین بھی زمین و آسمان کے ن کا اعلان نہین کیا گیا ہے بلاشبہہ متاخرین نے اُردو ترکیب مین ایسے نون کا اعلان نہ کرنا مکروہ سمجھا ہے مگر پروفیسر صاحب کو یہ حق نہین ہے کہ وہ اُسے غلط کہین غیر فصیح اور غلط مین بہت فرق ہے -

اے رہرو روبرہ نہادہ   وے صرصر گل بہ باد دادہ

پروفیسر نبی اسے صاحب فرماتے ہین کہ دوسرا مصرع بالکل مہمل ہے صرصر گل کے کچھ معنی نہین معلوم ہوتے - اس اعتراض کو پڑھ کے حضرت کے مذاق فارسی دانی پر تعجب ہوتا ہے - صرصر گل کے واقعی کچھ معنی نہین ہین - لیکن اسکی نثر یون فرمایئے اے گل بہ باد دادہ صرصر) یعنی اے ان صرصر کہ گل را بہ باد دادہٗ - اب آپ کو معلوم ہوگا کہ صرصر موصوف ہے اور گل بباد دادہ اُسکی صفت (ترکیبی) ہے ایسی ترکیبین فارسی مین کثرت سے ہین آپ کہانتک اعتراض کرینگے ؟ دیکھیے مرزا بیدل فرماتے ہین ؎

برلوح تحیر رقم گفت و شنید   فہمیدیم انچہ نتوان فہمید

این سنگدلان خاک اسباب بچشم   یک اشک ندیدہ شرم احباب بچشم

ہان اس شعر مین اگر کوئی عیب ہے تو یہ ہے کہ اُسکی ترکیب فارسی واقع ہوئی ہے جس سے پروفیسر صاحب کو اسکے سمجھنے مین دشواری ہوئی رہا جو تکلف تاج الملوک کی

حالت مناسبت سے صرصر گل بباد دادہ کی مثال ہین پیدا ہے اسکا لطف صاحب ذوق سلیم ہی حاصل کر سکتا ہے۔

یہ کہکے لبون سے قند گھولے مستی نے دلون کے عقدے کھولے

اعتراض یہ ہے کہ قند گھولا ہونا چاہیئے نہ کہ قند گھولے۔ ممکن ہے کہ مصنف نے قند گھولا کہا ہو اور دوسرا مصرع یون ہو ع مستی نے دلون کا عقدہ کھولا) مگر نہین نقاد صاحب کا اعتراض اسبات پر ہے کہ جب میٹریل نون (اسم مادی) کی جمع گرامر کے قاعدے سے نہین ہو سکتی تو قند گھولے کیا معنی؟ لیکن عام اس سے کہ اُردو مین کوئی ایسا قاعدہ نہین ہے یہان معاملہ کچھ اور رہی ہے۔ یہ قنادی کی دوکان نہین ہے نقاد صاحب پھر غور فرمائین۔

آگرچہ ہے دیکھتی جمیلہ روشن تھے چراغ اور فتیلہ

اعتراض دو ہین۔ ایک یہ کہ فاعل (فتیلہ) واحد اور فعل جمع ہے یہ غلط ہے ہم بھی کہتے ہین کہ غلط ہے۔ لیکن اس غلطی کے ذمہ دار مسٹر چک بست ہین۔ دوسرے اڈیشنون مین یہ مصرع یون ہے ع روشن تھا چراغ مین فتیلہ۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جب چراغ مذکور ہے تو فتیلہ کی ضرورت ہی کیا تھی۔ چراغ بغیر فتیلہ جل ہی نہین سکتا۔ یہ اعتراض بہ لحاظ موقع درست نہین ہے۔ فتدبر۔

دکھلانہ مجھے ہرے ہرے باغ غنچہ کی گرہ مین کیا ہے جز داغ

نقاد صاحب فرماتے ہین کہ ہرے ہرے باغ دکھانا غلط ہے اور ہرا باغ دکھانا اور سبز باغ دکھانا صحیح ہے، مین کہتا ہون کہ اگر ہرے ہرے باغ دکھانا غلط ہے تو ہرا باغ دکھانا بدرجۂ اولے غلط ہے محاورہ فقط سبز باغ دکھانا ہے۔

جسوقت چلا پری کا مانوس سایا سے پس قدم تھے جاسوس

ظاہرا یہ اعتراض صحیح ہے کہ سایا سے بجائے سائے ہونا چاہیئے۔ اسلیئے کہ حرف معنی کے

آنے سے جن اسماے مذکر کے آخر الف یا ہاے مختفی ہو وہ یاے مجہول سے بدل جاتی ہے
لیکن پروفیسر صاحب نے تلبیس پر غور نہین کیا۔ سے حرف تشبیہہ بھی ہے اور راز کے
معنون مین بھی اسی وجہ سے شاعر نے ایہام سے بچنے کے لیے عام قاعدے کی پابندی
نہین کی۔ روزمرّہ کی گفتگو مین بھی اسکی نظیر ملتی ہے اور میر انیس مرحوم کا یہ شعر بھی موجود ہے
پھولے سماتے تھے نہ محمدؐ کے گلعذار ۵ دولھا بنے ہوے تھے اجل تھی گلون کا ہار
اس شعر مین اگر دولھا کو بنے ہوے تھے کا فاعل قرار دین تو سخت غلطی ہے اگر مفعول
بہ قرار دین جب بھی جمع در کار ہے البتہ حرف تشبیہہ کا ساقط ہونا صحیح ہو سکتا ہے اس طرح پر
نسیم کا سایا اور میر انیس کا دولھا ایک قاعدے کے ذیل مین آجاتے ہین۔ اس پر بھی
اگر آپ ہی کا دعوی تسلیم کر لیا جائے جب بھی مین اتنی سفارش کرتا ہون کہ سایہ کو ہاے
مختفی کے ساتھ پڑھیے اور کتابت جدید پابندیون سے قطع نظر کرکے اپنے پچھلے رسم الخط پر
غور فرمائیے (مثلاً اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے (یہ چیز دو روپیہ کو آتی ہے) اور اس
قسم کے بے معنے اعتراض کرنے کی کوشش نہ کیجیے البتہ اس شعر مین مانوس محض قافیہ کی
ضرورت سے بے محل استعمال ہوا ہے جو نظر انداز کر دیا گیا۔

حال اُس سے کہا کہ قول ہارا ہے پیر یہ نوجوان ہمارا

اعتراض یہ ہے کہ پیر محض نوجوان کی خاطر لایا گیا ہے کسی سے قول ہار جانا اور بات ہے
اور اُسے پیر کہنا یا بنانا دوسری بات ہے)

اگر ایسے ہی اعتراض ہین تو ہم تمام ایشیائی شاعری کو بلا دلیل معترض علیہ نے لیتے ہین
کیونکہ جن باتونکو آپ عیوب کہہ رہے ہین ہم غلطی سے اُنکو محاسن سمجھے ہوے تھے۔ معاف
کیجیے گا! مگر ہم آپکو لطف معنی سے بھی آگاہ کیے دیتے ہین تاکہ شکایت رفع ہو جائے آپ
جانتے ہین کہ پیر و مرشد پیر و مرشد، گرو گرو گھنٹال وغیرہ الفاظ محاورے مین اس موقع پر
بولے جاتے ہین جب ایک شخص دوسرے کسی امر مین سبقت لیجائے اور وہ بھی اکثر دغابازی چالاکی

مکاری فریب وغیرہ مین یہ شعر اُس موقع پر کہا گیا ہے جبکہ دیو تاج الملوک کے کھا لینے پر آمادہ ہے اتفاقاً چند اونٹ آجاتے ہین اُنکو مار کر لاتا اور جھک کے لیٹ جاتا ہے تاج الملوک کو یہ چالاکی سوجھتی ہے کہ اونٹون سے تمیدہ گھی شکر لیکے حلوا پکاتا ہے اور دیو کو کھلاتا ہے اور جب دیو اس خدمت کے عیوض مین اظہار مشکوریت کرتا ہے تو فریب دیکے اُس سے باغ بکاؤلی مین پہونچانے کا وعدہ لیتا ہے۔ اسی بنا پر دیو کہتا ہے کہ یہ لڑکا تو پیر ابھی پیر نکلا) رہا الفاظ نوجوان و پیر مین جو صنعت طباق ہے اسکو آپ نے خاطر کی فلسفی یا شاید منطقی اصطلاح سے تعبیر کیا ہے جس خوبی کے ساتھ محاورے مین کھپائی گئی ہے اُس نے اِس شعر کو سہل ممتنع کے درجہ پر پہونچا دیا ہے جسکو ایک غیر شاعر کا دماغ نہین محسوس کرسکتا۔

تھا داغ پسر میسر اُس کو جلتی تھی ہمیشہ دختر اُس کو

فرماتے ہین دوسرے مصرع مین اُس کو خلاف محاورہ ہے۔ اُسکو دختر جلتی تھی فصیح زبان نہین ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دختر اُسکو (یعنی ماں کو) جلتی تھی۔ یہان بھی پروفیسر صاحب نے عبارت صحیح نہین پڑھی۔ جلتی کو تاے فوقانی کے ساتھ نہین۔ بلکہ مشددسے پڑھیے۔ اگر آپ ہی کے ہجے درست سمجھے جائین تو اسکو خلاف محاورہ نہین بلکہ حشو قبیح ہوگا اور ردیف بیکار ہوئی جاتی ہے۔ جو معنی آپ نے تجویز کیئے ہین یہ آپ ہی کی تحقیقات جدید سے ثابت ہوسکتے ہین۔ نسیم بیچارے مین اتنی لیاقت کہان تھی ہان شعر مین ضعف تالیف ضرور ہے جس کو آپ (خلاف فصاحت) تعبیر فرماتے ہین۔

ہرچند ستارہ مان کا تھا ماند تھی چاندنی شہرہ کردیا چاند

یہ کوئی زیادہ برہم ہونے کی بات نہین کہ ستارہ کی رعایت سے چاندنی کیون لاے) اگر آپ ایسا ہی ایشیائی شاعری سے ناراض ہین تو انگریزی کے خداے سخن شیکسپیر کو ملاحظہ فرمائیے کسقدر لفظی مناسبات کا دلدادہ ہے اس پر بھی ممکن ہے کہ چاندنی لڑکی کا نام ہو

وہ گندم جو نما تھی بالی مردانہ لباس مین نکالی

ارشاد ہوتا ہے کہ (نکالی) نہ معلوم کس زبان کا لفظ ہے مصنف کا اصل مطلب یہ ہے کہ مردانہ لباس سے نکالا۔ مؤنث کے خیال سے فعل بھی بے موقع مؤنث لکھ گئے (بیموقع مؤنث لکھ گئے) کا مطلب میری سمجھ مین نہین آیا اسلیئے کہ پروفیسر صاحب نے کوئی قاعدہ نہین بتایا۔ اگر میرا خیال غلط نہو تو شاید پروفیسر صاحب نے اپنے خلاف شان سمجھکر اُردو کے قواعد بلکہ محاورات روزمرہ پر بھی کبھی غور نہین فرمایا ہے ورنہ کبھی ایسے بیباکانہ اعتراض کی جرأت نہ فرماتے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب علامت فاعل (نے) مذکور ہوا اور علامت مفعول (کو) نہو اس صورت مین فعل ہمیشہ وحدت اور جمعیت اور تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مفعول کا تابع ہوتا ہے۔ جیسے اُس نے صندوق سے گھڑی نکالی) روپیہ نکالا آپ فرمائینگے کہ اس شعر مین فاعل ہی مذکور نہین تو علامت فاعل بیچ مین کھوے دیتا ہے اسلیئے یہ بتا دینا بھی ضرور ہے کہ نکالی صیغۂ واحد مؤنث غائب فعل ماضی مطلق متعدی معروف ہے اور متعدی معروف کے ماضی مطلق کے فاعل کے ساتھ علامت فاعل کا ہونا لازمی ہے علامت مفعول یہ مذکور نہین یعنی نثر یون ہوئی۔ وہ گندم جو منا (جو) بالی تھی مردانہ لباس مین نکالی) (نکالی) اُردو زبان کا لفظ ہے وبسٹر کی ڈکشنری مین نہین مل سکتا۔

حسن آرا تھی جو نیک تدبیر دکھلائی جمیلہ کو وہ تصویر

اس شعر پر بھی وہی مہمل اعتراض ہے کہ فعل بجائے مذکر کے مؤنث استعمال کر گئے ہین یعنی دکھلائی کی جگہ دکھلایا کیون ہوا۔ لیکن اور لطیفہ سنیئے فرماتے ہین (صحیح یہ ہے کہ حسن آرا نے جو نیک تدبیر تھی جمیلہ کو وہ تصویر دکھائی۔ کیون صاحب فعل تو اب بھی مؤنث ہی رہا پھر آپ کا اعتراض کیا ہے شاید اس اعتراض سے آپ کا منشا اپنے اعتراض ماسبق کی تردید ہوگی یا یہ کہ نسیم شعر نہ کہتا نثر لکھدیتا۔ مگر اُسے کیا معلوم تھا کہ اُسکے بعد ایسے ایسے نقادان سخن پیدا ہونگے۔ اگر آپ کی نثر کے مطابق نسیم کو کہنا ہوتا تو وہ پہلے مصرعے کو یون کہتا جلتے ہین جب آئی نیک تدبیر الخ لیکن اس ترکیب سے بندش کے علاوہ لطف بیان بھی ہوے جاتے ہین

گھٹ جاتا - اسلئے شاعر نے بلاخوف اصلاح موجودہ ترکیب قائم رکھی اور دوسرے مصرع
فاعل (اُسنے) کو محذوف کردیا - ترکیب شعر کی یہ ہوئی :- حسن آرا موصول) جو ضمیر صلہ
نیک تدبیر تھی - جو کا صلہ موصول - ضمیر جمیلہ کا وصلہ مل کے مبدل منہ اسنے ضمیر فاعل
پوشیدہ بدل - بدل مبدل منہ سے مل کے فاعل ہوے - دکھلائی فعل متعدی بہ
دو مفعول - وہ اشارہ تصویر مشار الیہ اشارہ اور مشار الیہ ملکے مفعول بہ جمیلہ مفعول
ثانی کو علامت مفعول یہ سب مل کے جملہ فعلیہ خبریہ ہوا - پھر بھی اگر آپ فعل مذکر ہی کے
خواستگار ہین تو اپنے اصلاحی جملہ کو یون پڑھیئے - حسن آرا نے جو نیک تدبیر تھی جمیلہ کو اُس
تصویر کو دکھایا) دیکھیئے علامت مفعول ظاہر ہونے سے فعل مذکر ہو گیا -

گُل سے خوانون مین زردہ لایا اُن غنچہ دہانون کو کھلایا

اعتراض ہے اور صحیح ہے کہ لایا کا فاعل ظاہر نہونے سے شعر خلاف محاورہ ہو گیا
مگر عاقلان در بے لفظ نہ روند - لایا کو آیا پڑھ لیجئے اور شعر کو دو لخت سمجھئے -

دائین دیکھا نظر نہ آئی بائین دیکھا کہین نہ پائی

اس اعتراض مین بھی فعل کی تذکیر و تانیث کا جھگڑا ہے - معلوم نہین صحیح ہے یا غلط اصل
کتاب کے موجود نہ ہونے سے فعل استعمال معلوم نہ ہو سکا البتہ گذشتہ اعتراضات سے
یہ رائے قائم ہوتی ہے کہ این ہمہ بچہ شتر است -

اُس گل سے نسیم زر نہین مانگ جو چاہے وہ بیحساب دیدے

اس شعر مین نہین مانگ پر اعتراض ہے لیکن اگر نہ مانگو پڑھ لیا جائے تو کیا
مضائقہ ہے - تاہم معترض صاحب کی کوشش قابل داد ہے کہ ایک اتنا بڑا اعتراض
ڈھونڈ دیا اس سے بڑھ کے کیا ہو سکتا ہے -

گھر چھوڑ کے چل بسے سب انسان پھر تن مین نہ آئے صورتِ جان

فرماتے ہین نقاد صاحب کہ دوسرا مصرع بوجہ اختصار کے بے معنی ہو گیا ہے اُس سے

یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو اپنا شہر چھوڑ کر یہان آباد ہو گئے تھے انکے رہنے کی جگہ تن تھی شاعر کا اصل مقصد اسکے کہنے سے یہ تھا کہ جسطرح جان تن مین نہین آتی اسیطرح وہ لوگ پھر اپنے دیس کو نہ گئے ۔ الخ ۔

ہم بھی اعتراض کو تسلیم کرنے کو تیار ہین بشرطیکہ دوسرے مصرعے کا مثالیہ ہونا مان لیا جائے ۔ مگر ایسا نہین ہے ۔ مصرعے کی ترکیب یون واقع ہوئی ہے کہ گھر کو تن سے استعارہ کیا ہے ۔ استعارہ اور تشبیہہ مین بھی فرق ہے کہ اول الذکر مین صرف تشبیہہ کو ساقط کر دیتے ہین بس اس شعر کی نثر یون فرمائی گھرونکو (جو بمنزلہ) تن تھے چھوڑ کے سب انسان چلے گئے (اور پھر) بصورت جان (انمین واپس) نہ آئے اس تشریح کے بعد دو مطلب اس شعر سے سمجھے جاسکتے ہین ایک تو یہ کہ مردہ تنون مین (یعنی خالی گھرونمین) جان نہ پڑی (یعنی وہ لوگ واپس نہ آئے) دوسرا یہ کہ جسطرح جان تن سے جاکے تن مین واپس نہین ہوتی اسیطرح وہ بھی واپس نہین ہوے)

نکلا جیسے ہی مٹھ کے باہر ۔۔۔ پتھرا گئی چشم حلقۂ در

ارشاد ہوتا ہے کہ دوسرے مصرع کا تعلق پہلے مصرعے سے نہین معلوم ہوتا ... اسکے جانے سے چشم حلقۂ در کیون پتھرا گئی ؟ ‘‘ ہم نے ایک پرانے اُستاد سے سُنا ہے کہ شاعر جب شعر کی فکر کرنے بیٹھتا ہے تو پہلے قافیہ تلاش کر لیتا ہے اُسکے بعد الفاظ ڈھونڈھ کر جمع کرتا ہے پھر اُسمین سے اچھے اچھے لفظ چنکر کسی ایک مصرعے کی بھرتی کر لیتا ہے ۔ جب اس سے فارغ ہوا جھٹ سے اسیکے برابر دوسرا مصرعہ بھی تراش کیا آخری درجہ ہے معنی بٹھانے کا اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ خیالات کے ہجوم مین معنی بٹھانا بھول جاتا ہے ممکن ہے کہ نسیم سے بھی یہ فروگذاشت ہو گئی ہو مگر ہمارے ذہن مین اس شعر کے یہ معنے آتے ہین اگر آپ کے ذہن نشین بھی ہوسکین شعر اس موقع پر کہا گیا ہے جب تاج الملوک نے طلسمی قید خانہ سے رہائی پائی ہے اسمین باریک بات قید خانہ کا طلسمی ہوتا ہے جسکی وجہ سے شاعر نے اس مضمون کی بنا ڈالی ہے

مطلب صرف اتنا ہی ہے کہ تاج الملوک کی رہائی کے قید خانہ کا در بند ہو گیا (پتھر کی طلسمی دیوار سے) اس مضمون کو شاعر نے ان الفاظ مین ادا کیا ہے کہ قیدی کی مفارقت کا قید خانہ کو اسقدر رنج ہوا کہ وہ اندھا ہو گیا۔ اس خیال کے پیدا ہونے کی وجہہ یہ ہوئی کہ تاج الملوک کے خیال کے ساتھ اسکے حسن و جمال کی طرف ذہن منتقل ہوا ساتھ ہی خیال یوسف اور زندان مصر کی طرف پہونچا) اور وہان سے اُچک کر یعقوبؑ کے بیت الحُزن مین داخل ہوا۔ یعقوب پر مفارقت کا اثر یہ دیکھا کہ اندھے ہو گئے ہین۔ شاعر کو ایک ذرا سی تحریک کافی ہے بس نسیم نے قید خانہ کو اندھا بنا دیا آنکھ سے استعارہ کرنے کو حلقۂ در موجود ہی تھا جس کا پتھر سے بند ہو جانا اس مصرعے کے موزون کرنے کا باعث ہوا ع پتھر اگئی چشم حلقۂ در۔ لیجیے شعر مین تو مین نے معنی پہنا دیے ہین اب مجھنا نہ مجھنا آپ پر منحصر ہے

صاد آنکھونکی دیکھکر پسر کی بینائی کے چہرے پر نظر کی

اعتراض ہے کہ دوسرا مصرع بالکل بے معنی ہے مصنف کے سوا دوسرا اسکی تہ کو نہین پہونچ سکتا۔ مصرع بالکل صاف ہے اگر کوئی نہ سمجھے تو مجبوری ہے۔ روے امید چہرۂ امید وغیرہ الفاظ تو ضرور آپ نے سُنے ہونگے اسی قبیل سے چہرۂ بینائی بھی ہے اسکو مجاز مرسل کہتے ہین معنے یہ ہوے کہ بیٹے کی نظیر سے نظر ملنے کے بعد جب اپنی بینائی کو دیکھا تو نہ پایا۔ یہان اعتراض اور پیدا ہوتا ہے کہ اندھا ہونیکے بعد دیکھا کیونکر اسکی نسبت مین یہ صلاح دونگا کہ دیکھنے کے مختلف معنی اور موقعۂ استعمال مولوی سید احمد دہلوی سے دریافت فرما لیجیے۔

ہے باغ بکاولی مین اک گُل پلکون سے اُسی پہ مار چنگل

فرماتے ہین کہ مضمون مبتذل ہے مگر اُسکا کوئی جواب نہین دوسرا اعتراض ہے کہ اُسی خلاف محاورہ ہے اُس ہونا چاہیے) بالکل بجا ہے ہم بھی کیون نہ سمجھ لین کہ شاعر نے اُس کہا ہو گا

تی کے نکال دینے سے مصرعے کی موزونیت مین کوئی فرق نہین آتا۔

دانا تو کرے کب اس طرف میل ہارا ہے جو سے کے نام سے بیل

اعتراض ہے کہ ضلع جگت کے سوا شعر مین کچھ نہین۔ سبحان اللہ یہ بھی کوئی اعتراض ہے یہ تو غور فرمایئے کہ اُسوقت کی سوسائیٹی کا مذاق کیا تھا۔ چلتے تھے اُدھر سے دو جواری الخ فرماتے ہین کہ چلتے تھے غلط ہے۔ مگر خدا نے ہمکو بھی عقل دی ہے۔ بالفرض نسیم بالکل ہی کودن تھا جب بھی آتش کیونکر گوارا کرتے (جنکی نظر سے گلزار نسیم گزر چکی ہے) کہ روزمرہ کی ایسی موٹی غلطی باقی رہے۔ ہم اسکو چلتے تھے کیون نہ پڑھین۔

صدقے ہو کر کہا خوش آئے جس گل کی ہوا لگی تھی لائے

پہلا اعتراض ہے کہ خوش آئے خوش آمدید کا ترجمہ کیا ہے جو خلاف محاورہ ہے۔ مین کہتا ہون کہ خوش آمدید کا ترجمہ ہرگز نہین ہے بلکہ خوش رنجیدہ کے خلاف اپنے اصلی معنون مین استعمال ہوا ہے یہ شعر غالبًا اُس موقع کا ہے جب تاج الملوک گل بکاؤلی لیکے پلٹا ہے اور بسوا اس سے استفسار حاصل کر رہی ہے۔

دوسرا اعتراض ہوا لگی تھی پر ہے اور وہ صحیح ہے۔ بیشک نسیم ہوا سمائی تھی۔ کی جگہ کہہ گئے ہین بالآخر مجھے نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ پروفیسر نقاد صاحب بی۔ اے نے اس تنقید کے پیچھے جسقدر وقت ضائع کیا اس کا ماحصل بجز اسکے اور کچھ نہ نکلا کہ کار ہر بی۔ اے نیست نقادی۔ کیا اچھا ہوتا اگر پروفیسر صاحب بجائے اس نقادی کے کوئی مفید کام کرتے۔ ہم اوپر بھی لکھ چکے ہین کہ نہ ہمکو نسیم سے کوئی خصوصیت ہے اور نہ نقاد صاحب سے ہم اس سے زیادہ واقف ہین کہ وہ کن یو پی کے نامہ نگار ہین اور اُنکے نام کے ساتھ اکثر پروفیسر اور بی۔ اے لکھا رہتا ہے۔ ہم نے جو کچھ لکھا وہ محض اس بنا پر کہ تنقید زیر بحث مین جسقدر اعتراضات کیے گئے ہین اُن سے پبلک کہین مغالطے مین نہ آجائے کیونکہ ان مین سے ایک اعتراض بھی قابل التفات نہین ہے ورنہ ہم یہ نہین کہتے کہ نسیم دائرۂ انسانیت سے خارج تھا اور اُسکا کلام بالکل غلطیوں سے معرا ہے۔

(ضامن کنتوری)

(از رسالہ تہذیب بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء نمبر ۴ جلد ۲-)

۱۵- گلزار نسیم

ہواخواہ نسیم

جب سے مسٹر چک بست نے گلزار نسیم کا نیا اڈیشن شائع کیا ہے اُسوقت سے اس یادگار زمانہ مثنوی کے محاسن و معائب پر مختلف پہلوؤن سے بحث ہو رہی ہے اس بحث مین اکثر سحر البیان اور گلزار نسیم کا موازنہ بھی کیا جاتا ہے اور اکثر حضرات یہ کہنے مین تکلف نہین کرتے کہ میر حسن کی مثنوی گلزار نسیم سے شاعری کے اعتبار سے بہتر ہے میرے خیال مین ایسا کہنا انصاف کا خون کرنا ہے - میر حسن کی مثنوی کو جو کچھ شہرت حاصل ہے وہ محض تبرکاً حاصل ہے چونکہ سحر البیان اُردو شاعری کے ابتدائی دور مین مقبول رہی لہذا لوگ ابتک اُسکی یاد دل سے بھلانا پسند نہین کرتے حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو شاعری کے اعتبار سے میر حسن کی مثنوی گلزار نسیم کی گرد کو بھی نہین پہونچتی قبل اسکے کہ دعوی کی تائید مین دلائل پیش کیے جائین یہ دیکھنا لازمی ہے کہ سچی شاعری کا معیار کیا ہے کارلائل انگلستان کا ایک مشہور فلسفی گذرا ہے اُس نے لکھا ہے کہ جدت اختصار- باریک خیالی اور بلند پروازی شاعر کے جوہر خاص ہین اس معیار کو سامنے رکھکر اگر ہم گلزار نسیم اور سحر البیان کا موازنہ کرین تو ہمپر یہ آئینہ ہو جائیگا کہ متاخر مثنوی مین

یہ جوہر معدوم ہین - برعکس اسکے گلزار نسیم مین یہ جوہر پر پہونچے ہوئے ہین - پہلا جوہر جدّت ہے اگر دیکھا جائے تو میر حسن کی مثنوی مین جدّت کا نام نہین - مثلاً حمد و نعت مین سکندر نامہ و بوستان کی نقل کی گئی ہے ہر داستان کے آغاز مین ساقی نامہ کو بھی فارسی مثنوی کا سا تتبع سمجھنا چاہیے چند شعر تمثیلاً درج ذیل ہین -

کرون پہلے توحید یزدان رقم | جھکا جسکے سجدہ کو اول قلم
سر لوح پر رکھ بیاض جبین | کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہین
قلم پھر شہادت کی انگلی اٹھا | ہوا حرف زن یون کہ ربّ العلا
نہین کوئی تیرا نہ ہوگا شریک | تری ذات ہے وحدہٗ لاشریک
پرستش کے قابل ہے تو لے کریم | کہ ہے ذات تیری غفور رّحیم

وغیرہ وغیرہ ان اشعار مین نہ کسی قسم کی لطافت ہے نہ تازگی نہ جدّت جو شخص حمد و نعت کہتا وہ ایسی ہی کہتا - معلوم ہوتا ہے کہ فارسی مثنویون کی حمد یہ اشعار کا ترجمہ کر دیا ہے برعکس اسکے گلزار نسیم مین حمد و نعت مین وہ جدّت پائی جاتی ہے کہ بارک اللہ -

ہر شاخ مین ہے شگوفہ کاری | ثمرہ ہے قلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دو زبان سے اکثر | نعت حق و مدحت پیمبرؐ
پانچ انگلیون مین یہ حرف زن ہے | یعنے کہ مطیع پنجتنؑ ہے
ختم اسپہ ہوئی سخن پرستی | کرتا ہے زبان کی پیش دستی

ناظرین ملاحظہ کر سکتے ہین کہ نسیم کے چارون شعر جدّت و تازگی کا نمونہ ہین اس ڈھنگ کی کسی مثنوی مین حمد و نعت نہ ملے گی اسیطرح کل مثنوی مین - میر حسن نے کہین جدّت سے کام نہین لیا ہے - اگر گھوڑے کی تعریف کی ہے تو گھوڑے کے متعلق سب اصطلاحین نظم کر دی ہین - اگر گیسو کی تعریف کی ہے تو بیش پا افتادہ تشبیہون کے انبار لگا دیے ہین طوالت مضمون کا خیال مانع ہے ورنہ سیکڑون مثالین پیش کیجا سکتی ہین - جدّت کے علاوہ اختصار

شاعری کا اعلیٰ جوہر ہے اور اختصار گلزار نسیم کا خاص جوہر ہے۔ نسیم نے اکثر مقامات پر دریا کو کوزہ مین بند کیا ہے۔ اور بقول محمد حسین آزاد (مصنف آبحیات) کے کل مثنوی مین ایک شعر بیکار نہین ہے۔ "اگر درمیان سے ایک شعر نکال ڈالیئے تو کل داستان برہم ہو جاتی ہے" برعکس اسکے میر حسن کی بیجا طوالت پر دھر منصف مزاج شخص کی نگاہ مین کھٹکتی ہے دیکھیئے بادشاہ کی تعریف مین میر حسن فرماتے ہین۔

بہت حشمت و جاہ و مال و منال | بہت فوج سے اپنی فرخندہ حال
کئی بادشاہ اسکو دیتے تھے باج | خطا و ختن سے وہ لیتا خراج
کوئی دیکھتا آکے جب اُسکی فوج | تو کہتا کہ ہے بحر ہستی کی موج
جہانتک کہ سرکش تھے اطراف کے | وہ اس شہ کے رہتے تھے قدمون لگے

نسیم نے ان تمام مضامین کو جو میر حسن نے چارون شعرون مین نظم کیے ہین ایک شعر مین کس خوبی و لطافت کیسے ساتھ نظم کر دیا ہے۔

لشکر کش و تاجدار تھا وہ | دشمن کُش و شہریار تھا وہ

اور پھر جو چستی اور تازگی اس شعر مین ہے وہ میر حسن کے چارون اشعار مین نہین اسیطرح ہر ایک مقام کا موازنہ ہو سکتا ہے میر حسن نے ہر جگہ اپنی خشک بیانی کو ضرورت سے زیادہ طول دیا ہے اور نسیم نے ہر سین کو نہایت اختصار اور لطافت کے ساتھ نظم کیا ہے باریک خیالی شاعری کا تیسرا زبردست جوہر ہے۔ میر حسن کی مثنوی مین نازک خیالی اور باریک خیالی کا مطلق دخل نہین ہے۔ ہر جگہ پیش پا اُفتادہ تشبیہون اور استعارون سے کام لیا ہے۔ برعکس اسکے گلزار نسیم کی باریک خیالی سے زینت ہے۔

مثلاً نسیم و میر حسن دونون نے وصال کا مضمون نظم کیا ہے میر حسن کا طرز بیان بالکل بھدا اور لطافت سے مُعرّا ہے چند شعر تمثیلاً درج ہین۔

لگی ہونے بے پردہ جو چھیڑ چھاڑ | در حُسن کے کھُل گئے دو کواڑ

لبون سے ملے لب دہن سے دہن — دلون سے ملے دل بدن سے بدن
لگی آنکھ سے آنکھ غش حال ہو — گئین حسرتین دل کی پامال ہو
لگی جا کے چھاتی جو چھاتی کے ساتھ — چلے ناز و غمزے کے آپس مین ہاتھ

وغیرہ وغیرہ نسیم نے اس مضمون کو کس کس لطیف و نازک پیرایہ مین ادا کیا ہے —

طومار حجاب کو کیا طے — ساغر پہ جھکا وہ شیشۂ مے
کاوش پہ ہوا گہر سے الماس — غنچہ سے بجھائی اوس نے پیاس

اس وضع کی متعدد مثالین دونون کے کلام سے دیکھا سکتی ہین۔ آپ ہی بلند پروازی یہ ایسا جوہر شاعرانہ ہے جو کہ نسیم کا حصّہ ہے اور جو میر حسن کے کلام مین عنقا کا حکم رکھتا ہے نسیم کے کلام سے چند بلند پروازی کے نمونے تمثیلاً درج ہین —

آنے لگے بیٹھے بیٹھے چکر — فانوس خیال بن گیا گھر
جامہ سے جو زندگی کے تھی تنگ — کپڑونکے عوض بدلتے تھی رنگ
سایہ کو پتا نہ تھا شجر کا — عنقا تھا نام جانور کا
مرغان ہوا تھے ہوش راہی — نقش کف پا تھے ریگ ماہی

اس مختصر سے موازنہ سے ثابت ہوا ہوگا کہ شاعری کے جوہر خاص میر حسن کے کلام مین معدوم ہین لہذا یہ کہنا بیجا نہو گا کہ میر حسن شاعر کے لقب کے مستحق نہین ہو سکتے وہ محض ایک (ناظم) تھے جو کہ واقعات نظم کر دیتے تھے انکے کلام مین شاعرانہ لطافت نہین ہے جو شاعری کو معمولی نظم سے جدا کرتی ہے برعکس اسکے شاعری کے تمام ارکان نسیم کے کلام مین درجہ تکمیل پر پہونچے ہوے ہین اور یہی وجہ ہے کہ اب جو شخص مثنوی کہتا ہے وہ نسیم کی تقلید کرتا ہے اور میر حسن کیطرف رُخ بھی نہین کرتا۔ منشی احمد علی صاحب شوق محسن کاکوروی امیر اللہ صاحب تسلیم وغیرہ نے اپنی مثنویون مین نسیم کا انداز سخن اڑانے کی کوشش کی ہے آخر مین ہم اُن متعدد لغزشون مین سے چند تمثیلاً پیش کرنا چاہتے ہین جن سے ثابت ہوتا ہے

کہ میرحسن سے تناسب واقعات بھی نہ نبھ سکا اور نیز اُنھیں زبان پر قدرت کاملہ نہین حاصل ہے جتنی لغزشین زبان کی انکے کلام مین ہین وہ اُنکے معاصرین کے کلام مین نہین پائی جاتی- میرحسن نے پہلے تو یہ بیان کیا ہے کہ بدر منیر قبل بارہ برس کی عمر پانے کے تمام علوم و فنون مین مشاق ہوگیا تھا جیساکہ ذیل کے اشعار سے ثابت ہے-

دیا تھا زبس حق نے ذہن رسا کئی سال مین علم سب پڑھ چکا
معانی منطق بیان وادب پڑھا اس نے منقول و معقول سب
لگا ہیئت و ہندسہ تا نجوم زمین آسمان مین پڑی اسکی دھوم
کئے علم نوکِ زبان حرف حرف اسی نحو سے عمر کی اُسنے صرف

وغیرہ وغیرہ اس خلاف عقل مبالغہ کے بعد ارشاد ہوتا ہے-

عطارد کو آنے لگی اُسکی ریس ہوا سادہ لوحی مین وہ خوشنویس

یہ عجب پریشان خیالی کا نمونہ ہے- ابھی جس شہزادہ کی نسبت اس مقام پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ سادہ لوح تھا محض اس سے کہ لوح اور خوشنویسی مین تناسب لفظی ہے اس سے بڑھ کر کسی شاعر کے کلام مین قوت خیالی کی سُستی کا نمونہ نہ ملے گا (باقی آیندہ)

(راقم ہواخواہ نسیم)

(از رسالہ تہذیب بابت ماہ جون ۱۹۰۶ء نمبر ۶ جلد ۲ -

۱۶- گلزار نسیم و سحر البیان نمبر ۲

اسی طرح کی سیکڑون لغزشین میرحسن کے کلام مین موجود ہین - ذیل مین مختصراً چند ایسی غلطیان پیش کیجاتی ہین جو کہ سولے مبتدی کے کسی اُستاد کامل سے سرزد نہین ہوسکتین -

کیا حق نے نبیون کا سردار اُسے　　بنایا نبوت کا حقدار اُسے

اس شعر مین حق اور سر - کا قافیہ بالکل غلط ہے ایسی غلطی تو ایک نومشق سے بھی ناممکن ہے بادشاہ کی سخاوت مین فرماتے ہین -

سخاوت یہ ادنیٰ سی اِک اسکی ہے　　کہ اکدن دو شالے دیے سات سے

واقعی سات سے - دو شالے دینا حاتم کی قبر پر لات مارنا ہے - اور سولے اولوالعزم بادشاہ کے کون دیسکتا ہے -

پلنگون کا بھی بلکہ چیتا یہی　　کمر آ بندھا دے ہماری کوئی

اس شعر مین محض پلنگ کی رعایت سے لایا گیا ہے اور علیٰ ہذا القیاس کمر کا بھی یہی حال ہے یہ شاعری ہے کہ ضلع جگت -

طویلے کے اسکے جو ادنیٰ تھے خر　　اُنھین نعل بندی مین ملتا تھا زر

میرحسن کا مطلب تو یہ تھا کہ نعلبندونکو اُجرت مین زر ملتا تھا مگر زبان پر قدرت نہ ہونے سے یہ کہہ گئے کہ (خرون کو زر ملتا تھا -

عجب شہر تھا ایک مینو سواد کہ قدرت خدائی کی آتی تھی یاد

خدا کی قدرت تو سب کہتے ہین - مگر چونکہ مصرع ناموزون رہتا تھا اسلیئے میر صاحب نے (ی) اور بڑہا دی - دیوار کی تعریف مین فرماتے ہین -

صفا پر جو اُسکی نظر کر گئے اسے دیکھ کر سنگ مُرمُر گئے

اس سے بدتر ضلع جگت کی مثال امانت کے یہان بھی نہ ملیگی - سنگ کے لیئے یہ کہنا کہ مرمر گئے - میر حسن ہی کا کام ہے -

کرون اسکی وسعت کا مین کیا بیان کہ جون اصفہان تھا وہ نصفِ جہان

یہ کس جغرافیہ مین لکھا ہے کہ اصفہان نصف جہان ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میر حسن کی معلومات کا دائرہ بہت وسیع تھا -

گئے نو مہینے جب اس پر گذر ہوا گھر مین شہ کے تو لد پسر

اس شعر مین - اس پر - کی کیا ضرورت تھی یہ دو لفظ اس لیے ٹھونس دیے گئے ہین کہ مصرع موزون ہو جائے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میر حسن کو مصرع موزون کرنے مین عجز تھا -

دیا چوب کو پہلے بم سے ملا لگی پھیلنے ہر طرف کو صدا
کہا زیر نے بم سے بہرِ شگون کہ دون دون خوشی کی خبر کیون نہ دون

سبحان اللہ کیا کیا دون دون ہے - واقعی تناسب الفاظ کی صفت کو نسیم نے کیا معراج دی ہے اور میر حسن نے اس صنعت کی کیا مٹی خراب کی ہے -

کھڑے سرو کی طرح جینی کے جھاڑ کہے تو کہ خوشبوئیون کے ہین پہاڑ

اول تو خوشبو کی جمع خوشبوئیون - کیا خوب اور خوشبوئیونکے پہاڑ - تو اسیر بھی طرہ ہین واقعی خیالات کی جدت اسکا نام ہے -

گلون کا لبِ نہر پر جھومنا اُسی اپنے عالم مین منھ چومنا

جسوقت کہ لب نہر کہدیا تھا پھر - پر لانے کی کیا ضرورت تھی اس قسم کی بھرتی کے الفاظ میر حسن کے پچہتر فیصدی اشعار مین موجود ہین اور اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ میر صاحب موصوف محض خیالات کے نظم کرنے مین عاجز تھے -

لیئے ہاتھ مین بیلچے مالنین چمن کو لگین دیکھنے بھالنین

بھلا اس سے بڑھکر بدتدیا نہ غلطی کسی شاعر کے کلام مین مل سکتی ہے - بھالنین اور مالنین کا قافیہ رکھنا میر حسن ہی کا کام تھا -

لب جو پہ آئینہ مین دیکھ قد اکڑ نا کھڑے سرو جدبہ مد

لب جو پہ ویسا ہی ہے جیسا کہ لب نہر پر -

کمان کے جو درپے ہوا بے نظیر لیا کھینچ چلے مین سب فن تیر

کمان کے لیئے چلے کا ذکر کیا گیا ہے - پھر اگر امانت نے یہ کہا ہے -

پیر یون مین بھی مرا نازک بدن ملتا نہین - تو کیا برا کہا ہے -

کہ سرگرم حمام ہے بے نظیر گیا ہے نہانے کو بدر منیر

اس شعر مین بے نظیر اور بدر منیر دونون سے ایک ہی شہزادہ مراد ہے مگر انداز سخن سے یہ پیدا ہے کہ بدر منیر کوئی اور شخص ہے اور بے نظیر کوئی اور شخص ہے - اس قسم کی بندش شاعری مین سخت معیوب ہے -

ہوا قطرۂ آب یون چشم پوش کہے تو پڑی جیسے نرگس پہ اوس

اوس پڑنا تباہ اور برباد ہو جانے کے معنون مین استعمال ہوتا ہے کیا اس شعر مین میر حسن کی یہ مراد ہے کہ پانی کا قطرہ پڑنے سے شہزادہ کی آنکھ پھوٹ گئی -

گیا حوض مین جب شہ بے نظیر پڑا آب مین عکس ماہ منیر

جسوقت حوض مین کوئی شخص نہانے اُترتا ہے تو پانی مین تموج کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور اس حالت مین عکس پڑنا نا ممکن ہے - میر حسن کی نگاہ مطلق شاعرانہ نہ تھی ورنہ وہ ایسا

خلاف تجربہ واقعہ نہ نظم کرتے۔

زمین پہ تھا اک موجۂ نور خیز ہوا جب وہ فوارہ ساں آب ریز

یہ اس موقع کا شعر ہے جبکہ شہزادہ حوض مین نہانے اترا ہے ہماری سمجھ مین نہین آتا ہے کہ فوارہ کسطرح آب ریز ہونے سے کیا مراد ہے۔ کیا اُسپر نہانے کا خوف بسطرح طاری تھا۔ افسوس کہ غنم کے پہلو سے بھی میر حسن کا کلام خالی نہین ہے۔

بند ھین پگڑیان طاش کی سر اوپر چپکا چوند مین جیسے آئے نظر

سبحان اللہ وبحمدہ۔ کیا اختصار ہے اول تو سر اوپر۔ ہی لطافت سے معمور تھا مگر جب دیکھا کہ اسپر بھی مصرع نہین موزون ہوتا تو سر اوپر نظم کر دیا۔

وحوشون طیورون تاک بے خلل پڑے آشیا نونسے اپنے نکل

وحوش و طیور خود صیغۂ جمع مین ہین۔ اسکی جمع وحوشون و طیورون بنانا صرف و نحو کے معمولی قواعد سے لاعلمی ظاہر کرتا ہے۔

لب بام پر جب یہ سوئی صنم کرین سورۂ نور کو اس پہ دم

لب بام کے بعد۔ پر بالکل فضول ہے۔

وہ سویا جو اُس آن سے بے نظیر رہا پاسبان اسکا بدر منیر

وہ مہ اسکے کوٹھے کا ہالا ہوا غرض وان کا عالم دو بالا ہوا

ان دونون شعرون مین ابتدا (مین) (وہ) محض برائے وزن بیت ہے۔

گئین پے وہ شہ کو لب بام پر دکھایا کہ سویا تھا یان سیمبر

یہ اور لب بام پر۔ ملاحظہ ہو۔ افسوس کہ ایک ایک قسم کی غلطیان کس کثرت سے ہین

لگے تھے جو خوشے درختونکے ساتھ وہ ہل ہل کے ملتے تھے آپس مین ہاتھ

پہلا مصرع کسقدر مہمل ہے

نہ بگلون کا عالم نہ وہ قرقرے نہ وہ آب جو ئین نہ سبزے ہرے

سبزے ہرے - کی ترکیب محض غلط ہے -

خزان کا الم دل مین جو آ گڑا   جگر برگ گل کی طرح جھڑ پڑا

جگر جھڑ پڑنا کوئی معنی نہین رکھتا خدا جانے میر حسن کیا کہنا چاہتے تھے اور کیا کہہ گئے -

کسی کو ہو جس چیز کا اشتیاق   نظر آئی وہ چیز بالائے طاق

میر حسن کا مطلب تو یہ ہے کہ مختلف چیزین طاق پر رکھی ہوئی تھین مگر بالائے طاق محاورہ مین بالکل اس سے مختلف معنون مین استعمال ہوتا ہے

زبس تھا وہ لڑکا تو سہما بھی کچھ   ہوا کچھ دلیر اور حیران بھی کچھ

سہما اور حیران کا قافیہ کرنا میر حسن ہی کا کام ہے

کبھی یون بھی ہے گردش روزگار   کہ معشوق عاشق کے ہو اختیار

کہنا چاہتے تھے کہ معشوق عاشق کے اختیار مین ہو مگر چونکہ مصرع موزون نہین ہوتا تھا لہٰذا مین حذف کر گئے سبحان اللہ -

وہ شفقت جو مان باپ کی یاد آئے   تو راتون کو رو رو کے دریا بہائے

اس شعر میں شفقت ہے یعنے - فا - بالفتح ہے مگر میر حسن نے جہلا کی زبان پر اعتبار کر کے یہ پیدا - نظم کر دیا

غرض ماہرخ اس پری کا تھا نام   پدر سے کیا تھا یہ پوشیدہ کام

میر حسن کا مطلب تو یہ ہے کہ باپ سے خفیہ رکھ کے یہ کام کیا تھا مگر مصرع کی ترکیب سے ظاہر ہوتا ہے کہ باپ سے یہ پوشیدہ فعل کیا تھا افسوس کہ میر حسن کو ایسا ضم کا پہلو نہ نظر آیا - زبان پر قدرت نہونے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے -

اسی غم سے گھل گھل کے مرتا تھا وہ   سدا شمع سان آہ کرتا تھا وہ

شمع کے لیئے رونا سب نے نظم کیا ہے اور واقعی اسکے قطرے اشک سے مشابہ بھی ہوتے ہین - مگر آہ کرنا شمع کے لیئے سوائے میر حسن کے کلام کے کہین نہ ملے گا -

یہ شاعری نہ ہو مگر ایجاد بندہ تو ضرور ہے

یہ گھوڑا جو اس گل کے تھی بخش کا فلک سیر تھا نام اس رخش کا

کہنا چاہیئے تھا کہ اس گل کا بخشا ہوا گھوڑا تھا مگر کہہ گئے کہ اس گل کی بخش کا گھوڑا سبحان اللہ بحمدہ - کیا اختراع ہے

فقط موتیوں کی پڑی پائے زیب کہ جسکے قدم سے گھر پائے زیب

اس شعر مین بھی قافیہ کی غلطی ہے -

غرضکہ جن بزرگون نے جناب میر حسن کو حضرت نسیم کے مقابلہ مین آسمان شاعری تک پہونچایا ہے - وہ انصافاً دونون کا مقابلہ کر کے کھرے کھوٹے کی پرکھ کرین اور دیکھین کہ کس کے کلام مین عامیانہ لغزشون کی بھرمار ہے - یون آنکھ بند کر کے اعتراض کرنا اور کسی قابل فخر و تعظیم بزرگ کے کلام پر نا انصافی کے خنجر چلانا معمولی کانشین کے آدمی کا کام ہے اس قسم کے علمی مناظرات مین قومی خیالات سے قطع نظر کر کے سچائی اور ایمانداری سے تنقید کرنا ملک و قوم کے لیئے زیادہ مفید و کارآمد ہے - بمقابلہ اسکے کہ ایسے امور کو قومی نگاہ سے دیکھا جائے - باقی آیندہ

(راقم ہواخواہ نسیم)

از رسالہ تہذیب بابت ماہ جنوری ۱۹۰۶ء جلد ۲ - نمبر ۱ - مرتبہ منشی سعید اللہ خانصاحب منیجر و پرو پرائٹر
ریاست رام پور

(۱۷) سحر البیان و گلزار نسیم پر ریویو

(از مظہر الحق صاحب دہلوی)

اس سے پہلے کہ سحر البیان اور گلزار نسیم کے مختلف مضامین کی سیر صاحبان بالغ نظر دقیقہ رس کو کرائی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اول بطور تمہید و مقدمہ کچھ تحریر کر دیا جائے - بموجب تقسیم آزاد میر حسن صاحب سحر البیان دور چہارم سے تعلق رکھتے ہیں اور نسیم دور پنجم سے نسیم کا ذکر آبحیات کے دور پنجم میں کہیں نہیں ہے مگر چونکہ وہ آتش مرحوم کے شاگرد تھے اسلیے اُنکا شمار دور پنجم میں کیا گیا ہے - موجد نظم اُردو یعنی شمس ولی اللہ سے لیکر انیس مرحوم تک تین سو برس ہوتے ہیں اس زمانہ کو آزاد نے پانچ دور پر تقسیم کیا ہے اور شعرا کے طرز کلام کو مد نظر رکھ کر یہ دور قائم کیے گئے ہیں جہان سے اُردو کا رنگ ڈھنگ جُدا پایا گیا - ایک دور قائم کر کے دوسرا دور شروع کر دیا گیا اور قائمی دور کا فیصلہ کثرت پر قرار دیا - ردّ و بدل ترک متروک کا جھگڑا ہر زمانے کے ساتھ لگا رہتا ہے جو زبانیں کہ زمانۂ دراز سے موجود ہیں اور صفائی و شستگی میں مدارِ اعلے پر پہونچ چکی ہیں اُنمین بھی تغیر و تبدل کچھ نہ کچھ آئے دن ہوتا رہتا ہے انگریزی زبان ہی کو ملاحظہ فرمایئے کہ پہلی زبان اور حال کی زبانین

ذرا بھی تو کوئی مناسبت نہین ہے۔ اب بھی باوجودیکہ عرصہ سے علمی زبانون کے ہم پلّہ ہو گئی ہے تاہم کوئی نکوئی بات گھٹتی بڑھتی رہتی ہے بس جس زبان کا نشو و نما ہوے ایک قلیل زمانہ گذرا اُسمین ترک متروک بدرجۂ غایت ہوتا رہیگا۔ چنانچہ دور چہارم مین زبان اُردو نے ایسی شستگی و صفائی حاصل نہین کی تھی جیسے کہ دور پنجم کی نظر سے گذری دور چہارم کے شعرا کا کلام اگر دیکھیے تو ہر صفحہ مین بہت سے الفاظ اور ترکیبین ایسی ملین گی کہ آج متروک سمجھی جاتی ہین۔ مگر میر صاحب کا کلام باستثناے چند الفاظ اور چند اشعار کی بندش کے جیسا کہ جب تھا ویسا ہی آج دلپذیر و دلکش ہے۔

زمانہ سے دو قدم آگے رہنا کچھ آسان نہین جبکہ برابر ہی چلنا دشوار ہے نسیم کو دور پنجم نصیب ہوا۔ مگر اُنکے کلام مین بلاغت کا پتہ نہین خیالات کا تسلسل مفقود۔ فطرت عادات انسانی کا تذکرہ تو ظاہر وہم و گمان سے بھی زیادہ عنقا۔ ہان تشبیہہ و استعارات نئے طرز سے باندھے گئے ہین۔ اور فصاحت کلام مین بھی نسیم میر صاحب کی برابری کا دعویٰ نہین کر سکتے۔ جو دلکش بیان مثنوی کے لئے لازم ہے وہ سحر البیان مین موجود ہے اگر گلزار نسیم مین مفقود۔ شعراے ماسبق کے کلام مین جو الفاظ یا بندش متروک یا مکروہ پائی جاتی ہے اُنپر ہرگز اعتراض نہین ہو سکتا۔ اسلیئے کہ اُس زمانہ مین وہی فصیح سمجھی جاتی تھی جواب خارج ہوگئی ہے۔ البتہ اگر ایسے الفاظ پائے جائین جو اُسوقت متروک تھے تو بیشک کلام پر غیر فصیح ہونے کا اطلاق ہوگا۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ ہر زمانہ کی فصاحت جُدا ہے جو الفاظ آج فصیح خیال کیے جاتے ہین کچھ عرصہ کے بعد وہی ثقیل ٹھہرا دیے جاتے ہین پس اسی زمانہ کی نظر سے کلام جانچنا اور دیکھنا چاہیئے جس سے وہ تعلق رکھتا ہے۔ یہ رعایت صرف زبان کے ساتھ ہے معنی کو اس سے کوئی سرو کار نہین۔ خیالات کی صحت و سُقم پر برتری کا دارمدار ہے جسقدر وسیع اور بلند خیالات معنی کے متعلق ہونگے اُتنا ہی اعلےٰ درجہ اُنکے لیئے تجویز کیا جائیگا اس سے بہت کم بحث کیجائیگی کہ وہ کس زمانہ سے تعلق رکھتا ہے شکسپیر سرآمد شعرا

انگلستان خیالات صحیحہ ہی کیوجہ سے آج بھی درجۂ اول رکھتا ہے حالانکہ جو زبان اسنے لکھی ہے وہ بہت زیادہ متروک ہوگئی ہے اُسکے کلام کی جانچ مسئلۂ بالا کی روسے ہوتی ہے یعنی کسی لفظ پر گرفت نہین کیجاتی اور فطرت و عادت سے جہان اسنے بحث کی ہے اُن تصورات کا وزن اس زمانہ کی میزان خیال مین پیدا ہوتا ہے -

مثنوی سحر البیان از سرتا پا فصاحت و بلاغت سے مملو جسکا ذکر ہے اُسکے متعلق جو کچھ چاہیئے شستہ الفاظ مین موجود ہے بیان کیا ہے ایک تصویر لاکر کھڑی کردی ہے غم و الم کا ذکر ہے تو در و دیوار سے یاس و حسرت ٹپک رہی ہے مسرت عشرت کا چرچا ہے تو ہر شئے شگفتہ و خندان نظر آتی ہے وصل کا خیال ہے تو کل لوازمات عیش موجود ہجر بدنظر ہے تو شام غربت مرغوب باغ کا ذکر آگیا ہے تو قمری کے قہقہے اور بُلبل کے چہچہے برسات کا جو خیال آیا تو بجلی کی چمک بادل کی کڑک ہوا کا زور مینھ کا شور اسی کو بلاغت کہتے ہین - آبحیات مین مثنوی میرحسن پر تقریظ موجود ہے آزاد کی تحریر کا کیا کہنا مگر وہ عام حالت سے تعلق رکھتی ہے اور اسمین اُن خوبہائے بر تر از وہم و خیال کا مفصل بیان ہوگا جس کا سُراغ ایشیائی شاعری مین کم ملتا ہے فطرتی منظر اور نیچرل سینری کی توضیحات سے لطف دوبالا کیا جائیگا اُردو مین بہت سی مثنویان لکھی گئی ہین مگر سحر البیان کی پاسنگ کو بھی کوئی نہین پہونچتی بلاغت اور بیان فطرت مین بعدیل شستگی زبان مین ایسی کہ سوائے گلزار نسیم کے اور کوئی نظیر نہین میری رائے مین ماورا ایک وصف کے گلزار نسیم کو سحر البیان سے کچھ مناسبت نہین - آزاد مثنوی کی یون تعریف کرتے ہین کہ مثنوی حقیقت مین سرگذشت یا بیان ماجرے ہے جیسے تاریخ کا ایک شعبہ سمجھنا چاہیئے لہذا مثنوی مین وہ جملہ امور ملحوظ خاطر رکھنے چاہیین جو فطرتی طور پر عادتاً واقعہ و حال کے لئے لازم ہین - میر صاحب نے جملہ امور متذکرۂ بالا کا قریب قریب ہی پاس رکھا ہے گلزار نسیم مین اسقدر لغزشین ہین جنکی انتہا نہین تناقص پر تناقص وارد ہین مثنوی اگر تاریخ کا شعبہ ہے تو اسمین ذرا شبہ نہین کہ بیچاری تاریخ کا بڑی بیرحمی سے خون کیا گیا ہے غزل یا مانا

اور قصائد کے میدان کیا کم وسیع تھے کہ نازک مثنوی کو بھی بغیر پامال کیے نہ رہا گیا گلزار نسیم
مین جو باتین عادتاً یا فطرتاً یا بیان واقعہ کی جان یا لازم ہین بہت کم پائے جاتی ہین ۔
کہہ سکتے ہین کہ قصۂ بے نظیر نتیجہ فکر حُسن ہے اور قصۂ بکاؤلی اصل نثر تھا نسیم نے
زیور نظم سے آراستہ کرکے عروس نو پیراستہ کو ہدیۂ ناظرین کیا اصل قصہ مین جو خرابیان
نہین وہ قائم ہین نسیم اُنکے ذمہ دار ہماری رائے مین مذکورالصدر دلیل کے پیش کرنے سے
نسیم بُرے نہین ہو سکتے بلند خیالی اُنکی اس سے ظاہر ہے کہ ایسا قصہ پسند کیا ۔
اسپر بھی خیال نکیا کہ میر صاحب کے وقت مین قصۂ بکاؤلی موجود تھا کیا وجہ کہ میر حسن نے
اس قصہ کو اختیار نہین کیا ۔ اگر غور کیجئے تو صرف اس قصہ کا رد ہی کرنا میر صاحب کے
کمال علوی مرتبہ کی دلیل ہے ۔ نسیم اگر اسکو اختیار نکرتے با بصر و طبعزاد بھی ایسا ہی کچھ ہوتا
بلند خیالی اور اختراع کا مادہ بھی اگر ہوتا تو ایسی شئی کیطرف طبیعت کیون رجوع ہوتی عام
خیالات سے برتر طبیعت پانی ہر ایک کا حصہ نہین صحبت کا اثر اختیار نکرنا ہر ایک کا کام نہین
یاران جلسہ سے انوکھا ہونا کوئی معمولی بات نہین مگر قدرت نے یہ جملہ صفات میر صاحب کی
ذات مین ودیعت کر دیے تھے جسکی وجہ سے میر صاحب نے نام لازوال حاصل کیا یہ لازم نہین ہے
کہ جو کتاب جسقدر زیادہ دلچسپ ہوگی اُسیقدر زیادہ غلطیون سے بھی پاک ہوگی ۔ لارڈ بیکن
اعلیٰ مرتبہ کا فلسفی انگلستان کا مقولہ ہے (بہت سی کتابین ایسی لکھی گئین جو قریب قریب غلطیون سے
بالکل پاک ہین لیکن نام کو بھی دلچسپ نہین اور ایسی بھی کتابین نظر سے گذرین کہ جنمین بہت
غلطیان ہین مگر انتہا درجہ کی دلچسپ)
گلزار نسیم آخر الذکر درجہ سے تعلق رکھتی ہے ۔ یہ خوبی تو سحر البیان ہی مین ہے کہ
از بس دلکش فطرت و عادت کے قریب قریب مطابق غلطیون سے مبرا اور قاعدۂ عروض کی
حد سے قدم باہر نہین نکلا لبسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مضمون اعلیٰ زبان پاکیزہ ۔ مگر صرف ترتیب کے
جا بجا الٹ پھیر سے مزہ بدل جاتا ہے عمدہ مضمون لکھنا کچھ سہل کام نہین خون جگر پینا ہوتا ہے اُسوقت

مقبولیت عام کہین جاکر حاصل ہوتی ہے ایک ایک لفظ اور ایک ایک بات پر دن ختم ہو جاتا ہے
زبان بہ نسبت مضمون کے عام فہم ہے لہذا عام طور سے وہ مضمون کی بڑائی کو ظاہر نہین
ہونے دیتی یہی وجہ ہے کہ گلزار نسیم باوجودیکہ خیالات عالی سے بالکل معرا ہے مگر قبولیت عام
رکھتی ہے شستگی زبان و لطف شاعری نے دوسرے نقص کو ایسا چھپایا کہ کسی کا خیال بھی
اس طرف کو نہین جاتا۔ اور جائے کیسے فطرت و عادت کو کچھ سمجھا ہی نہین جاتا۔ مگر اب خیال
رجوع ہوتا پاتا ہے کہ معنی بھی کوئی شے ہے اُسکو بالکل بیکار تصور نکرنا چاہیئے۔ تجربہ کا دینے والا
اور آیندہ زندگی مین کام آنیوالا اسی کا مطالعہ ہے ایک حد تک گلزار نسیم کی تعریف جائز ہے بلکہ
اگر نہ کیجائے تو بیجا ہے مگر میر صاحب کے پہلو مین نسیم کو کرسی دینی ظلم ہے۔
لارڈ بیکن کا قول ہے کہ زبان مافی الضمیر کا آلہ ہے اصل مطلب جہان فوت ہوا تو آلہ کی
پھر کچھ ایسی قدر نہین رہتی سمجھدار کے آگے لفاظی سے کام نہین چلتا۔ جبتک کہ پتے کی بات کہی جائے
اور نفع و ضرر اُسکے گوش گزار نہ کیا جائے معاصران نکتہ سنج نے لکھا ہے کہ ایران کے سعدی اور
ہند کے میر حسن شیکسپیر ہین اور شیکسپیر وہ شخص ہے جو فطرت انسانی کا بڑا ماہر مانا گیا ہے تمام
خیال ہے کہ اس شرح و بسط سے اور اس خوبی سے قانون قدرت کا صحیفہ بہت کم کسی نے
پبلک کے سامنے پیش کیا ہے انگلستان مین شیکسپیر سے زیادہ قبولیت بہت کم کسی نے
حاصل کی ہے۔ قبولیت عام سے میری مراد نہین بلکہ بڑے بڑے نکتہ فہم و جلیل القدر مصنفون نے
اُسکی لیاقت خداداد کا اعتراف کیا ہے۔ دیگر ممالک کے شاعرون نے بھی اُسکے کلام سے
استفادہ حاصل کیا ہے۔ جرمنی کے عالمون نے اُسکی تصنیف کی شرحین قلمبند کین۔ جرمنی کا
ایک خاص طرز بیرون کیا گیا ہے کہ بر اعظم یورپ مین اُسکے تبحر علم و فضل اعلیٰ عروج پر ہے نسیم کا
نام کہین بھی کسی خصوصیت مین نہین لیا گیا ہے۔
پس گلزار نسیم کو سحر البیان کے مقابلہ مین لاتا تھر ہے اس موقع پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎

قہر ہے گر ندو سخن کی داد ظلم ہے گر کرو نہ میر کو یاد

حضرت سعدی و میر صاحب کا کلام دیکھکر تعجب آتا ہے کہ ان بزرگونکی طبیعت زمانہ سے ایسی اچھوتی کیسے واقع ہوئی اسمین ذرا شک نہین کہ ان اصحاب کی ذات مقدسہ کی رفعت و بلند ہمتی نے اُس درجہ اعلی پر عروج فرمایا ہے کہ سچے خیالات اور سیفہ قدرت نگاری مین معزز ہمعصرونکو با قرنہاے ما بعد و ماقبل کے مضمون نگارونکو کچھ بھی مناسبت نہین ایک اور امر قابل غور ہے کہ شیکسپیر ایسی سرزمین پر پیدا ہوا تھا جہان مضمون اور زبان کم سے کم توام سمجھی جاتی تھین وہان کی آب وہوا خیالات مین بسی ہوئی تھی پس کہہ سکتے ہین کہ شیکسپیر کی ضمیر مین فطرت انسانی کا تصور نشو و نما پا چکا تھا۔ صحبت ویسی ہیشیہ یاران جلسہ کے خیالات ویسے۔ لہذا اُس سے جو ظہور مین آیا وہ چندان تعجب خیز نہین۔ اسکی تعریف اسوجہ سے ہے کہ اُس نے ویسی روش اختیار کی تھی کہ اُسمین یکتاے زمان رہا۔ اور جو راہ اُس نے دکھلائی اُسپر چلنا کچھ آسان نہین۔ اور سعدی علیہ الرحمہ پر بھی جو ایران مین پیدا ہوے تھے رطب و یابس دوران سے واقف گردشِ ایام کا تجربہ سیر و سیاحت کا چرچا عالمونکی صحبت پائے ہوئے بڑے بڑے دار العلوم کھلے ہوے اور سلطنت ایران کا عروج بھی قائم تھا۔ مگر گئے گذرے وقت کے بیچارے حسن کو ذرا ملاحظہ فرمائیے نہ شکوہ سلطنت باقی نہ کچھ رواج علم ایسا تھا اور اُسپر شیکسپیر ہند کا خطاب شہرت مین کیا کچھ کر دکھلایا کیا مصرع ہے ع در ماندگی مین غالب کچھ بن پڑے تو جانو۔ تاہم سعدی علیہ الرحمہ کی اور ہی شان ہے آپ کے وجود باوجود سے جسقدر زمانہ فخر کرے بیجا ہے۔ جو باتین گلستان اور بوستان مین پائی جاتی ہین وہ اس زمانہ مین بڑے بڑے جلیل القدر مُدبرون اور وزرا کی پوتھیون مین ملنی دشوار ہے

زنسیم جان فزایت تن مُردہ زندہ گردد ... زکدام باغ اے گل کہ چنین خوش است بویت

درس و تدریس کا ماحصل کیا ہے یہی کہ گھر بیٹھے گرم و سرد زمانہ سے واقفیت ہو۔ مادہ فراست و ذکاوت مین ہیجان ہو عقل پر تاب آئے ذہن رسا ہو۔ مختلف اشیاء کا علم حاصل ہو واقفیت تمام پیدا ہو کہ دنیا مین کس موقع پر فطرت انسانی کیا کیا کرشمے دکھاتی ہے۔ رواج کس کو کہتے ہین

اور اُنسے کیا نتیجے نکلتے ہین اعلیٰ درجہ کے کتب بینو کو بھی سوا ے اسکے کہ اصولی ہین نا تجربہ کار فلسفی اور
کوئی خطاب مہتمم بالشان نہین ملتا جبتک کہ صحیفۂ قدرت کا بذات خاص مطالعہ نکیا جائے - جب یہ
حال ہے تو آپ ہی بتلائیے کہ ایسی کتاب کی کیا وقعت ہوگی اور اُسکے پڑھنے سے کیا واقفیت
بڑھے گی جسمین فطرت وعادت کا کچھ بھی خیال نہین رکھا گیا جو دل مین آیا لکھدیا نہ جودتِ طبع
دکھائی گئی نہ فکر رسا سے کچھ کام لیا گیا۔ نہ مشکل کو حل کرنے مین عقل پر زور ڈالا گیا سوا ے اُس
کتاب کے دنیا مین اسکی مثال نہین ملتی معلوم ہوتی اور بجز اُن اوراق کے ماتقی کائنات مین
اُسکا وجود معقود اصول اگر کمزور اختیار کیا گیا ہے خیر یہ بھی جائز۔ مگر اُسپر قائم تو رہیئے۔ یہ کیا کبھی یہ
کبھی وہ اداے مطلب کا یہ کیا طرز ہے - آیندہ اپنے اپنے موقع پر انشاء اللہ معہ نقل مضمون
اصل کتاب پر پوری بحث کیجاے گی -

مثنوی مین بالکل قاعدہ تاریخ نویسی کا ملحوظ نہین رکھا جا سکتا کچھ شاعری وغیرہ کی چاشنی
ضرور دینی چاہیئے مگر اتنی کہ خوبی عبارت کے ساتھ ساتھ اگر فطرت وعادت وغیرہ کا بھی خیال
مد نظر رہے تو کیا خرابی ہے جو مشکل کہ فکر رسا کے ذریعہ سے بطریق احسن اور موافق عادت
یا اُسکے قریب قریب حل ہو سکتی ہے وہ بعید از قیاس ولیلون سے کیون انجام کو پہونچائی جائے
جن پری وغیرہ کی مدد لیجیئے مگر موقع محل و قواعد مسلمہ کا ضرور لحاظ رہے اور تناقضات کا بھی
کہ ایک وقت تو ملاء اعلیٰ پر صدر نشین کر دیا اور دوسرے موقعہ پر اُسکو بلا وجہ معقول اسفل السافلین کا
رستہ دکھا دیا یہ ہرگز جائز نہین رکھا جا سکتا - سحر البیان مطابق اصول بالا لکھی گئی ہے نہ خوبی
عبارت مین اُسکی وجہ سے فرق آیا اور نہ دلچسپی مین کمی واقع ہوئی بلکہ نکتہ فہم کے لیئے قند مکرر کا
مزہ دیتی ہے اور نسیم نے جو اسکو بالاے طاق رکھا تو کوئی ندرت عجیبہ پیدا نہین کی بجز کوئی
وجہ نہین کہ لکیر فقاری کیجائے کچھ ہاتھ آئے تو مضائقہ نہین جبکہ گھر جاے تو اچھی راہ چھوڑنی
عقل سے بعید ہے ایک صاحب کا قول ہے کہ قصہ گوئی کوئی آسان چیز نہین ہے یہ اسوجہ سے
کہا گیا کہ مذکور الصدر نکات کا التزام۔ لکھنا کوئی معمولی بات نہین ہے ورنہ ہر کہ ومہ ادھر اُدھر کی

باتین بلا ربط ملاسکتا ہے - لیجئے قصّہ ہوگیا - قصہ کے یہ معنی ہین کہ خیالی سرگذشت ایسے پیرایہ مین بیان کیجائے کہ واقعہ مین اور اسمین تمیز نہو سکے - جو باتین کہ فطرتاً یا عادتاً امورات دنیوی مین اکثر پیش آتی ہین یا آسکتی ہین وہ ایسی خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کیجائین کہ وہی وہ چیز بالذات موجود رہے - اگر دربار شاہی ہے تو شان و شوکت رعب و ادب صفائی اور سجاوٹ جملہ لوازمات موجود اگر ذکر باغ ہے تو درخت و گل و بلبل بہار و خزان نہر و حوض سرو قمری نسرین و نسترن سنبل و سوسن نہ یہ کہ دربار تو شاہی ہے اور حاضرین کے خیال ایسے کہ اپنے گھر کی مجلس عیش و نشاط مین بیٹھے ہوئے ہین باقی آئندہ

راقم مظہر الحق دہلوی

از ریاض الاخبار مطبوعہ ۱۶ جون ۱۹۰۵ء

۱۸

گلزار نسیم

از حکیم برہم

اس مشہور مثنوی کا ایک نسخہ ہمارے پاس لکھنؤ سے آیا ہے ہم نے اُسپر ایک مختصر سا ریویو فتنہ مین کر دیا تھا مگر پنڈت ترلوکی ناتھ صاحب (جنھون نے یہ اڈیشن چھپوایا ہے اور جو لکھنؤ کشمیری محلہ سے ۶ روپیہ کو بیچتے ہین) کے کئی خط ریویو کے لیے آئے ہین کہ ہم ریاض الاخبار مین کچھ تحریر کرین - ہم نے دیکھا کہ حضرت شرر نے اسپر ایک ریویو کر دیا ہے - جسمین دو ایک اعتراض کے سوا اکثر اعتراض یا شک اس قابل تھے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتا اور جناب شرر کا ممنون ہوتا مگر افسوس ہے کہ ہمارے مُلک مین حق بات پر کبھی توجہ نہین کیجاتی جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہزارون غلطیان زبان مین بڑھ گئین اور بڑھ رہی ہین بعض صحاب کو یہ عار ہے کہ کوئی قصباتی شخص زبان پر ایک حرف لکھنے کا مجاز نہین ہے بعض صحاب اس بات پر نازان ہین کہ گذشتہ دور مین جو کچھ شاعر لکھ گئے کہہ گئے وہ الہام کی وقعت رکھتا ہے اُسپر نکتہ چینی یا شک ظاہر کرنا قابل ملامت اور نفرین ہے شرر نے کیا لکھا ہے اسکی نسبت ہمکو اسوقت کچھ کہنے کی ضرورت نہین ہے آج ایک مراسلہ ہم درج کرتے ہین جسمین چند اعتراضات شرر کی تائید کیگئی ہے ہمکو بھی سخت افسوس ہے کہ اودھ پنچ کے زرین صفحات پر اسقدر غیر قابل اطمینان جواب ہم کیون دیکھ رہے ہین - اودھ پنچ نے آجتک جسقدر اعتراض کئے ہین اُنکا لنگر کسی سے

اٹھ نہین سکتا مگر خدا جانے کن صاحب نے ایسے کمزور جواب اودھ پنچ مین چھپوائے ہین جنکو دیکھکر ہمکو سخت تعجب ہے جناب چکبست اپنی قابلیت اور اعلی لیاقت کے اعتبار سے قابل قدر شخص لکھنؤ کے انشاپردازون مین ہین اور ہمکو امید ہے کہ وہ ایک وقت مین بہت کچھ ترقی کرجائینگے۔ مگر نوجوانی کی امنگون مین ذرا قلم حد ادب سے آگے نکل جاتا ہے - ایک مرتبہ انھون نے - شرر - حالی - آزاد - سرشار کا مقابلہ کیا تھا جسکو دیکھکر تمام فاضل انشاپردازونکو حیرت ہوگئی تھی کہ یہ کیا لکھ گئے ہین دو چار صاحبون نے ہمارے پاس مراسلہ بھیجے ہین مگر اس خیال سے کہ ہمارے دوست سرشار اب دنیا مین جو نہین ہین انکا ذکر مناسب نہین - تاہم بہت اصرار لوگونکو ہے کہ اُسپر ضرور کچھ لکھا جائے - مگر ہمکو حیرت ہاتی کہ کیا لکھین - جبکہ دنیا جانتی ہے کہ ہمارے دوست سرشار کا علم اور انشاپردازی بمقابلہ شرر و حالی کے کسیطرح کی کوئی سفارش نہین کرتی اسیطرح گلزار نسیم کے دیباچہ مین مسٹر چکبست نے رند - صبا وغیرہ شعرا کے کلام سے نسیم کے کلام کے مقابلہ مین فضول وقت صرف کیا ہے اور اس معاملہ مین اُنکا نام حالی صاحب کے نام کے نیچے ضرور لکھ لینا چاہیئے شرر نے انصاف کی نظر ڈالی ہے تو انکو بھی اب گلزار نسیم کی شاعری پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہ تھی - نسیم نے اگر غلطیان کین تو گرفت کا موقع اب نہین ہے اسلیئے کہ جس زمانہ مین اُنکی شاعری کا شباب تھا اُسوقت یہ نکتہ سنجینان اور نازک خیالیان مضامین آفرینیان نہین تھین جو آخر دور مین جناب امیر مینائی مرحوم نے ختم کر دین اور اور شاعرون مین کوئی شاعر بھی ایسا نہ نکلے گا جو اپنے کلام کی صحت کا دعوی کرسکے یہ بات کچھ خدائے سخن ہی کو حاصل تھی بہر حال اس حالت مین کہ جناب شرر نے غلطیان دکھائین انکو جو کچھ جواب دیا گیا ہے - سراسر ضد سے کام لیا گیا ہے - بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ شرر کو گالیان دی گئی ہین اسبات کا ہم اعتراف کرینگے کہ حالی کے کل اعتراض لغو وفضول ضرور ہین اسکا جواب ۱۸۹۴ع مین اودھ پنچ بخوبی دیچکا ہے - چکبست کو اس کی ضرورت بھی تھی ہم آیندہ اسپر مفصل ریویو کرینگے -

از ریاض الاخبار ۱۶ - جون مراسلات

گلزار نسیم

۱۹

۱۱ - مئی ۱۹۰۵ء کے اودھ پنچ مین ایک مضمون نسیم کی رنگین بیانی و حضرت شرر کی شرر فشانی کی سرخی سے طبع ہوا ہے گو اس مضمون سے اڈیٹوریل کالم پر ہین مگر ہم ایسے مہمل مضمون کو اپنے لائق دوست اڈیٹر صاحب اخبار مذکور کی انشا پردازی کا نمونہ ہرگز نہین خیال کر سکتے اسلیئے کہ آنکی خداداد قابلیت ذہانت اور طباعی کے ہمین نہین تمام اہل ملک قائل ہین اس مضمون کے دیکھنے سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ مضمون نویس صاحب کو نہ تو کچھ استعداد علمی ہے نہ انمین شعر کہنے اور سمجھنے کا مادہ ہے اور نہ کچھ زبان دانی سے بہرہ ہے اس مضمون مین دیگر اغلاط زبان کے سوا جو شعر مثال مین پیش کئے گئے ہین وہ بالکل بے موقع اور غلط لکھے گئے ہین مین اس مضمون کو تو چھوڑے دیتا ہون کہ یہ مضمون کسنے لکھا اور ہمارے دوست نے کیون ایسے مضمون سے پنچ کے صفحات سیاہ کیئے مگر اسکے مضامین سے بحث کرتا ہون کہ اس مضمون کا ماحصل یہ ہے کہ نسیم کی لغزشون اور حضرت شرر کے اعتراضات (جو کسیطرح اٹھ نہین سکتے) کسی نافہم نے خامہ فرسائی کرکے اس لچر مضمون کے ذریعہ سے پبلک کو دہوکا دینا اور اصل غلطیونکو چھپانا چاہا ہے اسیوجہ سے مین ایک سرسری نظر مین ان نرالے مضمون نگار صاحب کا پردہ فاش کیئے دیتا ہون - گلزار نسیم کے اس نئے اڈیشن پر جسے پنڈت برج نرائن صاحب چکبست نے شائع کیا ہے مولانا محمد عبد الحلیم صاحب

شررنے اپنے رسالہ دلگداز مین ایک ریویو لکھ کے نسیم کی واقعی غلطیان اور مثنوی مذکور کی بعض خوبیان بھی کی تھین اور اس مضمون کے متعلق جو غلط خیالات پیدا کرنے چاہے تھے اُنکے دُور کرنے کی کوشش کی تھی مولانا نے نہایت تحریر مین انصاف اور متانت سے بحث کی تھی اور جو اعتراضات کیے ہین اُنکو سچ یہ ہے کہ دنیا مین کوئی شخص نہین اُٹھا سکتا بلکہ جملہ شعراء لکھنؤ کو اُنپر اتفاق ہے اسپر کسی گمنام شخص نے اودھ پنچ کے دامن مین چھپ کے ایک طویل مضمون شائع کیا ہے جسمین سعی لے لسکے کہ ذاتیات پر بعض حملے کیے گئے ہون اور پچاس سے زیادہ اعتراضون مین سے صرف دو چار کا جواب قدما کے کلام مین تصرف کرکے پرانے اشعار کو عمداً غلط کرکے یا غیر متعلق اشعار کو متعلق کرکے دیا گیا ہو۔ اور کچھ نہین ہے اور حیرت کی یہ بات ہے کہ بعض کشمیری پنڈتون کو اسپر ناز بھی ہے اسکا فیصلہ اس قسم کی فضول تحریرون اور گالیان دینے سے نہین ہو سکتا اصلی فیصلہ یون ہو سکتا ہے کہ حضرت شرر کے اعتراضون اور نیز اپنے اُن چند جوابون کو اس عہد کے مشہور اور مستند شعراء دہلی اور لکھنؤ کے پاس بھیجدیجیے خود ہی معلوم ہو جائیگا کہ ان اعتراضونکو کوئی اُٹھا بھی سکتا ہے کہ نہین۔ لکھنؤ مین تو خاندان انیس کے سخندان یادگاران دبیر مرحوم مین سے حضرت اوج مرزا محمد ہادی صاحب بی۔ اے۔ اور انکے علاوہ حضرت جلال و جناب نسیم وغیرہ ہین۔ دیگر بلاد مین حضرت ریاض۔ جلیل۔ حکیم برہم ایسے سخندان موجود ہین دہلی کے پرانے اساتذہ مین سے حضرت ظہیر حیدرآباد مین ہین ان لوگونکو تکلیف دیجائے اور انکا فیصلہ اصلی فیصلہ تصور کیا جائے ورنہ یون گالیان دینے اور بے دلیل سخن پروری کرنیسے آجتک کوئی کامیاب نہین ہوا۔ اس تنگ خیالی کو ملاحظہ فرمایئے کہ مولانا شرر فی الحال ہندو مسلمانون مین اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہین تو انھین طعنہ دیا جاتا ہے کہ چونکہ ہندو مسلمانون مین اتحاد پیدا کرانے کی کوشش کر رہے ہین۔ لہذا گلزار نسیم پر نہایت توجہ کے ساتھ ریویو کیا گیا ہے۔ ان بزرگ کے نزدیک اتحاد کے معنے یہ ہین کہ

نہ مسلمان کسی ہندو کی کتاب پر منصفانہ ریویو کرین نہ ہندو کسی مسلمان کی کتاب پر ماشاء اللہ
ان باتون سے تو پتا چلتا ہے کہ ہمارے دوستون نے چشم بد دور انگریزی مین خوب ترقی
کی ہے - مولانا نے مثنوی گلزار نسیم کی یہ دو جہتین دکھائین تھین کہ شاعرانہ خوبیونکے لحاظ سے
وہ اعلیٰ درجہ کی مثنوی ہے مگر غلطیونکے لحاظ سے دیکھیے تو اس سے بدتر نظم اردو مین نہ ملیگی یہ ہمارے
مہربان کے نزدیک اجتماع ضدین ہے غالبًا آپ کے نزدیک جسمین ایک عیب ہوتا ہے تو پھر
کوئی خوبی نہین ہوتی اور جسمین کوئی خوبی ہوتی ہے تو پھر کوئی عیب نہین ہوتا واقعی یہ تو اتنی بڑی
غلطی مولانا شرر کی پکڑی کہ اسکے بعد کسی جواب کی ضرورت ہی نہین باقی رہتی - مگر یہ اجتماع
ضدین انھین دماغونکا جوہر ہے جو گلزار نسیم کے قدردان ہین ہمارے دوست نے اگر ایسا
دماغ نہ پایا ہوتا تو دلگداز کا جواب ہرگز نہ لکھ سکتے - گلزار نسیم کو مسٹر چکبست نے خود
نسیم کی تصنیف ثابت کرنا چاہا ہے اور اسکی شہادت مین اپنے بھولے پن کے قیاسات
اور حکیم صاحب کی روایت پیش کی ہے مولانا نے لکھا ہے کہ منشی اشرف علی وصبا مرحوم کا
بیان تھا کہ آتش سنے کہدی اور خود یہ فیصلہ کیا ہے - کہ اسے کیا عجب کہ آتش نے تفنن طبع کے
لئے کہا ہو اور غلطیان دیکھکر نوعمر خوبصورت شاگرد کیطرف منسوب کردیا ہو اسپر لکھا گیا ہے
کہ یہ روایتین بھنگیڑخانہ کی گپین ہین اور طعن کیا جاتا ہے کہ گھر سے آیا ہے معتبر نائی - نہین
جناب نائی نہین آپ اپنی کہارہی کی روایت پر اعتبار کیجیے لیکن اسکو تمام شعرا
جانتے ہین کہ کل صاحب مذاق سخن سنجون کو یقین ہے کہ یہ مثنوی نسیم کی نہین آتش کی ہے
منشی امیر اللہ صاحب نسیم زندہ بیٹھے ہین وہ مجھ سے فرماتے تھے کہ اسمین آتش کے
سب شاگردونکا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور شریک ہے اور نسیم نے جو کچھ کہا اُسکا بہت تھوڑا حصہ
اسمین باقی ہے - دیگر بڑے بڑے اساتذہ موجود ہین اُن سے جاکے پوچھ لیجیے
مگر نہین آپ کے نزدیک یہ سب بھنگیڑخانہ کی خبرین ہین اور معتبر وہی ہے جو آپ نے
اپنے پوانے کہار سے سنا تھا اس سلسلہ مین پردۂ عصمت کا نام لیکر پردہ کی بحث بھی چھیڑ

دیگئی ہے جسکو اس سے کوئی علاقہ نہین مگر یہان تو ذاتیات پر حملہ کرنا مقصود تھا چاہے کسی پہلو سے ہو۔ مگر مین پوچھتا ہون کہ مولانا نے اگر یہ لکھا تھا کہ پردہ کو مسلمان اپنے ساتھ نہین لائے بلکہ ہندوستان مین آکر اختیار کیا تو کونسا گناہ کیا اُنکے دلائل کو تو آپ کیا معنی شاید دنیا مین کوئی نہ توڑ سکے گا اسکا کیا جواب ہے کہ مسلمان جن ممالک سے آئے اُنمین خانہ نشین کا پردہ نہ کبھی پہلے تھا اور نہ اب ہے پھر مسلمانون مین اس کا رواج ہوا تو کیونکر اور کہان سے اسکے مقابل چین مین پہلے سے پردہ موجود تھا جسکو مولانا شرر نے ثابت کر دیا ہے اور چینیون کا اثر مذہب بودھ کے ظہور کے بعد ہندوستان مین بے انتہا پڑ رہا تھا پر کونسی خلاف قیاس بات ہے اگر کہا جائے کہ چینیون سے ہندوون نے اور ہندوون سے مسلمانون نے پردہ کو اخذ کیا آپکو اگر دعوی ہو تو آپ ہی ثابت کیجئے کہ ہندوستان مین آنے سے پہلے یا اُن ممالک مین جہانسے مسلمان آئے کبھی بھی (شٹ کلیوژن کا رواج تھا) کہ اسبات کا کہ گلزار نسیم خاص پنڈت نسیم کی مثنوی ہے سب سے اہم نازک اور نیا ثبوت جو مسٹر چکبست کو بھی نہین سوجھتا تھا مضمون نگار صاحب نے یہ دیا ہے کہ اسمین ایک مصرع ہے۔

(شب کی پوشاک بدلی ساری) یہان ساری کا لفظ منجملہ اُن بیہودہ دور عایتون کے ہے جسکی بنیاد پر نسیم کی رعایت لفظی کے میدانمین ٹھوکرین کھانے کے لحاظ سے امانت سے زیادہ نمبر ملنا چاہیئے مگر ہمارے دوست کو اس مصرع مین خاص ہندو اور ہندو بھی کون کشمیری پنڈت (نہین جناب مین تو کہتا ہون کہ خاص الخاص پنڈت نسیم کے گھر) کا جلوہ نظر آتا ہے کیونکہ آپ کے نزدیک تو سوا کشمیری پنڈتون کے اور کسی قوم مین ساری کا رواج نہین اور مین ایسا سمجھتا ہون کہ اس مخصوص گھر کے سوا اور کہین ساری نظر نہ آتی ہوگی مگر میرا تو یہ خیال ہے کہ یہ مثنوی اس اعتبار سے کہ اسمین یہ اشعار ہے۔

پانچ انگلیون مین یہ حرف زن ہے — یعنے کہ مطیع پنجتن ہے
کرتا ہے یہ دو زبان سے یکسر — حمد حق و مدحت پیغمبر

موجود ہین کسی کشمیری پنڈت کیسا ہندو کی بھی نہین ہوسکتی وہ کیا جانے کہ پیغمبر کون اور پنجتن کسے کہتے ہین نہ یہ تناسب اُسکے خیال مین آسکتا تھا بلکہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ ہندو شاعر مراعات لفظی نظم مین ظاہر کرنے سے قاصر ہے۔ پنڈت نسیم کے دیوان مین اگر کسی جگہ ہو گا تو وہی خاص آتش مرحوم کا عطیہ جو اساتذہ کا عام قاعدہ ہے۔ اسکے بعد باوجودیکہ مولانا نے خود ہی لکھا ہے کہ امانت نے رعایت لفظی کے پیچھے پڑکے بہت ٹھوکرین کھائین مگر آپ نے محض کالم پورے کرنیکے لیے دس بارہ شعر ایسے نظم کر دیے جنمین رعایت نے عیب پیدا کر دیا ہے دکھانا اسبات کو چاہیئے کہ عمدہ قسم کی مستحسن رعایت بھی اُنکے کلام مین ہے یا نہین اس لیئے کہ یہی مولانا شرر کا دعوی ہے کہ اگر انھون نے ٹھوکرین کھائین تو اُنکی سعی کامیابی بھی کسیکو نہین حاصل ہوئی ایسے اعلےٰ درجہ کے صدہا شعر مین پیش کر سکتا ہون مگر نہ مجھے اتنی فرصت ہے اور نہ اپنے مہربان کیطرح مین اخبارات کے کالمو نیر اتنا ظلم پسند کرتا ہون ہمارے دوست کو تعریف کر کے اپنا مطلب نکالنے مین بڑا ملکہ ہے چنانچہ مولانا نے جو دعوی کیا ہے۔ گلزار نسیم مین اہل لکھنؤ کے نزدیک صدہا غلطیان ہین اور اُس مثنوی کی زبان لکھنؤ کی زبان نہین ہے اسکے معاوضہ مین وہ مولانا کی اس عبارت کو پیش کرتے ہین کہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے کہ آتش نے یہ مثنوی تفنن طبع کے طور پر کہی ہو اور پھر نسیم کو دیدی ہو اسکا آخری فقرہ دلگداز ہین یون ہے کہ (اور پھر نسیم کو اسمین متعدد لغزشین دیکھکر دیدی ہو) اگر صحیح عبارت نقل کر دیتے تو معارضہ ثابت کرنا در کنار پڑھنے والا ہمارے دوست کو شاید فاتر العقل کہتا اس سے ضرورت ہوئی کہ قطع و برید کا عمل کر کے جواب دیا جائے اب صحیح عبارت پیش کرنے کے بعد مین پوچھتا ہون کہ یہ کونسی بعید از عقل بات ہے کہ آتش کو اپنے کلام مین فروگذاشتین یا لغزشین نظر آئی ہون اب ذرا اعتراضات کے جو چند جواب دیے گئے ہین وہ بھی ملاحظہ ہون۔ نسیم کے مصرع (شادی کو کہا حیا اُٹھا کر) پہ مولانا نے اعتراض کیا تھا کہ حیا اُٹھانا بےمعنی ہے) پردۂ حیا اُٹھانا چاہیئے اسکا جواب دیا جاتا ہے کہ حیا اُٹھانا حیا اڑا دینا حیا اُٹھ جانا لکھنؤ کی فصاحت نے بان ہے

معقول - مگر کوئی ثبوت) حیا کے ساتھ اُڑا دینا اور اُٹھ جانا دونون صحیح ہین مگر اُٹھانا نہ کسی زبان پر ہے
اور نہ لکھنؤ مین بول سکتا ہے اسکے بعد شرم اُٹھانے کا محاورہ بھی بطریق ثبوت پیش کردیا ہے
اگر آپکا حافظہ کمی کرتا ہو تو ایسی دو چار لفظین بتا دون سر اُٹھانا پانؤن اُٹھانا دم اُٹھانا مین
پوچھتا ہون ان الفاظ کے گنولنے سے کیا - حیا اُٹھانا صحیح ہوسکتا ہے ہرگز نہین اس سے بھی
زیادہ کمال یہ کیا ہے کہ امیر مرحوم کے مصرع کچھ نرمی شرم نہین ہے کہ اُٹھا بھی نہ سکون - گو
سند مین پیش کیا ہے جسکے دیکھنے کے بعد جسمین شک نہین باقی رہتا یا تو نامہ نگار صاحب
زبان دانی و شاعری سے بالکل مس نہین رکھتے یا جان بوجھ کر دھوکا دیتے ہین اور خود
بیوقوف بنکر دوسرونکو بنانا چاہتے ہین - امیر مرحوم کے شعر کا مطلب یہ ہے کہ نری شرم
نہین ہے جسے مین اُٹھا نہ سکون یعنی برداشت نہ کرسکون اُٹھانے کے معنی برداشت
کرنے کے سب کے نزدیک جائز ہین اور اگر نسیم کے مصرع مین بھی اُٹھانے کے یہ معنی
ہوتے تو کوئی اعتراض نہ تھا اُٹھانا کے اگر یہ معنی ہون تو کسیکی حیا کو دوسرے شخص کا
برداشت کرنا تو اسپر کوئی اعتراض نہین ہے - مگر نسیم نے حیا اُٹھانے سے یہ معنی لیئے ہین
کہ شہزادے نے اپنی حیا کو برطرف کرکے یا سامنے سے ہٹا کے شادی کی درخواست کی
یعنی حیا اُٹھانا بمعنی حیا کو برطرف کرنا یا چھوڑ دینا -

ریاض الاخبار ۶-جولائی ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

آجکل اودھ پنچ مین یہ بحث چھڑی ہے کہ مولوی عبد الحلیم صاحب شرر نے جو اعتراض
گلزار نسیم پر کیئے یہ صحیح نہین غلط ہین اس ضمن مین ہم یہ دیکھتے ہین کہ گالی گلوچ کی نوبت آگئی ہے
مولانا شرر کی نسبت بہت سخت و سست الفاظ استعمال ہو رہے ہین جنکو پڑھکر افسوس ہوتا ہے
کہ ہمارے مکرم و محترم منشی سجاد حسین صاحب کیون اسقدر خفا ہو گئے ہین اور شرر نے اُنکی کیا
خطا کی ہے شرر کیون گردن زدنی و کشتنی ہین اور شرر کے ساتھ کیون ایسا سلوک کیا جاتا ہے
شرر نے اگر گلزار نسیم پر ریویو کیا تو کوئی خطا نہین کی شرر نے اگر خوشامدانہ ریویو نہین کیا تو
واجب التعذیر نہین شرر کے ریویو پر اگر ہمارے مکرم و فاضل دوست کو سختی کے ساتھ کچھ لکھنا تھا
تو پہلے مسٹر چکبست کی ہیئت انگیز دلیری پر کچھ لکھنا چاہیئے تھا جنھون نے آتش و رند و صبا
خواجہ وزیر- ناسخ سب کی تحقیر و توہین کی اور ایک حد تک سب کا درجہ نسیم سے گھٹا دیا یہ امر
مسلم ہے کہ نسیم کی کوئی بساط اور حقیقت ان شعرا کے سامنے نہ تھی صرف اپنی قوم کے ایک
شاعر کی مدحی کے خیال مین مسٹر چکبست نے تمام لکھنؤ کے نامور شعرا پر بہت خراب و مکروہ
اور بزدلانہ حملہ کیا ہے اور اس معاملہ مین چکبست صاحب کا نام خواجہ حالی کے نام کے
ساتھ ہی ہمنے درج کر لیا ہے جسطرح آنکو شاعری سے مس و حس نہین ہے ان فنا فی القوم

تعلیم یافتہ نوجوانکو بھی شاعری سے کوئی غرض اور واسطہ نہین ہے - ہم اڈیٹر صاحب اودھ پنچ کا نام نامی اسوقت زبان پر نہ لاتے مگر ایک مضمون مین اُنھون نے ہمکو متنبہ کیا ہے کہ ہمنے اودھ پنچ کا جواب درج اخبار کیون کیا اسکے کئی جواب ہین - اخبار آزاد ہے مضمون مین کوئی جملہ ایسا نہ تھا کہ جو ادب کے دائرہ کے باہر ہوتا مضمون فی نفسہ بہت مُدلّل اور اچھا تھا اور اسکی تردید بالکل غیر ممکن ہے ہمکو یہ علم تھا کہ جس مضمون کا یہ جواب ہے وہ ہمارے لائق کرم فرما کا ہے اسلیئے کہ ہمارے لکرم کبھی ایسی کمزور بحث پر قلم نہین اُٹھاتے نہ ہمنے کبھی اُنکی تحریر کو ایسا کمزور اور سست دیکھا جو اعتراضات شرر نے کئے ہین گو موجودہ زمانہ مین اُنکا حرف حرف صحیح ہے مگر جس زمانہ مین نسیم تھے اُسوقت کی زبان اور طرز کلام اور تصرفات کو دیکھتے ہوے ہم نسیم کی کوئی خطا نہین دیکھتے ہمارے دوستونکو صرف یہی لکھدینا چاہیئے تھا مگر نسیم کی غلطیون کا جواب دینا اور غلط الفاظ کو تسلیم کرنا یہ ایک بڑی جرأت ہے ہمارے دوست اور عالی دماغ مکرم نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہمنے شرر کو دیہاتی لکھا گو ہمارا روے سخن شرر کیطرف نہ تھا مگر ہم یہان پر تسلیم کرتے ہین کہ اگر ہم شرر کو دیہاتی لکھین تو شرر کی کوئی توہین نہین ہے - بلکہ شرر کا فخر ہے کہ ایک دیہات کا باشندہ آج اس قابل ہے کہ جسکی کتابین نصاب تعلیم مین پڑہائی جاتی ہین اور جسکی لکھنؤ مین سند لیجاتی ہے اور جو فخر لکھنؤ تمام ملک مین مشہور ہے اور اسیطرح اودھ پنچ کی وقعت اور عزت تمام ملک مین ہے حالانکہ وہ بھی ایک دیہاتی اڈیٹر اور دیہات کے رہنے والے آجکل فخر لکھنؤ ہین اور اسوقت دیہاتیونکی وجہ سے اُردو زبان کی ترقی ہوئی ہے کہنے کو جو دل مین آے کہو مگر جب تھوڑی دیر اس مسئلہ پر کوئی غور کرتا ہوگا تو انصاف اُسکو سمجھاتا ہوگا کہ بیشک قصباتیونکی بدولت آج زبان کا یہ عروج ہے کیا شاعری کی دنیا مین کوئی آج ریاض - جلیل - و نسیم - مضطر سے زیادہ شہرت رکھتا ہے کیا انکا کلام جناب جلال کیطرح روشناس عالم نہین ہے بلکہ کچھ زیادہ کیا شرر کی تصانیف کا شہرہ تمام ملک مین نہین ہے - اور لوگ اس سے فائدہ نہین اُٹھاتے شہری ہونے کا خیال تو میر و مرزا تک تھا اور وہ زمانہ بھی اسی کام کا تھا اب اس فضول خیال کو دل سے نکال کر یہ

دیکھنا چاہیئے کہ شرر نے جو اعتراض کیئے صحیح ہین یا نہین ہمارے نزدیک شرر کے اعتراض ضرور صحیح ہین آتش نے لکھا تھا ؎ درد درمان سے المضاف ہوا - مگر پھر انکی کسی نے تقلید نہین کی اگر کوئی تقلید کرتا تو ٹوکا جاتا غلط لفظ غلط ہی ہے نسیم نے اگر حمل کہا تو غلط تھا جانصاحب نے کہا تو کہا اگر منشی امیر احمد صاحب مرحوم لکھتے تو بھی یہ لفظ غلط ہی ہوتا اسپر اسقدر اصرار کیون ہے جانصاحب کا خط بھی دفتر پنچ مین جنّت سے آگیا - اور اسمین ہزارون گالیان بھی شررکو اور دیہاتیون کو دیگئین مگر دوست نے یہ نہ سوچا کہ اس سے ہم بھی تو مستثنا نہین ہم گلزارنسیم کی حالت دکھانا پسند نہین کرتے ہان شرر کے اعتراضات پر آیندہ کچھ لکھین گے - آیندہ کے لئے ہم اپنے دوست اڈیٹر صاحب اودھ پنچ سے التجا کرتے ہین کہ وہ اس جھگڑے کو مٹا دین شرر سے اگر کبھی کا کوئی رنج ہو اسکو دلسے بھلا دین مگر ہمکو اسکی توقع نہین ہے کہ ایسا کوئی ملال درمیان ہو مسٹر چلبست اور انکے طرفدار ضرور آمادہ کرتے ہونگے کہ شرر کو بھلا برا کہا جائے مگر ؎ انصاف شیوہ ایست کہ بالاے طاعتست - ہم کبھی اسکو نہ پسند کرینگے کہ کوئی شخص شرر یا اڈیٹر صاحب اودھ پنچ کے خلاف سخت سُست مضامین بھیجے اور ہم درج کرین - اس سے بڑھکر دنیا مین کوئی نامناسب بات نہین ہے ہمنے جو لکھا ہے اپنے قدیم تعلقات اور نیازمندانہ وعون کی بناپر لکھا ہے ورنہ ہم اسکا لکھنا بھی پسند نہین کرتے تھے نسیم کی غلطیان دکھاکر شرر کو رند و صبا کا جواب دینا تھا وہ حاصل ہوگیا اور اعتراضات کو سب نے تسلیم کرلیا اسکے ثبوت مین ہمارے پاس کئی خط آئے مگر حد ادب سے بڑھی ہوئی تحریرین ہمنے درج کرنا پسند نہ کین -

ریاض الاخبار مطبوعہ ۲۴ - جولائی ۱۹۰۵ء

۲۱ - گلزارِ نسیم

اس مثنوی کے جدید اڈیشن نے قیامت برپا کر رکھی ہے آتش مرحوم جانصاحب مغفور کی روحین بیقرار ہو گئی ہین اور ہر ایک شاعر نسیم کی غلطیونکو صحیح تسلیم کر رہا ہے اور شرر کے واہیی اعتراضون کی کوئی وقعت نہین کرتا کیون اسلیئے کہ نسیم لکھنوی تھے اور شرر قصباتی ہین اور ہمارے شاعرون کا علم وعقل اور شاعری کا موازنہ اسیطرح کرایا گیا تو دنیائی شاعری مین ایک شاعر بھی تسلیم نہین کیا جا سکتا کون کہہ سکتا ہے کہ صرف ان بنا پر کہ لکھنؤ کی لونڈیان یا بعض متوسط درجہ کی خاتونین جو غلط الفاظ بولتی ہین یا غلط لغت استعمال کرتی ہین وہ کتابی حیثیت سے صحیح سمجھے جائین اور تمام دفتر لغت اور علم السنہ کو گورکھ دھندا بنا کر دنیا کو موقع دیا جائے اسطرح تو اردو زبان کبھی دنیا مین صحیح و سلامت نہین رہ سکتی لکھنؤ مین توکبوتر کو تبوتر اور کاغذ کو قاغذ اور علی بخش کو علی گخش کہتے ہین اور اسیطرح سے صدہا الفاظ کا استعمال ہوتا ہے مگر اسکو کوئی صحیح و قابل تمسک نہین سمجھتا - آتش اور جانصاحب کی طرف سے خط و کتابت کر کے یہ ثابت کرنا کہ ہمارے شعرا عوام ہی کی زبان کو مستند اور قابل تمسک سمجھتے تھے اور علم لغت کو دریا برد کر دینے کے قابل جانتے تھے در اصل شعراء زمان پر حرف رکھتا ہے - جناب خواجہ حیدر علیصاحب آتش مرحوم و مغفور اور جناب جانصاحب کے خطوط اور نواب نوازش علیخان مرحوم کے گھر کی لونڈی کی دستاویز کا کوئی اثر ان اعتراضات پر نہین ہوا

جو گلزار نسیم پر کیے گئے ہین اور جنکا اعادہ اب نہایت وضاحت کے ساتھ پیام یار مین ہوا ہے پیام یار مین جو اعتراض گلزار نسیم پر ہین اُنکے بڑے حصہ سے ہمکو اتفاق ہے مگر جہان جہان ہمارے مکرم اڈیٹر صاحب اودھ پنچ کی پالسی سے بحث کیگئی ہے - یا انکی نسبت کلمات سخت استعمال کرکے کیے گئے ہین ایسے ہمکو سخت اختلاف ہے اور ہم افسوس کرتے ہین کہ ایسے الفاظ کا استعمال ایک علمی زبان کی بحث مین کیون ہوتا ہے - دنیا مین ہر شخص ایک راے کی پرستش نہین کر سکتا اسمین اڈیٹر صاحب اودھ پنچ کا کوئی قصور نہین ہے - رہا یہ کہ گلزار نسیم کے جھگڑے مین انکی راے کیون جناب شرر کے موافق نہین ہے اسکا کوئی سبب ہو گا دنیا مین بہت سے روشن خیال ایسے ہین جو اساتذہ کے کلام کو گو وہ غلط ہو قابل تمسک خیال کرتے ہین نواب مرزا خان صاحب داغ مرحوم اور شمس العلما خواجہ الطاف حسین صاحب حالی کی صریح اور فاش غلطیان دیکھتے ہوے بھی کوئی انکا شاگرد یا طرفدار انکی غلطی کو تسلیم نہین کرتا اور ہمیشہ ہر شخص کچھ نکچھ معنی پیدا ہی کر دیا کرتا ہے ہم پھر کہین گے کہ اسمین قابل الزام جو صاحب ہین وہ جناب چکبست ہین جنھون نے محققانہ دیباچہ نہین لکھا اعلان جنگ دیا اور مشہور اُستادون کی توہین کی اور غلط روایات اور غلط قصہ فرضی کہانیان درج کرکے لکھنؤ والون کا دل دُکھایا ایسی حالت مین اگر نسیم صاحب کی فاش غلطیان دکھا دیگئین اور ثابت کر دیا گیا کہ یہ اس قابل تھے جنکو اُستادون کے برابر کرسی دیجاے تو کیا بُری بات جناب شرر نے کی - آیندہ کے لئے ہم چاہتے ہین کہ جو صاحب بحث کرین وہ اصل بحث پر خیال و توجہ رکھین فضول باتون کے ذکر کرنے سے کچھ کام نہین نکل سکتا -

از ریاض الاخبار مطبوعہ ۲۰ اگست ۱۹۰۵ء

۲۲ - گلزارِ نسیم

اس مثنوی کے نئے اڈیشن پر جو اعتراض کئے گئے ہین اُسکا جواب چکبست صاحب نے اردو سے معلّے مین بہت صبر و سکون کے ساتھ دیا ہے ایک ایسی مثنوی کی تائید (جسکے جدید اڈیشن کو چکبست صاحب نے اپنا وقت صرف فرماکر مرتب کیا ہے) اُنکا فرض ہے مگر اُنکا فرض صرف گلزار نسیم کی ثنا و صفت ہی تک محدود تر ہے تو اچھا ہے خدا کرے وہ یہ بھی سمجھنے لگین کہ شاعر کے کلام مین خصوصیت کے ساتھ تمام خوبیان ہی نہین ہوتین ایک صاحب (زمانہ) مین نقاد لکھنوی کے نام سے ریویو کرتے کرتے ایسے جوش مین آگئے ہین کہ مثنوی سحر البیان سے گلزار نسیم کو لڑا دیا اور اُسپر صبر نہین آیا تو سحر البیان کی مرمت بھی کر دی ان باتون سے اب کوئی نتیجہ نہین نکل سکتا - گلزار نسیم کی خوبیان ہر شخص کو اپنا گرویدہ کر چکی ہین - گلزار نسیم کی چھوٹی بحر اُسپر اختصار اور ترکیب الفاظ کی خوبیان دلکشی کا سبب ہین لیکن اس سے چشم پوشی کرنا دانائی نہین ہے کہ جناب نسیم مرحوم کا شمار طبقہ شعرا مین اُسوقت اُستادون کے زمرہ مین نہ تھا اسکے کئی سبب تھے (لکھنؤ کی زبان اُسوقت آتش و ناسخ صاف کر رہے تھے اور خود اُنھون نے اپنے بچپن کے کلام مین جو دو چار محاورہ قدیم زبان کے باندھ دیے تھے اُنکو ترک کرکے ایک نئی داغ بیل ڈال رہے تھے اور زبان اور اُسکے محاورہ محلون مین خراد پر چڑھ رہے تھے عموماً سارا شہر اُسوقت اہل زبان ہونے کا دعویٰ نہ

امانت کے ہر کلام میں کیسے ہی عیوب چکبست صاحب نکالیں مگر عموماً ان لوگون کی قابلیت اور انکی زبان تسلیم کر لی گئی تھی اور انکو اس قسم کے موقع بھی حاصل تھے کہ وہ ایسا دعوے کر سکیں ان اصحاب کا کلام ہی انکے دعوی کے ثبوت میں موجود ہے وہ زمانہ تو بہت دور رہا اسوقت بھی لکھنؤ میں کشمیری پنڈتوں کی زبان کی سند کوئی نہیں لیتا ہمارے مرحوم دوست جناب سرشار جنھوں نے اردو کی دنیا میں اپنے ڈنکے بجوا دیے تھے اور جنکو یہ دعوی تھا کہ لکھنؤ کی زبان ہے انکو بھی یہ بات معلوم ہو گئی تھی اور اودھ پنچ نے ثابت کر دیا تھا کہ طباعی اور ذہانت اور چیز ہے اور زبان دانی اور شئے ہے (لکھنؤ میں کشمیریوں اور دیہاتیوں پر ایک ہی طرح نظر ڈالی جاتی ہے اگر یہ خیال کیا جائے کہ ناسخ اور اسیر کہاں کے رہنے والے تھے تو دیہاتیوں کے احسان سے ابھی کچھ روز شہر والے اور سبکدوش نہیں ہو سکتے - بالخصوص اودھ پنچ کے احسانات سے بہت دنوں تک چکبست صاحب اور انکے ہم خیال شہری سبکدوشی نہ حاصل کر سکینگے اور ہمکو مسرت ہے کہ یہ احسان بھی کسی شہر والے کا نہیں ہے حاصل کلام یہ ہے کہ جناب نسیم مرحوم کا شمار استادوں میں نہ جب تھا نہ اب ہے اور انکے کلام پر جو اعتراض کیے گئے تھے وہ بہت صحیح تھے اسلیے کہ وہ آتش کے شاگردوں میں تھے اور شاگردوں کے بعد داخل ہوے اسوقت آتش اور انکے شاگرد ترکیبوں اور بندشوں اور اس زبان کو ترک کر چکے تھے جو جناب نسیم نے گلزارنسیم میں لکھی ہے اور جسپر جناب شہید نے اعتراض کیے ہیں (ٹک مجھ پاس) اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ اسوقت کسیکی زبان پر نہ تھے نسیم صاحب نے ایک سخت کام اپنے سر لیا تھا وہ ان الفاظ سے اس مثنوی کو نہ بچا سکے اور چونکہ محاورات کی زبان اور خواص کی سمجھ سے دور تھے اسلیئے زبان کی خوبیاں مثنوی میں نہ پیدا کر سکے ہاں شاعرانہ محاسن استعارات اور تشبیہ کو انھوں نے خوب صرف کیا ہے ان وجوہ سے چکبست صاحب کا جواب کافی نہیں ہے اور بہت سی تاویلیں ٹھیک بھی نہیں ہیں آیندہ ہم مقدمہ پر سرسری نظر ڈالیں گے جسمیں انھوں نے حالی صاحب کی

تقلید مین شعرا لکھنؤ پر بوچھار کی ہے اور چند فرضی قصے جناب نسیم صاحب مرحوم کی تعریف مین درج کر دیے ہین یہی باتین محرک ہوئی ہین کہ مثنوی کی خوبیان اور اُسکے عیوب ظاہر کر دیے ہین کہ پھر کوئی ایسی جرأت نہ کر سکے –

از ریاض الاخبار مطبوعہ ۲۴ - اگست ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

۲۳ – ۶

مسٹر چکبست کو بڑی زحمت جناب نسیم مرحوم کے حقوق کے اثبات مین اُٹھانا پڑی ہے کسی کا مرتبہ بڑھانے کے لئے یہ لازم ہے کہ اُسکے معاصر مٹا دیے جائین مگر ہمارے نزدیک مسٹر چکبست صاحب کی یہ رائے زیادہ قابل وقعت نہین ہے کہ ایک نسیم کی برتری کیواسطے رند - صبا - وزیر - خلیل - آمانت وغیرہ کا درجہ اسقدر گھٹایا جائے کہ اُنکی تحقیر و توہین ہو جناب آمانت مرحوم کے رعایت لفظی کا خاکہ اڑانے مین بہت کچھ ہمت صرف فرمائی گئی ہے اور اُنپر نہایت ناشائستہ الفاظ مین نکتہ چینی کیگئی ہے جناب چکبست کو اسکی کچھ ضرورت نہ تھی کہ وہ صرف جناب نسیم کے کلام پر تقلید کرتے اور اُسکی خوبیان دکھاتے تو اچھا تھا آمانت مرحوم نے جو رنگ اختیار کیا وہ اُنکا خاص حصّہ تھا اور جس زمانہ مین وہ اس رنگ کیطرف متوجہ ہوے اُسوقت لکھنؤ مین اسکی ضرورت بھی

شعرا کی سوسائیٹی مین یہی رنگ پسند کیا جاتا تھا رشک مرحوم کے کلام کو دیکھنا چاہیئے ہر شاعر کے کلام مین اُسکی بہت موجود ہے آمانت مرحوم پر چوٹ کرتے کرتے منشی احمد علی صاحب شوق کی مثنوی (ترانۂ شوق) پر بھی ایک وار مسٹر چک بست صاحب نے کر دیا ہے ؎

باجی ہین شریفے سب اُجڑ جائین　　　بیری ہوے بیر کیڑے پڑ جائین

اس شعر پر مسٹر چک بست صاحب فرماتے ہین دلپنے نزدیک ان صاحب نے نسیم کے ذیل کے شعر کا جواب دیا ہے ؎

سُنبل مرا تازیانہ لانا　　　شمشاد اسے سُولی پر چڑھانا

منشی احمد علیصاحب شوق کی مثنوی مین گو بہت شعر بے ضرورت نکلین گے مگر اس عیب سے گلزار نسیم بھی خالی نہین ہے معلوم نہین مسٹر چک بست کو اس اعلان جنگ کی ضرورت کیا تھی منشی احمد علیصاحب شوق کا ایک شعر سراپا مین ہے ؎

بیخود تھے شراب پینے والے　　　مستی مین اُلٹ دیے پیالے

گلزار نسیم مین اس شعر کا جواب نہین ہے کیا جناب چک بست اسوجہ سے ترانۂ شوق کو گلزار نسیم کا درجہ عطا کر دینگے ایک مقام پر نسیم کے دو شعرون پر یہی اعتراض ہے اور اُنکی رعایت لفظی کو جناب چک بست پسند نہین کرتے اسیطرح اگر وہ اور شعرا کو بھی معذور رکھتے تو رند ـ صبا ـ وزیر ـ خلیل ـ آمانت ـ شوق کے طرفدارونکو گلزار نسیم پر نکتہ چینی کی ضرورت نہ ہوتی نسیم کی زبان کے متعلق یہ نوٹ ہے کہ ٹکسالی زبان ہے مگر اس دلیری کا ثبوت کچھ نہین ہے چند شعر جو لکھے گئے ہین اگر کُل مثنوی مین تلو پچاس شعر زبان کے نکل آئین تو کوئی کمال کی بات نہین ہے ٹکسالی زبان کے لیئے لازم ہے کہ زبان کی کوئی غلطی نہو جناب نسیم نے زبان کا خیال کچھ بھی نہین کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اُنھون نے رعایت استعارا تشبیہ کی پابندی کی وہ جانتے تھے کہ زبان کے دائرہ مین سر اقلم کام نہین دے سکتا ورنہ وہ سحر البیان کا رنگ اختیار کرتے ان کے ان شعرون کا کوئی جواب نہین ہے اور کوئی

شخص یہ ثابت نہین کرسکتا کہ لکھنؤ کی زبان مین یہ شعر کہے گئے ہین ٥

دائین دیکھا نظر نہ آئی ۔ بائین دیکھا کہین نہ پائی

یعنی دائین بائین بکاولی کو تاج الملوک نے نہین پایا - نپائی کے لیے جو کچھ اُردو سے معلے مین مسٹر چکبست نے کہا ہے وہ اُنکی زبان مین شاید صحیح ہو مگر ذوق سلیم اور زبان سے واقف احباب کہہ سکتے ہین کہ یہ زبان کہانتک صحیح ہے ٥

پریون نے ہوا سے تخت اُتارا ۔ ثابت ہوا ٹوٹتا ستارا

ستارہ ٹوٹتا ثابت ہوا مگر مصرع کی ترکیب نے جو اُلجھن زبان مین پیدا کی ہے ظاہر ہے زبان کو دائرہ سے نکالکر بھول بھولیان مین الفاظ کو ڈال دیا ہے ٥

جوگاتی تھین بیٹھین مثل آواز ۔ مجرے کو اُٹھی وہ صورت ناز

رعایت لفظی کے چکر مین آکر خلاف واقع ناز کا اُٹھنا ثابت کیا ہے - ناز اُٹھایا جاتا ہے ناز اُٹھتا نہین ہے صورت ناز بکاولی اُٹھی یہ کہان کی زبان ہے ٥

ہے اب جو بیان سنگ ساری ۔ یون پانے قلم ہوا ہے بھاری

پانون بھاری ہونا حمل کی جگہ استعمال ہوتا ہے - معلوم نہین قلم کے پانون بھاری ہونے سے کس قسم کا حمل مراد ہے صرف رعایت لفظی نے یہ عیب پیدا کیا ہے ٥

یہ در مانند چشم بیخواب ۔ ہوتا ہے سحر کو بند بیتاب

بیتاب اس محل پر بمعنی ہے یا برائے بیت ٥

کروٹ لیکر وہ عنبرین مو ۔ اُٹھ چلنے کا سوچتا تھا پہلو

عنبرین مو تاج الملوک کی صفت ہے اس مثنوی مین دعوی کیا گیا ہے کہ زوائد اور حشو کا دخل نہین ہے مگر یہ صفت معشوق کی ہوسکتی ہے نہ عاشق جانباز کی ٥

لعل وگہر ایک درج مین ہے ۔ شمس و قمر ایک برج مین ہے

دونون ردیفون مین (ہین) چاہیئے - لکھنؤ کی یہی زبان ہے ٥

کیا تیرے حل کا ڈھنگ پایا   سرسون سا ہتھیلی پر جمایا

دوسرے مصرع کا مطلب صاف نہین ہے ہتھیلی پر سرسون جمانا ایک محاورہ ہے
مگر یہان سیاق کلام سے اس مصرع کا کوئی مطلب نہین ہے ٥

چندے رہا مجمع بد و نیک   رخصت ہوے رفتہ رفتہ ایک ایک

(بد و نیک) کا مجمع بھی قابل تعریف ہے حالانکہ مجمع مین سلاطین اور ملوک اور امرا و اقربا بھی تھے
معلوم نہین (بد) و بدکردار کون لوگ اس مجمع مین تھے - رخصت ہوئی یا رخصت ہوے
دونون زبان کی حیثیت سے غلط رفتہ رفتہ ایک ایک رخصت ہوگیا یا رخصت ہوا

تھا داغ پسر مقدر اس کو   جلتی تھی ہمیشہ دختر اس کو

اسکو ہمیشہ دختر جلتی تھی یہ زبان تو لکھنؤ کی نہین ہو سکتی - ہان نیرنگ بہار کشمیر ہو تو ہو
اگر یہی ٹکسالی زبان ہے تو مسٹر چک بست صاحب کا دعوی صحیح ہے ٥

ہر چند سنا گیا ہے اس کو   اردو کی زبان مین سخنگو

ہر چند اسکو اردو کی زبان مین سنا گیا ہے غلط ہے - ہر چند یہ اردو کی زبان مین سنا گیا ہے
صحیح ہے اس قسم کی سیکڑون غلطیان موجود ہونے پر ٹکسالی زبان کہنا مسٹر چک بست کی
دلیری اور جرأت کی تعریف کرنا چاہیئے -

(ب)

ریاض الاخبار مطبوعہ یکم ستمبر ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم

۲۸ -

مسٹر چکبست جناب آمانت مرحوم کی زبان دانی پر حرف رکھتے ہین خدا کی شان ہے کہ امانت مرحوم تو زبان سے نا واقف ٹھہرائے جائین اور نسیم مرحوم اہل زبان کہے جائین۔

جناب چکبست صاحب اسطرح امانت مرحوم کی حرف گیری کرتے ہین مثلاً امانت مرحوم کے لئے تناسب لفظی کا شوق جنون کے درجہ تک پہونچگیا ہے۔ لیکن چونکہ زبان پر قدرت کاملہ حاصل نہین ہے اور طبیعت مین شستگی کا جوہر نہین لہذا جو شعر اس رنگ مین کہا ہے اُسے پڑھکر ہنسی آتی ہے (یہ الفاظ جناب امانت مرحوم کی شان مین استعمال ہوے ہین اور پھر یہ توقع کیجاتی ہے کہ نسیم مرحوم کی ستائش مین آپکی ہان مین ہان ملانے کو اہل لکھنؤ زبان کھولین۔

سچ تو یہ ہے کسی فن کی تنقید کے لیئے اُس سے واقفیت بھی ضرور ہے اگر کوئی شخص کہے کہ تاج محل مین یہ نقص رہ گیا تو اسکے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ فن انجینری سے بھی واقف ہو مسٹر چکبست بیشک بی اے ہین اور اُنکی تعلیم انگریزی قاعدہ سے مکمل ہے مگر اُنکو شاعری کے نکات اور اسکے فن سے کیا تعلق ہے۔ اگر کچھ بھی واقفیت ہوتی تو امانت مرحوم کی زبان پر وہ اعتراض نہ کرتے۔ اسلیئے کہ امانت مرحوم جس طبقے اور جس خاندان سے تعلق رکھتے تھے وہ اہل زبان ہونے کا دعویدار تھا اور اب تک اُنکے خاندان مین دعویدار

اور فصیح البیان شاعر موجود ہین - جو غیر مہذب الفاظ جناب امانت مرحوم کی شان مین مسٹر چکبست نے استعمال کیے ہین انکو پڑھکر کوئی شخص جو شائستگی پسند ہے صبر نہین کر سکتا -

کہا جاتا ہے کہ امانت مرحوم کو رعایت لفظی کا جنون تھا مگر یہ نہین دیکھا جاتا کہ امانت مرحوم کے وقت مین سوسائٹی کا رنگ طبیعت کیا تھا اور رعایت لفظی اضافت سخن مین داخل ہے یا نہین جنون کی جگہ چکبست صاحب دوسرا لفظ بھی استعمال کر سکتے تھے مگر دلی خیالات پر وہ پردہ نہ ڈال سکے زبان پر قدرت کاملہ نہونے کا ثبوت رعایت لفظی سے تو ہو نہین سکتا اسلیئے کہ اس معاملہ مین نسیم مرحوم بھی کچھ پیچھے نہین رہے ہین -

اس بات کا جواب کوئی مہذب شخص نہین دیسکتا کہ امانت مرحوم کی طبیعت مین شستگی نہ تھی اگر امانت مرحوم کی شائستگی پر حرف رکھا جاتا تو شاعری کی دنیا مین کوئی شاعر بھی نہین بچ سکتا اور اگر ذاتی افعال و اقوال پر یہ حملہ ہے تو اسکا جواب اہل لکھنؤ دیسکتے ہین - یا وہ لوگ جو خود لکھنؤ کی سیر اور لکھنؤ کا پشت پناہ تصور کرتے ہین اتنا ہم بھی کہ سکتے ہین کہ شاہی دربار مین امانت مرحوم کی وقعت اور عزت اور سوسائٹی مین قدر و منزلت بحیثیت ایک شائستہ فرد ہونے کے امانت مرحوم کی مسلم ہے کوئی تنگ خیال بھی اس قسم کے کلمات انکی شان مین زبان سے نہین نکال سکتا - جن پیرایہ اور سیاق کلام مین جناب امانت مرحوم اور جناب شوق پر مسٹر چکبست نے اعتراض کیے ہین اگر اسی رنگ مین جناب نسیم مرحوم وہ اعتراض کرتے تو ہمکو افسوس نہوتا مگر جہان انھون نے نسیم مرحوم کی حرف گیری کی ہے وہان برادری کا پاس بہت کچھ کیا ہے اور اسطرح گل فشانی فرمائی ہے - اس سلسلہ مین عرض کرنا مناسب ہے کہ اگر نسیم سے بھی تناسب الفاظ کے ساتھ لطافت سخن قائم نہین رہ سکی ناظرین انصاف فرمائین کہ امانت مرحوم کے لیئے جنون کا لفظ استعمال ہوا ہے اور نسیم مرحوم کیواسطے اسکے مقابلہ مین کوئی جنون خبط سودا کا لفظ نہین فرمایا حالانکہ آپ اسکے قائل ہین

کہ نسیم مرحوم نے بھی اکثر ایسی خطا کی ہے جو شخص کثرت سے ایک عیب کا خوگر ہو تو اُسکو
عیوں کہنا اگر جائز ہے تو اُسکے مقابل کو بھی خطی کہنا مناسب ہے امانت مرحوم کے لیئے
تو یہ کہا گیا کہ زبان پر قدرت کاملہ حاصل نہین ہے اور نسیم مرحوم کیواسطے یہ رعایت جائز رکھی
گئی کہ لطافت سخن قائم نہ رہ سکی - ان خیالات کو دیکھکر اگر مسٹر چک بست صاحب کی
اصلاح پر قلم اُٹھایا گیا تو کوئی بیجا بات نہ تھی - اسپر ہمارے دوستونکو ناراض ہونے کی کوئی
وجہ نہین ہے خفگی اور غصہ صرف کرنے کا ہر شخص کو حق حاصل ہے مگر بات وہ کہنا چاہیئے
جو سب پسند کرین نسیم مرحوم کی طرفداری اگر جائز ہے تو خواجہ وزیر اور رند اور رضا خلیل
امانت شوق کی طرفداری کیون ناجائز ہے - نسیم پر اعتراض کیئے جائین تو غصہ صرف ہو
اور مسٹر چک بست نے تمام شعرا پر کند چھری چلائی تو اُنسے بازپُرس نہو - مسٹر چک بست
اپنے دعوی کو بھی بھول جاتے ہین فرماتے ہین اکثر نسیم سے بھی تناسب الفاظ کی لطافت
سخن قائم نہ رہ سکی - اکثر کا عکس خوب کیا ہے دونون باتون مین کونسی بات تسلیم کیجائے
(قابل معافی) کا جملہ کہتا ہے کہ آپکے نزدیک تناسب لفظی سخت جرم اور سخت گناہ ہے
جسکا کفارہ ممکن نہین ہے یہ آپکی سخن سنجی پر ایک قطعی دلیل ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ فن شاعری پر
آپکو کامل عبور ہے نسیم قابل معافی اسواسطے ہین کہ وہ برادری مین داخل ہین - اور رند
خلیل امانت مرحوم شوق اسلیئے ملزم ہین کہ وہ مسلمان ہین - مقدمہ لکھتے وقت جسطرح
جناب عالی صاحب کو اس بات کا خیال نہ تھا کہ کوئی اسپر نگاہ ڈالے گا اسیطرح مسٹر
چک بست صاحب بھی یہ سمجھے ہوے تھے کہ کون لکھنے والا ہے اور کون خیال کرتا ہے
نسیم کا مرتبہ اسقدر بلند کرنا چاہیئے کہ ناسخ اور آتش بھی لحد مین بیقرار ہو جائین افسوس ہے کہ
خلاف توقع ہر شخص کی نظر پڑ گئی اور وہ پردہ اُٹھ گیا جسمین تعصب کا خوفناک چہرہ نظر آرہا ہے

(از حکیم برہم صاحب)

از اخبار تفریح ۷ - نومبر ۱۹۰۵ء

۲۵ - گلزار نسیم اور قلقل

اس بحث کے متعلق قُلقُل رقم طراز ہے - اس بے لطف جھگڑے کی ابتدا شرر صاحب نے کی ہے - نہین معلوم کیا ضرورت داعی ہوئی تھی کہ نسیم ایسے شاعر کا جنکی شاعری اپنا نقش جما چکی ہے آج یہ اعتراضات تذکرہ کیئے جائین - جبکہ حضرت خواجہ حافظ علیہ الرحمہ یہ اصول روشن قائم فرما گئے ہین -

به مستان نوید سرود ے فرست | به یاران رفته درود ے فرست

نسیم آج نہین ہین - انکی مثنوی زیر تصنیف یا ابتداءً زیر طبع نہین ہے پھر شمار اعتراضات سے وہ کیا اصلاح ہے جو منظور تھی

طبقۂ شعرا مین بحث مذہب و قومیت کبھی نہین ہوتی وہان صرف رُتبہ سخن پر حریفان بزم پہچانے جاتے ہین پس جب نسیم ایک بڑے دورۂ شاعری کے تابان شخص تھے تو کیون انکی تابش کو دُھندلا کرنے کی کوشش در کار ہے . . . .

کلام سلف مین سب سے پہلے دیکھے جانے کی بات جو ہے وہ یہ ہے کہ انکے عہد در خیالات اور معیار سخن کو کیا تھا اور ضرور ہے کہ پچھلے لوگو نکو ہم جب شاعری یا کسی علم و فن کی بحث مین دیکھین تو ہمین انھین کے دور مین استغراق خیال سے اپنے آپ کو موجود فرض کرنا چاہیئے

اور پھر ہم انکی بزم مذاق مین حاضر ہوکر نگاہ کرین تو دیکھین گے کہ انپر جرات اعتراض ہو سکتی ہے یا نہین - یہ تو ٹھیک نہین ہے کہ ہم زمانۂ موجودہ کے خیالات پر گذشتہ اشخاص کی فروگذاشتین پکڑین

(از اودھ پنچ مطبوعہ ۲۸ - ستمبر ۱۹۰۵ء جلد ۲۹ نمبر ۳۹)

۲۶ - اُردوے مُعلّیٰ کی رائے

ہمعصر مذکور العنوان گلزار نسیم کے قضیئے سے متعلق جو رائے اظہار فرماتے ہین اسکے چند فقرے حسب ذیل ہم درج کرتے ہین یقین ہے انگوشر صاحب اپنے تخلص کیطرح پس پشت نہ ڈالین گے بلکہ زیب ناصیہ فرمائینگے -

عنوان اول سے متعلق گلزار نسیم کی تصنیف کو خواجہ آتش کے ساتھ منسوب کرنا خطا ہے بلکہ ہمارے نزدیک اس قسم کی بے بنیاد روایتوں کو درحقیقت صحیح سمجھنا اپنے تئین مذاق صحیح سے بیگانا ثابت کرنا ہے . . . .

شعراے لکھنؤ مین سے صرف خواجہ آتش ایک ایسے شاعر تھے جنکے کلام کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ اسمین آورد سے آمد زیادہ ہے - ایسی حالت مین انکو گلزار نسیم کا

مصنف ٹھہرانا جسکا ہر شعر آرد و تصنع کی گویا ایک مجسم صورت ہے - بہر کیف ناواجب ہے...

گلزار نسیم کی زبان بیشک لکھنؤ کی زبان ہے - اگر اسمین بعض غلطیان بھی موجود ہین ....
لیکن ساتھ ہی اسکے ان چند غلطیونکی بنا پر یہ کہنا بھی غایت درجہ کی کوتاہ نظری ہے کہ نسیم کی زبان لکھنؤ کی زبان نہین ہے - یا یہ کہ ان غلطیون نے گلزار نسیم کو مٹا دیا -

(از حسرت موہانی)

از اتحاد جلد ۲ نمبر ۱۳ ار یکم جولائی ۱۹۰۵ء

۲۷ — (از مولوی عبدالحلیم صاحب شرر)

گلزار نسیم پر دلگداز مین جو اعتراضات کیئے گئے اُنکی تائید اور معترضونکی تردید کے لئے ہم سے کئی صاحب اصرار فرما رہے ہین - افسوس وہ اس بات کو نہین خیال فرماتے کہ اب اس بارے مین کچھ لکھنا دلگداز کی شان و وضع کے بالکل خلاف ہے دلگداز نے اپنا کام پورا کر دیا - اعتراضونکے جواب مین اودھ پنچ کے صفحون پر جو کچھ لکھا گیا وہ خود بتائے دیتا ہے کہ اُن اعتراضون کے اُٹھانے کی کوشش کہانتک کامیاب ہوئی ہے - اور اگر کسی صاحب کے دل مین کچھ شُبہ رہ گیا ہو تو اُسکا فیصلہ ریاض الاخبار کے سخن سنج و مستند اڈیٹر اور جناب بدر نے کر دیا - اتحاد ایسی تنگ خیالی کو لغو اور بیہودہ خیال کرتا ہے کہ گلزار نسیم پر اعتراض کرنے سے اتحاد کی پالسی پر کوئی اثر پڑیگا اس لیئے اگر ضرورت ہوئی تو اس بحث کے متعلق اتحاد کے صیغۂ مراسلات مین اُن حضرات کے مضامین شائع کر دیے جائینگے جو دلگداز سے یہ کام لینا چاہتے ہین —

اس بارۂ خاص مین کشمیر درین کی باتون پر عصر جدید کو اور نیز ہمین بُرا نہ ماننا چاہیئے

کیونکہ اُسے قدرتی طور پر ایسا لکھنے کا حق حاصل ہے - پنڈت دیا شنکر نسیم اور پنڈت رتن ناتھ سرشار کشمیری برادری کے ہیرو ہین اور وہ کشمیر درپن ہے یہ وہ جذبہ ہے جو تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ سب کو برابر کردیا کرتا ہے —

(از شرر)

از اتحاد جلد ۲ نمبر ۱۵ یکم اگست ۱۹۰۵ء

گلزار نسیم پر ہمنے ریویو کیا اور مہذب طریقے سے پبلک کو بتا دیا کہ اس مثنوی مین باوجود ہزارہا خوبیوں کے صدہا غلطیان ہین اور اسکی زبان لکھنؤ کی مستند زبان نہین اس بحث کو اودھ پنچ نے نہایت ناپاک اور گندے طریقے سے اُٹھا لیا اور ہم نادم ہین کہ ہماری وجہ سے مہذب پبلک کو ایسے بیہودہ اور ناپاک الفاظ سُننے پڑتے ہین اسکے جواب مین ویسی ہی بدتمیزی خود بھی گوارا کر لینا ہمارا کام نہین - اور نہ ہمین اسکی لیاقت ہے - ہم اپنے مکرم دوست حسن افضل صاحب بدر کی خدمت مین اُنکے شکر گزار ہوکے - عرض کرتے ہین کہ براہ کرم وہ اپنا قلم روکین - اور نہ مین یہ پسند کرتا ہون کہ منشی نثار حسین صاحب مہتمم پیام یار نے جس کام کو ایک دفعہ سرکوب نکال کے پورا کیا تھا پھر پورا کرین کسی کو بھی دخل دینے کی ضرورت نہین - ہم اور منشی سجاد حسین صاحب خود ہی نپٹ لین گے -

اس سے آپ یہ خیال نفرمائین کہ مین ویسی ہی گالیان بک کے اور اسی طرح کے ناپاک کلمات استعمال کرکے اتحاد یا دلگداز کے مہذب ناظرین کو تکلیف دونگا نہین ہین اس معاملے کو منشی سجاد حسین صاحب کی جسمانی معذوری کے ساتھ ایک اخلاقی و روحانی معذوری خیال کرکے غیر قابل لحاظ سمجھتا ہون اور وہی کرونگا جو ایک شہدے کے مقابل مین ہر شریف آدمی کو کرنا چاہیئے - آپکے مکان کے سامنے ایک شہدا کھڑا ہو کے گالیان دیگا تو آپ اپنا دروازہ بند کرلین گے - اسی طرح مین اودھ پنچ پر اپنے دفتر کا

دروازہ بند کرتا ہون - جناب منشی سجاد حسین صاحب کی خدمت مین التماس ہے کہ آیندہ براہ مہربانی اپنا مہذب پرچہ میرے پاس نہ بھیجا کرین مین پڑھونگا نہ جواب دینے کو جی چاہے گا بسب مجھے تبادلہ موقوف کرنا منظور نہین - اتحاد اور دلگداز اُنکی خدمت مین برابر حاضر ہوا کرینگے - مگر جبتک اس تہذیب سے وہ مضامین شایع کرتے ہین مجھے اپنا جال یہان آزاد کھانے سے معاف رکھین —

لیکن نسیم کے کلام پر ریویو کرنے کا جو سلسلہ دلگداز مین جاری کیا گیا ہے وہ برابر جاری رہے گا - ابھی تو مثنوی ہی پر ہمین بہت سے اعتراض کرنے ہین مگر اس سے فراغت حاصل کرکے ہم اُنکے دیوان پر بھی ریویو شروع کرینگے کسی اخبار یا رسالے مین اگر کوئی معقول بات کہی گئی یا معقول جواب دیا گیا تو اُس کا ضرور لحاظ کیا جائیگا ہم تسلیم کرینگے یا جواب دینگے —

(اودھ پنچ مطبوعہ ۱۰ - اگست ۱۹۰۵ء جلد ۹ ۲ نمبر ۳۶)

۲۸ - اودھ پنچ سے شتر غمزہ

(از منشی سجاد حسین صاحب)

جو منھ مین یار کے آتا ہے بک جاتا ہے آتش نہ اُلٹی ہی سمجھتا ہے نہ وہ رشکِ قمر سیدھی

اس مرتبہ اتحاد مین جناب مولانا عبد الحلیم صاحب شرر خادم قوم ادیب نکتہ پرور

سابق اڈیٹر پردہ عصمت واڈیٹر حال دلگداز واتحاد واڈیٹر مستقل المورخ واڈیٹر مستور العرفان
ومصنف (بدرالنسا کی مصیبت) نے ہمکو شُہدے کا خطاب دیا ہے - عمرت درازباد -
اور یہ محض اس گناہ پر کہ ہم نے نسیم لکھنوی کی مشہور مثنوی گلزار نسیم پر ہٹ دھرمی
تعصب مذہبی سے لبریز - مولوی شرر کے اعتراضات لایعنی کی منصفانہ تردید کی جسارت کی
ہزار شکر کہ ہم نہ گندہ دہن مولوی ہین نہ سیہ مست بادہ ریاکاری ورنہ شرعی
شُہدے ہوتے - اب خوف ہے کہ کسی روز مولانا شرر وضو کرکے سہو وسکر مین
اللہ میان سے نہ مرافعہ کرین تو ہم کیا کرینگے - ہم تو سمجھے تھے اودھ پنچ مین جو مضامین
نکل رہے ہین انکے جواب دینے کی اگر جرأت کیگئی تو ظرافت و لطافت کے پیرائے مین
جودت دکھائی جائیگی - مگر مولانا نے اپنے خلقی بسوپتے ہوے مذاق کے مطابق
جواب دیا ع بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی -
مولانا شرر نے بھی پُر درد ہوکر پنچ کے تمام مضامین کا جواب گلزار نسیم کا ساختصار
مدنظر رکھ کر ایک لفظ مین دیدیا ہے - مولانا کے اور بہت سے اوصاف تو معلوم تھے
مگر یہ نہ معلوم تھا کہ سلامتی سے مولانا لجالو سرشت معشوق مزاج بھی ہین اور ذراسی چھیڑ مین
بگڑ کے روٹھ جاتے ہین اچھا ہوا کہ شاہی نہوئی ورنہ ہمین شہر چھوڑ دینا پڑتا - پھر اور تو
ہم سے کچھ نہ بن پڑتا سیدھے حیدرآباد چلے جاتے کیا کہین مولانا کی
یہ ادا ہمین رہ رہ کر یاد آتی ہے کہ ہاے رکس انداز سے کہتے ہین کہ کوئی اور صاحب
دخل نہ دین ہم اور منشی سجاد حسین نپٹ لین گے (یہ ہم) تو دل مین کھپ گیا واقعی
اسمین بھی ایک ادا نکلتی ہے ؎

عرب کے ملک مین دیکھے بہت شتر غمزے | پر ایک اونٹ مین پائی نہین ادا تیری

مولانا نے یہ بھی لکھا ہے کہ اب ہم اودھ پنچ نہ لین گے - صورت سے بیزار ہین
بہت اچھا صاحب - آپ اودھ پنچ سے ناراض ہوجائیے مگر یاد رہے یون تو ممکن تھا

کہ اودھ پنچ آپ کی خدمت مین کوتاہی کرجاتا لیکن اب جبتک صفحۂ ہستی پر اسکا وجود قائم رہے گا اسوقت تک یہ برابر آپکی خاطر مین دخیل ہوتا رہے گا۔ آپ کو سنے گالیان دیجئے مگر یہ بھی کہتا رہے گا ؎

اے پنچ برا مان نہ کچھ اسکے کہے کا — معشوق کی گالی سے تو عزت نہین جاتی

اور اگر عشق کامل مین اثر ہے تو دکھاوے کو آپ اس سے طوطے کیطرح آنکھین پھیرین لیکن از روے فطرت بغیر اسکے دیکھے آپکو تسکین نہوگی کم سے کم ہفتہ مین ایک بار چھپاکر آپکے دست مبارک کو ضرور بوسہ دے ہی دیگا سچ کہنا کیسی کہی ہے ع وہ لب پہ آئی ہنسی دیکھو مسکراتے ہو۔ آپ نے گو پنچ کے خلاف بہت سے سخت سست مضامین پردے پردے مین لکھے ہین مگر چونکہ وہ اپنے نام سے نہین شائع کیئے اور آپ یہ کہتے ہین کہ (ہم اُنکے لئے ذمہ دار نہین) اسلئے ہمکو بھی آپ سے شکایت نہین ؎

اس شوخ کی گالی کا برا مانئے کیونکر — جو ہنس کے یہ کہتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

اب پنچ ہمیشہ کے لئے آپ سے ظاہر طور پر یہ کہتا ہوا رخصت ہوتا ہے ؎

ہم تو تجھے نباہین تو دے گالیان ہمین — اپنی زبان دیکھ ہماری زبان دیکھ

کشمیری درپن بابت ماہ اگست ۱۹۰۵ء نمبر ۸ جلد ۳

(اڈیٹر کشمیری درپن)

دلگداز مین گلزار نسیم کے متعلق ابھی تک بحث جاری ہے یہ بحث زیادہ تر لفظی ہو اسوجہ سے ہم اسکے نسبت کچھ عرض کرنا نہین چاہتے ہان مثنوی مذکور کے متعلق مولوی عبدالحلیم صاحب شرر کے دو متضاد بیانات ناظرین کی دلبستگی کے لیئے پیش کرتے ہین مارچ کے پرچہ مین مولوی صاحب نے لکھا تھا کہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے اگر آتش نے اس دلبستگی کی بنا کو جو انھین نوعمر شاگردون سے تھی اسی کی تحریک سے یا اسکی مشق اولین دیکھکے اس مثنوی کو تفنن طبع کے طور پر کہا ہو پھر اس مین متعدد لغزشین دیکھکے لسے بجاے اپنے اسی کی طرف منسوب کر دیا ہو۔ جن دنون یہ مثنوی کہی گئی ہے اُن دنون شاعری کا یہ رنگ تھا کہ معائب محاسن پر غالب خیال کیئے جاتے تھے۔ اور شعراکو کلام مین خوبیان پیدا کرنے سے زیادہ فکر اسبات کی ہوتی تھی کہ کلام عیوب سے پاک ہو لہذا یہ خیال اس بات کا پورا اک محرک ہو سکتا تھا کہ آتش اس مثنوی کو کہین اور اپنے کمسن شاگرد کو دیدین۔ اگر ہمارا حافظہ غلطی نہین کرتا تو مولوی عبدالحلیم صاحب کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس مثنوی مین آتش کے بہت شاگردون کا کچھ نہ کچھ حصتہ ہے۔ اب جولائی کے دلگداز مین آپ کہتے ہین کہ اعتراضون کے تسلیم کرنے کے ساتھ انکے (اڈیٹر ریاض الاخبار کے) اس ارشاد کی نسبت کہ (جو اعتراضات شرر نے کئے ہین گو موجودہ زمانہ مین انکا حرف حرف صحیح ہے مگر جس زمانہ مین نسیم تھے اُسوقت کی زبان اور طرز کلام اور تصرفات کو دیکھتے ہوے ہم نسیم کی کوئی خطا نہین دیکھتے) ہم کچھ کہنا چاہتے ہین نسیم کو اتنا زمانہ نہین گذرا کہ انکی طرف سے ایسی عذر داری جائز سمجھی جائے + + + + + +

ایسے تصرفات اور ایسی لغزشین اگر اُس زمانہ مین جائز تھین تو ضرور تھا کہ ان کے معاصرین اور دیگر شاگردان ناسخ و آتش کے کلام مین بھی پائی جاتین)۔ اب ذرا غور طلب یہ امر ہے

کہ مولوی عبد الحلیم صاحب کے یہ دونون بیانات کہانتک ایکدوسرے کی تنسیخ کرتے ہین - اگر مثنوی آتش کی تصنیف ہی یا اگر اسمین صبا - رند خلیل کی شرکت ہو تو اسکے معائب کے ذمہ دار یہ سب شعرا ہین اور اگر نسیم کے معاصرین کا کلام ایسے تصرفات اور ایسی لغزشون سے پاک ہے تو گلزار نسیم مین انکی شرکت تسلیم نہین کیجا سکتی معلوم ہوتا ہے کہ جولائی مین مضمون لکھتے ہوے مارچ والے مضمون کا مولانا کو خیال نہین رہا کیا ہوا ؟ غلبۂ ذکاوت سے کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے مگر ہمکو خوشی یہ ہے کہ اس بحث مین اودھ پنچ نے نہایت ہی بے تعصبی سے کام لیا ہے منشی سجاد حسین صاحب ایسے منصف مزاج انشا پرداز سے امید بھی ایسی ہی تھی گو کہ منشی صاحب موصوف کی صحت مین فرق آگیا ہے مگر خلقی ذہانت اور طبیعت داری مین فرق نہین آیا ہے اور جس زور کے مضامین آپ کے قلم سے اس بحث مین نکلے ہین اُنسے ثابت ہوتا ہے کہ علاوہ محققانہ لیاقت کے ساتھ آپکا آئینۂ دل مذہبی تعصب کے زنگ سے صاف ہی یکم اگست ۱۹۰۵ء کے اتحاد مین جو بیہودہ گستاخی مولوی عبد الحلیم شرر نے منشی صاحب کی خدمت مین کی ہی اسکا جواب بس یہی ہے کہ ؎ اللہ ہے نگہبان لےعلے کی آبرو کا + منھ پر پڑا اسی کے جسنے فلک پہ تھوکا علاوہ اڈیٹوریل مضامین کے - اودھ پنچ مین ایک ایسے شخص کا مراسلہ شائع ہوا ہے جسکی علمی لیاقت ذہانت اور قابلیت سے حضرت شرر اور اُنکے ساتھیونکو بھی انکار نہو گا - ہماری مراد منشی احمد علی صاحب شوق سے ہی آپ اُن چند بزرگون مین سے ہین جنکی ذات پر لکھنؤ کو ناز ہی - آپ مدت تک اخبار آزاد کے اڈیٹر نامور بھی کے ساتھ رہے ہین اور پنچ مین جو آپ کے مضامین نکلے ہین اُنکا شمار ہر صورت سے اُردو کے اعلی لٹریچر مین کیا جاتا ہے - علاوہ برین آپ ایک کہنہ مشق اور مشہور شاعر بھی ہین - چنانچہ مثنوی ترانۂ شوق آپ سے یادگار ہی اور یہ مثنوی گلزار نسیم کے طرز مین آپنے تحریر فرمائی ہے لکھنؤ مین یہ مشہور ہے کہ ترانۂ شوق گلزار نسیم کے جواب مین لکھی تھی اور اسلئے شاید مولوی عبد الحلیم صاحب شرر کو حضرت شوق سے حمایت کی امید تھی آپ نے جو مراسلہ پنچ مین اس بحث کے متعلق بھیجا ہی اور جسکو منشی سجاد حسین صاحب نے قول فیصل مانا ہی ہم بجنسہ درج ذیل کرتے ہین -

حصۂ دوم

ظریفانہ مضامین

پنڈت حیدر شنکر نیتش

اور خواجہ دیا سے علی آسم

(از منشی سجاد حسین صاحب)

دنیا مین کسی مشہور ہر دلعزیز تصنیف اور کام کے واسطے۔ احمد کی گڑہی جمود سے سر کرنے کی بہار دیکھنے کا لطف تو عموماً ہر ملک کے لوگون کو ہوتا ہی ہے۔ چنانچہ انگریزی خدائے سخن کا مسئلہ مشہور رہی ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہین ایک کم علم ہرن چرانے والا اور

یہ شاعری - ہو نہو یہ اسکے دوست کی فلسفی دماغی قابلیت ہے جسنے اس کلام کو اس درجہ پر
پہونچایا کہ کوہ کندن والون نے مختلف تاویلون ترکیبون سے یورپ سے لیکے امریکہ
تک بال کی کھال مُوشکافیون جمل اور زبر و بینات و اہیات خرافات جھگڑا نکال کے
سر سے زمین کھود ڈالی اسیطرح اردو مین بھی گلزار نسیم کی تصنیف کا جھگڑا بعض لوگون نے
اس مدت دراز کے بعد جب مثنوی کو شائع ہوے اسکی تقلید سے کئے ہوے اسکے جواب
لکھے ہوے زمانہ گذر چکا اور کسی کو اس خیال کے اظہار مین بوجہ بازاریت اور ناواقفیت
طرز سخن مجال نہین ہوئی کہ اس فرسودہ بے حقیقت بات کو مرد میدان بنکے زبان پر لائے
یا سمجھدارونکے سامنے پیش کر سکے - بیٹھے بٹھلائے بیکاری کا مشغلہ فضول جھگڑا نکالا ہے
باسی کڑھی مین اُبال آیا - جب غلط نویسون اور ارزان چھاپنے والے مطبعون کی مہربانی
سے مثنوی بہت کچھ مسخ ہو چکی اور زمانے نے بھی مصنف کے عقیدے کے مطابق مسئلہ
تناسخ کا کامل ثبوت دیدیا تو بعض لوگون کی طبیعتون کو اتحاد کے کچے گھڑے کی بدکیفی سے
چلّو مین اُلو ہو جانے کی کچی دی - یعنی شاگرد نسیم اور اُستاد آتش کی تصنیف کو قیاس اور
بدگمانی کی کونڈی مین تعصب کے بھنگ گھوٹنے سے اس مثنوی کی بہادیوبوٹی کو
ایسا پیسا چھانا کہ اب ایک مصنف کا نام دیا شنکر نسیم نہ رہا بلکہ اُستاد حیدر علی آتش کی شرکت
غالب مثل ڈبل پیسونکے نشہ دُھوان دھار کرنے کی غرض سے طرفہ معجون -
حیدر شنکر نتیش - دیا علی آتش - نامے تیار ہو گئی جیسے انگریزی مین
شکسپیر اور بیکن کے امتزاج سے شیکن اور بیکسپیر کا ولایتی نسخہ دلگی بازونکی
زبان پر ہے - اُسیطرح یہ بھی بن گیا اب اگر کوئی - اُسکے -

ہر شاخ مین ہے شگوفہ کاری ثمرہ ہے قلم کا حمد باری

اسکے ابتدائی شعر سے ثابت کرے کہ اسکے ہر ہر لفظ سے پیدا ہے کہ یہ مثنوی ہندو
پنڈت کی کہی ہوئی ہے اور اس مین وہ مذہبی نطافتین نزاکتین چھپی ہین کہ

خواجہ صاحب بوجہ مسلمان ہونے کے انکی جانب خیال ہی نہین کر سکے اور وہ لوگ جو اسکو آتش کا کلام کہتے ہین خود جان ہی نہین سکے تو محض آئینہ فروش شہر کوران گشتن ہے اور اگر ہماہمی کج بحثی ہٹ دھرمی سے چند جُہلا کے سامنے کسی نے کہدیا کہ یہ بھی مسلمان آتش کی طبیعت داری تھی کہ بطور تفنن (بلحاظ ہندو شاگرد) ابتداے مثنوی مین تبرکاً لفظ لائے ورشگوفہ کاری بجاے گُل کاری محض غلطی سے باندھ دیا تو ایسی خاک بیزی ہے جس سے گڑے مُردے اُکھاڑنے والی بناشی اور بیکنٹھ باش پنڈت کی خاکستر لاش کو بربادی کے سوا کچھ نتیجہ نہین ۔ اگر نسیم مسلمان ہوتے تو بوسیدہ کفن ہی سے پلے پڑتا اب تو بجز خاک بدہان دشمنان کے سوا اللہ کا نام ہے ۔

از اودھ پنچ مطبوعہ ۱۳ - جولائی سنہ ۱۹۰۵ء

جانصاحب کی فریاد جنت کی ڈاک

کل بارہ بجے شب کو ایک فرشتہ ایک لفافہ دیگیا جسمین بجاے مُہر کے چشم حُور لگی ہوئی تھی ۔ اس لفافہ کے اندر ایک غزل رکھی ہوئی تھی جو لکھنؤ کے مشہور ریختی گو جانصاحب کی زور فکر کا نتیجہ تھی چونکہ اس غزل کے شروع مین براے (اشاعت در اودھ پنچ) لکھا تھا اسلیئے ہمارا فرض ہے کہ بجنسہ اسکو شائع کردین پیشتر دلگداز مین بھیجی گئی تھی مگر وہان سے واپس آئی ۔ اب غزل ملاحظہ ہو ۔

بنے زباندان ایرے غیرے تمام اس لکھنؤ مین آکر
دوگانا جانی یہ وہ مثل ہے ملے شہیدونمین خون لگاکر

خدا ہی سمجھیگا اس سے باجی دحمل بگاڑا ہے جسنے میرا
کرونگی رسوا مین سارے عالم مین خوب انکو اسے بناکر

نہ جان پر میری رحم کھایا نہ اپنی ذلت کا دھیان آیا
گرایا میری زبان کا پایہ دحمل مین بیکار یہ بڑھاکر

ہین طرفہ معجون یہ دھاتی سمجھ پہ انکی پڑی ہے ٹکلی
جہان ہوئی بحث شاعری کی چلی بغل مین لغت دباکر

دحمل فصاحت ہے شاعرونکی لغت ہو ملاؤنکو مبارک
جو دحمل سننے کی آرزو ہے رہین فرنگی محل مین جاکر

ہین صاف ٹکلے کی چوٹ کہتی ہون نظم مین دحمل کیا ہے
اگر نہ مانو اٹھاؤن قسمین کلام صاحب ابھی منگاکر

ہزار کوشش کرین میان بھی یہ دحمل قائم نہین رہیگا
ہین جنکی آنکھین وہ خود ہی دیکھین ہمارا دیوان ذرا اٹھاکر

خراب مٹی ہے شاعرونکی اجڑگیا شہر لکھنؤ کا
زبان تھی مستند جہانکی وہان دھاتی بسی ہین آکر

موا تصرف یہ کیا بلا ہے یہ وہ زمانہ ہے باجی اماں
گواہیان دیتے ہین مسلمان جو جھوٹے قرآن اٹھا اٹھاکر

سزا ہے انکی دہاتیونکو جنھون نے بیکار سر چڑھایا
یہ تال بے تال کیون نہ ناچین کیا خراب انکو منھ لگاکر

زبان سے خاک انکو مس نہین ہے حسد کی ہے دلمین آگ روشن
ہوائین اپنی یہ باندھتی ہین نسیم کا مضحکہ اڑاکر

جو یہ تعصب کھلا کھلا ہے چلیگا ڈھنگ اتحاد کا کیا
یہ کچی دیوار بیٹھ جائیگی ایکدن آپ کھس کھساکر

جو ایک مجکو کوئی کہے گا میری زبان سے وہ دس سنیگا
محل کی لونڈی نہین ہے سیدی جو منھ مین بیجائے گڑگڑاکر

یہ اچھی مضمون نگاریان ہین کہ غیر کی آڑ مین ہین لکھتے
چلے تو ہین ناچنے کو صاحب مگر ہین گھونگھٹ مین منھ چھپاکر

دو بسمل سیدی نہین کسیکی اڑا کے رکھدونگی دھجیان مین
نہ جان حسن صفا یہ منھ کی آئین یہ پیچ مرزا سے منھ کی کھاکر

(جانصاحب جنتی)

ازاودھ پنچ مطبوعہ ۲۰ - جولائی ۱۹۰۵ء

جنّت کی ڈاک

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۱

مولانا (؟) شرر - عشق اللہ - مجھکو آپ سے نہ تعارف حاصل ہے نہ لکھنے سے آپ کا نام سُنا تھا - کل شب کو زمردین محل مین جلسہ تھا اور وہ بھی واجد علیشاہ کی ہوئے کیا کیا سامان تھے قدم قدم پہ ناز و انداز جتاتی ہوئی حورین پرا باندھے ہوے کھڑی تھیں غلمان شراب طہور کے جام تقسیم کر رہے تھے - سامنے نہر کوثر موجین مار رہی تھی گلہائے فردوس سے دماغ معطر تھا ایک تنا تا عالم حور - فلق لکھنوی کا یہ شعر گا رہی تھی ؎

نکتہ چینوں کے سوا کوئی نہین قدر شناس　　آپ بربادی ارباب ہنر دیکھن تو

غرضکہ عجب سما تھا واللہ مجھکو تو رنگیلے پیا جانعالم کے وقت کا لکھنؤ یاد آگیا (ہاے یہ لکھنؤ نہین جسکی آپ لوگون نے مٹی تباہ کر رکھی ہے) ہان یہ کیفیت دلونکو گرما رہی تھی کہ اتنے مین دور سے شور و غل کی آواز آئی اور اُسکے دو چار منٹ بعد جانصاحب لکھنؤ کے مشہور ریختی گو سر پیٹتے داخل محفل ہوے - انکا اس صورت مین داخلہ کہ گانا وغیرہ سب غت ربود اور کل حاضرین محفل پر ایک سکوت کا عالم طاری (کیا ہے کیا) کی چارون طرف سے صدا بلند ہوئی مگر جانصاحب ہین کہ کسی کی سُنتے ہی نہین اور آنچل پھیلا پھیلا کے کوستے جاتے ہین کہ یا خدا جسنے میرا حل بگاڑا ہو اُس سے تو ہی سمجھ) اور جس شخص کو بُرا بھلا کہ رہے ہین کسی کا نام تو سمجھ مین نہین آتا ہی (دبر انشتر) سا سُنائی دیتا ہی - خیر وہ جلسہ رقص و سرود تو برخاست کیا گیا پوچھا گیا کہ آخر کون ہر اور حل کسنے بگاڑا

تب اُنھون نے سب کچّا کچّا حال کہ سُنایا کہ میان شررنے نسیم لکھنوی پر اعتراض کیے ہین اُنکا مضحکہ اودھ پنچ مین اُڑایا گیا تو شرر نے ایک مضمون بدر کے نام سے ریاض الاخبار مین نکالا اُسمین اپنی بہت کچھ تعریف کی اور بہت کچھ جلی کٹی بھی سُنائی اور میرے شعر مین تصرف کرکے حمل کو بگاڑ کر یہ (حمل) بنادیا۔ اودھ پنچ نے اس فی بطن القائل کی خوب دھجیان اُڑائین اور لکھنے والے کو بدر الشرر کا خطاب دیا۔ یعنی جسطرح اکثر بڑے کنکوے مین جھُلّ مین صار لگاتی ہے اسطرح حضرت شرر کے پیچھے (بدر) کا دُم چھلا باندھ دیا۔ لگی بازون نے ہزار کوشش کی مگر بیطور پر مجھے اودھ پنچ دکھایا۔ بس آگ ہی تو لگ گئی غصّے مین سر پیٹتے تم لوگونکے خراب مٹی ہو رہا ہون۔ چونکہ اپنے اپنے مکان مین کوئی نہین تھا لہذا یہ پتہ لگاتے لگاتے موا تصرف سہ مین پہونچا یہان سب ہی جمع تھے۔ غالب۔ ذوق۔ رند۔ صبا۔ نسیم امانت۔ قلق۔ اسیر۔ وغیرہ محض تخلص کے شاعر نہین تمام شعراے دہلی ولکھنؤ کا جمگھٹا تھا (کیونکہ شاعر ہمیشہ جنت بھیجے جاتے ہین) خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا جانصاحب کی تسکین کردی گئی کہ (یہ) کا لفظ خود ہی حمل کا ذب کا پتہ دیتا اور اناڑی یعنی غیر شاعر کا پھوہڑ پن ظاہر کرتا ہے آپ کیون بگڑتے ہین خاص اہل شہر تو آپ کے کلام کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ مگر اسپر بھی انکا غصّہ فرو نہوا اُنھون نے ریختی کہکر اودھ پنچ مین بھیجدی غالبًا وہ چھپ گئی ہو۔ اب یہان ہم لوگونکو یہ شوق پیدا ہوا کہ بھئی دیکھین یہ میان شرر کون ہین جنھون نے نسیم لکھنوی پر اعتراض کرنے کی جراٗت کی۔ فرشتے بُلائے گئے تحقیقات کا حکم دیا گیا وہ گھنٹے بھر کے اندر دلگداز کے وہ پرچے لے آئے جسمین اعتراضات شائع ہوئے ہین۔ اعتراض پڑھے گئے اور سخن فہمی اور زبان دانی پر خوب یارون نے قہقہے لگائے خصوصًا رند۔ وصبا وغیرہ تو بہت چین بجبین ہوے اور اُن لوگون نے کہا کہ ہمکو جنت مین یہ کہتے ہوے شرم آتی ہی کہ ہم لکھنؤ سے آئے ہین۔ افسوس لکھنؤ کی یہ حالت ہو گئی کہ وہان کے باشندے گلزار نسیم کے معمولی شعر نہین سمجھ سکتے۔ مگر سب اِس فکر مین تھے

کہ آخر یہ حضرت شرر کون بزرگوار ہین کہ اتنے مین سید محمود جو شراب طہور کے شناسم
جو انکے تو پوچھا گیا کہ حضرت آپ کو تو آئے ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہین گذرا آپ بتائے کہ آپ
کہ میان شرر کون ہین آپ کا نام سُننا تھا کہ سید محمود نے ایک فرمائشی قہقہہ لگایا اور آپ کا
حال اسطرح بیان فرمایا - مین اپنی طرف سے کچھ تصرف نہین کرتا جو اُنھون نے کہا صاف
صاف لکھے دیتا ہون سید محمود نے کہا کہ جس زمانے مین پنڈت رتن ناتھ سرشار فسانۂ آزاد
لکھ رہے تھے اُسوقت ایک خاص طبقے مین انکی بہت شُہرت ہوگئی تھی اور کوئی ناول لکھنے
والا اُسوقت نظر نہین آتا تھا - اتنے مین ایک صاحب کہین باہر سے لکھنؤ مین وارد ہوئے
عبد الحلیم صاحب نام اور شرر تخلص اور کچھ دنون کے بعد اپنے نام کے آگے مولوی لکھنے لگے
اور آخر مین مولنا ہو گئے - گو کہ ان صاحب کا کبھی کوئی شعر نہ سُنا تھا مگر آپ کے پیکر شہرت پر
تخلص ہمیشہ بدگوشت کیطرح نظر آتا رہا غرض کہ شرر صاحب نے تاریخی ناول لکھنا شروع کئے
اور اُن ناولون مین فتوحات اسلام کے افسانے لکھے - صلیبی لڑائیونکی روایتین لکھین
مسلمانونکو عیسائیونکے خلاف جوش دلایا - محمود غزنوی کے حملون کے قصے لکھکر ہندو مسلمانونمین
تعصب کی آگ بھڑکائی اسیطرح اکثر ناول ایسے لکھے کہ جنمین شیعہ سنیونکے جذبات مخالفت
مین لانے کی کوشش کی گئی تھی ان شرر افشانیون نے آتش بغض وحسد کو خوب تیز کیا
اور ایک متعصب فرقے مین آپکی خوب شہرت ہوگئی تو اور لوگ کہنے لگے کہ ابھی تک تو
سرشار ہی فن ناول نویسی مین یکتا سمجھے جاتے تھے آپ حضرت شرر بھی برلے بیت پیدا
ہو گئے - مگر اس لکھنؤ کی بے تعصبی تو مشہور ہے - انھون نے کہین شرر صاحب کو نہین مانا
کیونکہ نہ انکو تحریرین پسند تھین نہ آپکی زبان جو کہ خاص دیہات کی گڑھیا سے دھوئی ہوئی ہو
مگر دیہات مین آپ کے بہت سے مرید ہو گئے اور آپ کے کھانچیون قدردان پیدا ہو گئے
ہر طرف سے یہ آوازین آنے لگین کہ (شرر بھئے ناولسٹ اب ڈر کاہے کا) اس کے بعد
آپ نے ایک اور رنگ بدلا یعنی پردہ کے خلاف ہو گئے - ایک پرچہ پردہ عصمت کے نام سے

تب اُنھون نے پردہ کے خلاف مضامین لکھنے لگے۔ کسی کی دیوار گر پڑی اور کوئی آدمی کچل کر اُسکا مضحکا اُسمین دب گیا اُنھون نے فوراً پردۂ عصمت مین لکھدیا کہ پردہ کیسی خراب چیز ہے جو دیوار گری وہ پردہ کی دیوار تھی اگر پردہ کی رسم نہوتی تو یہ دیوار بھی نہوتی اور ایک آدمی کی جان مفت مین نہ جاتی کسی کو برسات مین اُسکے پر پردہ ڈالے ہوے جلتے دیکھا اور آپ بگڑ گئے یہ کہنے لگے کہ انیسوین صدی مین بھی پردہ سے ہاتھ نہین اُٹھاتے اور ہاتھ سے پردہ نہین ہٹاتے کبھی کسی کو آم کی کیری خریدتے دیکھا آپ ٹھہر گئے اور وعظ دینے لگے کہ دیکھو آم کی کیری تو تم یہ دیکھ کر خریدتے ہو کہ آم مین پردہ تو نہین پڑ گیا ہے۔ مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ اپنے خاص گھر کا پردہ نہین دور کرتے افسوس افسوس۔ کہین کسی رئیس کی ڈیوڑھی پر ٹاٹ کا پردہ پڑا دیکھا وہان جم گئے اور دربان سے کہنے لگے کہ دیکھو ہندوستان مین تو چین سے پردہ آیا ہے۔ عرب مین کبھی پردہ نہین تھا وہ پردہ جسکو انگریزی مین سکلیوژن کہتے ہین۔ تم کیسے مسلمان ہو کہ پردہ کے خلاف نہین اگر تم مین ذرا بھی جوش مذہبی ہے تو اس ٹاٹ کے پردہ کو نوچ کر پھینک دو اسکو پھونک دو اسکو نیست و نابود کر دو۔ غرضکہ اسیطرح آپ پردۂ عصمت کی آڑ مین خوب اس قدیم رسم کی پردہ دری کیا کیے مگر تھوڑے ہی دن مین (پردۂ عصمت) سے آپکو شرم آنے لگی اور اسکو چاک کر کے ردی مین پردہ کیطرح پھینکدیا۔ کچھ روز خاموش رہے۔ اسکے بعد دم چورانے کی طرح پھر شر رفشانی شروع کی۔ یعنی اتحاد جاری کیا اب صُلح کل بنگئے۔ کہین لڑائی ہو آپ اتحاد کی قرولی لیئے ہوئے موجود اور فریقین کو گالیان دے رہے ہین کوئی مانے نہ مانے آپ یہان فیصلے کو جھگڑا مٹانے کے لیے تیار۔ ہان ان انقلابات کے زمانے مین دلگداز کی باسی کڑھی مین وقتاً فوقتاً اُبال آتا رہا چنانچہ اتحاد کے ساتھ ساتھ دلگداز کا جھگڑا بھی چرچون کرتا ہوا میدان سخن مین لایا گیا مختصراً یہ کہ شرر صاحب نے خوب خوب ظاہری رنگ بدلے مگر وہ اپنا باطنی رنگ کبھی نہ چھوڑا اور کسطرح اسکو چھوڑ سکتے ہین۔ اسی پر تو انکی شہرت کا دارومدار ہے۔ فارسی کا اُستاد انھین کے لیئے کہ گیا ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش — مے انداز قدت می شناسم

جبکہ سید محمود نے یہ دلچسپ داستان ختم کی تو اُسوقت سب حاضرین کو معلوم ہوا کہ آپ کون بزرگوار ہین اور آپکا کام کیا ہے —

مگر کسی پر یہ راز نہین کھُلتا تھا کہ باوجود حامی اتحاد بننے کے آپ نے پنڈت دیا شنکر نسیم کی روح کو اسقدر کیون صدمہ پہونچایا اور ایسے اعتراضات کیون کیے جن سے تعصب کوڑھ کیطرح ٹپکتا ہے۔ اور پھر شروع مین آپکا یہ اعلان کہ آپ کا مقصد اعتراض کرنا نہین ہی بلکہ ایک منصفانہ ریویو لکھنا۔ آپ کی تحریر کے بالکل خلاف پڑتا تھا — یا ریاض الاخبار مین جو مضمون لکھا تھا اور جو جانصاحب یہان اُٹھا لائے تھے اُنمین تو آپ نے بالکل پردۂ تہذیب اُٹھا دیا تھا اور ہندوؤن کو عموماً اور کشمیری پنڈتونکو خصوصاً الو کے میلے کی وضع تہذیب کی ساری کو اُٹھا کے اُنگلیان مٹکا مٹکا کے فحش بکا ہے۔ کجا اتحاد کی میٹھی میٹھی باتین اور کجا یہ زہر اُگلنا — یہ عقدہ نہین کھُلتا تھا اسکی تفتیش کے لیے اعمال نامہ لکھنے والے فرشتے بُلائے گئے اور اُن سے کہا گیا کہ تم اپنا دفتر یہان کھول کر بتاؤ کہ یہ دلگداز مین جو تحریر نکلی ہی اسکا اصلی سبب کیا ہے اور لکھنے والے کا اصلی منشا کیا ہے یہ کہنے کی دیر تھی کہ انھون نے ایک بیاض نکالی اور کل کچا چٹھا اسیطرح بیان کیا کہ سال دو سال سے لکھنؤ مین ایک نئے فیشن کے انشا پرداز حضرت چک بست پیدا ہو گئے ہین۔ انھون نے حالی اور شرر کی جھاڑ کرنے کا بیڑا اُٹھا لیا ہے۔ حالی تو ایک متین آدمی ہین۔ وہ خود تو جناب چک بست کے اعتراضات کا جواب دیتے نہین اپنے مریدون سے لکھواتے ہین۔ مگر شرر صاحب تو ریگستان سخن مین اعتراضات کی گرما گرمی سے بلبلا اُٹھتے ہین۔ چنانچہ جناب چک بست نے ایک مضمون کشمیری درپن مین پنڈت رتن ناتھ سرشار پر بھی لکھا تھا اور سرشار کے جوہر خوب چمکائے تھے اور ایک موقع پر سرشار صاحب کی لیاقت و شہرت کا پردہ اچھی طرح فاش کر دیا تھا — یہ مضمون شرر صاحب کے دل مین

تیر نیمکش کیطرح کھٹکتا رہا اس فکر مین تھے کہ چک بست کی ایسی گرفت کرون کہ عمر بھر تو یاد کرین۔ غرضکہ حال مین جناب چک بست نے گلزار نسیم کا شگوفہ چھوڑ دیا۔ پھر کیا تھا پھر تو شرر صاحب کو اچھی طرح سے بیخ بخی چھوٹی اور انکھین بند کرکے اور گلچیا کے آپ نے گلزار نسیم پر چالیس پچاس اعتراض جڑ ہی تو دیے اور کہا کہ تو سہی حضرت چک بست کی محنت خاک مین ملادون اور نسیم کا نام سخنورون کے دائرے سے خارج کرادون اور آخر مین دس پانچ اعتراض تصرف بیجا کے جناب چک بست پر جڑ دیے اور یہ تو ظاہر ہے کہ بد حواسی مین جو اعتراضات کیے جاتے ہین وہ کس رنگ کے ہوتے ہین وہی رنگ ان اعتراضات کا ہے۔ کہین کچھ کہتے ہین پھر اسکے تردید کرتے ہین کبھی کسی شاعر کو لے مرتے ہین مگر ہمیشہ بے سُرا الاپتے ہین۔ جب اعمال بد کے فرشتون نے رپورٹ پیش کی اعتراضات کی تمام قلعی کھُل گئی۔ اور اصلی کیفیت معلوم ہو گئی خیر یہ تو تمہید ہے آپ اصل مطلب سُنئے جسکے لیئے مین نے یہ طولانی خط لکھا ہے یعنے اگر دیا شنکر نسیم پر اعتراض کیئے تھے تو آپ کی تیر ریزی انھین تک محدود رہتی آپ نے میری شہرت مین داغ لگانے کی کیون فکر کی ہے اور میرے شاگردون کا نام کیون بدنام کیا ہے

باقی آیندہ

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

از اودھ پنچ مطبوعہ ۲۷- جولائی ۱۹۰۵ء جلد ۲۹

جنّت کی ڈاک

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۲

آخر بیٹھے بیٹھے یہ آپکو سوجھی کیا یہ قبر کے مُردے اکھیڑنے کیون شروع کئے اور پھر اگر ایسی حرکت کی بھی تھی تو سلیقہ کے ساتھ کی ہوتی - زبان لکھنؤ پر آپ کی جان جاتی ہی - اہل لکھنؤ چاہے آپ کو مُنھ لگائین یا نہین - مگر آپ - ع - لے دیکے اپنے یار ونکو) انکی طرف سے لڑنے کو موجود - خیر اگر آپکو لہو لگا کر شہیدون مین ملنا ہی منظور تھا تو اسی رنگ پر قائم رہے ہوتے - نسیم ہندو تھے انکی مخالفت آپکے مسلک کا جزو اعظم تھی انکو خوب جی کھول کے گالیان دی ہوتین - مگر کسی کے تو ہوکے رہے ہوتے واللہ غضب کیا کہ مجھکو اور میرے تمام سر برآوردہ شاگردونکو ذلیل کرنے مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا آپکی طبیعت کا اونٹ تو کسی کل بیٹھتا ہی نہین - بندہ نواز آپکی شوخی بھی ابلق لیل ونہار کی شوخی سے کم نہین - آپ کسی شہسوار سخن کی ران جمنے نہین دیتے - نسیم بھی برطرف امین بھی برطرف رند بھی برطرف خلیل بھی برطرف صبا بھی برطرف بس اک آپ برطرف آپ نے اپنے بزرگون سے سُنا ہوگا کہ مین نے اور میرے شفیق شیخ ناسخ نے لکھنؤ کی زبان کو دہلی کی غلامی سے آزاد کیا جو کچھ میری زبان سے نکل گیا اُسپر اہل لکھنؤ ہمیشہ ناز کرتے رہے مگر آپ کس ڈھٹائی سے فرماتے ہین کہ کوئی تعجب کی بات نہین کہ آتش نے . . . . . . اس مثنوی کو تفنن طبع کے

طور پر کہا ہو پھر اسمین متعدد لغزشین دیکھ کے اُسنے بجائے اپنے اسی کی طرف منسوب کر دیا ہوا
کیون حضرت منطقی تو آپ بڑے ہونگے - فرنگی محل مین نہ سہی دہلی ہی مین سہی - آپکو
یہ ثابت کرنے مین تکلف نہین ہوتا کہ چین سے ہندوستان مین پردہ اُڑ آیا - مگر یہ جو مجھے
آپ نے میری شان مین فرمایا ہے - اسکے معنے بھی آپ سمجھے کہ نہین اسکے معنے یہ ہوے
کہ اپنی لغزشونکا مجکو علم ہو گیا تھا انکو دور نکر سکا اور مجبوراً مین نے - مثنوی نسیم کے منڈھی
یہ تو آپ نے میری بڑی قدردانی کی اور لکھنؤ پر بڑا احسان کیا - ہاے مین وہ ہون کہ مجھکو
میرے معاصرین خداے سخن کہتے ہین - میرے تیز نشترونکی چار دانگ ہند مین شہرت تھی
مگر آپ نے خوب داد دی کہ مجھ سے سہواً نہین غلطیان رہ گئین بلکہ غلطیون اور لغزشون کا
علم ہونے پر بھی مین انکو دور نہ کر سکا ع اس فہم کے اس سمجھ کے قربان - اور پھر
لغزشین جیسی ہین وہ آپ کے مضامین سے ظاہر ہین مثلاً گلزار نسیم کا مصرع ہے - ع
بجلی سے لہر سے تھا ہم آغوش - آپ فرماتے ہین کہ لہر کی جگہ) لہر یعنی ہاے متحرک کے
ساتھ اُردو مین غلط ہے) (اُردو مین غلط ہے اور انگریزی مین جائز ہے) کیون صاحب
جسوقت مجھکو (اس غلطی) کا علم ہو گیا تھا تو مین اسکو یون نہین بدل سکتا تھا کہ - ع
تھا بجلی سے لہر سے ہم آغوش - یا دوسرا مصرع ہے کہ ع بیجا وہ ہوا کہا کہ جا جا -
آپ فرماتے ہین کہ برہم - ہوا کی جگہ پر (بیجا ہوا کہنا بہت ہی مبتذل بازاری زبان ہے
اور بازار بھی لکھنؤ نہین کہین اور کا) (یہ لکھنؤ نہین) بھی کیا خوب ہمارے وقت مین تو
یہ کہا جاتا کہ لکھنؤ کا نہین - اب آپ ہی (پردہ عصمت) پر ہاتھ رکھکر فرمایئے کہ مین کیا
(مین بیجا ہوا) (کو برہم ہوا) نہین بنا سکتا تھا اور وہ کونسا اعتراض ہے جسکو مین تو مین
آپکی لیاقت کا شخص بھی - دم زدن مین دو چار لفظ بدل دینے سے دور نہین کر سکتا -
مگر آپکو یہ لکھنے مین ذرا تکلف نہ ہوا کہ مجھکو اپنی لغزشون کا علم بھی ہوا اسپر بھی مین انکو دور نہ
کر سکا اس حماقت کی اور تو کوئی وجہ ہو نہین سکتی یا تو آپ یہ کہئے کہ مجھکو نسیم سے دشمنی تھی

مگر آپ ایسا کہ نہین سکتے کیونکہ آپ قبول چکے ہین کہ مجھکو اس ہونہار شاگرد سے خاص دلبستگی تھی
کہ مین نے انکو فریب دیا یا محض بتی لغزشین اسیلئے رہنے دین کہ جب لکھنؤ مین جہل کی تاریکی
پھیلے تو میان شرران آتشی لغزشون سے فائدہ اُٹھاکر جگنو کی دُم کیطرح چمکین - لیکن
ایسا ہو نہین سکتا صاحب اتحاد بنکر ہندوؤنکی دریردہ جڑ کاٹنا انکے قابل فخر بزرگون کو
بُرا بھلا کہنا آپ کے وقت کے مسلمانونکو مبارک ہو -

اگر طریقت اسلام درجہان اینست ہزار خندہ کفر است بر مسلمانی

ہمارے وقت مین ہندو مسلمان شیر و شکر کی طرح ایک دوسرے سے ملے جلے رہتے
تھے - اگر کوئی ہندو صاحب کمال ہوتا تو اہل اسلام اسکی قدر دانی کرتے تھے - اور اب بھی
شرفاء لکھنؤ کا یہی دستور ہے - کم نظری اور تنگ خیالی اور ونکو مبارک رہے - یہ جملہ
معترضہ تھا باز آمدم بر سر مطلب بس جس حالت مین آپ اس بات پر قرآن اُٹھانے کو
تیار ہین کہ گلزار نسیم میری تصنیف ہے تو کس پہلو سے فرماتے ہین کہ اسکی زبان لکھنؤ کی
مستند زبان نہین ہے تو پھر کسکی زبان مستند ہو سکتی ہے آخر کس ذہن مین آپ نے یہ
مضمون لکھا - جب بست بیچارے سے آپکو بغض نکالنا تھا تو مین نے کیا کیا تھا
آپ تو آپ مجھ سے میرے شاگردونسے اور آپ کے بزرگون تک سے علیک سلیک نہ تھی
پھر اس گھبراہٹ کے کیا معنے - اعمال بد کے فرشتے کہتے ہین کہ آپ حیدرآباد سے
حضرت سکینہ والے قصے مین بہت تعجیل کے ساتھ بھاگے معلوم ہوتا ہے کہ ہوش و حواس کی
بھی وہین چھوٹ گئی یا اسٹیشن پر رہ گئی آپ نے طب کا رزولیوشن تو کانفرنس مین
بڑے جوش و خروش سے پیش کیا تھا - بہتر ہے کہ تھوڑے روز تک شیرۂ بادام چاٹیے
ورنہ یہ اسہال دماغی کی شکایت رفع نہوگی مانا کہ آپ شاعر ہین - ناولسٹ ہین - مولانا
ہین مگر دوا دارو کرنا عیب نہین ہے - اگر آپکی عنایت میری ہی ذات تک محدود رہتی
تب بھی چندان ہرج نہ تھا مگر آپ نے تو غضب کیا کہ لکھنؤ کے تمام سربرآوردہ شعرا پہ

کلوخ اندازی شروع کردی مجھ سے تو آپ اس امر سے انکار کر ہی نہین سکتے کہ ریاض الاخبار مین جو مضمون بچہ نکلا تھا اور جسکے آخر مین کسی صاحب (وے کا نام لکھا ہوا تھا) وہ آپ ہی کا تھا۔ آپ لاکھ چھپائین مگر ہم تو بیا بانی کے تیکئے کی صدا پہچانتے ہین آپ نے اسمین اپنی بڑی تعریف کی تھی اور دلگداز مین بھی کھلم کھلا آپ نے اپنی تعریف کی کہ ہمارا گلزار نسیم والا مضمون لوگونکو پسند آیا مگر مین اسکا قائل نہین اپنے منھ میان مٹھو بنے مین کیا مزا ملتا ہے۔ ع
حظوظ نفس کے یابد چو زن پستان خود مالد۔ بات تو یہ ہے کہ جب کوئی دوسرا بھی تعریف کرے خیر اصل مطلب یہ ہے آپنے ریاض الاخبار والے مضمون مین لکھا ہے کہ گلزار نسیم مین آتش کے تمام شاگردونکا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ہے اور نسیم کا بہت ہی کم حصہ اسمین باقی ہے۔ یک نشد دو شد۔ آپ خود ہی غور فرمائین کہ اس سے بڑھکر میرے شاگردونکی اور میری کیا ذلت ہو سکتی ہے کہ جس مثنوی کی تصنیف مین وہ سب شریک ہون اسمین اسقدر غلطیان بجائین کہ آپ ایسے خاکہ اڑانے پر تیار ہو جائین اور اسی مثنوی کی نسبت یہ کہا جائے کہ جتنی غلطیان اسمین ہین اُتنی کسی اُردو نظم مین نہ ملین گی۔ آخر اسکا جواب آپ کے پاس کیا ہے۔ مین تو یہی کہونگا کہ آپ نے اب دلگداز کو بھی۔ اتحاد کی پالسی پر لانا چاہا ہے۔ یعنی ظاہر مین تو آپنے لکھنؤ کی زبان کی طرفداری کی ہے لیکن باطن مین شعرائے لکھنؤ کا خاکہ اُڑایا ہے واہ حضرت واہ بنتے تو ہین آپ لکھنؤ کے اور اہل لکھنؤ کی مذمت مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھتے۔ اور کیا کہون آپ اچھے شہسوار سخن ہین کہ اپنی ہی فوج کو مارتے ہین ——

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

اودھ پنچ مطبوعہ ۳- اگست ۱۹۰۵ء

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۳

ہان صاحب آپ کے خیالات کا گورکھ دھندا تو کسیطرح سمجھ ہی مین نہین آتا کبھی آپ نسیم کی روح کو صدمہ پہونچانے اور کبھی آپ میری اُستادی مین داغ لگانے کی فکر کرتے اور کبھی میرے تمام شاگردون کی شہرت خاک مین ملاتے ہین اسکی وجہ سمجھ مین نہین آتی - سُنتا ہون کہ آپکی تصنیفات دوگدھونکے بوجھ سے کم نہین - اسلئے یہ نہین کہہ سکتا کہ آپ کو زبان پر اتنی قدرت نہین حاصل ہے کہ اپنے خیالات صاف طور سے ظاہر کرسکین - بیشک آپکی انشاپردازی کا رنگ طرفہ معجون ہے کیا کہون مجبوراً آپ کے یہ مضامین پڑھتے پڑھتے زبان خراب ہوئی جاتی ہے - مجھکو ہنسی بھی آتی ہے - اور رقت بھی افسوس لکھنؤ کی یہ حالت ہوگئی کہ آپ سے انشاپرداز گلزارنسیم کی زبان پر اعتراض کرنے کی جرأت کرین خدانخواستہ اور تصانیف تو آپ کے میری نظر سے گذرے نہین ان دو مضامین مین آپنے ایسی غلطیان کین ہین کہ ہمارے وقت کے لکھنؤ کا طفل مکتب بھی نکرتا اوّل تو مین یہ دیکھتا ہون کہ آپ نے موقع بےموقع انگریزی انفاظ بےڈھڑک استعمال کیئے ہین شاید اس سے آپ کا یہ مطلب ہو کہ مین انگریزی بھی جانتا ہون مگر آپ کے اظہار... پھیر مین زبان کا خون ہوا جاتا ہے بیشک وسعت زبان کے لحاظ سے اگ... استعمال کرنا جائز ہے مگر ایسے الفاظ استعمال کرنا جنکے مترادف الفاظ ... دانشمندی ہے - میرے شفیق غالب اسوقت میرے پاس ... ایکمرتبہ اپنے سہرے مین نمبر کا لفظ استعمال کیا تھا اس ...

مچلیا تھا کہ انگریزی لفظ کا استعمال کرنا کیا معنی مگر آپ کے زمانہ مین ہر شخص شتر بے مہار ہے
مطلب تو صرف اسقدر ہے کہ عرب کا ناول لکھئے چاہے زبان کی لطافت مٹی مین ملجائے
اب آپ ملاحظہ فرمائین کہ آپنے ساتھ سطرونمین تین جگہ انگریزی لفظ (ایڈٹ) استعمال کیا ہے
(دیکھو دلگداز بابت مارچ ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۱) تو لفظ ایڈٹا) تو یہ (ایڈٹ کے معنی جانتا نہین
سید محمود صاحب سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ (ایڈٹ) کرنیکے معنی ترتیب دینے کے
ہین آپ آسانی سے اس غیر مانوس اور غیر فصیح انگریزی لفظ کے استعمال سے پرہیز کر سکتے تھے
اسیطرح آپنے دس گیارہ جگہ۔ مسٹر چک بست لکھا ہے۔ کیون بندہ نواز یہ کس لکھنؤ کی
اردو ہے (آپ چک بست صاحب) لکھ سکتے تھے۔ (جناب چک بست) لکھ سکتے تھے
غرض کہ یہ مفہوم آپ بیس طرح اردو الفاظ کی مدد سے ادا کر سکتے تھے آپنے مفت مین
انگریزی زبان کے آگے کاسۂ گدائی لیکر اردو کی آبروریزی کی۔ یہ گنگا جمنی اردو لکھنے سے
آپکا کیا مقصد ہے اگر آپکی زبان کسی موقع پر کوتاہی کرے تو انگریزی لفظ استعمال کرنا مجبوری
مین داخل ہے مگر اس ڈھٹائی سے انگریزی الفاظ ٹھونس دینا آپ ہی کا کام ہے۔ یہ تو
وہی ہو کہ جیسے کوئی شخص غرارہ دار پائجامہ ہیٹ اور جاکٹ پر پہن لے۔ اور طرہ یہ کہ
انگریزی الفاظ استعمال کرنے کا تو آپکو اسقدر شوق ہے مگر انگریزی الفاظ کے مفہوم سے
بوجہ کم علمی آپ واقف نہین سید محمود نے جب آپکا مضمون پڑھا تو اکثر جگہ مسکرانے لگے
کیا کھور نے پوچھا اس کے معنے کیا تو کہنے لگے کہ ہمارے مولانا انگریزی الفاظ تو بے تکان
تے ہین مگر انکا مفہوم نہین سمجھتے چنانچہ انھون نے تمثیلاً دو اعتراض کیے۔ اعتراض
ایک مقام پر (مسٹر چک بست صاحب تحریر فرمایا ہے (دلگداز ماہ اپریل
بندہ اسی کا نام ہے سید محمود فرماتے ہین کہ ہر انگریزی خوان طفل مکتب
مد صاحب یا (اسکوائر) کا لفظ نہین استعمال کیا جاتا یا آپ کو
ک بست) مسٹر چک بست صاحب تو کوئی معنی بھی نہین رکھتا

دخل درمعقولات اسیکا نام ہی یہ جانصاحب کا شعر نہین ہی کہ آپ (محل) کو بگاڑ کر یہ (محل) بنادیجیے۔ یہ غیر زبان ہی اسکا جواب دیجیئے ورنہ آج سے اُردو لکھنا چھوڑ دیجیئے اور اگر یہ نہ کیجیئے تو کم سے کم انگریزی الفاظ کے استعمال سے تو کنارہ کشی کیجیئے —

اعتراض نمبر ۲) آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ (عام پبلک پر ظاہر کردیا جائے) یہ عام[1] پبلک بالکل غلط ہے۔ پبلک کے معنی خود عوام الناس کے ہین پھر عام پبلک کہنا) بالکل مہمل و بے معنی ہے —

خیر یہ تو سید محمود کے اعتراض تھے انکی عذر خواہی توآپ اسیطرح کرسکتے ہین کہ بغیر کسی انگریزی دان کے دکھائے ہوے مضامین شائع کردیے گئے مگر آپ نے اُردو کی غلطیان ایسی کی ہین کہ معاذ اللہ قدم قدم پر ٹھوکرین کھائی ہین مجھکو تو آپ کے یہ دو مضمون پڑھتے ہوئے اُلجھن پیدا ہونے لگی میرا مقصد آپ پر اعتراض کرنا نہین ہی مین صرف آپ ہی کے بھلے کے لئے آپکی لغزشین پیش کیئے دیتا ہون کہ آیندہ ایسی غلطی نہ کیجیئے گا آگے آپکو اختیار ہے

فہمائش نمبر (۱) آپ تحریر فرماتے ہین کہ قابل غور ۱۳ صفحونکا وہ دیباچہ ہے۔ جو شائع کرنے والے کی لیاقت و قابلیت کو ظاہر کرتا ہے (بندہ نواز قابلیت و لیاقت) کے بعد کو محض آپکی عدم قابلیت ظاہر کرتا ہے فصاحت زبان کے لحاظ سے تو یہ فقرہ یون ہونا چاہیئے تھا کہ جس سے لکھنے والے کی قابلیت اور لیاقت کا اظہار ہوتا ہے) لیکن اگر آپ کی بندش الفاظ قائم رکھی جائے تب بھی (کو) آپ کے تخلص کیطرح بالکل حشو معلوم ہوتا ہے بس اسقدر کافی تھا کہ قابل غور وہ دیباچہ ہے جو شائع کرنے والے کی لیاقت قابلیت ظاہر کرتا ہی یہ (کو) کا اور (کی) بھرتی کے لیئے استعمال کرنا خاص ایسے دیہات سے کے

[1] اودھ پنچ ہے۔ خواجہ صاحب آپ سے پیشتر اس دنیا کے لوگ اس بے تکی گراہٹ پر اعتراض کرچکے ہین۔ کشمیری درپن مین ڈاکٹر پنج بہادر سپرو نے بھی یہی اعتراض کیا ہے۔ حالانکہ ابھی تک اسکا جواب نہ خود حضرت شرر نے لکھا نہ کسی صاحبزادے کے نام سے لکھوایا ہے —

زبان دانون کا حصّہ ہے ۔
فہمائش نمبر (۲) آپ لکھتے ہین تعجب کی بات نہین اگر آتش اس دلبستگی کی بنیاد جو انھین نوعمر شاگرد سے تھی اُسی کی تحریک سے یا اُسکی مشق اولین دیکھ کے اس مثنوی کو تفنن طبع کے طور پر کہا ہو ۔ پھر اسمین متعدد لغزشین دیکھ کے اسے بجائے اپنے اسی کی طرف منسوب کر دیا ہو یون توماشاء اللہ یہ تمام فقرہ اسلوب بیان کے لحاظ سے نور کے سانچے مین ڈھلا ہوا معلوم ہوتا ہے ۔ مگر آخری فقرہ مین یہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ (اسے) اور (اُسی) کی ضمیرین کس طرف پھرتی ہین ۔ خدا جانے آپکا یہ مطلب ہے کہ مثنوی کو بجاے اپنے (نسیم) کیطرف منسوب کر دیا یا نسیم کو بجاے اپنے مثنوی کیطرف منسوب کر دیا کیون صاحب اسی کا نام زباندانی ہے معمولی خیال بھی آپ نثر مین اچھی طرح نہین ادا کر سکتے دیکھیئے اگر کوئی لکھنؤ والا یہ مطلب ادا کرنا چاہتا تو وہ اسیطرح لکھتا (کہ چونکہ آتش کو نسیم سے خاص دلبستگی تھی لہذا تعجب نہین کہ انھون نے اس نوعمر شاگرد کی تحریک سے یا اُسکی مشق اولین دیکھ کر یہ مثنوی تفنن طبع کے طور پر کہدی ہو لیکن اپنی اس تصنیف مین متعدد لغزشین دیکھ کر اُسے بجاے اپنے نسیم کیطرف منسوب کر دیا ہو) سمجھے مولانا ۔
فہمائش نمبر (۳) آپ فرماتے ہین (جن دنون) یہ مثنوی کہی گئی اُن دنون شاعری کا یہ رنگ تھا الخ (یہ محض جن دنون) یہ کہانکی زبان ہے ۔ اگر فصاحت کا خیال ہے تو یہ لکھیئے کہ جس زمانے مین یہ مثنوی کہی گئی الخ اور اگر یہ منظور ہے کہ آپ کا طرز تحریر کسی قدر دیہاتی زباندانی کا پہلو مارتا رہے تو یہ کہیئے کہ (جن دنون مین یہ مثنوی کہی گئی) محض جن دنون تو نہ صرف و نحو کے قاعدے سے ٹھیک ہے نہ لغت کی رو سے جائز ہے نہ روزمرے محاورے کے لحاظ سے غالبًا آپ نے (مین) اس لیئے زبان سے نہ نکالا کہ کوئی بکری نہ کہے مگر یہ بھی بزدلی ہے للہ ان روباہ بازیون سے باز آئیے ۔
فہمائش نمبر (۴) آپ لکھتے ہین کہ موازنے سے بیشتر ضرورت تھی کہ گلزار نسیم پر

ایک ..... معقول ریویو کہا جائے) حضرت یہ جملہ یون ہونا چاہیئے - موازنے سے
پیشتر یہ ضرورت تھی کہ الخ معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام سے آپ یہ) اُٹھاکر (حل) کے پہلے
بقول نسیم پیش خیمہ سے آئے شاباش کیا ہونہار ہو

فہمائش نمبر (۵) اسکے بعد آپ تحریر فرماتے ہین (ہر قسم کی خوبیان ہمین سے نکال کے
دکھائی جائین) کیون صاحب یہ (نکال کے) کا یہان کیا تک ہے - مثنوی گلزار نسیم بھی
کوئی ہانڈی ہے اور اسکی خوبیان اردیان ہین کہ آپ کے سامنے نکال کے) پیش کی جائین
سلامتی سے اختصار بھی آپ کے مزاج مین بہت ہے کہ ضروری الفاظ چھوڑ جاتے ہین اور
طوالت سے بھی اسقدر عشق ہے کہ موقع بموقع کل طویل ہوتے جاتے ہین اگر آپ صرف
اسقدر تحریر فرماتے کہ ہر قسم کی خوبیان ہمین دکھائی جائین تو کیا قباحت تھی -

فہمائش نمبر (۶) پھر آپ قمطراز ہوتے ہین (کہ اس کام کو مسٹر چکبست نے کیا ہی
مگر بہت ہی ناقص الخ دیکھو ہی) (کو) (آپکا) عبارت مین خواہ مخواہ دھنسا پڑتا ہے -
لکھنؤ والے یون لکھتے - یہ کام مسٹر چکبست نے کیا الخ))

فہمائش نمبر (۷) ایک اور جملہ ملاحظہ ہو (سچ یہ ہے کہ امانت نے تناسب الفاظ کی فکر
مین اپنے تئین بدنام تو بہت کیا مگر اس صفت کے پیچھے پڑ کے ٹھوکرین بہت کھائین
تو کامیاب بھی سب سے زیادہ وہی ہوے ہین) آپ ہی ایمان سے فرمایئے کہ اس جملہ
مین (تو) (مگر) اور (ہین) کا استعمال کس قدر بے موقع ہوا ہے - دیکھیئے اس جملے کو اہل زبان
یون ترتیب دیتے ہین (یہ سچ ہے کہ امانت نے تناسب لفظی کی فکر مین اپنے تئین بدنام
بہت کیا اور اس صفت کے پیچھے پڑ کے ٹھوکرین بہت کھائین مگر کامیاب بھی سب سے زیادہ
وہی ہوے) حضرت آپ مضمون لکھتے ہین تو کسی شہر والے کو دکھا لیا کیجئے ورنہ ایسے
اُلجھے ہوے فقرے لکھنے سے فائدہ - افسوس ہے کہ اگر آپ مشورہ بھی لیتے ہین تو اُجڈ
دہاتیوں سے اور یہ نہین جانتے - ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند -

فہمائش نمبر (۸) آپ لکھتے ہین کہ (افسوس اس بات کا ہو کہ اسکے دوسرے رُخ یعنی مثنوی گلزارنسیم کے عیوب کی طرف سے ...... چشم پوشی کی ہو) یہ ہر طفل مکتب جانتا ہے کہ پہلے (اسم) لایا جاتا ہے اسکے بعد اسکی ضمیر مگر آپ نے اس قاعدہ کو بالکل تہ و بالا کردیا ہو۔ واہ مولانا وا۔ یہ جملہ یون ہونا چاہیئے (افسوس بات کا ہے کہ گلزارنسیم کے دوسرے رُخ یعنی اسکے عیوب کیطرف سے الخ)

فہمائش نمبر (۹) آپ پھر توسن خامہ کو یون جولانگاہ سخن مین لاتے ہین کہ جسقدر یہ مثنوی ایک عمدہ ریویو کی محتاج ہو اُردو کی اور کوئی نظم نہین) کیون صاحب اس جملے مین (ایک) کی کیا ضرورت تھی۔ کیا اور مثنویان (دوعُمدہ ریویو کی محتاج ہین اور یہ مثنوی ایک عمدہ ریویو کی محتاج ہے معلوم ہوتا ہے علم ریاضی مین بھی آپکو کچھ دخل ہے (جبھی) (ایک) (اور دو) آپکو یاد آجاتے ہین مگر یاد رکھیے گا کہ جہانتک زباندانی تعلق ہو آپکی ایک نہ چلے گی۔

فہمائش نمبر (۱۰) آگے چلکر آپ نے اپنے بُہد کی قلم کو یون اُڑایا ہے کہ (اپنی قوم وگروہ مین ہیروبیدا کرنے کی ایسی ہوس ہوتی ہو کہ انصاف کو بالکل ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتے ہین) یہان بہ حسب معمول (کو) صاحب خواہ مخواہ ڈٹے بیٹھے ہین۔

فہمائش نمبر (۱۱) پھر آپ یون گلفشانی کرتے ہین کہ اُس سلسلے کو ہم نے ابھی ختم نہین کیا ہو) بندہ پرور اگر پھر اس فقرے کو لکھیے گا تو اسطرح لکھیے گا۔ یہ سلسلہ ہم نے ابھی ختم نہین کیا ہو

فہمائش نمبر (۱۲) پھر آپ کس ڈھٹائی سے فرماتے ہین کہ ہم گلزارنسیم کے محاسن کو نہین بتائینگے اگر آپ موقع بموقع (کو) ضرور لائینگے۔ حضرت یون کہنے مین کیا ہرج ہے (کہ ہم گلزارنسیم کے محاسن نہین بتائین گے۔

فہمائش نمبر (۱۳) اسی طرح آپ تحریر فرماتے ہین۔ کیا اچھا ہوتا کہ مسٹر چکبست ...... ان عیوب کے مٹانے کی کوشش کرتے)

خواجہ حیدرعلی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

اودھ پنچ مطبوعہ ۱۰۔ اگست سنہ ۱۹۰۵ء

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۴

فہمائش نمبر (۱۴) آپ فرماتے ہین کہ (انکے (یعنی محاسن کے) حیطۂ تحریر مین لانیکے لئے ضرور ہے کہ ایک ضخیم کتاب لکھی جائے) مین پوچھتا ہون کہ ضرور ہے) اس فقرے مین کس پہلو سے صحیح ہے۔ یا تو آپ یہ لکھتے کہ انکے حیطۂ تحریر مین لانے کے لیئے یہ ضروری ہو کہ ایک الخ) یا یہ لکھتے کہ انکے حیطۂ تحریر مین لانے کے لیئے اس بات کی ضرورت ہے کہ الخ) یہ آپ کس وقت کی اور کہانکی زبان لکھ رہے ہین۔ اگر آپ کے نزدیک لکھنؤ کی یہی زبان ہو تو واقعی گلزار نسیم کی زبان لکھنؤ کی زبان نہین۔

فہمائش نمبر (۱۵) مارچ کے دلگداز مین جو مضمون گلزار نسیم مین آپ نے خاک اڑائی کی تھی اسکی کیفیت تو آپ دیکھ چکے کہ پانچ صفحون مین سترہ غلطیان ہین۔ اب اپریل کے دلگداز مین جو کچھ آپ نے گلفشانی کی ہے اسکی حالت ملے کیجیئے آپ فرماتے ہین کہ (اس بحث (کو) مکرر چھیڑ دیا ہے) مین دیکھتا ہون کہ (کو) سے بے طرح آپکو انس ہے۔ کیون نہو وطن کی ہر ایک چیز عزیز ہوتی ہے اسمین چاہے زبان ہو یا طرز بیان۔ لیکن اگر قلمی لکھنوی بنے کا شوق ہے تو اس خلقی زبان کو ترک کیجیئے اور (کو) کو سلام کیجیئے۔ اور جس فقرے کا مین نے اشارہ کیا وہ اگر پھر لکھیئے گا تو اسطرح لکھیئے گا کہ وہ بحث مکرر چھیڑ دی ہے

فہمائش نمبر (۱۶) آپ لکھتے ہین کہ ان اعتراضون کے اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے واقعی نسیم نے سچ کہا ہے ع جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے۔

آپ لاکھ لکھنؤ کی زبان کے سرپرست بننے کی کوشش کرین اور اپنے تئین لکھنوی بتائین لیکن جہان آپ بولے کہ تمام حقیقت حال آئینہ ہو گئی۔ اس فقرے مین (کوشش کرنی چاہیئے)

سے صاف دہلی کی زبان کی بُو آتی ہی۔ اگر آپ کے زمانے کا کوئی لکھنؤ والا یہی مطلب ادا کرنا چاہتا تو وہ یون لکھتا کہ (کوشش کرنا چاہیئے) ہمارے وقت مین اکثر (کوشش کرنی) بھی زبان سے نکل جاتا تھا لیکن منشی امیر احمد صاحب مینائی سے معلوم ہوا کہ اب یہ محاورہ تمام فصحاے لکھنؤ نے ترک کر دیا ہے اب جو کہے گا وہ یہی کہے گا کہ (کوشش کرنا چاہیئے) منشی امیر احمد یہ بھی فرماتے ہین کہ کوئی صاحب جنکا نام **میان جلال ہی** اسوقت اساتذہ لکھنؤ مین شمار کیئے جاتے ہین اُنکے زیر اہتمام ایک رسالہ (دستور الفصحا) کے نام سے شائع ہوا ہے جسکے گیارھوین صفحے مین صاف الفاظ مین لکھا ہے کہ (درحالیکہ مفعول کسی فعل کا مؤنث ہو تو اس حالت مین جو بعض علامت مصدری یعنی نا کے الف کو یاے معروف سے بدلکر بولتے ہین جیسے بات کرنی چاہیے - جان دینی دشوار ہو گئی - راہ چلنی آسان نہین نیند آنی مشکل ہے -- یہ محاورہ خاص فصحاے دہلی یا متقدمین لکھنؤ کا ہے - فصحاے متاخرین لکھنؤ اسطرح نہین بولتے - **مفعول خواہ مؤنث ہو خواہ مذکر کسی حال مین یہ علامت مصدری کو تغیر نہین دیتے یعنی بات کرنا جان دینا راہ چلنا - نیند آنا ہی بولین گے - بات کرنی جان دینی - راہ چلنی - نیند آنی - نہ کہین گے**،

بندہ پرور ملاحظہ کیا آپ نے کہ فصحاے لکھنؤ کی زبان کا رنگ کیا ہے - اگر آپکو شرفاء لکھنؤ کی صحبت کا موقع نہین ملتا تو اس قسم کے رسالے ہی پڑھ لیا کیجیئے جو مبتدیوں کے لئے اصلاح زبان کی غرض سے شائع کیئے جاتے ہین - مانا کہ آپ کی (عمر عزیز) بہت گذر گئی ہی - اسوقت قدیمی اور خلقی طرز بیان کا ترک کرنا دشوار ہے لیکن آپکو کوشش کرنا چاہیئے -

فہمائش نمبر (۱۷) آپ تحریر فرماتے ہین - دہلی والے گلزار نسیم پر اعتراض کرتے ہین اور سمجھتے ہین کہ وہ اعتراض عام اہل لکھنؤ اور لکھنؤ کی مستند زبان پر ہے - اسیلئے ضرورت بھی ہے کہ عام پبلک پر ظاہر کر دیا جائے کہ گلزار نسیم مین اہل لکھنؤ کے نزدیک صدہا غلطیان

ہین) خیر یہ تو سب صحیح مگر یہ فرمائیے کہ (ضرورت) کے بعد بھی) کی کیا ضرورت ہے۔ اسقدر لکھنا کافی تھا کہ (اسلئے ضرورت ہے کہ الخ) مین دیکھتا ہون کہ آپ نثر مین تو اسقدر بھرتی کے الفاظ رکھدیتے ہین خدانخواستہ جب یاس تخلص سے کبھی نظم کہنے کا اتفاق ہوتا ہوگا تو قیامت ہی کرتے ہونگے - یہ تو زبان کے متعلق فہمائش تھی - میرا ایک سوال آپ سے اور ہے - وہ یہ کہ اگر آپ کا دعویٰ صحیح ہو تو مین آپکو خدا و رسول کا واسطہ دیکر کہتا ہون کہ مہربانی کرکے آپ یہ تحریر فرمائیے کہ کس لکھنؤ والے نے یہ لکھا ہے کہ گلزار نسیم مین صدہا زبان کی غلطیان ہین اور کس دلی والے نے گلزار نسیم پر اعتراض کیا ہے یون تو دلی والون نے اکثر لکھنؤ کی زبان پر اعتراض کیا ہے - مگر اُس دلی والے کا نام بتائیے جسنے محض گلزار نسیم پر اعتراض کیئے ہون اور وہ ایسے اعتراض ہون جو سوائے گلزار نسیم کے کسی اور لکھنؤ کے شاعر کے کلام پر عائد نہ ہوتے ہون منشی امیر احمد مینائی فرماتے ہین کہ شیخ ابراہیم ذوق کے قابل فخر شاگرد محمد حسین آزاد نے اپنی مشہور روزگار کتاب آبحیات مین گلزار نسیم کی تعریف کی ہے - اب آپ اُس دلی والے کا نام بتائیے جسنے اعتراض کیئے ہین - خیر کجا بود مرکب کجا تاختم - اب اصل مطلب سُنیئے -

فہمائش نمبر (۱۸) آپ فرماتے ہین کہ میرا مقصد اعتراض کرنا نہین ہے بلکہ صرف دو مقصد ہین) حضرت جو مطلب آپ ادا کرنا چاہتے ہین وہ اس فقرے سے نہین ادا ہوتا آپکو یہ لکھنا تھا (میرا مقصد محض اعتراض کرنا نہین ہی الخ) نسیم تو زبان پر حکومت نہین رکھتے مگر آپ ماشاء اللہ (آپ کی) (حکومت) خوب بڑھی ہوئی ہے کہ نثر مین اپنا مطلب نہین ادا کر سکتے -

فہمائش نمبر (۱۹) آپ تحریر فرماتے ہین کہ اب مین مثنوی کے اشعار نقل کرکے لوگونکے شبہات و اعتراضات پیش کیئے دیتا ہون) یہ آپ نے نہ تحریر فرمایا کہ

(لوگون) سے آپکی کیا مُراد ہے۔ باہر کے لوگون سے مُراد ہے یا کسی اور قسم کے (لوگونسی)
فہمائش نمبر (۲۰) آپ (پان کے بیڑے) والے اعتراض کے بارے مین فرماتے ہین کہ (مسٹر چکبست نے آتش کی جو اصلاح نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُستاد نے یہ دونون غلطیان نکال دی تھین مگر نسیم نے ...... اپنا ناقص مصرع قائم رکھا) سیاق کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ یہ مطلب ادا کرنا چاہتے ہین کہ اُستاد نے یہ دونون غلطیان دور کردی تھین لہذا آپکو یہ لکھنا چاہیئے تھا کہ اُستاد نے دونون غلطیان نکال ڈالی تھین) مگر آپکو اپنا خلقی طرز سخن یاد آگیا اسکا کیا علاج ہی (غلطی نکالنے) کے معنی تو اعتراض کرنے کے ہین ۔ غلطی نکال ڈالنا ۔ بیشک غلطی دور کرنے) کے معنون مین استعمال ہوتا ہے ۔ مین نسیم پر اعتراض نہین کر رہا تھا بلکہ انکی غلطیان دور کر رہا تھا۔ اس سلسلہ مین پھر آپسے پوچھونگا کہ جب مین نے (خود تفنن طبع) کے طور پر مثنوی کہی تھی تو پھر نسیم کیونکر اُسے اصلاح کے لیئے میرے پاس لائے۔

فہمائش نمبر (۲۱) آگے چل کے آپ لکھتے ہین کہ خیر انکی (نسیم کی) خوشی مگر خرابی یہ کہ ذمہ دار لکھنؤ قرار دیا جاتا ہے۔ کیون صاحب یہ محض (خرابی یہ) کے کیا معنی ہین۔ یہ کہانکی زبان ہے آپکو لکھنا تھا (مگر خرابی یہ ہے کہ الخ)

فہمائش نمبر (۲۲) ایک اعتراض سے متعلق آپ تحریر فرماتے ہین کہ ۔ قطع نظر اسکے پہلا مصرع بہت بھونڈا ہی (لھر) کی جگہ (لہر۔ یعنی ہاے متحرک کے ساتھ موزون کر دیا گیا ہے)

اُب آپ ہی انصاف سے فرمایئے کہ یہ پورا جملہ کسقدر بھونڈا ہے اور کتنے لفظ اسمین بے موقع اور بے محل استعمال ہوے ہین جس صورت پر اس جملے کے الفاظ ترتیب دیے گئے ہین اسکے مطابق مین لفظ (یعنی بالکل بے معنی نظر آتا ہے۔ اور ہاے متحرک کے ساتھ

بھی بالکل بے محل استعمال ہوا ہے دیکھئے اہل زبان اس خیال کو یون ادا کرین گے
قطع نظر اسکے کہ پہلا مصرع بہت بھونڈا ہی (لہر کی جگہ۔ لہر موزون کردیا گیا ہی یعنے
لہر) مین حرف ہا کو متحرک بنادیا ہے)
فہمائش نمبر (۲۳) اب ایک اور جگہ ملاحظہ ہو آپ فرماتے ہین کہ رعایت لفظی کے
الزام کو دور کرنے کے بعد بھی مسٹر چکبست نے تسلیم کرلیا ہے) اس موقع پر بھی آپ
اپنا مطلب ظاہر نکر سکے جو الزام دور کردیا گیا وہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے
آپ کو کہنا یہ چاہتے تھے کہ مسٹر چکبست نے رعایت لفظی کا الزام دور بھی کرنا چاہا ہے
لیکن ایک حد تک تسلیم بھی کرلیا ہے
فہمائش نمبر (۲۴) پھر آپ فرماتے ہین کہ اس رعایت کے شوق نے نسیم لکھنوی کے
کلام مین بہت سے بدنما عیوب ہی نہین پیدا کئے بلکہ بعض موقعون پر انھین ابتذال اور فحش
گوئی پر بھی آمادہ کردیا) بندہ نواز یہ لکھنؤ کی اُردو نہین ہے لسے پُرانے لوگ گڈا میر
اُردو کہتے تھے۔ لکھنؤ والا یہ مطلب ادا کرے گا تو یون کہے گا) کہ اس رعایت کے
شوق کی وجہ سے نسیم لکھنوی کے کلام مین بہت سے بدنما عیوب ہی نہین پیدا ہوگئے
ہین بلکہ بعض موقعون پر ابتذال اور فحش گوئی کی بھی نوبت آگئی ہے۔
فہمائش نمبر (۲۵) ایک موقع پر چند اعتراضات پیش کرنے کے قبل آپ فرماتے ہین۔ رعایت
نے کیا کیا خرابیان پیدا کی ہین۔ یہ محض لفظ (رعایت) آپ نے کس رعایت سے استعمال
کیا ہے۔ آپکا مطلب تو یہ ہے کہ رعایت لفظی کے شوق نے کیا کیا خرابیان پیدا کی ہین (محض
واللہ آپکا یہ اختصار قیامت کرتا ہے۔ اپنے نزدیک آپ گلزار نسیم کا جواب نثر مین
لکھ رہے تھے۔

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

(اودھ پنچ مطبوعہ ۲۴ - اگست ۱۹۰۵ء جلد ۲۹)

آتش کا خط شرر کے نام نمبر (۵)

(دلگداز ماہ اپریل ۱۹۰۵ء - گلزار نسیم)

فہمائش نمبر (۲۶) آپ فرماتے ہین (شاعر نے کسی مضمون کے ادا کرنیکی کوشش کی ہے - مگر **ضروری الفاظ** کے چھوڑ دینے سے مطلب خبط ہو گیا ہے (کیون صاحب الفاظ کے بعد کے کیا معنی رکھتا ہے - آپ یہ کہہ سکتے تھے - ضروری الفاظ چھوڑ دینے سے مطلب خبط ہو گیا ہے (غالباً یہ) (کے) بھی کو) کا بھائی ہے جبھی آپکو اس سے اسقدر اُنس ہے -

فہمائش نمبر (۲۷) آپ فرماتے ہین کہ جبتک کسی خاص نگین کو دکھاکے یہ نہ کہا جائے الخ اہل زبان یہ مطلب اسطرح ادا کرینگے جبتک کوئی خاص نگین دکھاکے یہ نہ کہا جائے -

فہمائش نمبر (۲۸) آپ لکھتے ہین کہ اسمین پری کی جگہ (پریان) چاہیئے جو نہایت ہی ذلیل قسم کی غلطی معلوم ہوتی ہے (کیون مولانا یہ جو) کی ضمیر کس رُخ پھرتی ہے اس جملہ کی ترتیب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ (جو) کی ضمیر اس پورے فقرے کی طرف پھرتی کہ (اسمین پری کی جگہ پریان چاہیئے) مگر اس سے آپکا مطلب خبط ہوا جاتا ہے - یعنی اس سے یہ معنی پیدا ہوتے ہین کہ آپکا یہ تحریر فرمانا کہ (پری کی جگہ پریان چاہیئے) نہایت ہی ذلیل قسم کی غلطی ہی - گو یہ بہت درست ہے کہ آپکا ایسا لکھنا نہایت ذلیل قسم کی غلطی ہے مگر آپکا مطلوب تو کچھ اور ہے - سُنیئے اگر پھر کبھی ایسا جملہ لکھنے کا اتفاق ہو تو یون لکھیئے گا اسمین پری کی جگہ پریان چاہیئے (محض پری) لکھنا نہایت ذلیل قسم کی غلطی ہے -

فہمائش نمبر (۲۹) آپ برہم ہو کر فرماتے ہین کہ (برہم ہو کی جگہ پر) (بیجا)

ہوا کہنا میرے خیال مین بہت مبتذل بازاری زبان ہے اور بازار بھی لکھنؤ نہین کہین اور کا - اس آخری فقرے کا اختصار غضب کا ہے خیر یہان بھی مختصراً یہ کہا جاتا ہے کہ اس فقرے کو یون لکھنا چاہیئے تھا کہ (بازار بھی لکھنؤ کا نہین کہین اور کا
فہمائش نمبر (۳۰) آپ کڑک کر فرماتے ہین مگر (دست پانا) قابو پانا کی جگہ ہرگز نہین جائز ہے - مسٹر محمود لکھتے ہین کہ اس مصرع کی زبان صاحب لوگون کے بیرا اور خانساماں کی زبان ہے بندہ پرور اگر سوبند لکھنوی بننے کا خیال ہے تو اس جملہ کو یون لکھنا چاہیئے - مگر دست پانا) قابو پانے کی جگہ یہ ہرگز جائز نہین ہے -
فہمائش نمبر (۳۱) آپ کے دماغ کے کوہ آتش فشان سے ایک مقام پر یہ مادہ خارج ہوا ہے کہ اُردو مین صرف مادی مشینون کی نسبت کل کا لفظ مستعمل ہے (یہ مادی مشین کیا بلا ہے - مسٹر محمود سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ (مشین) کا لفظ انگریزی زبان مین (کل) کے معنون مین استعمال ہوتا ہے آپ نے (مشین) کے قبل مادہ کس لیئے جمع کر دیا ہے - کیا آپ نے روحانی مشین بھی دیکھی ہے بندہ نواز اگر اس موقع پر صرف (مشین) کہتے تو زبان کا کونسا پرزا بگڑا جاتا تھا آپ کو انگریزی الفاظ کے ترجمے سے بہت اُنس ہے مگر اس موقع پر تو وہ یہ عیب انشا پردازی بھی آپکی پردہ پوشی نہین کرسکتا - کیونکہ انگریزی مین بقول سید محمود کے کوئی انگریز ہی ہے مگر بھونڈی —
(میٹریل مشین) نہ کہیگا - یہ آخر آپ نے کونسا کارخانہ کھولا ہے جسمین ایسی بندشین اور ترکیبین ڈھل کر نکلتی ہین غالباً دلگداز پریس کی طرح یہ بھی نسانی نگاہون سے پنہان ہے -
فہمائش نمبر (۳۲) آپ ایک مقام پر نہایت وحشت کے لہجہ مین فرماتے ہین تفنگ کے چلنے سے انسان کی چال کو کیا علاقہ مگر صرف اسوجہ سے کہ بندوق بھی

چلا کرتی ہے اسے موزون کر دیا (مین پوچھتا ہون کہ یہ (اُسی) کی ضمیر کس لفظ کی طرف پھرتی ہے۔ الفاظ کی ترتیب سے تو ظاہر ہے کہ (اُسے) بندوق کے لیے استعمال کیا گیا ہے لیکن یہ آپ کا مطلب نہین ہے بندہ نواز ایسی نحو وصرف کی جاہلانہ غلطیان کرنا شان مولویت کے خلاف ہے) دیکھیے اس آخری جملے کو یون لکھنا چاہیئے تھا مگر صرف اسوجہ سے کہ بندوق بھی چلا کرتی ہے ایسا موزون کر دیا گیا)

فہمائش نمبر (۳۳) ایک مقام پر آپکے شیشۂ فکر سے یون شراب سخن ٹپکتی ہے کہ اس کے معنے شاید یون کہے جائین کہ محل کے بنتے ہی جام شراب کا دور چلنے لگا) یہ جام شراب کا دور چلنا) خاص دیہات کی فصاحت ہے اگر اہل لکھنؤ اس خیال کو ادا کرینگے تو یا یہ کہین گے کہ (محل کے بنتے ہی جام چلنے لگا) یا یہ کہین گے کہ شراب کا دور چلنے لگا آپ کو شاید یہ شعر یاد نہین۔

ساقیا یان لگ رہا ہے چل چلاؤ ‏ ‏ جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

آپ کے نزدیک یہ کہنا چاہئے تھا۔ دور ساغر شراب چلے۔

فہمائش نمبر (۳۴) آپ کے شتر گربہ) سے بہت بھڑکتے ہین مگر آپ کے ذیل کے فقرے مین دونون ساتھ ساتھ بلبلا رہے ہین) آپ فرماتے ہین) اگر دخت رز کا آنا محمود کا آنا نہین تھا تو پھر حمالہ اس سے کیون ملی۔ کیونکہ وہ تو کشتی مین ہے اور ابھی نہین آئی ہے) اول تو تمام جملہ اوٹ کے کوہان کیطرح کا واقع ہوا ہے اسیر شتر گربہ) سے نجات پانا منظور ہے۔ تو اس جملے کو اسطرح لکھیے اگر دخت رز کا آنا محمود کا آنا نہین تھا تو پھر حمالہ اس سے کیونکر ملی کیونکہ وہ تو کشتی مین تھی اور اسوقت تک نہین آئی تھی)

فہمائش نمبر (۳۵) (اب اس سے بڑھ کر شرمناک) غلطی ملاحظہ ہو آپ تحریر فرماتے ہین کہ خبر کاولی تو چونکہ آدھی پتھر کی ہو گئی تھی اسلیئے گران ہوئی الخ) کیون صاحب یہ (تو چونکہ) کس جانور کا نام ہے۔ یہ تو شتر گربہ بھی نہین ہے یا (محض تو لکھیئے یا صرف

(چونکہ) لکھئے ۔ یہ دونون کا اجماع کیا معنی رکھتا ہے ۔ یہ تو وہی ہے کہ جیسے
(چون چونکہ) لکھئے (دیکھئے) اہل زبان اس جملے کو اگر لکھین گے تو یا اسطرح
لکھین گے کہ خیر بکاولی تو آدھی پتھر کی ہو گئی تھی الخ یا اسطرح کہ (خیر بکاولی چونکہ آدھی
پتھر کی ہو گئی تھی الخ)

فہمائش نمبر (۳۶) شترگربہ پر اعتراض کرتے ہوئے آپ فرماتے ہین کہ (افسوس معلوم
ہوتا ہے کہ اس نقصان نے کیسے اچھے شعر کو مٹا دیا ۔

علاوہ اسکے کہ اس جملے کے آخری فقرے مین حسب معمول آپ کے قدیم عنایت فرما
(حضرت کو) تشریف رکھتے ہین اس موقع پر (نقصان) کا استعمال میری سمجھ مین
نہ آیا ۔ آپ کا مطلب تو یہ ہے کہ اس نقص) نے کیسے اچھے شعر کو مٹا دیا اور لکھتے
ہین آپ (نقصان) کیا یہ آپ نے نقص کی جمع بنائی ہے یا کوئی نیا محاورہ
ایجاد کیا ہے آخر آپ کو بے موقع لفظ نقصان استعمال کرنے سے کیا فائدہ
ہوا اگر یہی حال ہے تو دعوائے زبان دانی (بے سود ہے) دیکھئے اہل زبان
یہ مطلب اسطرح ادا کرینگے (افسوس معلوم ہوتا ہے کہ اس نقص نے کیسا اچھا
شعر مٹا دیا)

خواجہ حیدر علی آتش (حال وارد

فردوس بریں)

(اودھ پنچ مطبوعہ ۳۱-اگست ۱۹۰۵ء جلد ۲۹)

آتش کا خط شرر کے نام نمبر (۶)

فہمائش نمبر (۳۷) آپ فرماتے ہین کہ (صاف ظاہر ہے کہ یہ پیغام کی جگہ اصل مین (انعام (کا لفظ ہوگا) افسوس کہ آپکو بھرتی کے الفاظ استعمال کرنے سے سیری ہی نہین ہوتی - آپ یہ کہہ سکتے تھے کہ صاف ظاہر ہے کہ (پیغام) کی جگہ (انعام ہوگا) یہ کا (لفظ) کی کیا ضرورت تھی اگر آپ (انعام) کو لفظ نہ بتلا دیتے تو کیا کوئی اسے جملہ خیال کرسکتا - یہ طوالت پسندی کی وجہ ہے کہ آپکو گلزارنسیم کا اختصار کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے -

فہمائش نمبر (۳۸) ایک شعر کی نسبت آپ فرماتے ہین کہ (ہمین - مین سمجھتا ہون دوستہ کی جگہ) دودستہ ہوگا یہ مین مین بھی کیا خوب ہے - جب کسی بزغفش کی گردن پر چھری پھیری جاتی ہے تو وہ ایسی ہی آواز نکالتا ہے - میرے شفیق ذوق کا مصرع ہے

ع تو کہے مین - مین کہون مین کی چھری گردن پر -

غالباً آپ نے اسی مصرع کا تتبع کیا ہے - دیکھیئے اک ذراسی اصلاح مین آپکا یہ جملہ درست ہوجاتا ہے - یون تحریر کرسکتے تھے کہ مین سمجھتا ہون کہ ہمین دوستہ کی جگہ دودستہ ہوگا جائے استادخالی است)

فہمائش نمبر (۳۹) آپ مادری لہجہ مین فرماتے ہین کہ اس اڈیشن مین جسقدر اہتمام سے شائع کیا گیا ہے ایسی فروگذاشتین ہرگز قابل معافی نہین - مگر خرابی تو یہ ہے کہ اصلاح درکنار (اس اڈیشن مین جہان کہین تصرف کیا گیا ہے اور کسی قسم کی تصحیح و اصلاح

کی کوشش کی گئی ہے وہان بجائے بنانے کے شعر غارت کر دیا گیا ہے)۔
جنابعالی آپ خود ہی انصاف کیجئے کہ اس جملہ کی ترکیب کسقدر کاواک واقع ہوئی ہے
اول تو دو جگہ (اس اڈیشن مین) استعمال کیا گیا ہے۔ یہ کتنا بھونڈا معلوم ہوتا ہے
دوسری مرتبہ (اس اڈیشن مین) بالکل بیکار ہے علاوہ برین پانچ سات لفظین
اور آپ نے بیموقع اور فضول استعمال کی ہین اب فرماتے ہین **مگر خرابی تو یہ ہے**
کہ اصلاح در کنار الخ) کیون صاحب یہان (مگر) کی کیا ضرورت ہی اور (مگر)
کی دُم مین جو یہ پانچ سات الفاظ بندھے ہوئے ہین انکی کیا ضرورت ہے کہانتک آپ کو سمجھایا
جائے قدم قدم پر ٹھوکر کھائی ہے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اصلاح دیکر آپکا مطلب ظاہر
کر دیا جائے۔ دیکھیے فصحائے لکھنؤ اس جملہ کو اسطرح ترتیب دینگے۔ اس اڈیشن مین
جو اس اہتمام سے شائع کیا گیا ایسی فروگذاشتین ہرگز قابل معافی نہین ہین — اور لطف
یہ ہے کہ جہان کہین اس قسم کی تصحیح یا اصلاح کی کوشش کیگئی ہی وہان بجائے بنانے کے
شعر غارت کر دیا گیا ہے) تعجب ہے کہ اس موقع پر آپ نے یہ نہ کہا کہ شعر کو غارت
کر دیا گیا ہے)

فہمائش نمبر (۴۰) آپ فرماتے ہین کہ مسٹر چک بست صاحب نے اس نئے
اڈیشن کو خود مصنف صاحب کے اصلی اڈیشن کے مطابق درست کر کے شائع کیا ہی)
مسٹر چک بست صاحب) کی ترکیب پر تو سید محمود صاحب بھی حسب معمول
اس جملے مین جلوہ افروز ہین۔ مگر سب پر طرّہ یہ جملہ ہے کہ مصنف صاحب کے اصلی
اڈیشن الخ) کیون حضرت (یہ مصنف صاحب کا اصلی اڈیشن) کیا شئے ہے) یا تو کہئے
کہ مصنف صاحب کا اڈیشن) یا یہ کہئے کہ (اصلی اڈیشن) دونون کے ایک ہی معنے
ہین کیا مصنف صاحب کا کوئی نقلی اڈیشن بھی تھا جسکے مقابل مین آپ مصنف صاحب کا
اصلی اڈیشن پیش کرتے ہین دیکھئے یہ جملہ اسطرح لکھنا چاہیئے کہ (چک بست صاحب نے

یہ نیا اندیشہ خود مصنف صاحب کے اندیشہ کے مطابق الخ ــ

فہمائش نمبر (۱۴) آپ فرماتے ہین مگر حالت یہ نظر آئی کہ جو غلطیان الخ) بندہ نواز یہ شرفاء لکھنؤ کی زبان نہین ہو ــ سید محمود صاحب فرماتے ہین کہ یہ (سبزاور خانسامان لوگون) کی زبان ہے ــ شرفاء لکھنؤ یون کہین گے کہ مگر یہ حالت نظر آئی ــ

فہمائش نمبر (۴۲) آپ فرماتے ہین کہ جو ٹنس پہلے مصرع مین ہے وہی دوسرے مین بھی رہنا چاہیئے) کیون مسٹر (یہ آپ ہی کی تقلید ہے) یہ (ٹنس) کیا بلا ہے سید محمود صاحب فرماتے ہین کہ فارسی مین اسکا مترادف لفظ ــ (زمانہ) موجود ہے ــ پھر آپ نے خواہ مخواہ انگریزی لفظ کیون استعمال کیا ــ کیا آپ سمجھتے ہین کہ موقع بموقع انگریزی الفاظ استعمال کرنے سے لوگ اس مغالطہ مین آجائینگے کہ آپ انگریزی زبان سے واقف ہین بندہ نواز آپکی انگریزی کی لیاقت کا پردہ تو سید محمود صاحب کے اعتراضات سے فاش ہو گیا ــ ایک نو آموز انگریزی دان بھی (مسٹر جیک بست صاحب) اور عام پبلک نہ کہے گا آپنے وہ مثل سُنی ہو کہ ایک کوّا مور کے پر کھونس کر مورون مین جا ملا تھا اسیطرح آپ اپنے مضامین مین انگریزی الفاظ کھونس کر ثابت کرنا چاہتے ہین کہ آپ کو انگریزی زبان سے بھی مس ہے ــ مگر جو اس کوّے کا حشر ہوا اس سے آپکو عبرت حاصل کرنی چاہیئے ــ

فہمائش نمبر (۴۳) ایک مقام پر آپ فرماتے ہین کہ جبتک کوئی اور حرف ربط نہ ملایا جائے مطلب ہی نہین نکل سکتا ــ کیون صاحب (مطلب) کے بعد (ہی) کی کیا ضرورت ہے ــ یہ تو (کو) سے بھی کوئی تعلق نہین رکھتا کہ آپکو اس سے اُنس ہو یون لکھنے مین کیا قباحت ہو کہ جبتک کوئی اور حرف ربط نہ ملایا جائے مطلب نہین نکل سکتا)

فہمائش نمبر (۴۴) آپ ایک مقام پر رقت کے ساتھ فرماتے ہین کہ جس سے اصل مصرع کی

فصاحت سے بے تکلفی و سادگی جاتی رہی ہے اس جگہ کی ترکیب میری سمجھ مین نہین آتی سید محمود کہتے ہین کہ انگریزی مین یہ قاعدہ ہے کہ جب دو چار برابر کے لفظ استعمال کیے جاتے ہین تو آخر مین حرف ربط (یعنی اینڈ) استعمال کرتے ہین اسی کا تتبع آپ نے اُردو مین کیا ہی کہ (فصاحت) کے بعد محض ایک خط کھینچ دیا ہے اور (بے تکلفی) کے بعد حرف عطف (یعنی و) ملا یا گیا ہے - انگریزی مین یہ ترکیب عام ہے مگر اُردو مین محض غلط ہے اُردو مین ایسے موقعون پر ہر لفظ کے بعد حرف ربط لانا واجب ہے - یعنی آپ کو اسطرح لکھنا چاہیئے تھا کہ (فصاحت و بے تکلفی و سادگی جاتی رہی) اگر آپ کو یا آپ کے قدر دانون کو اسمین عذر ہو تو نثر اُردو مین یا نظم مین ایسی ترکیب دکھادین جیسی کہ آپ کے جملہ کی ہے بندہ نواز انگریزی کی تقلید فضول ہے - انگریزی روش کی پیروی مین آپ اپنی چال بھی بھول جایئے گا - ہاے اس موقع پر مجھے اپنا شعر یاد آتا ہے ؎

کسی کی جب کوئی تقلید کرتا ہے مین روتا ہون　　ہنسا گل کیطرح غنچہ جہان اُسکا دہن بگڑا

فہمائش نمبر (۴۵) گلزار نسیم کا ایک مصرع ہے کہ ع **قسمت سے مفر ہوا ہے تا مان**
اسکے معنے آپ بتلاتے ہین کہ قسمت سے **بھاگ کے بھی کہین** پناہ نہین مل سکتی اور یہی اہل زبان کے محاورے **مین بھی ہی** اس فقرے مین دوجگہ آپنے (**بھی**) استعمال کیا ہے حالانکہ کوئی معنی نہین رکھتا اور اکثر (نوآموز شاعر) جب دیکھتے ہین کہ کسیطرح مصرع کی چول بیٹھے تو (**بھی**) لے آتے ہین خیر وہان تو اتنا اطمینان ہو جاتا ہے کہ (بھی) کی بدولت مصرع موزون ہوگیا لیکن آپکا (بھی) کا ناموزون استعمال گناہ بے لذت سے کم نہین -

فہمائش نمبر (۴۶) گلزار نسیم کا ایک شعر ہے -

چلیئے گا تو ساتھ ہین بلا عذر　　رہیئے گا تو بندگی مین کیا عذر

اس نئے اڈیشن مین یہ مصرع اسطرح چھپ گیا ہے ؎

رہیئے گا تو بندگی مین کیا عذر چلئیے گا تو ساتھ مین بلا عذر

جسکی آنکھون پر تعصب کے پردے نہ پڑ گئے ہونگے وہ دیکھ سکتا ہے کہ (ہین) مین صرف ہا کا شوشہ (ہ) مٹ گیا ہے اسوجہ سے (مین) پڑھا جاتا ہے مگر آپ مولوی ہوکر اور مسلمان ہوکر حضرت چکبست کو اس تصرف بیجا کا ملزم قرار دیتے ہین کہ اُنھون نے (ساتھ ہین کو ساتھ مین) بنادیا افسوس صد افسوس اڈیٹر اتحاد ہوکر ایسی نفاق پسند طبیعت رکھنا آپ ہی کا کام ہے۔ خیر اس قصے سے تو چندان مجھے مطلب نہین۔ مین آپکو یہ دکھانا چاہتا ہون کہ آپنے اس مہمل الزام کو الفاظ کا کیسا بھونڈا لباس پہنایا ہے آپ فرماتے ہین کہ (ساتھ مین نے اُس بے تکلفی کو خاک مین ملانے کے بعد شعر کو کیسا غارت کردیا) بندہ پرور یہ خیال اس سے بدتر الفاظ مین نہین ادا ہو سکتا تھا جیسا کہ مین پیشتر لکھ چکا ہون۔ لڈا میار دو اسی کا نام ہے دیکھیے یہ خیال اسطرح ادا کرنا چاہیئے تھا کہ (ساتھ مین) کی وجہ سے وہ بے تکلفی خاک مین مل گئی اور شعر غارت ہو گیا)

فہمائش نمبر (۴۷) گلزار نسیم کا شعر ہے۔

ایک ایک کی کر رہا تھا خواری چلتے تھے ادھر سے دو جواری

آپ فرماتے ہین کہ پہلے مصرع مین (جاتے تھے) کی جگہ (چلتے تھے) بنایا گیا ہے) خدا جانے کون فرشتہ آپ سے کہ گیا کہ اصل مثنوی مین (جاتے تھے) تھا اور حضرت چکبست نے (چلتے تھے) بنادیا نسیم خود مجھ سے کہتے تھے کہ اُنھون نے (چلتے تھے) نظم کیا ہے علاوہ برین (چلتے تھے) مین کیا قباحت ہے کہ آپ اسقدر گرم ہو کر فرماتے ہین ایسی اصلاحون سے مثنوی کو بہت بڑے اور گہرے زخم لگے ہین) ماشاءاللہ آپکو دعوے زباندانی بھی ہے۔ اسیلئے شاید آپکا یہ خیال ہو کہ جاتے تھے) کے بدلے (چلتے تھے) کہان کی زبان ہے۔ مگر یہ خیال آپکا صحیح نہین ہے

ہمارے وقت کی زبان تو درکنار آپ کے وقت کے شعرا نے بھی جاتے کے بدلے (چلتے) استعمال کیا ہے تو اب مرزا داغ میرے سامنے اسوقت بیٹھے ہین وہ اپنا شعر سنگر پیش کرتے ہین ؎

حسرتین لیگئے اس بزم سے چلنے والے ہاتھ ملتے ہی اُٹھے عطر کے ملنے والے

علاوہ برین نسیم کے شعر مین (چلتے تھے) ہی زیادہ فصیح ہے

فہمائش نمبر (۴۸) آپ فرماتے ہین کہ (گو انکے علاوہ اس مثنوی مین اور بھی بہت سے **شبہات ہین**) مگر اسیقدر **لغزشون کا** ظاہر کردینا مین کافی سمجھتا ہون) کیون حضرت کیا شبہہ) اور لغزش مترادف الفاظ ہین کہ آپ دونون کو ایک ہی معنون مین استعمال کرتے ہین (شبہہ) کے معنی تو یہ ہین کہ کسی شئے کی نسبت یقین کا درجہ نہ ہوا ہو اور (لغزش) کے معنی یہ ہین نہ تسلیم کرلیا گیا کہ کسی شئے مین عیب موجود ہی مگر آپنے دونون کو خلط ملط کردیا ہے - واہ مولوی صاحب وا -

فہمائش نمبر (۴۹) آپ فرماتے ہین کہ انکا جوش ممکن ہے کہ اُن شبہات کو میرے دل سے مٹادے) اب اس آخری (کو) کو بھی چھاتی پر تپھر رکھکر سلام کیجئے اور اپنے جملے کو یون ترتیب دیجئے - انکا جوش ممکن ہے کہ وہ شبہات میرے دل سے مٹا دے الخ) بندہ نواز یہ دوسرا مضمون بھی آپکا خاتمہ پر آگیا - سرسری نظر سے دیکھنے سے جو لغزشین دکھائی دین اُنکے متعلق آپکو فہمائش کردی گئی - اس سے آپکو یہ معلوم ہوگیا ہوگا کہ زبان دانی کتنی مشکل چیز ہے - نسیم نے تقریبًا پونے دو ہزار شعر کے مثنوی کہی ہے - اسمین آپ نے تینتالیس غلطیان بڑی کوشش سے نکالی ہین - حالانکہ آپکا ایک اعتراض بھی صحیح نہین ہے اور جو کچھ آپنے لکھا ہے - اس سے آپکی لاعلمی کا اظہار ہوتا ہی مگر آپ کے واسطے یہ امر قابل غور ہے کہ ان دو مضامین جنکا حجم ۱۶ صفحون سے زیادہ نہین ہی پچاس لغزشین موجود ہین افسوس افسوس باقی آیندہ ـــ خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

اودھ پنچ مطبوعہ ۷ ستمبر ۱۹۰۵ء جلد ۲۹-

جنّت کی ڈاک

آتش کا خط شرر کے نام نمبر (۷)

میاں شرر- مارچ اور اپریل کے دلگداز مین جو مضمون آپ نے گلزار نسیم کی شہرت پر خاک ڈالنے کی غرض سے شائع کیئے تھے اور غلبۂ ذکاوت سے نسیم کی زبان پر بھی اعتراض کئے تھے - اعتراض جس پایہ کے تھے انکی قلعی اچھی طرح کھُل گئی ہوگی - میرا صرف منشا یہ تھا کہ آپ پر یہ ظاہر کردون کہ آپ دو سطرین بھی صحیح نہین لکھ سکتے ہین چنانچہ آپ کے دو مضمونون مین جنکا ذکر ابھی کرچکا ہون اور جنکا حجم ۱۶ صفحے سے زیادہ نہین ہے پچاس غلطیان زبان اور محاورے کی موجود ہین -

سبحان اللہ انشا پردازی کا یہ رنگ اور زبان دانی کا یہ دعوی کہ تمام اساتذہ لکھنؤ کے مرشد بنکر آپ نے نسیم پر اعتراض شائع کرنے کی جرأت فرمائی ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند- مین تو یہی کہہ رہا تھا کہ افسوس اب لکھنؤ کی یہ حالت ہوگئی کہ وہان آپ کے ایسے انشا پرداز دعوے زباندانی کرین - لیکن کل ایک اور تازہ گل کھلا اعمال بر کے فرشتے جولائی ۱۹۰۵ء کا دلگداز اتفاقیہ میرے پاس لے آئے اُسمین بھی آپ نے - گلزار نسیم پر کچھ گلفشانی کی ہے اور تحسین اور ستائش کی ہڈیان بانٹنے کے بعد آپ یہ تحریر فرماتے ہین تکلف مین کیا ہے کہ وزیر - آتش - صبا - اور خلیل - وغیرہ کا جو دور تھا اسکے آخری شخص نسیم ہین)

بندہ نواز یہ آپ نے خوب کہی سید محمود فرماتے تھے کہ آپ تاریخی افسانہ لکھتے ہین مگر اس موقع پر تو آپ نے تاریخ کو افسانہ بنا دیا ہے۔ کیون حضرت اسی کا نام تحقیق ہے جن بزرگون نے آپکے کان مین یہ پھونک دیا تھا کہ گلزار نسیم مین نے تفنن طبع) کے طور پر کہی ہے اور اس مین نسیم کا بہت کم حصہ ہے انھون نے آپ سے یہ نفرمایا کہ رند و صبا وغیرہ کے دور کے نسیم آخری شخص تھے کہ اولین شخص تھے ابھی تو لکھنؤ مین میرے بہت سے شناسا اور دوست موجود ہین جو میرے مشاعرون مین شریک ہوا کرتے تھے اور جنکو میرے شاگردون کی کیفیت اچھی طرح سے معلوم ہے آپ نے انھین سے اس امر کی نسبت مشورہ کر لیا ہوتا کہ نسیم کا میرے شاگردون مین کیا پایہ تھا اور آیا وہ میرے شاگردون کے دور کے آخری شخص تھے مجھکو اچھی طرح یاد ہے کہ نسیم و خلیل و صبا ایک ہی سال مین میرے شاگرد ہوے اور ان سب کے بعد رند نے مجھکو غزل دکھانی شروع کی رند تو اسوقت میرے شاگرد ہوے ہین جبکہ گلزار نسیم تصنیف ہو چکی تھی اور اگر کوئی شخص میرے شاگردون کے دور کا آخری یادگار ہے تو وہ رند ہے گلزار نسیم ۱۲۵۴ ہجری مین تصنیف ہوئی ہے - جیسا کہ اسکی تاریخ تصنیف سے ظاہر ہے یعنی توقیع قبول روزبش باد — ۱۲۵۴ھ

اور ۱۲۵۸ھ مین رند میرے شاگرد ہوے ہین — رند پیشتر فیض آباد مین رہتے تھے اور میر خلیق کے شاگرد تھے میر خلیق کی شاگردگی کے زمانہ مین انکا تخلص وفا تھا جب فیض آباد مین بہو بیگم صاحبہ جنت نصیب ہوئین اور میر خلیق فرخ آباد چلے گئے تو یہ بھی لکھنؤ چلے آئے جسوقت یہ میرے شاگردون کے زمرے مین داخل ہوے تو ان کی عمر ۲۸ یا ۲۹ برس کی تھی میرے کہنے سے انھون نے تخلص بھی بدلا یعنی وفا سے اسم با مسمے رند بن گئے — نیز اپنا پچھلا کلام انھون نے دریا برد کر دیا - بالفعل جو کچھ غزلین وغیرہ ان سے یادگار ہین وہ میری ہی شاگردی کے زمانہ کی کہی ہوئی ہین —

سلہ اور دوم یہ ہے خواجہ صاحب نے جو کچھ محض حافظہ کی مدد سے تحریر فرمایا ہے اسکی تصدیق ان ڈیڑھ صفحے کے مضمون سے ہوتی ہے - جو کہ رند اپنے حالات زندگی کی نسبت اپنے دیوان اولین کے آخر مین لکھا ہے اور جو کہ ہر ایسے شخص کی نظر سے گذرتا رہتا ہے جسکو کہ شعر و سخن کا کچھ بھی مذاق ہے ۱۲

اس حالت مین اگر نسیم نے یہ کہا کہ ع تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی ۔
تو کیا غلط کہا ۔ تجھ پاس اور مجھ پاس کی ترکیب پر یہ سمجھکر حرف رکھنا کہ رند ۔ صبا وخلیل وغیرہ کے دور کے آخری شخص نسیم تھے لہذا وہ ایسا محاورہ نظم کرنے کے مجاز نہ تھے جوکہ رند وغیرہ نے ترک کر دیا تھا محض لاعلمی سے رند نے گلزار نسیم کے تصنیف ہونے کے چھ برس بعد جو غزل کہی ہے اسمین یہ شعر موجود ہے ؎

پھر یہ منھ لیکے آئے ہو مجھ پاس ۔۔۔ دور ہو سامنے سے نفرت ہے

اسیطرح سب اعتراضون کا جواب ہو سکتا ہے ۔ اس داستان کے سننے کے بعد آپ پر اور آپ کے دریدہ دہن پردہ پوش غیرہ پر ظاہر ہو گیا ہو گا کہ رند میرے شاگردونکے دور کے آخری شخص تھے نہ کہ نسیم ہان آپ کے تجربہ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ نسیم کا انتقال رند ۔ صبا وخلیل وغیرہ کے بعد ہوا ۔ یہ بھی سراسر غلط ہے ۔ جب دنیا سے میرا سفر ہوا اسوقت رند صبا خلیل وغیرہ سب موجود تھے ۔ مگر نسیم میرے سامنے اُٹھ گئے تھے ہاے وہ دن مجھے ابتک نہ بھولے گا جبکہ مین نے یہ خبر پائی کہ نسیم کو ہیضہ ہو گیا سب جانتے ہین کہ سوائے مشاعرے مین جانے کے مین کبھی اپنے بوریے سے نہین ہلتا تھا بڑے بڑے رئیسون اور امیرونکو یہ حسرت رہ گئی کہ مین انکے یہان جاؤن حتی کہ امجد علیشاہ مجھے بلایا کئے ۔ مگر مین نہ گیا اور یہ کہلا بھیجا کہ اگر وہ بادشاہ ہین تو مین بھی فقیری مین ملک سخن پر حکومت رکھتا ہون ۔ اگر انکو مجھ سے ملنے کی تمنا ہو تو میرے جھونپڑے تک آ جائین اور جسدن سے شیخ ناسخ مرے تھے اُسدن سے مین نے مشاعرونمین بھی جانا ترک کر دیا تھا ۔ لیکن جب نسیم کے دفعتہً بیمار ہو جانے کی خبر سُنی تو مین اسکے مکان پر گیا اور خود اسکے بازو پر امام ضامن باندھا اور صحت کے لیئے دعا کی مگر ۔

کسی طرح سے نہ ٹوٹا طلسم حسرت و یاس ۔۔۔ در قبول سے ٹکرا کے سر دعا ۔ الٹی

؎ اودھ پنچ حضرت چکبست بھی یہ سند پیش کر چکے ہین ۱۲ +

دوسرے روز یہ خبر سُنی کہ نسیم نے جنت کی راہ لی - اس روز تمام شعراے لکھنؤ مین ماتم تھا میرے اور میرے شاگردون کے علاوہ لکھنؤ کے تمام سربرآوردہ شعرا جنازہ کے ساتھ تھے اور کہتے تھے کہ یہ جوانمرگ شاعر اگر زندہ رہتا تو خدا جانے شاعری کو کیا معراج دیتا پھیر تو اک سکتے کا عالم طاری تھا اور کبھی کبھی بیساختہ زبان سے نسیم کی غزل کا یہ شعر نکل جاتا تھا ؎ کچھ سوچ مین ہو نسیم یونہو آنکھین تو ملاؤ دل کہان ہے

خیر کجا بود مرکب کجا تا ختم - اب تو آپ پر یہ روشن ہوگیا ہوگا کہ نسیم کا انتقال میرے سب شاگردون کے پیشتر ہوا ہے لہٰذا وہ میرے دور کے شاگردون کے اولین شخص تھے -

مین آپ سے کہتا ہون کہ جب آپ معمولی واقعات سے اسقدر بیخبر ہین کہ آپ کو یہ نہین معلوم کہ رند میرے شاگردون کے دور کے آخری شخص تھے کہ نسیم - تو پھر آپ تنقید و تحقیق پر قلم کیون اُٹھاتے ہین کیا دلگداز کے پڑھنے والے بالکل سادہ لوح ہین کہ وہ ایسے فقرون مین آجائین گے آپ اپنے تئین مولوی کہتے ہین اور اسلام کی عظمت کا راگ گاتے ہین آپ کے لئے ایسا دروغ مصلحت آمیز باعث شرم ہے - ابھی تو آپ شیخ ہین اگر غلہ ارزان ہوا تو امسال سید ہو جائیے گا - سید بنا ے قوم کو کہتے ہین کیا تب بھی آپ اسیطرح اُلٹے سیدھے تاریخی واقعات لکھکر لوگون کو گمراہ کیجئے گا - استغفراللہ استغفراللہ -

یہ سلسلہ تو یہان ختم ہوا اب مین پھر آپکو اُن لغزشون کی طرف متوجہ کرتا ہون جن سے کہ آپ کی تحریر ملو رہتی ہی پچاس فہمائشین تو لکھ چکا ہون - اب اس مضمون مین جسمین کہ آپ نے تاریخ ماضیہ کی اصلاح فرمائی ہے) جو جو غلطیان آپ کی ہین ان کی نسبت فہمائش ضروری ہے - اس بات سے مین بہت خوش ہون کہ پچھلی فہمائشونکا اثر آپ پر اتنا ضرور رہا کہ اس مضمون مین آپ نے بمقابلہ پیشتر کے کم غلطیان کی ہین

لیکن تاہم اب بھی بہت کچھ اصلاح کی ضرورت ہے اسی خیال سے چند فہمائشین (سلسلۂ قدیم قائم رکھتی ہوئی) درج ذیل ہین ---

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

اودھ پنچ مطبوعہ ۱۴ ستمبر سنہ ۱۹۰۵ء

جنّت کی ڈاک

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۸

(دیکھو دلگداز بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۰۵ء)

فہمائش نمبر (۵۱) آپ تحریر فرماتے ہین کہ بجائے اسکے کہ تہذیب شائستگی سے جواب دیا جاتا یا کوئی بھی قابل لحاظ جواب دیا جا سکتا تھا نہایت بے عنوانی اور بدتہذیبی سے بحث ہونے لگی ۔ کیون صاحب (یہ دیا جا سکتا) کا اس مقام پر کیا تک ہے آپکی یہی انشاپردازی جو کہ آپ کے قدردانون کو سکتے مین ڈالدیتی ہے ۔ دیکھئے آخری جملہ اسطرح لکھنا چاہیئے تھا کہ یا کوئی بھی قابل لحاظ دیا جاتا الخ ۔

فہمائش نمبر (۵۲) آپ فرماتے ہین جنھون نے ہماری تحریر کو غور و انصاف کی نظر سے دیکھا (یہ) (کو) تو طاعون کے کیڑے کیطرح آپ کی سرزمین انشاپردازی سے نکلنے کا نام ہی نہین لیتا خیر ہم بھی ٹوکنے سے باز نہین رہین گے ۔ اس جملہ کو یون ترتیب دینا تھا کہ (جنھون نے ہماری تحریر غور و انصاف کی نظر سے دیکھی)

فہمائش نمبر (۵۳) کسی اخبار کے اڈیٹر کی نسبت آپ فرماتے ہین کہ ہمارے خیال مین انکا فیصلہ کافی ہے اس لیئے کہ شاعری کی دنیا مین کسی اخبار کو وہ وقعت و استناد

نہین نصیب ہے جو اُنھین حاصل ہی) کیون مولانا آپ ہی ایمان سے فرمائیے کہ ایسا جملہ کسی کہنہ مشق انشا پرداز کے قلم سے نکلے گا یہ (اُنھین) کی ضمیر کسکی طرف پھرتی ہے۔ سیاق کلام سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ (اُنھین) سے آپکی مُراد اڈیٹر صاحب) ہین مگر صرف ونحو کے قاعدے سے اُنھین کی ضمیر (اخبار) کی طرف گردن اُٹھائے ہوئے ہے آپکا ما فی الضمیر کچھ ہے اور (اُنھین کی ضمیر) کچھ کہتی ہی دو مُلّا مین مرغی حرام اسی کا نام ہے یہ آپکا قصور نہین ہے جب کوئی شخص جھُوٹ بولتا ہے تو خدا زبان مین لکنت پیدا کر دیتا ہے پس وہ کہتا کچھ ہے اور زبان سے کچھ نکلتا ہے۔ چونکہ یہان آپ بجائے زبان کے بدلے قلم کو گناہگار کر رہے ہین۔ اسلیئے زبان قلم مین لکنت پیدا ہوگئی ہے آپ لکھتے کچھ ہین اور قلم سے کچھ نکلتا ہے خیر یہ رونا کہانتک رویا جائے آپ اُستادونکی اصلاح پر غور کیجئے۔ یا تو اس جملہ کو اسطرح لکھئے کہ شاعری کی دنیا مین کسی اخبار کو وہ وقعت و استناد نہین حاصل ہے (جو لکے اخبار کو حاصل ہے) یا اخبار کو ذہی سمجھ کے الگ کیجئے اور یون لکھئے کہ شاعری کی دنیا مین اور کسی کو وہ وقعت استناد نہین نصیب ہے جو کہ اُنھین حاصل ہے)

فہمائش نمبر (۴۵) آپ تحریر فرماتے ہین کہ **لیسے تصرفات**) اور ایسی لغزشین اگر اسی زمانے مین **جائز تھین**) تو ضرور تھا کہ لنکے **معاصرین** . . . . کے کلام مین بھی (**پائی جاتین**) اول تو یہ **تصرفات**) کے لئے (جائز نہین) بھی کیا خوب ثانیاً (**معاصرون**) نے واقعی نے تمام فقرے مین جان ڈالدی ہی فصاحت اسیکا نام ہی اور جدت تو **معاصرون**) کے صاد چشم سے اشک مذلت کیطرح ٹپکی پڑتی ہے۔ آپکو تو یہ دعوےٰ ہے کہ مین نئے الفاظ استعمال کرتا ہون۔ پھر آپ معمولی لفظ (معاصرین) کاہے کو استعمال کرتے۔ مگر پابندی وضع کے معنے یہ ہین کہ آج سے (**حاضرین**) کے بدلے **حاضرون**) اور (**سامعین**) کے بدلے (**سامعون**) اور **شائقین**) کے بدلے (**شائقون**) ہی استعمال کیا کیجئے۔

فہمائش نمبر (۵۵) آپ نہایت غیظ مین فرماتے ہین کہ پھر نسیم کو جو- ان غلطیون مین منفرد ہین معذور کیونکر رکھا جا سکتا ہے سبحان اللہ کیا اسلوب بیان ہو- یہ (کو جو) بھی تو چونکہ) سے کم نہین - بندہ نواز یہ خیال اسطرح ادا کرنا چاہئے تھا کہ (پھر نسیم) جو کہ ان غلطیون مین منفرد ہین کیونکر معذور رکھے جا سکتے ہین) مگر آپ کو تو (کو) جان سے زیادہ عزیز ہے عبارت کی شان بگڑ جائے مگر کو) ضرور آئے - جب آپ کوئی مضمون لکھنے بیٹھا کیجئے تو قبل مضمون شروع کرنے کے کسی کاغذ پر کو کو کو کو کو کو کو کو کو کو الخ دس مین مرتبہ لکھ لیا کیجئے تاکہ آپ کی تسکین ہو جائے مگر عبارت کمبخت کا تو خون نہونے پائے -

فہمائش نمبر (۵۶) آپ فرماتے ہین کہ معروض کیا) غلط ہے - عرض کیا چاہئے - اسمین محاورہ ہی نہین غلط ہے بلکہ نحو و صرف کی جاہلانہ غلطی ہے - کیون صاحب یہ اسمین کیا معنی رکھتا ہے - مین دیکھتا ہون کہ (کو) کی طرح کچھ (مین) سے بھی آپ کی اُلفت بڑھ چلی ہو خدا خیر کرے آپکو یہ لکھنا تھا کہ اس مقام پر محاورہ ہی نہین غلط ہے الخ -

(یہان پر خط جنتی مین کچھ لکھا تھا جو سمجھ مین نہ آیا) ـــ

فہمائش نمبر (۵۷) پھر آپ ٹھوکر کھاتے ہین یعنی آپ لکھتے ہین کہ یہ کلام بولنا شاید آجکل صاحب لوگون کے بنگلون کے آس پاس بیرا اور خانساماں لوگون کی زبان ہو) بندہ پرور ذرا زبان سنبھالکر بولئے یہ شرفا کا انداز گفتگو نہین خیر مجھکو اس سے زیادہ مطلب نہین مین آپ سے پہلے تو یہ پوچھتا ہون کہ محض آس پاس کے کیا معنی ہین جبتک آپ یہ نہ کہین کہ بنگلون کے آس پاس (رہنے والے الخ) اُسوقت تک تمام جملہ بے معنی رہے گا - آپ ہی ایمان سے فرمائیے کہ یہ بے معنی جملے لکھنا کہانکی شان فصاحت ہے ثانیاً مین آپسے پوچھتا ہون کہ نسیم کی شان مین تو آپ ایسے تہذیب سے خالی کلمے استعمال کرتے ہین اور اپنی زبان پر غور نہین کرتے کیون صاحب آپ (جو بیرا اور خانساماں لوگون) تحریر فرماتے ہین یہ تو (بیرا لوگ) (خانساماں لوگ) (مرد لوگ) (عورت لوگ) کسکی زبان ہے) کیا یہی اہل لکھنؤ کی

زبان ہی جسکے آپ سر پرست بنتے ہین لکھنؤ کا کنجڑا کبریا بھی بیرا لوگ) اور خانساماں لوگ)
اپنی زبان سے نہ کہے گا - یہ واقعی بیراؤن اور خانساماؤن کی زبان ہے -
فہمائش نمبر (۵۸) (کہئے تو) کے محاورے کے استعمال پر آپ حرف دھرتے ہین اور
اس مطلب کو اسطرح ادا کرتے ہین کہ آتش و ناسخ کے وقت سے یہ الفاظ متروک ہین ؎
کیون حضرت یہ (الفاظ) یہان کن معنون مین استعمال ہوے ہین - ظاہر ہے کہ (کہے
تو) دو لفظون سے مرکب ہے - (نہ کہے) کا استعمال آتش و ناسخ کے وقت سے متروک ہے -
نہ (تو) کا کہنا آپکو یہ چاہیئے تھا کہ آتش و ناسخ کے وقت سے یہ محاورہ متروک ہے مگر غلبۂ
ذکاوت سے کہہ گئے کہ یہ الفاظ متروک ہین ع ماشاء اللہ چشم بد دور -
فہمائش نمبر (۵۹) آپ فرماتے ہین کہ (ضد انس و جان) کی جگہ پر ضد انس و جانی)
جاہل کے سوا کسی پڑھے لکھے کی زبان سے نہ نکلے گا - یہ جہالت کی گفتگو تو آپ کو مبارک رہے
مین اسقدر عرض کرونگا کہ جگہ کے بعد پر) لانا محض پر کٹی اوڑانا ہے - محض اسقدر لکھنا کافی تھا
کہ ممکن نہین - کہ ضد انس و جان کی جگہ ضد انس و جانی کسی پڑھے لکھے کی زبان سے نکلے)
فہمائش نمبر (۶۰) افسوس آپ فرماتے ہین کہ خواب کردن فارسی کا محاورہ ہے اردو مین
سونے کے محل پر خواب کرنا - کہنا غلط ہے - تحقیقات کا یہ حال اور نسیم پر اعتراض جڑنے مین
آندھی - بندہ پرور میرا یہ شعر آپ نے شاید نہین دیکھا ؎

انتظار ملک الموت مین بیدار ہون مین بخت خفتہ کو میرے خواب گران کرنے دو

آپ نسیم پر کیا اعتراض کرتے ہین کہ میری زبان پر اعتراض کرتے ہین)
فہمائش نمبر (۶۱) آپ بدنما مسکراہٹ کے ساتھ فرماتے ہین کہ لیکن خیر اگر خلاف محاورہ
زبان اختیار کی تھی تو تذکیر و تانیث کا لحاظ رکھتے - کیون صاحب - یہ لیکن خیر کیا بلا ہے

؎ اودھ پنچ - خواجہ صاحب - مدت ہوئی حضرت جک بست آپکا یہ شعر اس اعتراض کی تردید مین پیش کر چکے ہین -
ہم نے سُنا ہے کہ اسکے جواب مین حضرت شرر لکھنے والے ہین کہ آتش کا کلام مستند نہین ہے ۱۲

اس مقام پر جو۔ لیکن) کے معنی ہین وہی خیر) کے ہین پھر یہ (لیکن لیکن اور خیر خیر) سے کیا مُراد ہے یہ بھی تو چونکر کا جواب ہے ۔ یا یون کہئیے کہ خیر اگر خلاف محاورہ زبان اختیار کی تھی الخ —— یا یون کہئیے کہ (لیکن اگر خلاف محاورہ زبان اختیار کی تھی الخ (لیکن خیر) تو کوئی چیز نہین —

فہمائش نمبر (۶۲) آپ فرماتے ہین کہ بکاولی کو قرار تو دیا نقش اور پھر اسکے ساتھ فرماتے ہین) (بائی) زبان[۱] کو یہ کسقدر ناگوار گذرتا ہے ۔ کیون صاحب آپ کیا زبان سے سُنتے ہین ؟ تو پھر یقینی طور پر آپ کان سے گفتگو کرتے ہونگے[۲] ۔ اہل لکھنؤ تو جب کسی ترکیب کی عدم فصاحت کا ذکر کرینگے تو یہ کہین گے کہ **کانون کو کسقدر ناگوار گذرتا ہے** مگر آپ کے انشا پردازی کا باوا آدم ہی نرالا ہے ——

فہمائش نمبر (۶۳) آپ فرماتے ہین کہ مطلب چاہے خبط ہو جائے کوئی مضائقہ نہین) بندہ نواز اہل لکھنؤ کہین گے کہ مطلب چاہے خبط ہو جائے **کچھ مضائقہ نہین** غالبًا (کوئی) آپ نے اس لیئے استعمال کیا کہ اس سے (کو) سے صوری تعلق[۳] ہے ۔ دیکھئیے بندہ پرور آپ کے ان تین صفحے کے مضمون مین بھی **۱۳ غلطیان موجود ہین** خوب آپ نے خانۂ سخن کو تین تیرہ کیا مین فہمائش کرتے کرتے تھک گیا۔ مگر آپ کی نیت غلطیون سے نہین سیر ہوتی ۔ اس موقع پر مجھے اپنا شعر یاد آتا ہے ؎

اثر کرتی نہین تعلیم تیرہ روزگارون کو　　ادھر ترچھے ہوے شانے کی وہ زلف ادھر سیدھی

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

---

[۱] اودھ پنچ حضرت چلک بست بھی اپنے دندان شکن ۔ مگر دلاویز لہجے مین اس نوکھی ترکیب پر اعتراض کر چکے ہین ۱۲

[۲] اودھ پنچ دیکھئیے یہ اعضا کا انقلاب کہانتک ترقی کرتا ہے ۱۲

[۳] اودھ پنچ بجاہے یہ (کو) کی مادہ ہے ۱۲

اودھ پنچ مطبوعہ ۲۸- ستمبر ۱۹۰۵ء

تیسری ڈاک

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۹

میان شرر - کل میری نظر سے اُردوے معلےٰ کا وہ پرچہ گذرا جسمین کہ آپ نے حضرت چک بست کے مضمون کے جواب مین جواب الجواب شائع کیا ہے اس مضمون کی دو تین باتین مجھے بہت پسند آئین اولاً یہ کہ اس مرتبہ آپ نے بہت کم غلطیان کی ہین (مثلاً کہین مسٹر چک بست صاحب) نہین لکھا ہے نہ) عام پبلک لکھا ہے بلکہ میری فہمائش کے مطابق آپ نے مسٹر چک بست لکھا ہے انگریزی الفاظ بھی بہت کم استعمال کیے ہین - اور بہت کم کیا معنی صرف ایک مقام پر (ایوریج) کا لفظ استعمال کیا ہے حالانکہ بقول سید محمود اس بد نما انگریزی لفظ کا مترادف لفظ اُردو مین (اوسط) موجود تھا خیر عادت چھوٹتے چھوٹتے چھوٹتی ہے یہ کیا کم ہے کہ آپ نے اپنی غلطیون کا اعتراف تو کیا - مین یہ دیکھ کر بھی بہت خوش ہوا کہ اس مضمون مین (کو) بھی بہت کم بے موقع استعمال ہوا ہے - شاباش سیطرح میری فہمائشون پر عمل کیجیے گا تو اچھے اُردو لکھنے والون مین آپکا بھی شمار ہونے لگے گا - حضرت داغ کہتے ہین کہ اس مضمون مین غلطیان کم ہونے کا ممکن ہے یہ سبب ہو کہ اُردوے معلےٰ کو جو صاحب ترتیب دیتے ہین اُنھون نے جا بجا اصلاح فرما دی ہو کیونکہ اُردوے معلےٰ اصلاح زبان مین خاص طور سے سرگرم ہے مگر مین یہ نہ کہونگا - آخر آپ انسان ہین - حیوان نہین - اگر نصیحت آپ پر کارگر ہوئی تو کوئی تعجب کی بات نہین ہے بزرگون کی نصیحت پر عمل کرنا عیب مین

نہین داخل ہے - ہان سب سے زیادہ مستحسن آپکا یہ فعل ہے کہ آپ نے اس مضمون مین صاف طور سے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ گلزار نسیم پنڈت دیا شنکر ہی کی تصنیف ہی کیونکہ آپ نے یہ لکھدیا ہو کہ اگر یہ راے (یعنے یہ راے کہ یہ مثنوی یا تو آتش کی لکھی ہوئی ہو یا یہ کہ آتش کی اصلاح کی بدولت یہ ایک قابل قدر مثنوی ہوگئی) بھی مسٹر چک بست کے خلاف ہے تو مین اسکے واپس لینے کو تیار ہون) یہ ضرور ہے کہ دنیا والے آپکو اس غلطی کے تسلیم کرنے پر بہت چھیڑینگے - کیونکہ آپ نے اپنے مارچ والے دلگداز مین اس دعوے کی تائید مین بہت کچھ خامہ فرسائی کی تھی کہ یہ مثنوی نسیم کی نہین ہے - اور اپنے بزرگون کا قدم بھی درمیان مین ڈالا تھا بیچارے منشی اشرف علی کی روح کو بھی بیقرار کیا تھا مگر دنیا والون سے آپ یہ کہہ سکتے ہین کہ مین چک بست کی خاطر سے ایسا لکھدیا ورنہ میرا دلی عقیدہ ابھی نہین بدلا ہے اور اصل بات تو یہ ہے کہ آپ یہ کرسکتی ہین کہ مین نے کرسی کی وضع نباہی وہان کے باشندے اکثر ایسی باتین کرتے ہین کہ (دباز آید پشیمانی) مجھکو اس موقع پر ایک روایت یاد آئی جو کہ خالی از دلچسپی نہین ہے -

نواب سعادت علیخان کے دربار مین کسی ظریف الطبع شخص نے کہا کہ کرسی کے لوگ سب احمق ہوتے ہین - اس موقع پر ایک کرسی کے بزرگ بھی موجود تھے وہ بہت گرم ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ جھوٹ کہتے ہین ہم اپنے بزرگون سے سنتے آئے ہین کہ کرسی کے لوگ بڑے عقلمند ہوتے ہین اور ایک صاحب جو کہ عقلمندونکے آخری دور کے یادگارون مین تھے وہ بھی کہتے تھے کہ کرسی کے لوگ بڑے عاقل ہوتے ہین جن صاحب نے یہ بحث چھیڑی تھی اُنھون نے اس دعوی کی تردید کی - آخر کار سعادت علیخان نے کہا کہ اچھا ہم اسبات کا امتحان کرینگے کہ کرسی کے لوگ آیا عقلمند ہوتے ہین کہ بیوقوف - چنانچہ ہفتہ عشرہ بعد نواب موصوف نے کرسی کا دورہ کیا کرسی کے اُمرا نے نواب کو بڑی دھوم دھام سے دعوت دی اور انواع اقسام کی چیزین تیار کین - مگر ایک اُستاد باورچی لکھنؤ سے بلائے گئے تھے اُسی کی زیر نگرانی کرسی کے باورچیون نے کھانا تیار کیا تھا جب نواب دعوت سے محظوظ ہوکر رخصت ہوے تو اُنھون نے دل مین کہا

کہ یہ لوگ تو بڑے سلیقے سے پیش آئے انکو احمق کہنا صحیح نہین ہے - مگر نواب نے ایک ہی منزل طے کی ہوگی کہ باورچی خانہ کے مہتمم صاحب جوکہ کرسی کے خاک پاک سے تعلق رکھتے تھے ایک مرتبہ ایک طاق کی طرف گئے اور اسمین سے ایک پڑیا اٹھاکر سر پیٹنے لگے - لوگون نے پوچھا - کیا ہے کیا کہنے لگے کہ یہ مصالحہ پلاؤ مین ڈالنے کے لئے رکھا گیا تھا مگر کمبخت باورچی یہ خاص مصالحہ ڈالنا بھول گئے - نواب کو پلاؤ ہرگز نہ پسند آیا ہوگا - افسوس ہماری محنت پر پانی پھر گیا - یہ سننا تھا کہ کرسی کے تمام بزرگ تاسف کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم لوگون کی قسمت ہی مین بیوقوف بننا لکھا ہے - مگر یہ بزم تاسف برپا تھی کہ مہتمم صاحب یکبار بول اٹھے کہ مار لیا ہے مار لیا ہے ! واللہ کیا سوجھی ہے - دیکھو تو اس حماقت کی تلافی کیسی خوبصورتی سے کرتا ہون - یہ کہکر وہ اٹھ کھڑے ہوے اور نواب سعادت علیخان جسطرف گئے تھے اسی طرف روانہ ہوے جب نواب کے خیمہ تک پہونچے تو حضور مین رسائی کی درخواست کی درخواست منظور ہوگئی اور مہتمم صاحب نواب کے روبرو حاضر ہوے اور کہنے لگے کہ خداوند نعمت اگر یہ مصالحہ کی پڑیا پھانک لیجئے تو ہمارے حال پر بڑے عنایت ہوگی کمبخت باورچی اسے پلاؤ مین ڈالنا بھول گیا - اب بھی پھانک لیجئے تو مزا آجائیگا کیونکہ کھانا ابھی ہضم نہوا ہوگا نواب یہ درخواست سنکر مسکرائے اور کہنے لگے کہ واقعی تمنے ثابت کردیا کہ کرسی کے لوگ کس قسم کے ہوتے ہین - اس روایت کے بیان کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ نے اپنا دعوی واپس لیا ہے تو چکبست صاحب اسے اعتراضات کے مصالحہ کی باقیماندہ پڑیا سمجھین اور اسکے قبول کرنے مین تکلف نکرین -

خواجہ حیدر علے آتش لکھنوی (وارد حال فردوس برین)

اودھ پنچ مطبوعہ ۲- نومبر ۱۹۰۵ء

جنت کی ڈاک

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۱

میان شرر کسی نے سچ کہا ہے - ع ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال
انسان سوچتا کچھ ہے ہوتا کچھ ہے اور انسان پر کیا موقوف ہے ہر مخلوق کا یہی حال ہے
شیطان علیہ اللعن کو دیکھو - جب اسنے حضرت آدمؑ کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا
تو اسکا خیال تھا کہ میرا کیا کوئی بنا سکتا ہے - اور اسکا خیال ایک معنی مین بیجا بھی نہ تھا کیونکہ تھوڑی
وقعت اسے اسوقت ضرور حاصل تھی - اسی عارضی وقعت کی بنا پر اُسنے یہ ارادہ کر لیا تھا
کہ گلزار بہشت کو پامال کر ڈالونگا - مگر فرخ معشوق کیطرح زمانہ کا رنگ بدلتا رہتا ہے - وہی
شیطان اک دم زدن مین مردود خلائق ہو گیا - نہ وہ وقعت رہی نہ وہ مرتبہ - بلکہ جتنے عیوب تھے
وہ طشت از بام ہو گئے - بالکل رنگ ہی بدل گیا - اور شیطان پر کیا موقوف ہے جو کوئی
اپنی حد سے بڑھکر بات کرتا ہے اُسے خدا ذلیل کرتا ہے جب کوئی ٹٹو ہی کسی گھاگر پر بڑھ کر
لات مارتا ہے تو مُنھ کی کھاتا ہے سوائے بھاگنے کے کچھ نہین بن پڑتا - اور جہان بھگا مشہور
ہوا وہان پھر مُنھ دکھلانے کے قابل نہین رہتا -

یہی کیفیت شیطان کی ہوئی اب کہین مُنھ دکھلانے کے قابل نہین رہا اس ذلت کے بعد
اگر اُس نے تہیّہ کر لیا ہے کہ مین خصائل حسنہ کی ہمیشہ بیخ کنی کیا کرونگا اور نیک نیت
اور انصاف پسند لوگون کے خلاف ہمیشہ شورش برپا کرتا رہونگا تو کیا بُرا کیا آخر غصہ بھی تو

کوئی چیز ہے - اور خصوصاً ذلت کے بعد جو غصّہ آتا ہے وہ بیڈھب ہوتا ہے - وہ جامہ سے باہر کردیتا ہے مجھکو اپنا شعر یاد آگیا ؎

خوشی سے اپنی رسوائی گوارا ہو نہین سکتی　　گریبان پھاڑتا ہے تنگ جب دیوانہ آتا ہے

غرضکہ اس عالم نیرنگ ساز کا یہی وتیرہ ہے کہ دل کے ارادے نہین پورے ہونے دیتا مجھکو وہ زمانہ یاد آتا ہے جبکہ تمنے بڑے زور کے ساتھ مارچ اور اپریل کے دلگداز مین گلزار نسیم پر اعتراضات شائع کئے تھے اور یہ لکھا تھا کہ گلزار نسیم مین صدہا غلطیان ہین اور ۳۷ — اعتراضات پیش بھی کئے تھے اور چونکہ اُس زمانہ تک لوگ تمھین کسیقدر وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے - لہذا تمھارے اعتراضات غور کی نگاہ سے دیکھے بھی گئے اور تمھارا بھی یہ خیال تھا کہ (ہمچومن دیگرے نیست) بھلا ان اعتراضات کی تردید مین کون قلم اُٹھا سکتا ہے - اور بہتونکا یہی خیال ہوگا - مگر تمپر بھی وہی مثل صادق آئی ع ما در چہ خیالیم فلک در چہ خیال اودھ پنچ نے تمھین ٹوکا - اور اودھ پنچ کیا معنی کل اساتذۂ لکھنؤ کو تمھاری یہ حرکت ناگوار گذری اور تمکو صلاح دیگئی کہ تم اپنا دعویٰ واپس لیلو - اور نہایت تہذیب کے ساتھ تمھین یہ صلاح دیگئی - مگر تمنے یہ صلاح نہ مانی اور اودھ پنچ کے اڈیٹر کو شہدا کہا حالانکہ جبتک اسقدر غصہ کی وجہ نہ تھی ہندوستانی کے نامور اڈیٹر بابو گنگا پرشاد صاحب ورما نے اس نازیبا حرکت پر تمھین سرزنش کی تو اُنکو بھی تم گالیان دینے لگے مگر یہی یکم اگست اتحاد مین (جسمین تمنے اڈیٹر اودھ پنچ کو شہدا کہا تھا) تمنے یہ اعلان بھی شائع کیا تھا کہ (نسیم کے گلزار پر ریویو کرنے کا سلسلہ جو دلگداز مین شروع کیا گیا ہے وہ برابر جاری رہیگا ابھی تو مثنوی پر ہمین بہت سے اعتراض کرنے ہین مگر اس سے فراغت حاصل کرکے ہم انکے دیوان پر ریویو شروع کرینگے) (اتحاد یکم اگست سنہ ۱۹۰۵ع صفحہ ۲) اور ایک حد تک اس اعلان کی پابندی بھی کی گئی -

کہ دلگداز مین اڈتیس یا بتیس اعتراضات شائع بھی کئے گئے - چنانچہ کل پچاس ساٹھ

اعتراضات شائع کیے گئے - مگر ایسی صدہا غلطیونکی تصدیق تو ناممکن ہے
کیونکہ اس شرط کے پورا کرنے کے لئے کم سے کم (دو تین سو) اعتراضات کی ضرورت ہے
مگر باوجود اس زبردست اعلان کے تم سمجھے دلگدازمین (جو کہ آخر اکتوبر مین شائع ہوا ہے)
لکھتے ہو کہ (دلگداز اپنے صفحات کو اس لغو بحث سے علحدہ کئے لیتا ہے
آیندہ وہ جدید اعتراضات نہ شائع کریگا) آخر اس وعدہ خلافی کے کیا معنے -
مرد تو اپنی بات کے لیے جان دے دیتے ہین - تم سے اعتراضات بھی گڑھے نہین جاتے
سنا ہے ایک کمہار تمہارا دوست ہے اسُی سے کچھ اعتراضات (بنوالو) اعتراضات بند کرنیکے
لئے تم یہ عذر پیش کرتے ہو کہ اب بحث کا رنگ لغو) ہو گیا ہے اسلئے تم اپنا دامن آلودگی
سے پاک رکھنا چاہتے ہو - مگر دیکھو تو یکم اگست کے اتحاد مین تم اس بحث کو (لغو) قرار
دے چکے ہو (کیونکہ اتحاد کے اسی نمبر مین تمنے اڈیٹر اودھ پنچ کو گالیان دی ہین)
اور اسی نمبر مین یہ اعلان بھی شائع کیا ہے کہ اعتراضات کا سلسلہ برابر جاری رہیگا - اس سے
ثابت ہوتا ہے - باوجود اس بحث کو لغو سمجھنے کے تمنے اعتراضات کا سلسلہ جاری رکھنا مناسب
سمجھا - پھر اب یہ عذر لنگ پیش کرنا چہ معنی دارد - مرزا ستم ظریف مجھ سے کہتے ہین کہ تم نے
شیطان کی صلاح کے مطابق جدید اعتراضات کا سلسلہ بند کیا ہے
اور غالباً صحیح وجہ بھی معلوم ہوتی ہے - مگر پچھتاؤ گے - شیطان نے تمہارے جد امجد کے
ساتھ جو سلوک کیا تھا وہی سلوک تمہارے ساتھ بھی کیا یعنی پیشتر شیطان ہی نے حضرت آدم کو
گیہون کا دانہ کھانے کی صلاح دی تھی - اور پھر شیطان ہی نے بہشت سے نکلوایا بھی
اسیطرح شیطان ہی نے تمھین انگلی دکھائی تھی کہ تمنے گلزار نسیم پر اعتراضات کیئے اور اب
اس مردود خلائق نے تمھین یہ صلاح دی کہ اعتراضات بند کردو - جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تم علمی
وقعت کے بہشت سے نکالے گئے اور سب کی نظرون مین ذلیل ہو گئے - اور جسطرح حضرت
آدم کے زوال کی داستان ابھی تک نہین فراموش ہوئی ہے اسیطرح تمہاری ذلت بھی دائمی ہو

تمنے ستمبر کے دلگداز مین یہ بھی لکھا ہے کہ جوابات مین حامیان مثنوی سے سولے لاطائل تاویلون جاہلانہ سخن پروریون اور شہدون کے ایسے گالی گلوج کے کچھ کرتے دھرتے نہین بن پڑا - مرد خدا ایکدن خدا کو مُنھ دکھانا ہے - آخر اس جھوٹ کی کوئی انتہا بھی ہے - چک بست کا جواب جو جولائی کے اُردوے معلےمین شایع ہوا تھا اس پر لاطائل تاویلون جاہلانہ سخن پروریون اور شہدون کی ایسی گالی گلوج کا الزام لگانا تمھارا ہی کام ہے —

چک بست کے مضمون کے علاوہ منشی احمد علی شوق کا مراسلہ اودھ پنچ مین شایع ہوا تھا اسمین نہایت تہذیب و متانت کے ساتھ تمھارے مہمل دعوون کی تردید کی گئی تھی - اردوے معلے کے اڈیٹر نے بھی تمھاری بے تکی ہانک کی اصلاح فرمائی ہے - آخر ان حضرات مین سے کسنے شہدپن کیا ہے جسکا شکوہ تم دلگداز مین کرتے ہو ناچ نہ آئے آنگن ٹیڑھا) تمھارے ہی لئے کہا گیا ہے بیشک بحث کی ابتدا سے تمھاری تائید مین جو مضامین نکلے ہین اُنمین جاہلانہ سخن پروری اور لاطائل تاویلونکو عموماً دخل ہے اور مضامین جو تمنے ایک صاحبزادے کے نام سے خود اپنی تعریف مین شایع کئے تھے اُنمین پورا (شہدپن) اور (شہدپن) بھی دیہات کا لکھنؤ کا نہین - اور مین دیکھتا ہون کہ اس بحث مین ایک مستند شخص بھی تمھارا حامی نہین ہے - تم اپنی تعریف اپنے منھ سے کیا کرو یہ اور بات ہے - شہدپن کا شکوہ تو محض ادائے معشوقانہ ہے - اصل بات یہ ہے کہ تم سمجھتے تھے کہ تمھارے اعتراضات کا کوئی جواب نہ دیگا تم تمام مسلمانون کو اپنا ایسا متعصب سمجھے تھے کہ وہ اس علمی مباحثے کو بھی مذہبی جھگڑے کی نظر سے دیکھین گے - اور ہندوونکی ہستی تو محض تم اسلئے ضروری سمجھتے ہو کہ اُن سے اتحاد کے چندہ کے پیرایہ مین روپیہ وصول کرو تمنے اپنی شرافت کے ثبوت مین یہ بھی لکھا ہے کہ جب کوئی بحث بازاری لوگون اور رعوام کالانعام مین پہونچ جاتا ہے تو پھر گرفت سے باہر ہوجاتا ہے اور سوا اسکے کہ شرفا ان بازاری شہدونکی

ہاتھ سے اپنا دامن جھٹک کے الگ ہو جائین - کوئی چارہ نہین بن پڑتا) دیکھو دنیکی سند نہین بھولے پن کی باتین کرتے ہو - تم ان بازاری شہدونکے ہاتھ سے اپنا دامن چھٹالو مگر اس دامن پر جو رسوائی کا داغ لگ گیا ہے اُسے کیونکر چھٹاوگے یہ دیہات کی کیچڑ کا دھبا نہین کہ دو چار روز مین چھٹ جائے بلا کسی شخص خاص کا نام ظاہر کیے ہوے تم نہایت بیکسی کے لہجہ مین لکھتے ہو کہ دھمکی دیجاتی ہے کہ وہ شخص لکھنؤ کا پاک شہدا ہے لہذا فحش گوئی مین اُسکی کوئی [illegible] نہین کرسکتا آخر وہ شخص کس سے مراد ہے - تم نے کسی کا نام تو لکھا نہین - لکھنؤ مین تو اکثر عصمت مآب بیویان اپنے جنت نصیب شوہر کا ذکر (وہ شخص) کہکر کرتے ہین - مگر ظاہر الضمیر تو یہ گمان ہو نہین سکتا - پھر یہ وہ شخص کون ہے - تمھاری تائید مین جو مہذب مضامین نکل رہے ہین اور ضمین (شہدین) نہین ہوتا انمین سے ایک کا ذکر خیر تم اسطرح کرتے ہو کہ فتنہ نے . . . ایک مختصر نوٹ لکھا ہے جنمین کہتے ہین کہ لکھنے والے صاحب کی ذہانت پر تعجب ہے کہ وہ (ب) سے بے عقل وغیرہ سمجھے مگر حرف باسے وہ باپ کو نہ پہچان سکے) اس جملے کے بعد نہایت جوش سے تم لکھتے ہو کہ کیون منشی ریاض احمد صاحب کو لوگ پہچانتے ہین یہ لکھ تو گئے مگر تم نے اس پہلو پر نہ غور کیا کہ اگر کوئی کہے کہ فتنہ کے مضمون نگار کی شکایت بیجا ہے آپنے تو خوب پہچان لیا) افسوس ہمین زبان سے کہنا نہین ہے -

راقم خواجہ حیدر علی آتش داز
فردوس بریں)

اودھ پنچ مطبوعہ ۹ - نومبر ۱۹۰۵ء

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۱۱

دیکھو دلگداز ستمبر ۱۹۰۵ء

تم نے لکھا ہے کہ جوابات مین حامیان مثنوی سے سوالاطائل تاویلون جاہلانہ سخن پروریون اور شہدون کے ایسے گالی گلوج کے کچھ کرتے دھرتے بن نہین پڑتا - لہذا اب دلگداز اپنے صفحات کو اس لغو بحث سے علیحدہ کیے لیتا ہے - آیندہ وہ جدید اعتراضات نہ کرے گا -

یہ تو خیر جھوٹ اور (بہانہ بسیار) مین سے ایک بہانہ ہے مگر اس دامن سمیٹنے کے بعد تم نے یہ کیا لکھا کہ اس کام کو (اعتراضات جڑنے کے کام کو) ان لائق و سخن فہم کاملان فن کے لیئے چھوڑے دیتا ہے جنھون نے اسے اپنے ذمہ لیا ہے - یہ خوشامدانہ فقرہ لکھ تو گئے مگر اس پہلو پر نہ غور کیا کہ تم تو اپنی شرافت کا ثبوت دینے کے لیئے اس (لغو بحث) سے الگ ہوئے جاتے ہو معنے صاف طور پر یہ ہوے کہ اب یہ بحث اس قابل نہین رہی کہ کوئی مرد شریف اسمین حصہ لے - مگر اپنے احباب یعنی لائق و سخن فہم کاملانِ فن کو یہ صلاح دیتے ہو کہ اس (لغو بحث) مین برابر حصہ لیتے رہین - جیسا کہ اگلی مضمون مین در پردہ خوشامد کے بعد تم گڑگڑا کر صاف الفاظ مین کہتے ہو کہ ہم دکن ریویو کے فاضل نامہ نگار پروفیسر نقاد - بی - اے - کی خدمت مین التماس کرتے ہین کہ وہ اپنی تنقید کا سلسلہ برابر جاری رکھین ؎

جسکے معنے یہ ہوے کہ اک تم تو شریف ہو اور باقی تمھارے لائق سخن فہم اور کاملان فن)

اسی قابل ہین کہ وہ اس (لغو بحث) کا سلسلہ جاری رکھین۔ آخر اسکا جواب تمھارے پاس کیا ہے جو وجہ تمھارے لئے کنارہ کشی کی ہوسکتی ہے۔ وہ انکے لئے بھی ہوسکتی ہے۔ اگر تمھین شرافت مانع ہے (تو اگر تم انکو شریف سمجھتے ہو) تو انکو بھی شرافت مانع ہوسکتی ہے۔ افسوس ہے تمھاری عمر عزیز کے چالیس سال گذر گئے مگر بات کرنے کا سلیقہ نہ آیا۔

خیر اس بحث سے کنارہ کشی کی وجہ تو اور ہی کچھ ہے اُسکو تو یا خدا جانتا ہے یا تمھارا دل جانتا ہے۔ اب رہی یہ شہدون کی ایسی (گالی گلوج) یہ ہمیشہ تمھارے اظہار شرافت) کے لیئے مانع ہوتی ہے (اور پردۂ عصمت) بھی تمھین اسیلئے بند کرنا پڑا کہ تمھاری پردہ دری کی کوشش سے جو اظہار شرافت ہوتا تھا اسکے خلاف) شہدون کی ایسی گالی گلوج) شروع ہوگئی۔ یا حضرت سکینہ کی شان مین جو تمنے گستاخانہ اور بیہودہ مضامین لکھے تھے اور جنکو پڑھ کر سچّے مسلمان کا خون اُبلنے لگتا ہوگا۔ ان مضامین کی تردید مین بھی تمھارے خیال کے مطابق شہدونکی ایسی گالی گلوج ہوتی اور اسکا اثر حیدرآباد مین عربون کے رسالے تک پہونچا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تم سمجھے کہ یہ (گالی گلوج) کوئی عملی صورت نہ اختیار کرے لہذا تم اپنی شرافت کے ٹٹو پر سوار ہوکر لکھنؤ چلے آئے۔ غرضکہ جو بات تم کہتے ہو اُسپر شہدونکی ایسی گالی گلوج ہونے لگتی ہے اور تم ٹھہرے مہذب اسلئے اس سے کنارہ کشی کرلیتے ہو اور بڑی بات تو یہ ہے کہ تمھارا اصول ہمیشہ (اتحاد) بلکہ . . . رہا ہے اسیلئے جہان نفاق کی شکل پیدا ہوئی اور تمنے شرافت کا بوریا بدھنا سنبھالا اور رفو چکر ہوئے۔ مگر تمھین لوگونکی خوشامد کرتے ہوے شرم نہین آتی۔ اس مضمون مین تم نے منشی ریاض احمد صاحب اور پروفیسر نقاد کی کتنی خوشامد کی کہ للّٰہ میری آبرو بچایئے) (یا پہلے اتحاد مین حافظ جلیل حسن صاحب کی خوشامد کرچکے ہو اور در پردہ جو خطوط تمنے بھیجے ہین اور اساتذہ لکھنؤ کے قدمون پر ٹوپی رکھی ہے اسکا حال تو اعمال بد کے فرشتون سے معلوم ہوتا رہتا ہے۔ جب تمنے اعتراض کیئے تھے تو کیا انھین لوگون کے برتے پر کیئے تھے جنکی آج اس بھونڈے طریقے سے خوشامد کر رہے ہو۔ ایسا کرنا اہل آبرو کی وضع کے

خلاف بھلا تمنے اودھ پنچ کو بھی کسی کی خوشامد کرتے سُنا یاد کھا ہمارے وقت مین اکثر جلیے فقیر یہ صدا لگایا کرتے تھے کہ مسافر ہین بیکس ہین لاوارث ہین یتیم ہین ہماری مدد کرنا ثواب مین داخل ہے (یہی کیفیت ایک حد تک تمھاری ہے کہ اس علمی مباحثہ کو مذہبی جھگڑا بناکر اپنی بیکسی جتاکر در بدر مدد کے خواہان ہوتے ہو۔

دیکھو کچھ کھو کے سیکھتا ہے۔ مگر تمکو کبھی عبرت نہ حاصل ہوئی۔ خیر اب بھی ہوش مین آؤ (سکینہ بنت حسینؑ) (اور پردۂ عصمت) والے مضامین لکھنے کی بدولت جو کچھ تمھاری ذلت ہوئی وہ بھی حیادار کے لئے اس امر کی محرک ہو سکتی تھی کہ گھربار چھوڑکر حج کو چلا جائے۔ لیکن اس ذلت کا نتیجہ صرف اسقدر ہوا کہ تمھین لوگ بے شرم اور متعصب سمجھنے لگے۔ اسکی تہ بڑے پھنسے ہو یعنی تمھاری شاعری اور زباندانی کا پردہ فاش ہوگیا۔ اور یہ پردہ کیا فاش ہوا کہ روزی کے ٹھیکرے مین ٹھیس لگی۔ تم کبتک گھر پھونک تماشا دیکھوگے۔ افسوس ہے کہ تمنے اپنی ہستی پر نہ غور کیا اور اپنی بساط سے بڑھ کر حملے شروع کردیے۔ اگر اپنے گوشۂ عافیت مین بیٹھے ہوے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ کیا کرتے تو کوئی تمسے مخاطب بھی نہوتا مزے سے بیابانی کے تکیے پر دنڑ پیلا کرتے۔ کُنج عزلت سے نکلنا تمھارے لیے قیامت ہوگیا۔ ہاے مجھے اپنی جوانی کا شعر یاد آگیا ؎

نکلکر کُنج عزلت سے نہ کر ہنگامہ افروزی — شرر یاقوت کا ہمسنگ ہی جبتک ہی پتھر مین

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

از اودھ پنچ مطبوعہ ۱۶ - نومبر ۱۹۰۵ء

آتش کا خط شرر کے نام نمبر ۱۲

دیکھو دلگداز ماہ ستمبر ۱۹۰۵ء

اب تمھارے اس آخری مضمون کے متعلق چند فہمائشین درج ہین۔ پیشتر کے دو تین مضامین مین جنکا حجم ۹ صفحون سے زیادہ نہ تھا ۶۳ لغزشین شمار کرا چکا ہون۔ اس مرتبہ جو ایک صفحہ دلگداز کا تمنے گلزار نسیم کے متعلق سیاہ کیا ہے اسکی لغزشین بھی قدیم فہمائشون کے سلسلے مین ظاہر کیئے دیتا ہون۔

فہمائش نمبر ۶۴ (اس مثنوی پر اعتراض کرنے اور اُسکی تنقید کرنے کا سلسلہ دلگداز نے چھیڑا تھا) اس جملہ میں اُسکی کا کیا تک ہے۔ اسکے معنی تو یہ ہوے کہ اعتراض کی (تنقید) بھی تم ہی کرتے تھے جو بقول ازلی (ب) تمھارا شریک ہے اس سے اس امر کے متعلق مشورہ کر لیتا۔

فہمائش نمبر ۶۵) جسکے ساتھ ہی اُردو کی لٹریری دنیا مین تحریک ہوگئی) تحریک تو ضرور ہوگئی مگر نزلہ تم ہی پر گرا۔ مگر یہ نہ سمجھے کہ محض تحریک ہوگئی) اس موقعے پر بے معنے ہے کہنا یہ چاہیئے تھا کہ (تحریک پیدا ہوگئی)

فہمائش نمبر ۶۶) لہذا اب دلگداز اپنے صفحات کو اس لغو بحث سے علحدہ کیے لیتا ہے)

واہ رے (کو) اسی کی بدولت لوگ تمھین (شرر اینڈ کو) کہنے لگے ہین۔

مین توصرف) (کو) سے واقف ہون ۔ مسٹر محمود (شرر اینڈ کو) کے فقرہ پر خوب قہقہے
لگاتے ہین اگر یہ لکھتے کہ اپنے صفحات اس لغو بحث سے الخ) تو مفت مین روشنائی بچتی
اور بیکار قلم نہ گھستا مگر تمھارا تو یہ اصول ہے کہ جان جاے مگر (کو) نہ جائے)
فہمائش نمبر ۶۷) بلکہ اس کام (کو) اُن لائق سخن فہم کاملان فن کے لیے چھوڑے
دیتا ہون)

اس مرتبہ حضرت (کو) کی شان نزول اور ہے مگر ہو (کو) اس (کو) کے کاف کی
کشش تمھین اپنی طرف اسی طرح کھینچتی ہو جیسے تنکے کو کہربا ۔ دیکھو یہ فقرہ یون لکھنا تھا
کہ (یہ کام اُن لائق و سخن فہم وغیرہ وغیرہ اب (کو) تمھارے اس فقرے سے اسطرح
اُڑ گیا ۔ جیسے گدھے کے سر سے سینگ ۔

فہمائش نمبر ۶۸) مگر سچ یہ ہے کہ جب کوئی مبحث بازاری لوگون مین . . . . پہونچ جاتا ہے
تو پھر گرفت سے باہر ہو جاتا ہے)

یہ فقرہ قابل گرفت ہے ۔ مبحث کا گرفت سے باہر ہونا چہ معنی دارد ۔ بیشک ایک
معنی اس جملے کے ہو سکتے ہین وہ یہ ہین کہ (وہ مبحث قابل گرفت نہین رہتا) مگر تمھارا
مطلب کچھ اور ہے وہ مطلب اُن الفاظ سے ادا نہین ہوتا (مبحث) کچھ کرسی کا ڈنڈا تو
ہو نہین کہ تمھاری گرفت مین رہے ۔ خدا جانے تم کس دُھن مین گرفتار ہو ۔ اور لکھتے کیا ہو
ذرا قلم پکڑنا سیکھو یہ ہر مقام پر تمھاری گرفت سے باہر ہوا جاتا ہے ۔

فہمائش نمبر ۶۹) بلکہ یہی دھمکی نہین دیجاتی ہے کہ وہ شخص لکھنؤ کا پاک شُہدا ہے ۔ لہٰذا
فحش گوئی گالیان بکنے اور تقالی مین اسکا کوئی مقابلہ نہین کرسکتا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دلگداز
اور دکن ریویو . . . . نے اپنی وضع کو نہین چھوڑا) یہ (بلکہ یہی نہین) کی خبر دوسرے
جملہ مین نکلنی چاہئے ۔ یہی ۔ یعنی یہ دھمکی ہی نہین دیجاتی بلکہ کچھ اور بھی کیا جاتا ہے ۔ مگر خبر
ندارد ہے ۔ اور دوسرا جملہ نتیجہ یہ ہوا سے شروع ہوتا ہے ۔ غرضکہ کل جملہ دیہات کی سڑک کی طرح

ناہموار ہے - اسی ٹرک پر تمہارا قلم بھٹیارے کے ٹٹو کی طرح چلا ہے - یہ حرف اسی کے نقش پا ہین جنکو تمھارے مُرید آنکھون سے لگاتے ہین - ہان یہ (وہ شخص) کس سے مُراد ہے؟ اتنا اطمینان تو ضرور ہے کہ شخص مذکور مولوی نہین ہین ورنہ پاک شہدے کے بدلے تم اسے شرعی شہدا لکھتے)

فہمائش نمبر ۷۰) دکن ریویو نے تو اپنی وضع (کو نہ چھوڑا) یہ بات وہ بات (کو) صاحب پھر موجود ہین - آخر یہ کیا بات ہے کہ (کو) تمھین اسقدر عزیز ہے - مین دیکھتا ہون کہ تمنے اپنی نثر مین (کو) جا بجا اس شدت کے ساتھ ٹھسایا ہے کہ ہر اک جگہ - کو کا بیلی کا بار معلوم ہوتا ہے - یہ کہنے مین کیا ہرج تھا کہ دکن ریویو نے اپنی وضع نہین چھوڑی -

فہمائش نمبر ۷۱) جنھون نے . . . خیرآباد والے کارٹونکو دیکھا ہوگا یہ آخری (کو) ہے - مگر ہے (کو) اچھا اب اسے یون بدلو (جنھون نے . . خیرآباد . . . والا کارٹون دیکھا ہوگا - تمھین ایمان سے کہو کہ اب یہ فقرہ کتنا چست ہوگیا - خیر یہ تو پُرانا رونا ہے - اب یہ دریافت کرنا ہے کہ آخر (کو) سے تمھین اُنس کیون ہے - بعض حضرات کہتے ہین کہ دیہات مین (کو) کا استعمال بہت ہوتا ہے - مثلاً کو آدت ہے کو جات ہے اسوجہ سے تمھاری زبان پر یہ اسقدر جاری ہے - مگر پھر خیال آتا ہے کہ اب تمام کے آگے مولوی لکھتے ہو تو شاید کسی اور پہلو سے تمھاری مولویانہ نگاہ مین (کو) کا حُسن سما گیا ہو - مولویانہ نگاہ سے دیکھئے تو (کو) نہ صوری حیثیت سے قابل عشق ہے نہ معنوی حیثیت سے - یعنی صرف و نحو کے لحاظ سے اور کو علامت مفعول ہے)

کیا اسکے کثرت استعمال سے تمھاری یہ مراد ہے کہ یہ علامت مفعول کے بدلے علامت شہر کہلائے صوری حیثیت سے (کو) عظیم اللہ خانی حقے کے نیچے سے مشابہ ہے - نیچے سے عشق ہوگا - تو نیچہ بندون کو تم کو اس سے کیا غرض - عظیم اللہ خان کی نسبت مشہور ہے کہ ذات کے نائی تھے - ممکن ہے تمھارے (معتبر نائی) (دنے) کو کی تہ سے

اس پہلو سے سفارش کی ہو - مگر کوئی وجہ معقول ابتک نہ سمجھ مین آئی - مگر یہ دیکھکر افسوس ہوا کہ اس صفحہ بھر کے مضمون مین یہی ساتھ لغزشین موجود ہین گویا اسوقت تک چوبیس صفحے گلزار نسیم کے متعلق تمنے د گلداز مین لکھے ہین اُن مین ۱۷ - لغزشین ہین افسوس صد افسوس

راقم خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی (حال وارد فردوس برین)

از اودھ پنچ مطبوعہ یکم فروری سنہ ۱۹۰۶ء

سال نو کا انوکھا خطاب

(از منشی سجاد حسین)

ہر سال مختلف حضرات کو مختلف خدمات کے صلہ مین مختلف خطابات ملتے رہتے ہین - کوئی اپنی علمی خدمات کی بدولت شمس العلما ہو جاتا ہے - کوئی پولٹیکل خدمات کے صلہ مین خان بہادر - سی - آئی - اے وغیرہ ہوجاتا ہے - مگر کیا افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے شرر صاحب جو کہ اپنے تئین ہر فن مین کامل اور ہر کمال مین مرد یکفن) لکھواتے ہین ابتک خطابات سے محروم رہے - اور کسی قسم کے اعزاز کا (طوق زرین) آپ کی کوتہ گردن مین نہ ڈالا گیا - اس کمی کے پورا کرنے کے لیئے اودھ پنچ کی سرکار سے شرر صاحب کو سال نو کی تہنیت مین ذیل کا اعزاز بخشا جاتا ہے - چونکہ آپ کے خدمات اور کمالات گوناگون ہین

لہذا ایک خطاب سے آپکی تسکین نہین ہوسکتی تھی اسی خیال سے متعدد پیرایون مین آپ کے سر پر اعزاز کا جوتا لا بجایا جاتا ہے - (الف) یہ کہ پہلی جنوری ۱۹۰۶ء سے آپکو ذیل کے خطابات عطا ہوے - فضلۃ العلما - فضیح الکرسی - ٹینی اینجر - خفاش الملک طبلہ نواز جنگ - نائٹ کمانڈر آف دی آرڈر آف - پردۂ عصمت - (ب) ثانیاً یہ کہ الیس ضرب گوز شتر آپکی سلامی لیگئی -

(۱) فضلۃ العلما - یہ خطاب آپکو اس غرض سے دیگیا ہے کہ باوجودیکہ آپ اپنے تئین عربی و فارسی کا عالم سمجھتے ہین - مگر آپکی لیاقت کا یہ حال ہے کہ آپ (قطرہ زن سیل) کی ترکیب کو غلط بتاتے ہین - آپ (قطرہ زن) سے قطرہ بار مراد لیتے ہین - اور آپ کو اسکی خبر نہین کہ فارسی مین (قطرہ زن شتابندہ کے معنون مین استعمال ہوتا ہے - عربی کی آپکی قابلیت جسقدر بڑھی ہوئی ہے اسکا ثبوت آپکے اس مضمون مین ملتا ہے جو کہ آپ نے (سکینہ بنت حسینؑ) کے عنوان سے لکھا تھا اور جسمین آپنے اُن عربی کی کتابون کی شہادت دی تھی - جنکی علما کی نگاہ مین کوئی وقعت نہین - تاریخ مین آپکو اس قدر دخل ہے کہ آپ یہ ثابت کر چکے ہین - کہ ہندوستان مین چین سے پردہ آیا اور مسلمانون نے ہندوؤنسے پردہ کی رسم سیکھی - حالانکہ انگریزی فارسی یا عربی وغیرہ کی کسی تاریخ سے اس امر کی شہادت نہین ملتی کہ ہندوستان مین چین سے پردہ آیا - نیز چین مین نہ کبھی پردہ کی رسم تھی نہ اب ہے - غرضکہ اسی قسم کے علمی خدمات کے صلہ مین آپکو فضلۃ العلماء کا خطاب دیا گیا

(۲) فصیح الکرسی - یہ خطاب آپکو اسلیئے دیا گیا کہ آپ فخر کرسی ہین اس سے تو آپ کو انکار ہے کہ آپ کرسی مین پیدا ہوے مگر آپ یہ اعلان شائع کرا چکے ہین کہ آپکا خاندان کرسی کا خاندان ہی - اور ابتک اپنی دہاتی وضع پر قائم ہے) بہرصورت کرسی کی خاک سے آپکا تعلق ثابت ہے - اور کرسی کی زبان پر جسقدر آپکو قدرت حاصل ہے اسکا ثبوت (بدر النسا کی مصیبت) (اور میوۂ قلم) کے مطالعہ سے مل سکتا ہے)

(۳) ٹینی النیچر یہ خطاب آپکو اس غرض سے دیا گیا ہے کہ آپ پست خیال اور پستہ قد ہین چنانچہ (ٹینی مرغی) کرسی کی گانٹھ گوبھی) دلگداز پریس کے شیخ وغیرہ کی پھبتیاں آپ پر عموماً ہوا کرتی ہین - اور اسمین ایک رعایت یہ بھی ہے - کہ آپ ہیر نیچر کے بھی کبھی مُرید بنجاتے ہین

(۴) خفاش الملک اس خطاب مین کئی رعایتین ہین اول یہ کہ جسطرح خفاش کو روز روشن سے وحشت ہوتی ہے اسیطرح آپ روشن خیال حضرات کے دشمن ہین - ثانیاً یہ کہ آپکا (اتحاد) بھی خفاشانہ ہے - تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کہتے ہین ایک مرتبہ چرندون اور پرندون مین لڑائی ہوئی دونون طرف سے خوب خوب معرکہ آرائیان ہوئین - چمگادڑ نے یہ ترکیب سوچی کہ جب چرندو نکی فتح ہو تو وہ اپنے تئین چرندون مین شامل کرے اور اپنے دانتون کو چرند ہونے کے ثبوت مین پیش کرے - اور جب پرندونکو فتح ہو تو اُن مین شامل ہو جائے اور اپنے پرونکو پرند ہونے کے ثبوت مین پیش کرے - یہی کیفیت شرر صاحب کی ہے ایک زمانہ وہ تھا کہ آپ نے منصور موہنا لکھکر اور ہندوونکو کا بیان دیکر مسلمانون مین جوش پیدا کرنا چاہا اور اپنے تعصب مذہب کو استواری ایمان کی شکل مین پیش کیا - ایک زمانہ پھر وہ آیا کہ آپ نے (سکینہ بنت حسینؑ) مہمل اور گستاخانہ مضمون لکھکر ایک خاص فرقہ مین اپنا وقار بڑھانا چاہا - اب جب آپنے دیکھا کہ آپکی اصل حقیقت بیباک ظاہر ہوگئی اور آپکے مذہبی جوش کا پردہ پردۂ عصمت کے ساتھ فاش ہوگیا - اور یہ دیکھا کہ دکن مین مولوی عزیز اللہ صاحب آپکے مربی) ہندو مسلمانونکا اتحاد کے حامی ہین تو آپ نے بھی روٹی کمانیکی غرض سے اتحاد نکالا اور ہندو مسلمانون شیعہ سنیونکے میل جول کی ظاہرا کوشش کرنے لگے - غرضکہ جسطرف ہوا کا رُخ دیکھا اُسطرف آپ بھی چنگاری کی طرح اُڑ گئے بس خفاش کی حکایت آپ پر صادق آتی ہے اور (خفاش الملک) آپ کا مناسب خطاب ہے (طبلہ نواز جنگ) چونکہ بابا نی کے تکیے کے آپ پشتینی رئیس ہین اور طبیعت بھی آپکی جنگجو واقع ہوئی ہے لہذا آپ (طبلہ نواز جنگ) آپکے لئے ایک موزون

خطاب ہے (نائٹ کمانڈر آف دی آرڈر آف پردۂ عصمت) کا خطاب آپکو اُن خدمات کے صلہ مین ملا ہے جو آپ پردہ دری کی کوشش مین بجالائے ہین ۔
(ب) اکیس ۲۱ ضرب گوزشتر کی سلامی اس غرض سے آپ کے لئے تجویز کی گئی ہے ۔ کہ آپ نے عرب کے متعلق بہت سے ناول لکھے ہین ۔

(مہر عدالت اودھ پنچ)

(از اودھ پنچ مطبوعہ ۹ ۔ نومبر ۱۹۰۵ء جلد ۲۹ نمبر ۴۵)

گلزار نسیم پر تازہ اعتراضات

(شترگرنہ رقم شاگرد شرر)

(منشی سجاد حسین صاحب)

جناب مستطاب بعد تسلیم بشد تعظیم گذارش ہے کہ سُنا آپ نے سُنا ۔ آجکل ایک بڑے شاعر غرّا اُستاد مسلّم الثبوت کے شاگرد اور شرکا نے نشیمن بوم شوم سے برساتی مینڈکون کی طرح شور شرمچانا شروع کیا ہے یہ شوخ و شنگ و شاہی کا شیرہ پیتے ہین اشتفار (کوشش و کاوش) کر رہے ہین کہ مجھے اندیشہ ہے اگر اسیطرح شور و تشغب رہا تو جسطرح مشہور شخص شیخ علی بخش کے اڈیشن کمیاب ہو گئے

کہین کوئی شاحب شکار شاہین شامت اعمال ہو جاوین - خیر تو ہے کہین شراب یا منشی ثربت تو نہین نوش کر گئے کہ اسقدر شین کے خرچ کرنے کا شوق پیدا ہوا -

آپ شہر مین رہکر شون کھینچے کہان پڑے رہتے ہین - آجکل تو جسکو دیکھئے شین کا استعمال کرتا ہے - کیونکہ آجکل شعر شاعری کا بڑا زور شور ہے - اور کیون نہو آتش ایسے باشان و شوکت اوستاد کے شاگرد رشید کشمیری پنڈت دیا شنکر نسیم کی مشہور شش جہت مثنوی کی شہرت کا ثیر دہاڑ رہا ہے جسکی آواز سنکر آجکل کے شغال شتر بے مہار کیطرح شحرا یا ریگستان یعنی ریگزار کیطرف بھاگے جاتے ہین - شرابیون کیطرح یہ کیا بے تکی ہانک لگانی شروع کردی -

ارے شاحب کش مین ہی اکیلا نہین جو اش شین کے مرض مین مبتلا ہون - انشاء اللہ خان نے بھی میان مشحفی کی ہجو مین شین کا بڑا خرچ کیا ہے - اب بتائیے اگر مینے شین کا خرچ زیادہ کیا تو کیا کشتی شریر کے زخم شکم پر آب شور چھڑکا شنئے اگر آپنے کبھی زیادہ شکایت کی تو مین نالش کرکے کشتی کو بعبور دریائے شور کی شزا دونگا - جسکا آپکو شان و گمان بھی نہوگا خوب یاد آیا شیخ کہنے پر تو آپ شالی ہوتے ہین - کیون شاحب یہ (شام اودھ) نولکشور پریش) گنگا پرشاد ورما پریش) کشمیری درپن) وغیرہ وغیرہ مین کیون شین شامل کیا گیا کوئی شبب تو ہے کہ جسکو دیکھو شین کی چاشنی شٹرتا ہے -

یہ بھی جانے دیجیے اب مجھکو تو کہتے ہین نسیم کو کش نہین کہتے اُنکی کل مثنوی شی شین کی بغرشون سے بھری پڑی ہے شنئے بیت

مہر لب شہ ہوئی خموش	کی نور بشر سے چشم پوشی
دی آنکھ جو شہ نے رونمائی	چشمک سے نہ بھائیونکو بھائی
لشکر کش و تاجدار تھا وہ	دشمن کش و شہریار تھا وہ

کہانتک تشطیر کرون اور شنئے - ہرچند کہ بادشاہ نے ٹالا + اُس ماہ کو شہر سے نکالا

ایسی ہزاروں لغزشیں نسیم میں ہیں جسکو دعویٰ ہو آپکا تو واب دے -
اخاہ تو آپنے گلزار نسیم پر یہ اعتراض کئے ہیں - تری ہاں اور کیا آپ سمجھے نہیں -
پنچ شاباش

(راقم شگرف رقم شاگرد شرر)

شریف کے جو مقابل رذیل ہوتے ہیں   وہی لڑائی میں اکثر ذلیل ہوتے ہیں

(اودھ پنچ مطبوعہ - ۹ - نومبر ۱۹۰۵ء جلد بست و نہم نمبر ۴۴)

شرر کی شاعری

مولانا اودھ پنچ

واللہ آپ کے نامہ نگار بھی عجب عالم بیخبری میں بسر کرتے ہیں جسکو دیکھئے وہ لکھ رہا ہے کہ مولانا شرر محض تخلص کے شاعر ہیں کوئی کہتا ہے کہ تخلص کا پیوند محض برائے وزن بیت ہے - یا تخلص کا کھڈنگا بیکار لٹکائے ہوئے ہیں یا تخلص کی پھریری کان میں بے فائدہ ٹھونسے ہوئے ہیں - یہ خدا کے بندے یہ نہ سمجھے کہ ع تا نباشد چیزکے مردم نہ گوید چیزہا -
ذرا سا گرگٹ موتا برسات میں اگتا ہی - اُسکا تو کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہی ہے پھر میاں عبدالحلیم جو بلکہ تخلص کلاہ موسیٰ کا

ع اودھ پنچ - یہ دیہات کا تلازمہ ہے ۱۲ -

باندھے ہوے اردو شاعری کے پیچھے گھوم رہے ہین تو اسکی کوئی وجہ ضرور ہوگی آپ جانتے ہین کہ بندہ درگاہ تو اللہ میان کے یہان سے فلسفی کا دماغ لیکے آئے ہین۔ اور ذرا فن تاریخ سے بھی شوق رکھتے ہین لہذا یہان فکر لاحق ہوئی کہ ناولسٹی کے دریاؤ کے دریتیم میان عبدالحلیم تخلص کی ماہیت دریافت کیجائے چنانچہ مین اس فکر مین غلطان پیچان رہا۔ تمام باوقعت گلدستی اور رسالے دیکھ ڈالے مگر کسی مین اس دریتیم کی شاعری کی آب وتاب نہ دکھائی دی ایک روز اتفاقیہ ردیون مین ایک پرچہ نکلیا جسپر گلدستہ سخن لکھا ہوا تھا یہ ایک گلدستہ کا نام ہے جو کہ لکھنؤ مین (اخبار تمنائی کے ساتھ شائع ہوتا تھا۔ غرضکہ اسی گلدستہ کے ایک پرچہ مین شرر کی ایک غزل نظر سے گذری جسکے شروع مین لکھا ہوا تھا غزل طبعزاد جناب ابونعیم محمد عبدالحلیم صاحب شرر۔ شرر کا نام دیکھنا تھا کہ باچھین کھل گئین اور دل مین یہ خیال گذرا کہ میان عبدالحلیم کا تخلص محض اقلیدس کا نقطہ نہین ہے۔ بلکہ یہ شرر۔ شراب سخن کی بھٹی سے نکلا ہے۔ اب غزل ملاحظہ ہو

بعد مدت کے لکھا یار نے لوگر کاغذ بھول آیا ہے وہین ہائے پیمبر کاغذ

پہلا حسن تو اس شعر کا یہ ہے کہ مصرع اولی اڑا نہین کہ یہ مصرع یاد آگیا ع۔ بعد مدت کے پھنسا ہے یہ پرانا چنڈول۔ علاوہ اسکے بندش الفاظ اور پاکیزگی زبان کا یہ عالم ہے تو سبحان اللہ خصوصًا (لوگر) ترکیب نے تو شعر مین جان ڈالدی۔ سفید کاغذ۔ سیاہ کاغذ۔ معین کاغذ۔ دبیز کاغذ آجتک سنا تھا یہ (لوگر کاغذ) شرر کے دماغ کی پیپرمل سے بنکر نکلا ہے۔ ہو نہو (لوگر) فرانسیسی زبان کا کوئی لفظ ہے جو بغیر فرانسیسی زبانکی ڈکشنری دیکھے ہوے سمجھ مین نہین آسکتا۔ اور سینے خط کے معنون مین کاغذ کا استعمال کسقدر مناسب یہ خاص لکھنؤ کی مستند زبان ہے۔ جسکا پتہ گلزار نسیم مین نہین ملتا۔ اتنا ہم کہین گے کہ اگر (کاغذ) کے بدلے (کاگد) کہا جائے تو شرر کی مادری زبان کا جلوہ نظر آجائے۔ نیز۔ پیامبر) اور قاصد) کے بدلے پیمبر کتنا فصاحت مین شرابور ہے۔ مولانا تو لغوی معنون پر مٹے ہوے ہین جسطرح (لہجہ) کے معنی صراح مین ڈہانکتے ہین اسیطرح (پیمبر) معنی لغت مین قاصد کے ہین۔

سب پر طرہ یہ ہے کہ دونون مصرعون مین ربط کسقدر ہے اگر ایک گندھی ہے تو دوسرا مولوی

دوسرا مطلع ملاحظہ ہو ؎

وصف تنگی دہن کا جو لکھا بر کاغذ ہو گیا غنچۂ وابستہ سمٹکر کاغذ

اول تو (تنگی) (دہن) مین (ی) کا زور ملاحظہ ہو بس کپی کی طرح لٹکی پڑتی ہے۔ اور (بر کاغذ) کی ترکیب تو (لوگر کاغذ) سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ آخر (بر کاغذ) کیا بلا ہے۔ مولوی صاحب نے تو غالبًا (بر) کے معنے (اوپر) کے لیے ہین جس سے کل مصرع کے معنی یون ادا کیے جاسکتے ہین کہ (وصف دہن کا جو لکھا اوپر کاغذ کے) مگر مولانا کی طبع بکر کا منشاء یہ ہو کہ (بر) مین حرف با پر بجائے) زبر) کے کوئی اور علامت رہے۔ لیکن قافیہ سے مجبور ہو گئے۔ چنانچہ تنگی دہن (غنچہ وابستہ) (اور سمٹ کر) کی رعایت بھی موجود ہے۔

واہ مولانا واہ (قابو پانے) کے بدلے) دست پانا) تو جاہلانہ غلطی ہو (اور بر کاغذ) عالمانہ خوش فعلی ہے۔

اور سمٹنے کاغذ کا سمٹکر غنچہ ہو جانا بھی کیا خوب شاید مولانا کا مطلب یہ ہو کہ کاغذ سمٹ کر گندھی کی کپی کی ڈانٹ بنگیا۔ تشبیہ تو اچھی ہے مگر اس خاص صورت کے علاوہ یہ کہنا کہ کاغذ سمٹکر غنچہ ہو گیا ویسا ہی ہے جیسا کوئی شخص کہے کہ پیپر پل سمٹ کے گولر کا درخت بنگئی۔ یا بیا بانی کا تکیہ سمٹ کے گھنٹا گھر بنگیا۔

ہان ایک رعایت اس شعر مین خوب ہے (یعنی کاغذ بھی ہے) اور بستہ بھی موجود ہے۔ مگر (بر کاغذ) کی ترکیب کا جواب ناممکن ہے۔ یہ خاص کرسی کے) بر اعظم) کی زبان ہو۔

تیسرا شعر ملاحظہ ہو ؎

دل پہ جو مشق دم تحریر کیا شوق نے کیا لکھا کچھ بھی نہین جسپر لکھا دن بھر کاغذ

دیکھیئے اس شعر مین (کاغذ) کسقدر ضروری ہے بس استاد کا مصرع یاد آجاتا ہے۔

ع ہے سیستان فارسی ہندی لبوڑا سانپ کا - دوسرے مصرع مین دونون جگہ لکھا کا الف) گندھی کی ٹانگ کیطرح کمزوری) کے مرض مین مبتلا ہے بس دبا جاتا ہے) (شوق کا جھرمت) بھی ملاحظہ طلب ہے - نیز آخر مین (کیا) کتنا فصیح معلوم ہوتا ہے - یہ نزاکتین (اور بندشین) نسیم مرحوم کے کلام مین آتش کی اصلاح سے بھی نہ پیدا ہو سکین یہ تو سب کچھ سُنا آخر اس کمبخت شعر کے معنے کیا ہین اگر موجودہ زمانہ مین مولانا نے یہ شعر کہا ہوتا تو ایک معنے پیدا بھی ہو سکتے تھے کہ حضرت شوق نے اودھ پنچ مین ایسا قول فیصل لکھا کہ شرر نے جو کچھ صفحے اعتراضات سے سیاہ کئے تھے وہ بے لکھے کے برابر ہو گئے - چوتھا شعر ملاحظہ ہو ؎

سر پہ سینہ پہ دل و دیدۂ تر پر کاغذ آپ دو بول ہمین لکھتے تو ہم رکھ لیتے

سبحان اللہ وبحمدہٖ ’’ہم رکھ لیتے) کتنا ظرف ظاہر کرتا ہے اور (بول لکھنا) تو خاص لکھنؤ کا سکہ ہے - نسیم نے (کلام بولنا) واقعی غلط نظم کیا ہے) (بول لکھنا) صحیح اس اصول کے مطابق (خط لکھنا) غلط ہے - خط بولنا صحیح ہے -

نیز ترکیب الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی مرتبہ آپ - سر پہ سینہ پہ دل و دیدۂ تر پر کاغذ رکھ لیجے) معلوم ہوتا ہے کہ آپکا معشوق گو کہ (دو بول) لکھتا ہے مگر پورے تاؤ پر لکھتا ہے کہ آپ اُسے ایک ہی مرتبہ آدھے دھڑ پر رکھ لیتے ہین غالبًا یہ (دو بول) بڑے جلی قلم سے لکھے جاتے ہونگے - پانچوان شعر ملاحظہ ہو ؎

نامہ بر قتل کئے نوچے کبوتر کے پر ع۵ اب بھلا بھیجین گے بولو تمھین کیونکر کاغذ

واللہ مولانا نے اپنے پنجۂ فکر سے کیا شاعری کو نوچا کھسوٹا ہے (بولو) دوسرے مصرع مین خواہ مخواہ ٹھنسا پڑتا ہے - اور (کاغذ) تو حسب معمول (خط) کے معنون مین اس شعر مین بھی استعمال ہوا ہے - نسیم کے اس مصرع پر (خاتم کے نگین نبائے ہوتے) تو شرر کا یہ اعتراض تھا کہ بغیر (انھون نے) کے مصرع ناقص ہے

ع۵ اودھ پنچ مگر دم چھوڑ دی کہ وہ بھی ٹوپی کے پھندے کے پردے مین نمایان ہے ۱۲ + + + + + + +

مگر اس شعر کے دوسرے مصرع مین یہ سوجھا کہ (بغیر ہم) کے مطلب خبط رہتا ہے -

چھٹا شعر ملاحظہ ہو ؎

دل نے پھر آیا تو پھر بھیجا پھرا پھر بھیجا
یون ہی کتنے دنون کھایا کیا جگر کاغذ

واللہ پہلے مصرع کے (پھر پھر) سے شعر پھرکی بنگیا جیسے دوسرے مصرع مین یہ ارشاد ہوتا ہے (کہ کھایا کیا جگر کاغذ) مگر اس (پھر ا پھر) سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ جس دماغ سے یہ شعر نکلا ہے وہ زمانہ کی اُلٹ پلٹ سے گھنچکر بنکر رہگیا ہے -

اس شعر مین ایک اور حُسن ہے کہ مصرع اولی موزون پڑھا نہین کہ (بھیجا) کا الف ٹوٹی زیرپائی کے تلے کی طرف سٹ سے نکل گیا) مقطع ملاحظہ ہو - ؎

خود شمر آؤ چلین بیٹھین در جانان پر
فائدہ کیا جو سیہ کرتے ہین لکھکر کاغذ

بسم اللہ کہین لکھنؤ سے تشریف تو نیجائیے - در جانان پر جائیے کہ کہین اور جائیے - یہان بیٹھکر تو اپنے نامۂ اعمال کا دفتر نہ سیاہ کیجئے - ناظرین او دھ پنچ شمر کی شاعری کا رنگ دیکھ چکے خدا کی عنایت سے ان چھ شعرون مین تمام معائب شاعری موجود ہین -

مولانا نے یہ اعلان شائع کیا ہے کہ گلزار نسیم مین جتنی غلطیان ہین اتنی کسی شاعر کے کلام مین نہ ملین گی - مولانا کا یہ دعوی صحیح ہو کہ نہو لیکن یہ ضرور صحیح ہو کہ جتنی غلطیان مولانا کے ان چھ شعرون مین ہین اتنی غلطیان کسی شاعر کے چھ سو اشعار مین بھی نہ ملین گی شاعر اور زباندانی کا یہ رنگ اور نسیم کی زبان پر اعتراض کرنے کے لئے یہ آندھی - بس جی چاہتا ہے کہ ایسے کو کانجی حاوس بھجوا دیجئے -

(راقم دندان شکن -)

لہ پنچ - اس شعر مین اور رعایت ہے (یعنی بھیجا) دماغ کے اندر ہوتا ہے اور (جگر) بھی موجود ہے اسی بھی دماغ سے تعلق ہے ۱۲ + + + + + +

اودھ پنچ مطبوعہ ۱۹ - اکتوبر - سنہ ۱۹۰۵ء

نکلا جو زمین پنچ کا خنجر غلاف سے
اُڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

بدر النسا اور اسکی مصیبت نمبر ا

کسی اُستاد کا مصرع ہے ع قضا آتی ہے چیونٹی کی جب اُسکے پر نکلتے ہین - یہی حالت آجکل شرر کی ہے ابھی کل کی بات ہے کہ حضرت کُرسی سے رینگتے رینگتے لکھنؤ پہونچے - یہان کچھ روز تک بیابانی کے تکئے کی خاک چھانی رفتہ رفتہ ایسے پر پُرزے نکالے کہ ناولسٹ ہوگئے مگر خیر یہ تھی کہ ابھی تک قبر کے مُردے اُکھاڑنے مین مصروف رہتے تھے اور عروس سخن کے لئے مبالغہ و تحریف کے کفن کھسوٹ کھسوٹ کے پشواز تیار کرتے رہتے تھے - غرضکہ ٹیان کوڑی کیطرح گوشۂ عافیت مین پڑے رہتے تھے - نہ انسے کوئی مخاطب ہوتا تھا نہ یہ کسی سے بھڑنے کی جرأت کرتے تھے مگر گذشتہ مئی مین گرمی کی شدت نے جہان اور اثر پیدا کئے وہان یہ تازہ گل کھلایا کہ شرر کے دماغ کی بھٹی کا ٹمپریچر بڑھا دیا پھر کیا تھا شراب سخن اُبلنے لگی ایسی اُبلی کہ آخر کار ٹوٹنے سے ٹپک پڑی اس شراب کا ٹپکنا تھا کہ چارون طرف تعصب کی بُو اڑی کرسی کی ہوا نے اس بُو کو دُور دُور پہونچایا حتّٰی کہ حضرت پنچ کے بھی آرام مین خلل پڑا ایکبار چونک پڑے

اب دیکھتے کیا ہین کہ مارے بو کے دماغ پریشان ہوا جاتا ہے گندھی کے یہان سے عطر منگا یا عطر ایسا ملا کہ مٹی کے تیل سے بدتر پھر پھریری پر غور کیا تو دیکھا کہ کسی چوہے کی داڑھی کے تنکے پر پنبہ مینا لپٹا ہوا ہے۔ اور پنبہ بھی کس مینا کا وہی شرر کی شراب سخن کے مینا کا پھر تو حضرت پنیج نے ایک لخلخہ تیار کیا اور گلزار نسیم کے پھولون سے ایک گلدستہ بنا کر سامنے رکھا۔ یہ لخلخہ عجب جادو کا لخلخہ تھا اور یہ گلدستہ عجب طلسمی گلدستہ تھا کہ اسکی بو باغ جنت تک پہونچی اور شرر کی شراب سخن سے جو تعصب کی بو چارون طرف پھیلی ہوئی تھی وہ کافور ہو گئی۔ شرر کی نجاست پسند طبیعت کو یہ بہت ناگوار گذرا اور کہنے لگے کہ اب آتش نفاق کی آنچ خوب تیز کرونگا اور دماغ کے دیگ بھبکے سے شراب فحش گوئی کے خم کے خم نکالکر سر بازار لنڈھاؤنگا اور ایسی تعصب کی بو اڑاؤنگا کہ نفاست پسند حضرات کو راستہ چلنا دشوار ہو جائے حضرت پنیج کے شاہانہ مزاج کو یہ ضد نہایت ناگوار گذری اور رنگین بیانیونکے ایسے چمن کھلائے کہ ہر ہفتہ پھولون کے ٹوکرے کے ٹوکرے اترنے لگے جنکی خوشبو سے دماغ معطر ہو گئے۔ مگر اسپر شرر کے دماغ کی گرمی کم نہوئی اور کہنے لگے کہ مین ایسی بولی بولونگا کہ ادھ پنیج کا ہرا بھرا چمن ویران ہو جائیگا یہ خبر بندۂ درگاہ کی کانون تک پہونچ گئی پھر کیا تھا حضرت پنیج کی قدیمی رفاقت کا خیال آگیا شمشیر آبدار میان سے نکل پڑی ہمت نے کہا پنیج کی تلوار کا لوہا بڑے بڑے مانے ہوئے ہین اسکی چمک سے حالی کی آنکھوں مین اب تک چکا چوند کا عالم ہے۔ سرشار بھی اسکی کاٹ کے قائل تھے۔ داغ اسی کا داغ دلپر لیگئے۔ پھر شرر کا کیا دم ہے۔ اک ذرا سی چنگاری کی ہستی کیا ہے۔ اسی تلوار کا پانی اسے بجھائیگا۔ ہمت پرواز کا تقاضہ ہوا کہ ہم بھی اپنی شمشیر سخن کے جوہر دکھائین پہلے تو خیال ہوا کہ شرر نے بہت عرب کے متعلق ناول لکھے ہین۔ ذرا انکی خوبیون کا پردہ فاش کردین۔ مگر عرب کے ناولونکو گوز شتر خیال کر کے چھوڑ دیا۔ شدہی تحریک کے اصول پر یہ دلمین آئی کہ شرر کا کوئی ایسا ناول چنا جائے جسمین ہندوستان کے متعلق شرر فشانی کی گئی ہو

یہ فکر ہوئی کہ ایسا ناول کہان سے ملے اسی فکر مین غرق تھا اور عالم خیال مین خدا جانے کیا تماشہ دیکھ رہا تھا کہ (بدر النسا) کی آواز آئی کہ للہ میری معیبت پر نظر ڈالیئے۔ یہ آواز آتے ہی کہ جھٹ آنکھ کھل گئی اور آنکھ کھلتے ہی کہا ع مجموعۂ خیال یہان فرد تھا باقی آیندہ۔

راقم در ہر جگرے ہست خراش سخن ما
الماس تراش است تراشش سخن ما

اودھ پنچ مطبوعہ ۲۶ - اکتوبر - ۱۹۰۵ء

نکلا جو زمین پنج کا خنجر غلاف سے
اُڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

(بدر النسا اور اسکی مصیبت)

نمبر ۲

بدر النسا۔ یعنی بدر اور النسا - یعنی وہ بدر جس مین (نسائیت) کا مادہ موجود ہے یہ تو بدر النسا کی تشریح ہے - اب اور اسکی (مصیبت) کے کیا معنی - (مصیبت) تو خیر اعمال بد کا نتیجہ ہے - بیچارے (اور) نے کیا گناہ کیا ہے کہ وہ بھی بدر النسا کی مصیبت مین گرفتار ار دو کی تو یہ ترکیب نہین فارسی کی یہ ترکیب نہین - ہو نہو فرانسیسی ڈکشنری کے

دسترخوان سے یہ ریزہ چنا گیا ہے (بدر النسا اور اُنکی مصیبت) چہ خوش! یہ وہی مثل ہوئی کہ جیسے کوئی کہے کرسی اور اُسکے احمق) آخر اس (اور) کی علت غائی کیا ہے یہ تو حضرت عبدالحلیم کے تخلص کیطرح بالکل بیکار ہے (خیر) اور پر غور کرنا فضول ہے۔

اب (بدر النسا) کی وقت پیدا کرنے والی داستان ملاحظہ ہو یہ تو مصیبت کی داستان مگر شرر نے واقعات کا تانا بانا اسطرح کھتیایا ہے کہ جسکے دیکھنے سے بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ یہ تو غالبًا ناظرین او دھ پنچ کو معلوم ہو گا کہ حضرت عبدالحلیم شرر نے یہ (مصیبت) اُس زمانہ مین آپنے سر لی تھی جس زمانہ مین کہ آپ اپنے تیشۂ قلم کے زور سے پردہ کی دیوار گرا رہے تھے اس خلاف قدرت قصے کے لکھنے سے آپ کی مراد یہ تھی کہ پردے کی خرابیان (عام پبلک) پر ظاہر ہو جائین مگر جہالت کی تاریکی مین سوجھی دور کی جسطرح اونٹ ہمیشہ بغداد کی طرف بھاگتا ہی اسیطرح اس قصہ کے ترکیب دینے کے وقت آپ کی لینہ پسند طبیعت کا شتر بے مہار حیدرآباد کیطرف بھاگا چنانچہ اس قصہ کا ماحصل یہ قرار دیا گیا کہ ایک صاحب (شوکت حسین) اپنی بہو کو لیئے ہوے حیدرآباد سے آرہے تھے۔ آٹارسی کے اسٹیشن پر ایک دوسرے بزرگ انکو ملے جو اپنی بھاوج کو ساتھ لا رہے تھے کانپور تک دونون نے ساتھ سفر کیا کانپور سے ایک صاحب فرخ آباد چلے گئے۔ دوسرے صاحب لکھنؤ چلے آئے۔ مگر کانپور کے اسٹیشن پر ایسا بھیڑ ہوا کہ حیدرآباد سے جو صاحب آرہے تھے انکی بہو کی ڈولی ان صاحب کی بھاوج کی ڈولی سے بدل گئی جو کہ آٹارسی سے ساتھ ہو لیئے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ جس ڈولی کی سواری کو لکھنؤ کی گاڑی پر سوار ہونا تھا وہ فرخ آباد کی گاڑی پر سوار ہو گئی اور فرخ آباد والی سواری لکھنؤ کی گاڑی پر سوار ہو گئی (بدر النسا اُس حرمان نصیب کا نام ہے جو حیدرآباد سے آرہی تھی اور لکھنؤ جا رہی تھی۔ مگر غلطی سے فرخ آباد[1] پہونچ گئی) اس سے حضرت عبدالحلیم شرر یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ پردہ بڑی خراب چیز ہے۔ اور اپنی منطق یون سمجھاتے ہین کہ اگر پردہ

[1] پنچ۔ غلطی سے بین کیا ہو۔ بدایون فرخ آباد ہی کے ضلع مین ہو۔ پھر جہان کی مٹی تھی وہان پہونچ گئی ۱۲

نہوتا تو ڈولی نہوتی اور اگر ڈولی نہوتی تو بدر النسا پیدل ہوتی اور پیدل ہوتی تو اسکی کوئی پہچان ہوتی اور پہچان ہوتی تو وہ اسطرح گمراہ نہوتی یعنی جو صاحب اسے حیدرآباد سے لارہے تھے وہ اسکو لکھنؤ کی گاڑی مین بٹھلاتے - مگر ہم اس قصہ سے دوسرا نتیجہ نکالتے ہین یعنی ریل کا سفر بری خراب چیز ہے اب اسکا منطقی پہلو ملاحظہ ہو یعنی ریل گاڑی نہوتی تو اسٹیشن نہوتا تو بھیڑ بھڑکا نہوتا - بھیڑ بھڑکا نہ ہوتا تو ڈولی نہ بدلتی اور بدر النسا بیچاری پر مصیبت نہ پڑتی - شاہی مین کوئی اسطرح گمراہ نہین ہوسکتا تھا انھین باتون کے لیئے تو شاہی کو روتے ہین -

یہ تو عام منطق ہے اگر اسی منطق نے ترقی کی تو ایک روز مصنف کے دماغ مین انجن گھس جائیگا - اب خاص واقعات ملاحظہ ہون - بدر النسا کے سسرے شوکت حسین جو کہ اسے حیدرآباد سے لارہے تھے سکنڈ کلاس مین بیٹھے تھے مگر کوئی خدمتگار ساتھ نہ تھا ہر گھر سے ایک ماما لیگئے تھے کہ نئی نویلی دلھن (بدر النسا) کے ساتھ زنانی گاڑی مین بیٹھی - بدر النسا کے باپ ایک چلتے حیدرآباد مین اول درجہ کے وکیل تھے اور ایسے مالدار تھے کہ کرایہ کے لیئے ساٹھ روپیہ مہینے کا بنگلہ ٹھہرایا تھا مگر انھون نے بھی حضرت شرر کی خاطر سے لڑکی کے ساتھ ایک ماما تک نکی بلکہ صدقے کی کبوتری کیطرح بدر النسا کو اکیلا چھوڑ دیا

کیا شریفون کی بہو بیٹیان اسیطرح سفر کرتی ہین ؟ اور خصوصاً نکاح کے بعد حیدرآباد سے لکھنؤ تک سہیا سسرے کے ساتھ روانہ کردیجاتی ہین - حضرت شرر کو تو دیہات کا خیال دماغ مین سمایا ہوا ہے کہ باڑی سے کرسی یا کرسی سے ہوے جب گنوار اپنی بہو یا بھاوج کو لینے جاتے ہین تو لٹیا ڈوری لیکے جاتے ہین اور عورتون کو تنہا لیکر چلے آتے ہین افسوس ہے تو صرف اسقدر کہ اگر حضرت شرر ایسے خلاف قدرت واقعات نہ لکھتے تو بیچاری بدر النسا پر ایسی مصیبت نہ پڑتی یعنی اگر ایک ماما یا چھوچھو اسکے ساتھ ہوتی تو ڈولی نہ بدلنے دیتی -

علاوہ برین اس کل رقت خیز داستان سے صرف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ڈولی کی سواری خراب چیز ہے پردہ سے اس سے کوئی تعلق نہین پردہ تو برقعے سے ہوسکتا ہے اور برقع

اوڑھنے کی وجہ سے ایسی مُصیبتین نہین پیش آسکتین ہین مگر حضرت شرر کو ان باتون سے کیا مطلب اُنکو تو غریب بدر النسا کو جھنڈے پر چڑھانا منظور تھا اصل داستان کی تو یہ کیفیت ہے۔ علاوہ اسکے مختلف واقعات ایک دوسرے کے متضاد درج ہین جنکی وجہ سے مولانا شرر پر حافظہ نباشد کی مثل صادق آتی ہو۔

ایک جگہ لکھتے ہین کہ شوکت حسین (بدر النسا کے باپ) سکنڈ کلاس مین سفر کر رہے تھے۔ دوسری جگہ لکھتے ہین کہ حیدر آباد کے اسٹیشن پر بوریا بدھنا بغل مین دبائے گاڑے پر سے اُتر پڑے"

یہ قطع تو اُن گنوارون کی ہوتی ہے جو تیسرے درجہ سے جھولا سنبھالتے ہوے اُترتے ہین دوسرے درجہ کے مسافر کو تو کسی نے نہ دیکھا ہوگا کہ بیگ بغل مین یا کے یا صندوق سر پر رکھکر چلتا بنے۔ مولانا شرر ناول لکھنا کار بے دارد ناحق اپنے تئین ہنسواتے ہو پیشتر تو شوکت کو عام ہندوستانی مذاق کا شخص اور سیدھا سادھا آدمی کہا گیا۔ نیز یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ اُسپر انگریزی تہذیب کا اثر پڑا تھا اور سیدھے سادھے خوش عقیدہ بزرگ تھے) مگر سمدھی (اکبر علی) سے شادی کے قدیم رسوم کی نسبت وہ ایک آزاد خیال اور تعلیم یافتہ نوجوانکے لہجہ مین فرماتے ہین کہ اب تو دنیا سے یہ رسمین اُٹھتی جاتی ہین اور سچ یہ ہے کہ مین ان باتون (کہ بیاہنے کو آنا لڑکے والون کا کام ہے) مین بھی کسی بات کا پابند نہین ہون پھر بھی سیدھے سادھے خوش عقیدہ بزرگ فرماتے ہین (مجھے تعلیم کا خیال سب باتون پر مقدم رہتا ہے۔۔۔۔ لڑکی کا آرام و آسائش سے رہنا اور سب طرح کی راحت بلکس اسی پر منحصر ہے کہ کہ لڑکے کی لیاقت اچھی اور پوری ہو

واہ مولانا واہ (زور قلم) اسیکا نام ہے اگر یہی عالم کچھ روز اور رہا تو عرب کے ریگستانون مین اگن بوٹ چلادوگے اور پیرین جلکی بانذھ کے ہمالیہ کی چوٹی پر بھاجاؤگے

مرد خدا ذرا تناسب الفاظ کا تو خیال رکھا کرو - کجا وہ سیدھے سادھے شوکت علی جنکی نسبت تم خود لکھ چکے ہو کہ وہ اسٹیشن کے شور غل سے گھبرا جاتے تھے اور بالکل پرانے فیشن کے آدمی تھے اور کجا اُنکے خیالات جو کہ خاص اونیسوین صدی کے طبلے کی تال مین جب بدر النسا لکھنؤ کے بدلے فرخ آباد پہونچی تو اُسکے باپ نے فرخ آباد مین اُن صاحب (قاسم علیخان) کے نام تار دیا جنکے یہان وہ دھوکے سے چلی آئی تھی - اور کل واقعہ لکھا کہ ڈولی بدل جانے سے ایسا واقعہ پیش آیا - اب سنئے کہ تار کسطرح پڑھوایا گیا - قاسم علیخان پہلے تو ایک بڑھئی کے لونڈے سے تار پڑھوانے گئے جو کہ پڑوس مین رہتا تھا اور کچھ انگریزی جانتا تھا ؎

کیون صاحب کیا فرخ آباد کے شہر مین انھین کوئی شریف شخص ملا جس سے تار پڑھواتے آخر بڑھئی کے لونڈے کا یہان کیا تک ہے - یہ محض دہات کی بودوباش کا اثر ہے ناول لکھنے چلے اور کوئی چول نہین بیٹھتی - اور جو چول بیٹھے تو کسطرح ناول لکھنا کار دارد ع کار بوزینہ نیست نجاری -

خیر بڑھئی کے لڑکے سے مطلب نہ نکلا تو اسٹیشن ماسٹر کے پاس دوڑے گئے اسٹیشن ماسٹر نے تار تو پڑھ دیا مگر اُسکے ساتھ یہ رائے بھی ظاہر فرمائی کہ (واہ پردے سے یہ نیا گُل کھلا - اس اندیشہ کی طرف شاید کبھی کسی کا خیال بھی نہ گیا ہوگا) واہ مولانا شرر واہ - معلوم ہوتا ہے کہ اسٹیشن ماسٹر بھی کرسی کا رہنے والا تھا ورنہ ایسا ننگ بر جراءت) فقرہ نہ کہتا -

شروع مین بدر النسا کے خاوند (عسکری) کی نسبت یہ لکھا گیا ہے کہ (عسکری کی عمر اٹھارہ سال کی ہے ..... انٹرنس پاس کر چکا اور ایف اے کے فسٹ ایر مین ہے) آخری صفحہ پر یہ تحریر ہے کہ عسکری کو جبکہ وہ - اسکول سے گھر کی طرف آرہا تھا ایک شخص نے چھریان بھونک بھونک کر مار ڈالا -

کیون مولانا عسکری ایف اے کے فرسٹ ایر مین تعلیم پانے کے بعد اسکول مین کسطرح آگیا - انگریزی کی لیاقت تو مولانا کی ماشاءاللہ بہت سے ڈگری یافتہ حضرات سے بڑھی ہوئی ہے مگر اسکول اور کالج کا فرق نہین معلوم ہے کرسی کی ہوا کا خدا بھلا کرے جب یہ دماغ مین سماتی ہے تو پھر حافظہ مین بھی فتور آجاتا ہے -
باقی آیندہ

راقم در ہر جگرے ہست خراش سخن ما
الماس تراش ست تراش سخن ما

اودھ پنچ مطبوعہ ۲- نومبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو زمین پنج کا خنجر غلاف سے
اُڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

بدر النسا اور اسکی مصیبت نمبر ۳

تناسب واقعات کے گڑبڑ سے جو بھول بھلیان حضرت شرر نے بنائی ہے اسکے ایک ادھ گوشہ کی سیر تو پچھلے نمبر مین ہو چکی - اس تمام بھول بھلیونکی سیر کا اندازہ ہوسکتا ہے - اب حضرت شرر کی زباندانی کا رنگ ملاحظہ ہو - سُنتا ہون حضرت شرر کو بدر النسا کی مصیبت پر جہان اور نازہین وہان ایک یہ بھی فخر ہے اس ناول مین لکھنؤ کی شریف زادیون کی زبان لکھی گئی ہے اور فصیح البیانی کا کیا کہنا

وہ تو (بدر النسا کی مصیبت) کے لئے شمع ماتم خانہ سے کم نہین - اس شمع سے پھول
آنسو ہین اُن سے ایک ہار تیار کرنے کا ارادہ ہے جب یہ ہار تیار ہو جائیگا تو حضرت
شر کی زیب گردن ہو گا اور چونکہ شمع کے پھولونکا ہار ہے لہذا طوق زرین سے کم نہ ہو گا
یہ جلتے بلتے پھول اعتراضات مین اور ہار انھین کا سلسلہ ہے خیر یہ تو جملۂ معترضہ تھا
آمدم بر سر مطلب - اس آتش بیانی کا ماحصل یہ ہے کہ آپنے اس ناول مین قدم قدم پر
ٹھوکرین کھائی ہین - انکا حال مسلسل درج ہے **پہلی ٹھوکر** کبریٰ بیگم کے مزاج کی کیفیت
بیان کرتے ہوے فرماتے ہین (قاعدہ تھا کہ جہان کسی بات کو ایکدفعہ کہا بس رٹ لگجاتی ہے)
کیون صاحب یہ کیسی قاعدہ ہے (یہ) اُڑا دیا گیا کہنا چاہیئے تھا کہ (یہ قاعدہ تھا)
دوسری ٹھوکر پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جہان کسی بات (کو ایکدفعہ کہا) کیون نہ ہو یہ
(کو) تو آپکا پُرانا رفیق و ہمدم ہے بس (بدر النسا کی مصیبت مین ساتھ نہ دے مگر اہل لکھنؤ
تو یہ کہین گے کہ (جہان کوئی بات ایکدفعہ کہی) انھین (کو) سے زیادہ رغبت نہین یہ
(کو) (شر اینڈ کو) ہی کو مبارک رہے - **تیسری ٹھوکر** (بس رٹ لگجاتی)
کیا معنے یون لکھا ہوتا کہ (بس اسی کی رٹ لگجاتی) آپکا اختصار بھی قیامت کا اختصار ہے
اکثر حضرات اسطرح گفتگو کرتے ہین کہ آدھی بات سُنائی دیتی ہے اور آدھی ریش مبارک کے
جھاڑ جھنکار مین پھنس کر رہجاتی ہے مگر حضرت شر کے لئے تو یہ عذر نہین پیش کیا جا سکتا
کیونکہ زبان قلم داڑھی سے دور رہتی ہے **چوتھی ٹھوکر** فرماتے ہین گھر سے خوش حال تھین -
(خوشحال) تو اکثر کہارون کا نام ہوا کرتا ہے - لکھنؤ کا محاورہ تو یہ ہے کہ (گھر سے خوش تھین) خوش کے
بعد (حال) پر حضرت شر وجد کرین مگر فصاحت کا اشارہ کچھ اور ہے **پانچوین ٹھوکر** اب اور
سُنیے - زبان‌دانی کی چول اسطرح بیٹھا یجاتی ہو کہ (خدمت گار تو دروازے کے باہر رہتے اور خوش تھے

ل اودھ پنچ ممکن ہو سیاہی پوچھنے کے لئے داڑھی تک پہونچ گئی ہو ۱۲ سے ۵ اُنکا اور خدمتگار کا املا کسقدر
صحیح ہے - مگر یہ غلطی کاتب کے سر منڈھی جائیگی ۱۲ + + + + +

اس لیئے کہ اُن کا سابقہ میان سے تھا . . . . شامت تھی تو) ماماؤنکی) سبحان اللہ
کیا پاکیزہ بندش ہے خصوصًا (دروازے) کا ذکر کسقدر برمحل ہے اگر یہ کہا جاتا کہ
خدمتگار تو باہر رہتے الخ) تو شاید لوگ یہ سمجھتے کہ کبری بیگم کے مکان مین (دروازہ
نہ تھا) اسلئے حضرت نثر نے صاف الفاظ مین بیان کردیا کہ (دروازہ) بھی تھا
بس اسی سوجھ بوجھ پر تو حضرت نثر کے پشتیبان مرے ہوے ہین ۔
چھٹی ٹھوکر اسی جملہ مین (رہتے) کے بعد (تھے) غائب ہے معلوم ہوتا ہے کہ دروازے
کی چول مین دبکر رہگیا ساتوین ٹھوکر اور خوش تھے اسلئے کہ اُنکا سابقہ میان سے
تھا الخ اس جملہ کی انگریزی ترکیب خاص اُس زمانے کی یاد دلاتی ہے جبکہ مولانا انگلستان
تشریف لیگئے تھے ۔ کیونکہ سُنتے ہین اس زمانے مین ہمارے علم دوست مولانا نے
(جہاز پر ملاحون سے انگریزی زبان سیکھی تھی) وہی اثر ابتک دماغ مین باقی ہے ورنہ
اُردو مین تو خیال اسطرح ادا کیا جائیگا کہ (اور اس سے خوش تھے الخ) یا یون کہین گے
کہ (اور خوش تھے کہ انکا الخ) آٹھوین ٹھوکر (انکا سابقہ میان سے تھا) یہ بھی
کیا خوب اس جملہ کو یون ترتیب دینا چاہیئے کہ (اُنکو میان سے سابقہ تھا) اس اصلاح
سے تو مولانا خوش ہو گئے ہونگے کہ (کو) (آگیا) نوین ٹھوکر اس بدنصیب جملہ کی
نسبت ایک اور بات دریافت طلب ہے کہ دو جگہ (تو) کا استعمال کس غرض سے
کیا گیا ہے اور سوائے اسکے کہ (تو) (کو) کا ہم وزن ہے اور کوئی وجہ اس سے
اُنس کی معلوم نہین ہوتی ۔ (یا خدمتگار) کے بعد جو (تو) صاحب دوزانو بیٹھتے
ہین انہین برخاست کیجیئے یا ماماؤن کے بعد جو (تو) صاحب پیش خدمت بنے
ہوئے جلوہ گر ہین انہین بس پشت ڈالیے مختصر یہ کہ پورا جملہ قابل اصلاح ہے ذیل کی
صورت پر اسے ترتیب دینا چاہیئے (خدمتگار باہر رہتے تھے اور خوش تھے کہ انکو
میان سے سابقہ تھا . . . . شامت تھی تو ماماؤن کی —

دسوین ٹھوکر ماماؤن کی نسبت فرماتے ہین کہ اسلیئے بیچاریون سے نوکری چھوڑتے بھی نہ بن پڑتی - مین دیکھتا ہون کہ جسطرح حضرت شرکو (کو) سے اُنس ہے اسیطرح تھی اور تھا وغیرہ سے نفرت ہے (نہ بن پڑتی) کے کوئی معنی نہین ہین کہنا چاہیئے تھا کہ نوکری چھوڑتے بھی نہ بن پڑتی تھی) گیارھوین ٹھوکر ارشاد ہوتا ہے کہ (عسکری)..
..ان کے بکنے جھکنے کے ڈر سے ہمیشہ باہر رہتا اور گھر مین آتا بھی تو ڈرتا ڈرتا اور سہما ہوا -
عسکری بہت پیارا بچہ تھا گورا چٹا نک سُک سے درست اور سوبچاس مین ایک اور اب پڑھنے لکھنے مین جی لگانے لگا تھا - اس جملہ مین (اور) کا استعمال غور طلب ہے اب ہم سمجھے اس ناول کا نام (بدر النسا اور اُسکی مصیبت) اس لیے رکھا گیا ہے کہ (اور) کا استعمال کثرت کے ساتھ کیا جائیگا ایک صاحب بات بات پر (گویا کہ) کہا کرتے تھے ہمارے حضرت شر (اور) سے مانوس ہین - ابھی تک تو (کو) اس شرف سے بہرہ ور تھا اب (اور) اسکا رقیب پیدا ہوا اور ایسا ہونا جائے حیرت نہین ع (کو) نہین (اور) سہی اور نہین اور سہی - بارھوین ٹھوکر بہرحال کبریٰ بیگم اکثر یکہ وتنہا ہی رہتی تھین) (یکہ وتنہا) تو سُنا تھا - مگر یکہ تنہا ہی خاص شر رائنڈ کو کے کارخانے کی کسی ماڈرن مشین سے ڈھلکر نکلا ہے ایسی خانہ ساز ترکیبین کسے نصیب ہین -

راقم در ہر جگر ہست خراش سخن ما
الماس تراش ست تراش سخن ما

اودھ پنچ مطبوعہ ۹- نومبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو رنگین پنچ کا خنجر غلاف سے
اُڑنے لگے شرر دمِ خارا شگاف سے

بدر النسا اور اُسکی مُصیبت نمبر ۴

تیرھوین[۱۳] ٹھوکر بہرحال کبری بیگم اکثر یکہ و تنہائی رہتی تھین اے سُبحان اللہ (یکہ و تنہا) کے بدلے (یکہ و تنہائی) بھی کیا خوب ہے اگر یکائی لکھا جاتا تو زیادہ مناسب ہوتا اور نہ کچھ سہی (اکائی دہائی) کا وزن پورا ہو جاتا اور اس سے ریاضی کی قابلیت کا سکہ جم جاتا چودھوین[۱۴] ٹھوکر اب یہان کوئی بڑے بھلے کا تو ذکر نہین لیکن ہان اتنا ضرور کہونگا کہ تم نہ اُلٹی سمجھو نہ سدھی یہ (لیکن ہان) کسقدر فصاحت کے رنگ مین شرابور ہے بلکہ تر بتر ہے غالبًا یہ کسی انگریزی کی (خوشنما ترکیب) کا ترجمہ ہے - مرد خُدا یا تو صرف (لیکن) لکھو یا (ہان) لکھو (لیکن ہان) تو کوئی معنی نہین رکھتا (ہان) کے معنے اس موقع پر خود لیکن کے ہین اگر تنہا استعمال کیا جائے تو بیشک صحیح ہے ورنہ (لیکن) کے ساتھ بے تکی ہانک سے کم نہین - یا یہ کہو کہ (لیکن اتنا تو ضرور کہونگا) (یا ہان اتنا ضرور کہونگا) افسوس مولانا کو اُردو نثاری کا پیشہ اختیار کئے ہوئے عمر گذر گئی

لہ پنچ کہو ہان ۱۲ + + + + + + + +

مگر ایک جملہ صحیح نہ آیا افسوس صد افسوس ع شتر شد پیر و شاشیدن نیاموخت ـ

پندرھوین ٹھوکر "تم تو نہ الٹی سمجھتے ہو اور نہ سیدھی" محاورہ ہے کہ فلان شخص نہ الٹی ہی سمجھتا ہے نہ سیدھی مگر آپ محاورے مین تصرف نکرین تو آپکے وطن کی آبرو کیونکر قائم رہے ـ اور تو اور یہ الٹی سمجھتے ہو (کے بعد) اور کسقدر بھلا معلوم ہوتا ہے ـ بس بعینہ یہ نظر آتا ہے کہ اونٹ کے گلے مین بلّی لٹکا دیگئی ہے ـ تخلص کی ٹھیکری تو کانین کھسی ہوئی ہے ـ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاعری کی بو بھی دماغ مین سرایت کر گئی ہوگی ـ اس خیال سے آتش کا مصرع سنداً پیش ہے ع ـ

نہ الٹی ہی سمجھتا ہو نہ وہ رشک قمر سیدھی ـ دیکھئے اسمین (اور) کو دخل نہین ہے لیکن آپکا اصول تو بقول قدر بلگرامی یہ ہے ـ اور چلے اور چلے سا تیا ـ

سولھوین ٹھوکر "بی بی کی یہ بد مزاجی دیکھ کے شوکت حسین نے[1] ایک لا پروائی سے کچھ کہتے ہوئے باہر چلے گئے"

قسم خدا کی یہ جملہ دیکھکر تو حضرت شرر کی شان مین سید انشا کا یہ مصرع پڑھنے کو دل چاہتا ہے ع روٹی جو کھائی ہوئے تو پنجاب جائیے ـ پنجاب مین اس نے کی بڑی قدر ہے واللہ ہمارے حضرت کی زبان بھی طرفہ معجون ہے کرسی کے محاورے اسمین پنجاب کے محاورے اسمین ملین کن کے محاورے ع پھلا ایک منہ سے اتنی بیتدرتی ہی خدا کی ممکن ہے کہ (صراح) یا بہار عجم) یا مصطلحات مین اس (نے) کی سند ملجائے ـ بہتر ہے اس معاملہ مین بھی اُنہی لغلول قدیم سے رجوع لائیے جو اپنی ذات بابرکات سے آپکو فیض پہونچانے کے لئے تیار ہو ـ سترھوین ٹھوکر بی بی کی بد مزاجی دیکھ کے شوکت حسین کا لکھنا تھا (بیوی) اور لکھ گئے بی بی کیون نہو مصیبت کے وقت منھ سے کچھ کا کچھ نکل جاتا ہے اٹھارھوین ٹھوکر کبری بیگم اس بے پروائی پر

[1] صحیح کرسی ۱۲ + + + + + + + + + +

اور برہم ہوئین میان پر تو کچھ زور نہ چلا غریب ماما پر برس پڑین چلا کے کہا اے عباسی یہ تھا کیا یہ تیرے پاس کیون آئے تھے۔

پہلا حسن تو اس جملہ کا یہ ہے کہ چار جگہ (پر) کتنا مناسب و موزون معلوم ہوتا ہے یہی (پر) مولانا کے طائر شہرت کے پر ہین۔ اگر اسطرح نہ لکھتے تو لوگ کہتے کہ بے پر کی اڑائی ہے۔ مگر ہم اتنا ضرور کہین گے کہ ناول لکھنے کا تو حضرت کو اختیار ہے۔ لیکن اس (پر پر) کی سند نہین ہے۔ علاوہ اسکے انیسوین[19] ٹھوکر اس جملہ مین (چلا کے کہا) اتنا ہی بے ربط ہے۔ جیسا کہ لکھنؤ مین کرسی کا باشندہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ افیون کی پینک مین لکھا گیا ہے یعنی یہ لکھا کہ غریب ماما پر برس پڑین اور اونگھ گئے اور پھر دو گھڑی بعد چونکے تو ایکبار گھبرا کر لکھدیا کہ چلا کے کہا) پھر غین ہو گئے۔ لتنے مین صبح کی نوبت کی آواز جو کان مین گئی تو ایکبار آنکھین ملتے ہوے اٹھے اور حقے کا ایک کش کھینچکر یہ لکھدیا کہ (اے عباسی یہ تھا کیا الخ) ورنہ حواس خمسہ کی درستی کے عالم مین جو شخص اس جملے کو لکھے گا وہ اسطرح لکھے گا کہ (کبری بیگم یہ بے پروائی دیکھکر اور برہم ہوئین میان سے تو کچھ زور چل نہ سکا غریب ماما پر برس پڑین۔ اُس سے چلا کے کہنے لگین کہ سُن تو سہی عباسی یہ تھا کیا۔ آخر یہ تیرے پاس کیون آئے تھے الخ کبری بیگم کی کوئی ایسی نہین دے رہی تھی کہ وہ اے عباسی) کہتی۔ ایسے موقع پر سُن تو سہی کہا جاتا ہے بیسوین[20] ٹھوکر عباسی جوان تھی چہرے پر جوانی کا نمک ابھی برقرار تھا۔ وہ نوکری نہ کرتی۔ مگر میاں کی تنخواہ کے چھ روپیون مین اس مہنگی سمین مین پوری نہ پڑتی مجبوراً گھر چھوڑ کر نوکری کو نکلنا پڑا۔ لیکن اپنے میاں کی صورت کی عاشق تھی اور وہ بھی روز شام کو آکے دو باتین ضرور کر جاتا۔

اس جملہ کا کہنا کیا بلحاظ ترتیب الفاظ اور کیا بلحاظ تسلسل خیالات یہ اپنے رنگ مین جواب نہین رکھتا بس بعینہ یہ سمان آنکھون کے سامنے پھر جاتا ہے کہ طبلہ الگ جا رہا ہے

اور سارنگی الگ جا رہی ہے اور گانے والا اپنی آلاپ رہا ہے - انیسوین صدی کی آزادی کے تمام اصول اس جملے مین سما گئے ہین یعنی ایک فقرہ دوسرے فقرہ کا دبیل نہین ہے بلکہ خودشتر بے مہار کی طرح جس رخ چاہتا ہے بھاگا جا رہا ہے - اب اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو -

جس حالت مین یہ کہدیا کہ (عباسی جوان عورت تھی) تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی - چہرے پر جوانی کا نمک ابھی برقرار تھا "ابھی کا استعمال تو اُسوقت مناسب معلوم ہوتا اگر یہ کہا جاتا کہ (عباسی کا جوانی کا عالم گذر گیا تھا مگر چہرے پر جوانی کا نمک ابھی برقرار تھا" یون تو سیکڑون) ابھی بڑہا دیے جا سکتے تھے کہ عباسی جوان عورت تھی چہرے پر جوانی کا نمک ابھی برقرار تھا - بال ابھی سیاہ تھے دانت ابھی مضبوط تھے آنکھ مین ابھی روشنی تھی وغیرہ وغیرہ اکیسوین (۲۱) ٹھوکر علاوہ برین جوانی کا نمک چہ معنی دارد کیا بڑھاپے کا بھی نمک ہوتا ہے اسقدر کہنا کافی تھا کہ چہرے پر نمک ابھی قرار تھا" جوانی کا نمک" شاید کرسی کے پنساریون کے یہان ملتا ہوگا بائیسوین (۲۲) ٹھوکر (جوانی کے نمک) کا ذکر کرنے کے بعد آپ فرماتے ہین کہ وہ نوکری نہ کرتی مگر میان ...... چھ روپیونمین پوری پڑتی) کیون صاحب یہ جوانی کے نمک اور نوکری کرنے یا نہ کرنے سے کیا تعلق ہے - آخر آپکا اُن دو جملونکے ایک جا کرنے سے کیا منشا ہے - کیا آپکا مطلب یہ ہے کہ وہ جوانی کے نمک) کی تجارت کرتی اور نوکری نکرتی - علاوہ اسکے" تیئسوین (۲۳) ٹھوکر - پوری پڑتی کے بعد (تھی) ہونا لازمی ہے مگر جیسا کہ پیشتر لکھا گیا ہے کچھ (تھی) اور (تھا) سے حضرت کو ایسی نفرت ہے کہ انھین خواہ مخواہ حذف کر جاتے ہین معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترکیبین پرانی ہو گئی ہین اور انمین جوانی کے نمک) کی بُٹ نہین باقی رہی ہے - اسلئے آپکی جدت پسند طبیعت انسے بیزار رہتی ہے - اسیطرح - چوبیسوین (۲۴) ٹھوکر - دو باتین ضرور کرجاتا کے بعد (تھا) غائب ہے - گو کہ یہ تمام جملہ لدھڑ کنکوے سے کم نہین اور اسکی درستی ناممکن ہے

تاہم کوشش شرط ہے معنوی حیثیت سے تو اسکی اصلاح اُسیوقت ہوسکتی ہی جبکہ اِس دماغ کی فکر کیجائے جس سے کہ یہ جملہ (صادر) ہوا ہے لیکن ترتیب الفاظ کی اصلاح ایک حد تک ممکن ہے - یعنے جملہ کو یون لکھنا چاہتے تھا کہ (عباسی جوان عورت تھی) چہرہ پہ نمک ہوتا وہ نوکری نکرتی لیکن چونکہ اس مہنگی سمین مین میان کی تنخواہ کے چھ روپیون مین پوری نہ پڑتی تھی اسیلئے اسے گھر چھوڑ کر نوکری کو نکلنا پڑا تھا - مگر وہ اپنے میان کی صورت کی عاشق تھی - اور وہ بھی روز شام کو آکر اس سے دو باتین کر جاتا تھا -

راقم
در ہر جگرے ہست خراشِ سخنِ ما
الماس تراش ست تراشِ سخنِ ما

اودھ پنچ مطبوعہ ۱۶ - نومبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو زمین پنچ کا خنجر غلاف سے
اُڑنے لگے شرر دمِ خارا شگاف سے

بدر النسا اور اُسکی مصیبت نمبر ۵

ٹھوکر نمبر ۲۵ میان بس اتنا کہنے کو آئے تھے کہ اسے کھانا دلوادو" آخر (کو) کی کیا ضرورت ہی - حضرت آتش نے اپنے خطوط مین اسکی خوب دھجیان اُڑائی ہین - بدر النسا کی مصیبت مین (کو) کا زور کم ہے - مگر تب بھی کہین کہین اس

جھاڑ جھنکاڑ مین بھی یہ حشرات الارض کیطرح رینگتا نظر آتا ہے۔

ٹھوکر نمبر ۲۶ کبری بیگم خاص الخاص (لکھنؤ کی شریف زادیون کے لہجہ[1]) مین عباسی ماما سے کہتے ہین (اُنھون نے (یعنی کبری بیگم کے شوہر شوکت حسین نے) اسی لیئے تو لا کے گھر مین بٹھایا ہے کہ تجھ سے ہنس بول کے مجھے کڑہا کین۔ مین حضرت شرر سے پوچھتا ہون کہ ماما نوکر رکھی جاتی ہے کہ گھر مین بٹھائی جاتی ہے اگر نوکر رکھنے کے لیئے (گھر مین بٹھانا) کہہ سکتے ہین تو برخاست کرنے کے لیئے گھر سے اُٹھانا کہنے مین کیا ہرج ہے۔ مثلاً اگر کوئی یہ مفہوم ادا کرنا چاہے کہ **فلان شخص مفسدہ پردازی کیوجہ سے دکن سے نکالا گیا** تو کیا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ فلان شخص دکن سے اُٹھا دیا گیا۔ کچھ روز عروس سخن کے گھر بیٹھین تب کچھ سلیقہ آئیگا ورنہ یہ تال بے تال بکر کو ہمیشہ ہنسوائے گی **ٹھوکر نمبر ۲۷** عباسی ماما شوکت حسین سے کہتی ہے مگر میان آپ مجھ سے بات نکیا کیجئے۔ آپ تو ہر طرح اچھے رہین گے مگر مین گھر بار سے گذری ہونگی تمھین اپنے قدردانون کے سر کی قسم انصاف سے کہدو کہ اس جملے کے معنے کیا ہین **گھر بار سے گذری ہونگی** چہ معنی دارد۔ یا تو ایک لغت بناؤ جسمین اپنی خانہ ساز ترکیبون کی تشریح کر دیا کرو (اُس لغت کا نام **کرسی اللغات** رکھو) ورنہ نثاری سے ہاتھ اٹھاؤ اس پیشہ مین تمھارے لیئے ذلت کے سوا کچھ نہین دھرا ہے میان سردی کی فصل آئی ہی ماش کی کھچری کھاؤ اور لحاف تان کر سورہو[2] کیسی نثاری اور کہان کا زور قلم۔

مذکورۂ بالا جملہ مین دو نون (مگر) مگر کسقدر زیب دیتے ہین نثاری کو شرر نے

---

[1] حضرت شرر کو یہ ناز ہی کہ بدر النسا کی مصیبت مین لکھنؤ کی شریف زادیونکی زبان لکھی گئی ہو۔ حالانکہ شریف زادیان تو درکنار لکھنؤ کی ڈومنیون کی بھی زبان شرر کو نصیب نہین۔ بیشک آپنے کرسی کی (شریف زادیون کی) زبان لکھی ہو تو تعجب نہین۔ کیونکہ شرر وہین کے شریف زادے ہین ۱۲

[2] پیٹ بھر خوب ہوا بند رہیگی ۱۲ + +

(علم دریاؤ) بنا دیا ہے۔ اسی دریاؤ مین یہ دونون (مگر) کروٹین لے رہے ہین۔ مگر ہمارے اعتراضات کے ایک ہی فیر مین دونون اُڑے جاتے ہین دیکھو اِس مفہوم کو یون ادا کرتے ہین۔ میان آپ مجھ سے بات نکیا کیجیے آپکا تو کچھ بگڑے گا نہین مین گھر بار سے نکالی جاؤنگی۔ ٹھوکر نمبر ۲۸ ایک اور لطیفہ ملاحظہ ہو۔ مندرجۂ ذیل مکالمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کبری بیگم اور شوکت حسین مین در پردہ مادر و پدر کا مذاق بھی ہوا کرتا تھا؟ شوکت حسین یہان تو خود اُنکا خط موجود ہے۔ کبری بیگم۔ اب یہ خبر کہ کسکا ہے؟ ہم پوچھتے ہین کہ (کسکا ہی؟) اس موقع پر کسقدر بھلا معلوم ہوتا ہے۔ معترض کہتے ہین کہ حضرت بالکل عنب الثعلب خشک ہین اور مذاق سے مس نہین رکھتے ہین وہ دیکھین کہ اس مکالمہ مین کیا در پردہ مذاق موجود ہے۔

ہمکو اس موقع پر ایک روایت یاد آگئی ایک کرُسی کے مولویصاحب لکھنؤ کے کسی گندھی کی دکان پر عطر خریدنے گئے۔ گندھی نے کہا کہ عطر حاضر ہے۔ مولویصاحب نے کہا کسکا ہے؟ گندھی نے جواب دیا کرُسی کی مٹی کا۔ عطر بھی مٹی کا ہوتا ہے اور آدمی بھی۔ ٹھوکر نمبر ۲۹ شوکت حسین اپنی بیوی سے سالی صاحب کی نسبت کہتے ہین کہ کل دوپہر کو یہان لکھنؤ کے اسٹیشن پر آپہونچین گے۔ چہ خوش! (آدھمکین گے) لکھا ہوتا تو کچھ معنی بھی پیدا ہوجاتے (آپہونچین گے) تو محض مہمل ہے ٹھوکر نمبر ۳۰ (مین نے) جو کچھ کہنا تھا کہدیا اب تمھین اختیار ہے۔ اس موقع پر (مین نے) کسقدر بے محل استعمال ہوا ہے یہ (نے) خاص پنجاب کا سکہ ہے۔ کیون نہو حضرت پنجاب کی ہوا بھی کھا آئے ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہی ہوا پیٹ مین بھری تھی۔ بدر النسا کی مصیبت لکھتے وقت لکھنؤ مین چھوڑ دی۔ مگر افسوس ہے کہ تب بھی حضرت شرر کی نثار ہی کی ہوا نہ بندھی۔

ٹھوکر نمبر ۱۳۱ کبری بیگم لکھنؤ کی شریف زادیون کی زبان مین فرماتی ہین کہ (مجھے تو جب یقین آئے کہ وہ اصل خیر سے یہان آکے پہونچ جائین) واقعی (آکے پہونچ جائین) خاص لکھنؤ (یعنی دارالسلطنت اودھ) کی فصاحت ہے۔ افسوس باوجود عینک کے شرر کو یہ نظر نہ آیا کہ (آکے) اس موقع پر لنگڑی کرسی کے پشتیبان کیطرح بالکل بیکار ہے۔ محض (پہونچ جائین کافی ہے ۔

ٹھوکر نمبر ۱۳۲ حضرت شرر فرماتے ہین کہ (اکبر علی کچھ دنون وطن مین تلاش معاش کرتے رہے جب کچھ کام نہ چلا تو بی بی کو ساتھ لیکر غریب الوطنی اختیار کی اور حیدرآباد دکن کو روانہ ہوئے" کسی نے سچ کہا ہے کہ آپ بیتی کہون کہ جگ بیتی جسطرح حضرت جب دیکھتے ہین کہ لکھنؤ مین کچھ کام نہین چلتا) تو حیدرآباد دکن روانہ ہوجاتے ہین اسیطرح اکبر علی بھی نوکدم حیدرآباد ہی بھاگے۔ خیر ہمکو اس جھگڑے سے مطلب نہین امر ضروری یہ ہے کہ (کام چلنا) اس موقع پر بالکل بے محل استعمال ہوا ہے۔ کہنا چاہئے تھا کہ جب کوئی تدبیر کارگر نہوئی) اور غلبۂ ذکاوت سے لکھ گئے کہ جب کچھ کام نہ چلا" اگر کسی شخص کو تجارت مین یا اور کسی پیشہ مین کامیابی نہین ہوتی ہو تو اُس خاص موقع پر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ فلان شخص کا کام نہین چلا" نہ کہ تلاش معاش مین ناکامیاب رہنے کا مفہوم ان الفاظ مین ادا کیا جاتا ہو" یا مثلاً کسی شخص پر مصیبت پڑے اور وہ گھر کا زیور گرو رکھکر اپنا کام نکالنا چاہے اور پھر بھی شامت اعمال سے ناکامیاب رہے۔ تو یہ کہا جائیگا کہ فلان شخص نے اپنے گھر کا زیور گرو رکھنے مین بھی تکلف نہ کیا لیکن تب بھی کمبخت کا کام نہ چلا" یہی دو ایک مفہوم کام چلنے کے ہین" زیادہ تشریح کی ضرورت نہین۔ عقلمند را اشارہ کافی است ۔

حضرت شرر کو لکھنؤ کے سیدھے سیدھے محاورون کے مفہوم سے واقفیت نہین اور اساتذہ لکھنؤ کے مرشد و پشت پناہ بننے کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہین اور کیا لکھون۔

۵ شیخ صاحب پکارتے پھریئے ہر گلی کوچے کا م ناول کا۔
ٹھوکر نمبر ۳۳ کبری بیگم کو نکاح کے دن سے کبھی میکے کا مزہ نہین نصیب ہوا تھا جسکا اکثر صدمہ رہتا تھا۔" سبحان اللہ کیا زبان ہے۔ میکے کا مزہ بھی کیا خوب واللہ پیاری بدرالنسا کی داستان لکھتے لکھتے حضرت مزے مین آ گئے اگر سسرال کا مزہ" کہا جائے تو چندان ہرج نہین کیونکہ لڑکیان اپنے شوہرونکی عیاشی محبت سے حظ اُٹھاتی ہین۔ یہی سسرال کا مزہ کہا جا سکتا ہے" لیکن حضرت سے کوئی پوچھے کہ میکے کا مزہ کیا بلا ہے اور کسطرح حاصل ہوتا ہے ممکن ہے کہ کرسی مین میکے کے مزے کا چٹخارہ بھی ہوتا ہو لہذا حضرت نے اپنے وطن کی رسم لکھدی۔

راقم در ہر جگرے ہست خراش سخن ما
الماس تراشش ست تراشِ سخن ما

از اودھ پنچ مطبوعہ ۲۰ نومبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو زمین پنج کا خنجر غلاف سے
اُٹھنے لگے شرر دم خاراشگاف سے

بدرالنسا اور اُسکی مصیبت نمبر ۶

ٹھوکر نمبر ۳۴ ارشاد ہوتا ہے کہ "اکبر علی کو زیادہ ٹھہرنے کی فرصت نہ تھی

۔۔۔ بہن نے زیادہ ٹھہرنے پر اصرار کیا" سبحان اللہ ٹھہرنے) پر کیا انکار ہے
اور کیا اصرار ہے۔ لکھنؤ کا تو ایک بازاری شخص بھی گفتگو مین اس لفظ سے پرہیز کرتا ہے
مگر مولانا اگر ایسی حماقتین نکرین تو کرسی کی آبرو کسطرح قائم رہے۔ مرد خدا ایسے موقع پر
(ٹھہرنے) کے بدلے قیام کرنا استعمال کیا جاتا ہے۔

ٹھوکر نمبر ۳۵ ان دونون مقدمات کا زیادہ ہجوم تھا اور زبردستی موکلونکو
دم دلاسا دیکے (اکبر علی) نے صرف پندرہ روز کا زمانہ اس سفر کے لئے نکال
لیا تھا" (زبردستی دم دلاسا دینا) بھی کیا خوب۔ یہ ویسا ہے جیسا کوئی شخص
کہے کہ فلان شخص نے زبردستی کے ساتھ انھین دھمکی دی) افسوس زباندانی کا
دعوی اور اتنی خبر نہین کہ (زبردستی) کے معنی ہی یہ ہین کہ (دم دلاسا) کی گنجائش باقی
نہین رہی۔ **ٹھوکر نمبر ۳۶** اب ذرا لکھنؤ کی شریف زادیون فرماتے ہین (بلقیس نے
کہا بہن اب تم لیٹ کے سو رہو۔ تین دن کی تھکی ہو۔ قسم خدا کی لیٹ کے سو رہو)
کی ترکیب کسقدر بانکی ہے۔ (لیٹی ہوئی نثر) اسی کا نام ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کھڑے
کھڑے بھی سو جاتے ہین کہ جا بیجا سو رہنے کے لئے لیٹنے کے لئے یہی ارشاد ہوتا ہے۔
چنانچہ (بدر النسا کی مصیبت مین متعدد جگہ فقرہ ملیگا صفحہ ۱۸ پر یہ لکھا ہے الغرض
باتین کرتے کرتے دونون لیٹ کے سو گئے۔ صفحہ ۲۰ پہ ارشاد ہوتا ہے
کہ ایک لڑکی نے چپکے سے عسکری کو وہان پہونچا دیا اور سب لیٹ کے سو
رہے) آخر اسکی وجہ کیا ہے؟ یا تو مولانا اکثر رات کو ناول لکھتے لکھتے کرسی
کے ڈنڈے پر ہاتھ رکھ کے بیٹھے بیٹھے اونگھ جاتے ہین اسی لئے ذاتی تجربہ کے
لحاظ سے ہر مقام پر تشریح کر دیجاتی ہے کہ لیٹ کے سو رہے مگر اتنا خیال نکیا
کہ آدمی نہوے لنڈی گتے ہوے کہ لیٹے چلتے ہین۔ اگر لیٹ کے سو رہے ہے فصیح
ہے تو پھر پاس وضع کے معنی یہ ہین کہ یہ بھی لکھا کرین کہ ——

منھ ھول کے کھانا کھایا - کھڑے ہو کر چلے -

ٹھوکر نمبر ۳۷ فرماتے ہین کہ (بدرالنسا جو بدرو کہلاتی تھی ابھی پانچ برس کی بچی تھی) بچہ کی مادہ "بچی" بھی کیا خوب - واقعی بچی انشا پردازی اسیکا نام ہے - کہنا یہ چاہیئے تھا کہ (پانچ برس کی بچی تھی" اور غلبۂ ذکاوت سے کہہ گئے (بچی) غالبا یہ بھی بیرونی بول چال ہے ٹھوکر نمبر ۳۸ ذرا مکالمہ ملاحظہ ہو - کبریٰ بیگم اے بیٹا بدرو یہان اندر آکے کھیلو بلقیس بیگم بہن بدرو کو دھوپ مین تم کھیلنے دیا کرو پھول سی لڑکی دھوپ مین کالی[1] ہوئی جاتی ہے بدرو - واہ اسکی دگر یلکے) بچے نے پیخانہ پھر دیا ہے پوتڑے نہ دھوؤن کبریٰ بیگم بہن تم اسے بدرو کیون کہتی ہو بندریا کہا کرو لو اٹی بندریا ہے بلقیس بیگم - اچھ بیٹا بدرو اندر چلی آؤ"! ناظرین پر واضح ہو گیا ہو گا بدرالنسا کے دُلار کے نام کیا کیا ہین یعنی بدرو یا بیٹا بدرو پسند ہے خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا - اب اعتراضات ملاحظہ ہون کہنا چاہیئے تھا (پھول سی لڑکی دھوپ مین کمھلائی جاتی ہے" اور لکھ گئے کہ کالی ہوتی جاتی ہے" اس فقرے سے بدرالنسا کی روسیاہی کا پردہ رہجائے مگر خلاف محاورہ ضرور ہے - علاوہ اسکے گلاب کے پھول سی لڑکی" لکھنا تھا محض پھول تو کوئی چیز نہین ہے -

راقم در ہر جگرے ہست خراش سخن ما
الماس تراش است تراش سخن ما

---

[1] پنچ اخاہ بدرالنسا کی روسیاہی کا سبب آج معلوم ہوا غالبا جس دھوپ مین بدرالنسا کالی ہوئی اسی مین حلیمن کے بال سفید ہوئے ہین ۱۲ + + + + +

اودھ پنچ مطبوعہ ۱۴ - دسمبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو زمین پنج کا خنجر غلاف سے
اُڑنے لگے شرر دم خاراشگاف سے

بدر النسا اور اُسکی مصیبت نمبر ۷

ٹھوکر نمبر ۳۹ کبری بیگم خاص الخاص لکھنؤ کی شریف زادیونکے لہجہ مین فرماتی ہین کہ (توبہ کرو بہن) غیروں مین شادی بیاہ کرکے کہین بھی پوری اُترتی ہے - پوری اُترنا) بھی کیا خوب - اس جملہ سے تو چوری کی بو آتی ہے - تحسین کی مسجد کے نیچے کے جو حلوائی رہتے ہین وہ اس فقرہ کو سُن لین تو شرر کی زباندانی پر ایمان لے آئین (پوری پڑنا) تو سُنا تھا مگر پوری اُترنا) غرر نے کرسی کے حلوائیونسے سنا ہوگا - خیر خشکہ یا پیروزہ اگرچہ گندہ - لیکن ایجادِ بندہ - **ٹھوکر نمبر ۴۰** کبری بیگم اپنے بھائی اکبر علی سے (بیٹا بدرو) کی نسبت کہتی ہین کہ آخر اسکی بات چیت شادی کے متعلق ہونی چاہیئے اسکے جواب مین اکبر علی لکھنؤ کی شریف زادیونکے لہجہ مین کہتے ہین کہ (میرا تو ارادہ ہے کہ یہین کہین مناسب دیکھ کے کردونگا آ ہا ہا کردونگا کس قدر

لہ پنچ سبحان اللہ کیا گرما گرم تنقید ہے ۱۲ لہ (بدر النسا کی مصیبت) صفحہ ۶ سطر ۲۳ بلقیس بیگم فرماتی ہین - (اے بٹیا بدرو اندر چلی آؤ) مطلب یہ ہے کہ شرر نے خود بدر النسا کو بیٹیا بدرو کا خطاب دیا ہے ۱۲ + + + +

تہذیب و لطافت مین غوطے کھا رہا ہے۔ افسوس ہے کہ (مناسب) کے بعد موقع کا لفظ چھوٹ گیا ورنہ پورا نلازمہ ہو جاتا۔ میان شرر لکھنؤ کا تو ایک بازاری شخص بھی اپنی بہن سے جب گفتگو کریگا تو ایسا بیہودہ لفظ منھ سے نہ نکالیگا۔

ٹھوکر نمبر ۱ یہ ٹھوکر مذہبی تعصب کی ٹھوکر ہے یعنے چونکہ (بیٹا بدرو) اور عسکری کی عمر کم تھی اور اکبری بیگم کہتی تھین کہ ابھی نکاح ہو جائے تو اکبر علی نہایت تضحیک کے ساتھ کہتے تھے کہ یہ تو ہندوون کی سی شادی ہوگئی" اس جملے کے معنے کیا ہین اس سے صرف ہندوون کا دل دکھانا مقصود[1] ہے۔ افسوس کہ بدر النسا کی مصیبت کے مضمون سے بھی شرر کا دلی تعصب بھیگی رونسائی کیطرح پھوٹ نکلا مگر انحوندا نحوند" کی بانگ چلی جاتی ہے

ٹھوکر نمبر ۲ ذرا ذیل کا جملہ ملاحظہ ہو۔ شوکت حسین نے (بیٹا بدرو کی شادی سے) انکار تو نہین کیا تھا مگر ٹالا تھا کہ ابھی بالکل قبل از وقت ہے۔ مگر کبری بیگم کی ضد اور پھر میان (شوکت حسین) کے مقابلہ مین تابڑ توڑ خط جانا شروع ہوئے یہانتک کہ انھون نے مجبور ہو کر لکھدیا تمھین اختیار ہے" اس جملہ مین یون تو تمام الفاظ نگینون کی طرح جڑے ہوئے ہین مگر درمیان کا یہ فقرہ کہ" اور پھر میان کے مقابلہ مین تابڑ توڑ خط جانا شروع ہوئے" لاوارث کی لاش کیطرح شرر کی زباندانی کی کچی سڑک پر پڑا ہوا ہی نہ یہ اپنے پیشتر کے فقرو نسے چسپان ہے نہ بعد کے فقرون سے۔ تسلسل عبارت بالکل غت ربود ہے اور پھر) کی کیا ضرورت ہے۔ نیز میان کے مقابلہ مین) خط جانا چہ معنی دارد۔ آخر شرر کو کسنے جبر کیا تھا کہ اس موقع پر مقابلہ کا لفظ ٹھونسدین یہ لکھ سکتے تھے کہ میان کے پاس تابڑ توڑ خط جانے لگے "

ٹھوکر نمبر ۳ جب عسکری ساتھ (بیٹا بدرو) کی شادی ہوگئی تو اس واقعہ کو

---

[1] پیچ پھر اسین گناہ کیا ہے۔ جسوقت شرر نے بدر النسا کی مصیبت لکھی تھی اسوقت وہ اتحاد کے اڈیٹر نہین بنے تھے اور یہ خوف نہ تھا کہ ہندو چندہ نہ دینگے ۱۲

شرر صاحب یون شرمناک لہجہ مین تحریر فرماتے ہین کہ گڑیا گڈے کی سی شادی تو کیا نکاح ہو گیا اور قاضی کو بلوا کے دو بول پڑھوا دیے گئے —

واللہ کیا شرر کے قلم نے اس تقع پر بھو کے چوٹے کیطرح قلابازی کھائی ہے لکھنا تھا کہ (نکاح تو کیا ہوا گڑیا گڈے کی سی شادی ہو گئی) اور لکھ گئے کہ گڑیا گڈے کی سی شادی تو کیا نکاح ہو گیا" اوندھی عقل اسیکا نام ہے ٹھوکر نمبر ۴۴ لکھنؤ کے خانہ ساز زباندان حضرت شرر فرماتے ہین کہ (سسرال کی آب وہوا انکے مزاج کے بہت ناموافق تھی اور خدا ہی ہے جو بھائی کا گھر بھی آیندہ ایسا صحت بخش رہے اسلئے کہ وہانسے سمدھیانہ ہو گیا" کیون صاحب یہ (وہان سے کیا بلا ہے (وہان سمدھیانہ ہو گیا) تو درست ہے یہ (سے) اس جملہ مین گندھی کیطرح اپنی ٹانگ اڑائے دیتا ہے —

لنا قم
در ہر جگرے ہست خراش سخن ما
الماس تراشس است تراش سخن ما

اودھ پنچ مطبوعہ ۲۸ دسمبر ۱۹۰۵ء

نکلا جو رنمین تیغ کا خنجر غلاف سے
اڑنے لگے شرر دم خارا شگاف سے

بدرالنسا اور اسکی معصیت نمبر ۸

نمبر ۴۵ حضرت شرر فرماتے ہین دلڑکی کو بھی اکبر علی نے حیدرآباد کے

لہ • بلقیس بدر کاسلسلیا بدر کا حد اقاضی کے گھر کا چوہا تو نہین ہے ۱۲ سلہ جیسے کرسی کی آب وہوا انسان کے دماغ مین تشنج ونما کے لئے مضر ہے ۱۲

مدرسۂ نسوان مین داخل کردیا تھا جسمین پانچ چار سال (حاضری کرنا) کس زبان کے
کھیت کی مولی ہے (حاضری کرنا) تو صاحب لوگون کے بیرا یا خانساماں بھی نہین بولتے
نہ یہ کسی انگریزی محاورہ کا ترجمہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ چونکہ شرر کی لیاقت انگریزی مین
اکثر ڈگری یافتہ لوگون سے بڑھی ہوئی ہے اس لئے اُنھون نے ایک انگریزی محاورے کا
ترجمہ کردیا - اسکول یا کالج مین حاضری دینا عام محاورہ ہے اس موقع پر یہ
لکھنا تھا کہ چار پانچ سال حاضر رہکر پڑھنا لکھنا تو کیا آیا الخ "

ٹھوکر نمبر ۶۹ مسئلہ (غت ربود) کے وزن پر لکھا گیا ہے کہ سب سے زیادہ
قابل لحاظ یہ ہے کہ کبری بیگم کے مزاج مین تھوڑا بہت اعتدال پیدا ہو گیا" افسوس
کبری بیگم کے مزاج مین تو اعتدال پیدا ہو گیا شرر کی زباندانی کی دُم گندھی کی ٹانگ
کیطرح سیدھی نہوئی - لکھنا چاہیئے تھا کہ سب سے زیادہ قابل لحاظ یہ بات ہے
"کہ کبری بیگم کے مزاج" الخ اور لکھ گئے کہ سب سے زیادہ قابل لحاظ یہ ہے الخ
کیون کیسی کہی - بات بات مین فرق ہے -

ٹھوکر نمبر ۷۰ فرماتے ہین کہ (کبری بیگم) ... گھر مین رہتے رہتے پرانی ہو گئین
کئی اور بچے گود مین سے لیکے پیون پیون چلے اور اب انگنائی مین دوڑتے دوڑتے
پھرتے ہین"

سبحان اللہ وبحمدہ - شرر خالی زباندان ہی نہین ہین بلکہ سلامتی سے مصور بھی ہین
کیا بچون کے چلنے کی اور انگنائی مین دوڑنے کی تصویر کھینچی ہے آ ہا ہا اُستاد کا شعر یاد آگیا

شعر: چشمان تو زیر ابرو انند   دندان تو جملہ در دہانند

مگر ابھی تصویر نا تمام ہے - یون لکھتے کہ گود مین سے پیون پیون چلے - اب
انگنائی مین دوڑے دوڑے پھرتے ہین اور آیندہ سڑک پر آہستہ آہستہ
چلین گے اور اپنے پانوٗن سے) مطلب یہ ہے کہ تینون صیغے ماضی حال مستقبل

آجلتے ہین غالباً حضرت شررصرف ونحو کا یہ باریک ونازک مسئلہ سمجھ گئے ہونگے "
یہ گھٹنون کی جگہ یون خاص کرسی کی زبان ہے " افسوس کہ کبری بیگم تو گھر مین رہتے رہتے
پرانی ہوگئین - مگر حضرت شرر لکھنؤ مین پرانے نہوے -
ٹھوکر نمبر ۴۸ کبری بیگم کو یہ سارٹیفکٹ دیا جاتا ہے کہ اب وہ پہلی سی بات بات پر
بدگمانی نہین ہی یہ خوش چرابا شد دو لفظ کا جملہ بھی سیدھی طرح نہین لکھ سکے
اور زمانہ بھر سے خم ٹھونک کر لڑنے کو تیار لکھنا تھا کہ اب وہ پہلی سی بدگمانی بات
بات پر نہین ہی لکھ اور لکھ گئے اُلٹا نظم مین تو تعقید سُنی تھی مگر نثر کی تعقید ایجاد کرنے کا
سہرا شرر کے سر ہے - مگر ہم بھی اصلاح دینے پر تلے ہوے ہین اگر گندھی کی ٹانگ کی
طرح شرر کی نثر کا بل نہ نکال دیا ہو تو نام نہین -
ٹھوکر نمبر ۴۹ - کبری بیگم خاص لکھنؤ کی شریف زادیونکے لہجہ مین اپنے میان سے فرماتی ہین
کہ دتم تو بفکر بنے بیٹھے ہو اور میری جان پر بنی ہوئی ہے لیجے سبحان اللہ اس
چھوٹے سے جملہ مین کیا (بنے بنی) کا جوڑا موجود ہے کیون نہو یہ امانت موحوم کا رنگ
اُڑایا ہے اور تناسب لفظی مین جیسی کامیابی اُنھین نظم مین ہوئی ویسی شرر کو نثر مین ہوتی
نظر آتی ہے - اگر ایسا نہین ہی تو محض اسقدر لکھنا چاہئے تھا کہ (تم تو بفکر بیٹھے ہو میری جان
پر بنی ہے) شرر نے جو (بنی) کے لئے خواہ مخواہ اور بے موقع (بنا) تجویز کیا تو یہ تناسب
لفظی کا خبط ہے ٹھوکر نمبر ۵۰ ذیل کے جملہ سے شرر کی حساب کی قابلیت کا پتہ چلتا ہی
فرماتے ہین کہ (کوئی ہفتہ نہ گذرتا جسمین دس بارہ خط نہ لکھکر روانہ کرنا پڑتے ہون
اس نہیں نہین پر بھی اتنے خط لکھے گئے کہ دو مہینے مین ڈیڑھ سو سے زیادہ
خط علی اکبر کے پاس پہونچے) دو سطرون مین (حافظہ نباشد) اسیکا نام ہے - دو مہینے
مین ڈیڑھ سو خط اسی حالت مین روانہ ہوسکتے ہین جبکہ ہر ہفتہ اٹھارہ ۱۸ اُنیس ۱۹ خط روانہ کئے
جائین - مگر شرر صاحب یہ فرماچکے ہین کہ ہر ہفتہ میں دس بارہ خط جاتے تھے خیر جو کچھ ہو -

شرر کی غلطی سہی - مگر پوسٹ آفس کا فائدہ ضرور ہو یا ہو گا - ایک نزاکت اور اس جملہ مین ہی
یعنی شرر صاحب نے اسبات کی تشریح کردی ہی کہ (خط لکھ کر روانہ کیئے جاتے تھے معلوم ہوتا ہی
کہ کرسی مین بے لکھے خط بھی روانہ کیئے جاتے ہین - واللہ شرر نے بھی عجب طبیعت
پائی ہے - کہین تو پورا اڑا جاتے ہین جملہ کا جملہ اور کہین بھرتی کے الفاظ بھر دیتے ہین"
ٹھوکر نمبر ۱۵ - حضرت شرر یعنی سرپرست زبان لکھنؤ" فرماتے ہین کہ (ڈیڑھ سو سے
زیادہ خط اکبر علی کے پاس پہونچے اور ہر ایک مین یہی تھا کہ بیٹی کو کب بھیجوگے مگر"
دوسری بھی جگہ فرماتے ہین کہ (ڈاکیہ نے شوکت حسین کو خط دیا... مضمون یہ تھا کہ بیٹی
بھیجنے پر تو راضی ہین" افسوس صد افسوس! بھلا لکھنؤ کا کوئی شریف اپنے کسی عزیز کو
مخاطب کرکے یہ کبھی زبان سے نکالے گا کہ (بیٹی کو کب بھیجوگے) لکھنا چاہیئے تھا کہ بیٹی کو کب
روانہ کروگے - اور لکھ گئے ایسا لفظ جس سے بہت فحش کا پہلو موجود ہے - شرر کو یاد رکھنا چاہیئے
کہ شرفائے لکھنؤ کی یہ زبان نہین ہی - یہ پیام یار کی زبان ہو تو ہو بھیجوگے - یا بھیجنے پر راضی
ہین اس موقع پر نہایت خراب معنی پیدا کرتے ہین عقلمند را اشارہ کافیست"
اب زیادہ صاف صاف کیا کہون ع ہوتا ہے دوات مین قلم ست - عسکری کی
شادی مین دھوم دھام کرنے کی نسبت شوکت حسین کبری بیگم سے لکھنؤ کی زبان مین فرماتے
ہین کہ اول تو میرے پاس اندنون روپیہ نہین اور اگر قرض وام کرکے بند و بست بھی ہوا تو
جو کچھ کرونگا لکھنؤ مین خاص اپنے عزیزون اور دوستونکے سامنے کرونگا"
کیون نہو - کیون نہو - شرر [illegible] کی مخالفت کے یہی معنی ہین - جب پردہ اٹھانا ہی ہی
تو عزیزون اور دوستون سے کیا پردہ افسوس ہے تو اس قدر کہ لکھنؤ کا نام کیون بدنام کیا گیا
اگر یہ لکھتے کہ (کرسی مین خاص اپنے عزیزون اور دوستونکے سامنے کرونگا"
تو چندان ہرج نہ تھا - اور دلّگی سنیئے جب شوکت حسین نے کہا کہ خاص اپنے عزیزون اور دوستونکے

لہ اس جملہ کی تعقید شرر کی تقلید مین ہی ۱۲ لہ ۵ یہ آپ بیتی ہے کہ جگ بیتی ۱۲ + + + + + + + + + +

سامنے کرونگا، تو شرر صاحب فرماتے ہین کہ یہ ایک ایسی بات تھی کہ کبری بیگم کے دل پر بھی جم گئی،، مناسب بھی یہی تھا -

راقم
در ہر جگرے ہست خراشِ سخنِ ما
الماس تراش است تراشِ سخنِ ما

از اودھ پنچ مطبوعہ ۱۱ اگست ۱۹۰۵ء

رباعیات انیس و دبیر و سودا از جنت

بُت کی وقعت نہین خدا کے آگے
بیکار نسیم سے بگڑتے ہین شرر
کیا زاغ کا رتبہ ہے ہما کے آگے
چنگاری ہے کیا چیز ہوا کے آگے

(انیس از جنت)

جب غیظ سے گرما کے بگڑتے ہین شرر
لیکن یہ نسیم سے بگڑنا کیا خوب
پھولونکے عیوض دہن سے جھڑتے ہین شرر
سُبحان اللہ ہوا سے لڑتے ہین شرر

(دبیر از جنت)

سودا کی رباعی شرر کے نام

مطبوعہ اودھ پنچ ۱۹ - اکتوبر ۱۹۰۵ء

تو فخرِ[له] آغانی خدو فا ساقط آزو
آتش زن اتحاد با ہم ہستی
تو ماہر دین ہستی و نا ساقط آزو
نام تو شرر ہست و را ساقط آزو

(رقیع السودا از خلد برین)

[له] یہ مصنف آغانی کا سرمایۂ افتخار جسنے حضرت سکینہ بنت الحسینؑ کا غلط قصہ لکھا ہے ۱۲ + + + +

مثنوی گلزار نسیم

ہر شاخ مین ہی شگوفہ کاری ؏ ثمرہ ہے قلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دو زبان سے یکسر ؏ حمد حق و مدحت پیمبرؐ
پانچ انگلیون مین یہ حرف زن ہی ؏ یعنی کہ مطیع پنجتن ہے
ختم اُس پہ ہوئی سخن پرستی ؏ کرتا ہے زبان کی پیش دستی

خواستگاری جناب باری سے مثنوی گلزار نسیم کی ترتیب کے واسطے

یارب مرے خامہ کو زبان دے ؏ منقار ہزار داستان دے

۱ ہر شاخ الخ شگوفہ بمعنی گل اور نیز ممکن ہی کہ بجاے شگرف کاری شگوفہ کاری تحریف کتابت ہو شگوفہ صحیح ماننے کی صورت مین حاصل معنی یون ہوگا کہ وہ ایسا نقاش ہی جسنے ایک شاخ مین بھی اپنی صنعت گلکاری ظاہر فرمائی اور بلحاظ شگرکے بھی کہتے ہین یہانتک کہ شاخ قلم مین بھی اپنی صنعت ظاہر کی یعنی اپنی مدح کے ثمرہ سے بارور کیا ہی ۱۲ ۲ پانچ الخ یعنی اسکا پانچ انگلیون مین آئے بغیر نہ لکھنا دلیل ہی مطیع پنجتن ہونے کی ۱۲ ام ش ۳ ختم الخ زبانکی سخن پرستی تو ظاہر ہے کہ بجز بات کرنیکے اسکا اور کوئی فعل ہی نہین ہی مگر بعد ازین اگر سخن پرست ہی یعنی بات کا بیان کرنیوالا تو بس قلم ہے ۱۲ ۴ یارب الخ زبان سے یعنی خامہ کی زبان مین قوت شیوا بیانی دے منقار سے مراد سر قلم کمال اسمعیل ؏ طوطی عقل شکر خاے شود ہر کجا تو دہن قلم منقار ہے یعنی جیسے بلبل انواع نغمات پر قادر ہوتی ہی میرے قلم کو انواع سخن پر قادر کردے ۱۲ ام ش

افسانۂ گلِ بکاؤلی کا
افسون ہو بہارِ عاشقی کا

ہر چند سُنا گیا ہے اسکو
اُردو کی زبان مین سخنگو

وہ نثر ہے دادِ نظم دون مین
اس مے کو دو آتشہ کرون مین

ہر چند جو اگلے اہل فن تھے
سلطانِ قلمروِ سخن تھے

آگے اُنکے فروغ پانا
سُورج کو چراغ ہے دکھانا

پر بحرِ سخن سدا ہے باقی
دریا نہین کاربند ساقی

طعنہ[1] ہے زبان نکتہ چین روک
رکھے مری اہل خامہ مین نوک

خوبی سے کرے دلون کو تسخیر
نیرنگ نسیم باغِ کشمیر

نقطے ہون سپند خوش بیانی
جدول ہو حصارِ سحر خوانی

جو نکتہ[2] لکھون کہین نہ حرف آئے
مرکز پہ کشش مری پہنچ جائے

داستان تاج الملوک شاہزادہ اور زین الملوک بادشاہ مشرق کی

رودادِ زمانِ باستانی
یون نقل ہے خامہ کی زبانی

پورب مین ایک تھا شہنشاہ
سُلطان زین الملوک ذی جاہ

لشکر کش و تاجدار تھا وہ
دشمن کش و شہریار تھا وہ

خالق نے دیے تھے چار فرزند
دانا عاقل ذکی خردمند

نقشا[3] ایک اور نے جمایا
پس ماندہ کا پیش خیمہ آیا

[1] طعنہ الخ نوک رکھے یعنی میری نوک رہجائے یہ عین محاورہ ہے مثلاً زید کی بات رہ گئی یعنے اللہ نے بات رکھ لی علے ہذا نوک رکھ لی ۱۲ ام ش

[2] جو نکتہ الخ ممکن ہے کہ نکتہ تحریف نقطہ اور نکتہ بھی ہو سکتا ہے معنی یہ کہ میرے کسی مضمون پر اعتراض نہو سکے اور میری کشش یعنی کوشش اور فکر یعنی میرے دلی مقصود تک پہونچ جائے ۱۲

[3] نقشہ یعنی ہینی یہ پیدائش کا نقشہ اور پیش خیمہ سے مراد آثار حمل کے آثار ۱۲ ام ش عفا عنہ

امید[51] کے نخل نے دیا بار
خورشید حمل ہوا نمودار

وہ نور کہ صدقے مہر انور
وہ رخ کہ نہ ٹھہرے آنکھ جس پر

نور آنکھ کا کہتے ہیں پسر کو
چشمک تھی نصیب اس پدر کو

خوش ہوتے ہی طفل مہ جبیں سے
ثابت یہ ہوا ستارہ بیں سے

پیارا یہ وہ ہے کہ دیکھ اسی کو
پھر دیکھ نہ سکیگا کسی کو

نظروں سے گرا وہ طفل ابتر
مانند سرشک دیدۂ تر

پردے سے نہ دایہ نے نکالا
پتلی سا نگاہ رکھ کے پالا

تھا افسر خسروان وہ گلفام
پالا تاج الملوک رکھ نام

جب نام خدا جوان ہوا وہ
مانند نظر رواں ہوا وہ

آتا تھا شکار گاہ سے شاہ
نظارہ کیا پسر کا ناگاہ

صاد[52] آنکھوں کی دیکھ کر پسر کی
بینائی کے چہرے پر نظر کی

مہر[53] لب شہ ہوئی خموشی
کی نور بصر سے چشم پوشی

دی آنکھ جو شہ نے رونمائی
چشمک سے نہ بچ سکی تو بھائی

ہر چند[54] کہ بادشا نے ٹالا
اس ماہ کو شہر سے نکالا

---

[51] امید الخ خورشید حمل ہوا نمودار - حمل سے مراد برج حمل ہے نہ کہ حمل اور خورشید سے آفتاب یعنی وہ لڑکا ماں کے پیٹ سے یوں نکلا جیسے آفتاب برج حمل سے طالع ہوتا ہے اور تحویل آفتاب برج حمل میں نوروز کے دن ہوتی ہے جو بڑی خوشی کا دن ہے ۱۲ [52] صاد الخ دوسرے مصرع میں بینائی کی تعریف بینائی کی ہے یعنی آنکھیں چار ہوتے ہی یا اگرچہ نجومیوں نے دیکھنے کی ممانعت کردی تھی مگر بمقتضائے شوق دیدار بیتاب ہو کر چہرہ کو نظر بھر کر دیکھا ۱۲ [53] مہر لب الخ - کی نور بصر نے چشم پوشی - نور بصر سے مراد بینائی چشم یعنی نور بصر نے بادشاہ سے چشم پوشی اختیار کرلی اور نور بصر کا چشم پوشی کرنا بینائی کا جاتا رہنا مراد ہے ۱۲ [54] ہر چند الخ شہر عربی میں مہینے کو کہتے ہیں ماہ ہو جانا ہے کہ تاج الملوک کو شہر بدر کیا لطف کا پہلو یہ ہے کہ ہر چند چاند شہر سے نکل ہی نہیں سکتا مگر انہوں نے کمال کیا کہ ماہ کو شہر سے نکال دیا یعنی بادشاہ نے ہر چند ٹالا مگر بھائی شہر بدر کرتے رہے ۱۲ م ب

گھر گھر یہی ذکر تھا یہی شور — خارج ہوا نورِ دیدۂ کور

آیا کوئی لیکے نسخۂ نور — لایا کوئی جاکے سرمۂ طور

تقدیر سے چل سکا نہ کچھ زور — بینا نہ ہوا وہ دیدۂ کور

ہوتا ہے وہی خدا جو چاہے — مختار ہے جس طرح نباہے

جانا چارون شاہزادون کا تجویز کحال تلاش گلِ بکاولی کو

پایا جو سفیدِ چشم صفحا — یون میل قلم نے سرمہ کھینچا

تھا اک کحال پیر دیرین — عیسیٰ کی تھین اسنے آنکھین دیکھین

وہ مردِ خدا بہت کرایا — سلطان سے ملا کہا کہ شاہا

ہے باغ بکاولی مین اک گل — پلکون سے اُسی پہ مار چنگل

خورشید مین یہ ضیا کرن کی — ہے بھر گیا اُسی چمن کی

اُسنے تو گلِ ارم بتایا — لوگون کو شگوفہ ہاتھ آیا

شہزادے ہوئے وہ چارون تیار — رخصت کیے شہ نے جا نا چار

شاہانہ چلے وہ لیکے ہمراہ — لشکر اسباب خیمے خرگاہ

وہ بادیہ گردِ خانہ برباد — یعنے تاج الملوک ناشاد

میدان مین خاک اوڑا رہا تھا — دیکھا تو وہ لشکر آرہا تھا

پوچھا تم لوگ خیل کے خیل — جاتے ہو کدھر کو صورتِ سیل

بولا لشکر کا اک سپاہی — جاتی ہے ارم کو فوج شاہی

سلطان زین الملوک شہ زور — دیدارِ پسر سے ہوگیا کور

منظور علاج روشنی ہے — مطلوب گُلِ بکاولی ہے

ا؎ منظور الخ علاج روشنی چشم ہے یعنی روشنی پیدا ہونے کا علاج ۱۲

گُل کی جو خبر سُنائی اُسکو — گلشن کی ہوا سمائی اُسکو
ہمرہ کسی لشکری کے ہوکر — قسمت پہ چلا بہ نیک اختر

غلام ہونا چاروں شاہزادوں کا چوسر کھیل کر دلبر بیسوا سے

نقطوں نے قلم کی مہرہ بازی — یوں لائی ہے رنگ بد طرازی
یک چند پھرا کیا وہ انبوہ — صحرا صحرا و کوہ در کوہ
بلبل ہوئے سب ہزار جی سے — گُل کا نہ پتا لگا کسی سے
وارد ہوئے اِک جگہ سرِ شام — فردوس تھا اُس مقام کا نام
اِک نہر تھی شہر کے برابر — ٹھٹکے سیارے کہکشاں پر
اِک باغ تھا نہر کے کنارے — جو لیئے گُل اُس طرف سدھارے
دلبر نام ایک بیسوا تھی — اُس ماہ کی واں محلسرا تھی
دروازے سے فاصلے پہ گھر تھا — نقارہ جو بدارِ در تھا
بیجا و بجا نہ سمجھے انجان — نقارہ بجا کے ٹھہرے نادان
آواز پہ وہ لگی ہوئی تھی — آپ آن کے ٹھاٹھ دیکھتی تھی
جس شخص کو مالدار پاتی — باہر سے اُسے لگا کے لاتی
ٹھلا کے جوے کا ذکر اُٹھا کر — چوسر میں وہ لوٹتی سراسر
جیت اُسکی تھی ہاتھ جو کچھ آتا — اُس کا کوئی ہتکھنڈا نہ پاتا
بلی کا سر چراغدان تھا — چوہا پاسے کا پاسبان تھا
اُلٹاتے اُڑنی پہ قسمت آسا — بلی جو دِیا تو موش پارہا
جیتے ہوئے بندے تھے ہزاروں[1] — قسمت نے پھنسائے یہ بھی چاروں

[1] جیتے ہوئے الخ یعنی اسکی قسمت کی خوبی نے یا اسکی قسمت کی بُرائی نے یہ بھی چاروں اسکے دام میں پھنسائے عین مجاز و بہتر ۱۲

صیّاد تھی لائی پھانس کر صید[۱] / کرسی پہ بٹھائے نقش امید
گھاتین ہوئین دلربائیون کی / باتین ہوئین آشنائیون کی
رنگ اُس کا جما تو لاکے چوسر / کھیلی وہ کھلاڑ بازی بد کر
وہ چھوٹ پہ تھی یہ میل سمجھے / بازی چوسر کی کھیل سمجھے
مغرور[۲] تھے مال و زر پہ کھیلے / سامان ہارے تو سر پہ کھیلے
بدبختی سے آخری جو اُٹھا / بندا ہونا بدا ہوا تھا
دو ہاتھ مین چارون اُسنے لوٹے / پنجے مین پھنسے تو چھکے چھوٹے
ایک ایک سے رات بھر نہ چھوٹا / پو پھٹتے ہی جُگ اُنھون کا ٹوٹا
زندان کو سپ چلے مچل مچل کر / نردون کی طرح پھرے نہ چل کر
لشکر مین سے جو گیا سوئے شہر / پانی سا پھرا نہ جانب نہر

جیتنا تاج الملوک کا دلبر بیسوا کو اور چھوڑ کر روانہ ہونا تلاش گل بکاؤلی مین

لانا زر گل جو ہے ارم سے / یون صفحہ پہ نقش ہو قلم سے
وہ ریگ روان کا گردِ لشکر / یعنی تاج الملوکِ ابتر
حیران ہوا کہ یا الٰہی / لشکر پہ یہ کیا پڑی تباہی
اُٹھا کہ خبر تو لیجیے چلکر / گذرا درِ باغِ بیسوا پر
حیران تھا یہ بلند پایہ / نکلی اندر سے ایک دایہ
لڑکا کوئی کھو گیا تھا اُس کا / ہم شکل یہ مہ لقا تھا اُس کا
بولی وہ کہ نام کیا ہے تیرا / فرزند اسی شکل کا تھا میرا

[۱] صیّاد تھی الخ کرسی پہ بٹھائے نقش امید یعنی پوری امید انکی جیت لینے کی ہوئی ۱۲
[۲] مغرور الخ سر پہ کھیلے یعنی اپنی ذات کو نذر کھیلے کیونکہ سر بمعنی ذات بھی آتا ہے دوسرا لطف یہ ہے کہ [illegible] سامان ہارے تو سر پہ کھیلے [illegible] مراد سر سے ذات ہے ۱۲

بولا[۵۱] وہ کہ نام تو نہیں یاد ۔ طفلی میں ہوا ہوں خانہ برباد

لیکن یہ میں جانتا ہوں دلگیر ۔ مادر تھی مری بھی ایسی ہی پیر

بیٹا وہ سمجھ کے جی سے اسکو ۔ گھر لائی ہنسی خوشی سے اسکو

چلتے تھے اُدھر سے دو جواری ۔ ایک ایک کی کر رہا تھا خواری

کہتے[۵۲] تھے فریب دو گی کیا تم ۔ شہزادے نہ ہم نہ بیسوا تم

ذکر[۵۳] اپنے برادرون کا سُنکر ۔ بولا وہ عزیز سُن تو مادر

کون ایسی کھلاڑ بیسوا ہے ۔ شہزادوں کو جسنے زچ کیا ہے

بولی وہ کہ ہان جوا ہے بدکام ۔ دلبر ایک بیسوا ہے خودکام

بلی یہ چراغ رکھ کے شب کو ۔ چوسر میں وہ لوٹتی ہے سب کو

پالے سے کی ہے کل چراغ کے ساتھ ۔ وہ بلی کے سر پہ چوہے کے ہاتھ

شہزادے کہیں کے تھے بد اقبال ۔ بندے ہوئے ہار کر زر و مال

بھائی تھے جوش خون کہان جائے ۔ صدمہ ہوا درد سے کہا ہائے

پالنے کا چراغ کا اُلٹ پھیر ۔ سوجھا انھیں یہ دیکھو اندھیر

سوچا[۵۴] وہ کہ اب تو ہم ہیں آگاہ ۔ جیتے ہیں تو جیت لیں گے ناگاہ

اک بلی جو چھیٹی چوہے کو بھانپا ۔ نیولے نے بھگا دیا دکھا سانپ

سمجھا وہ کہ ہے شگون نرالا ۔ نیولا پکڑ آستین میں پالا

---

۵۱ بولا وہ الخ ممکن ہے کہ وہ تحریف ہو (یہ) کی یعنی شہزادے نے کہا نام یاد نہیں لڑکپن سے آوارۂ خانمان ہوا ہوں ۱۲ ۵۲ کہتے تھے الخ حاصل یعنی یہ ہے کہ دونوں شہزادوں اور بیسوا کی ہار جیت کے قصہ کا حوالہ دے رہے تھے ۱۲ ۵۳ ذکر اپنے الخ کوئی شعر مثنوی کا لطف سے خالی نہیں برادروں کے ساتھ لفظ عزیز کیا خوب لائے ہیں ۱۲ ۵۴ سوچا وہ الخ ممکن ہے کہ وہ تحریف ہو یہ کی اور یوں بھی با محاورہ ہے یہ کی تقدیر پر باقی مضمون شعر مشارالیہ ہوگا اور وہ کی تقدیر پر (کہ) بیانیہ ہوگا اور کاف کے بعد کا مضمون بیان ۱۲

چوسر ہی کے سیکھنے کو یکسر / گھوما وہ برنگِ نرد گھر گھر

اک روز اُسے ملگیا امیر ایک / وہ صاحب جاہ دل سے تھا نیک

اشراف سمجھ کے لے گیا گھر / بخشا اُسے اسپ و جامہ و زر

اُس گُل کے جو ہاتھ مین زر آیا / جانبازی کو سوئے دلبر آیا

ملتی تھی کھلاڑ ڈنکے کی چوٹ / نقارہ و چوب مین چلی چوٹ

۵۱ آواز وہ سُنکے در پر آئی / ہمرہ اُسے لیکے اندر آئی

کام اُسکا تھا بسکہ کھیل کھانا / چوسر کا جما وہ کارخانہ

وہ چشم چراغ بیسولکے / کرنے لگے تاک جھانک آکے

نیولا وہ کہ مارِ آستین تھا / چٹکی کے بجاتے ہی وہین تھا

بلی تو چراغ پا تھی خاموش / بل ہو گیا موش کو فراموش

ہنس ہنس کے حریف نے رلایا / مانند چراغ اُسے جلایا

ہارے بہزار بد دماغی / لی خضر نے غول سے چراغی

پاسے سے چلی نہ جعلسازی / اُجڑی وہ بسا بسا کے بازی

سب ہار کے نقد و جنس ہارے / جیتے ہوئے بندے بد کے ہارے

بنیاد جو کچھ تھی جب گنوائی / تب خود وہ کھلاڑ ٹھہرے آئی

پھر پاسے نے کی نہ پاسداری / ہمت کی طرح وہ دل سے ہاری

پاسے کی بدی سے آشکارا / راجہ نل سلطنت ہی ہارا

دانا تو کرے کب اسطرف میل / ہارا ہے جوے کے نام سے بیل

---

۵۱ آواز الخ دوسرے مصرع مین ہمرہ تحریف ہے ہمراہ کی کیونکہ بتقدیر ہمراہ بے تکلف مصرع موزون ہے اور اندر آئی یعنی باہر سے اندر آئی ۱۲ ۵۲ کام اُسکا الخ یعنی ازبسکہ اسکا کام کھیلنا تھا یا کھانا تھا دوسرا پہلو لطف کا یہ بھی ہے کہ کھیل کھانا محاورہ بھی ہے مگر بیان معنی اول مراد ہے یعنی کھیلنا دکھانا دوسرے مصرع مین جما و تحریف ہے جمایا کی ۱۲ + + + +

بارے دیکھا جو بسوا نے ۔ بند اکیا غیر کا خدا نے
سوچی کہ نہ اب بھی چال رہیئے ۔ شادی کا نرا نکال رہیئے
بولی بہزار عجز و زاری ۔ تم جیتے میاں میں تم سے ہاری
لونڈی ہوں نہیں عدول مجھکو ۔ خدمت میں کرو قبول مجھکو
بولا وہ کہ سن یہ ہتھکھنڈے چھوڑ ۔ نقارۂ در کو چوب سے توڑ
یہ مال یہ زر یہ جلنے بندے ۔ یوں ہی یہیں رکھ بجنس چندے
بالفعل ارم کو جاتے ہیں ہم ۔ انشاء اللہ آتے ہیں ہم
بولی وہ سنو تو بندہ پرور ۔ گلزار ارم ہے پریوں کا گھر
انسان و پری کا سامنا کیا ۔ مٹی میں ہوا کا تھامنا کیا
شہزادہ ہنسا کہا کہ دلبر ۔ کچھ بات نہیں جو رکھیئے دل بر
انسان کی عقل گر نہ ہو گم ۔ ہے چشم پری میں جلوۂ مردم
یہ سنکے اٹھا کہا کہ لو جان ۔ جلتے ہیں کہا خدا نگہبان
دولت تھی اگرچہ اختیاری ۔ پا مردی سے اُسنے لات ماری
جز جیب نہ مال پر پڑا ہاتھ ۔ جز سایہ نہ کوئی بھی لیا ساتھ
درویش تھا بندۂ خدا وہ ۔ اللہ کے نام پر چلا وہ

پہونچنا تاج الملوک کا سرنگ کھدوا کر باغ بکاؤلی میں اور گل لیکر پھرنا

کرتا ہے جو طے سواد نامہ ۔ یوں حرف ہیں نقش پائے خامہ
وہ دامن دشت شوق کا خار ۔ یعنے تاج الملوک دل زار
اک جنگل میں جا پڑا جہاں گرد ۔ صحرائے عدم بھی تھا جہاں گرد
سایہ کو پتا نہ تھا شجر کا ۔ عنقا تھا نام جانور کا

مرغان ہوا تھے ہوش راہی / نقش کف پا تھے ریگ ماہی
وہ دشت کہ جس میں پر تگ و دو / پا ریگ رواں تھی پائے رہرو
ڈانڈا تھا ارم کے بادشا کا / اک دیو تھا پاسبان بلا کا
دانت اُسکے تھے گورکن قضا کے / دو نتھنے رہِ عدم کے ناکے
سر پر پایا بلا کو اُس نے / تسلیم کیا قضا کو اُس نے
بھوکا کئی دن کا تھا وہ ناپاک / فاقون سے رہا تھا پھانک کر خاک
بے ریشہ یہ طفل نوجوان تھا / حلوا بے دود بے گمان تھا
بولا کہ[1] چکھون کا ہین یہ انسان / اللہ اللہ شکر احسان
شہزادہ کہ مضطر مین تھا جل سے / اندیشہ سے رہ گیا دہل کے
بل مارنے کی ہوئی جو دیری / سبحان اللہ شان تیری
اشتر کئی جاتے تھے ادھر سے / پر آرد و روغن و شکر سے
وہ دیو لپک کے مار لایا / غُرستم ہوئے شکار لایا
اونٹون کی جو توشین دیو لایا / دم اُس کا نہ اُس گھڑی سمایا
تیورا کے وہین وہ بار بردوش / بیٹھا تو گرا گرا تو بیہوش
چلایا اُس نے کہ مار ڈالو / یا بھاگ سکو تو راستا لو
وہ اونٹ تھے کاروانیون کے / سب ٹھاٹھ تھے مہانیون کے
میدہ بھی شکر بھی گھی بھی پایا / خاطر مین یہ اُس بشر کے آیا
میٹھا اُس دیو کو کھلاؤ / گر سے جو مرے تو زہر کیون دو
حلوے کی پکا کے ایک کڑاہی / شیرینی دیو کو چٹائی

[1] قولہ بولا کہ الخ مصرعۂ اول مین کاف تحریف کتابت معلوم ہوتا ہے کیونکہ مصرعۂ اول بغیر کاف کے بھی بے تکلف موزون ہو سکتا ہے یعنی ع بولا چکھون کا ہین یہ انسان ۱۲+

ہر چند کہ تھا وہ دیو کڑوا
حلوے سے کیا منھ اُس کا میٹھا

کہنے لگا کیا مزا ہے دلخواہ
اے آدمی زاد واہ وا واہ

چیز اچھی کھلائی تو نے مجھکو
کیا اسکے عوض میں دون میں تجھکو

بولا وہ کہ پہلے قول دیجے
پھر جو میں کہون قبول کیجے

وہ ہاتھ پر اُسکے مار کر ہاتھ
بولا کہ ہے قول جان کے ساتھ

بولا وہ کہ قول اگر یہی ہے
بد عہدی کی پر نہین سہی ہے

گلزار ارم کی ہے مجھے دھن
بولا وہ ارے بشر وہ گلبن

خورشید کے ہم نظر نہین ہے
اندیشہ کا وان گذر نہین ہے

وان موج ہوا ہوا یہ اثر در
وان ریگ زمین زمین یہ خنجر

ہوتا جو نہ قول کا سہارا
بچتا نہ یہین تو خیر مارا

رہ جا مرا بھائی ایک ہے اور
شاید کچھ اُس سے بن پڑے طور

اک ٹیکرے پر گیا بُلایا
وہ مثل صدا لیے کوہ آیا

حال اُس سے کہا کہ قول ہارا
ہے پیر یہ نوجوان ہمارا

مشتاق ارم کی سیر کا ہے
کوشش کرو کام خیر کا ہے

حمالہ نام دیونی ایک
چھوٹی بہن اُسکی تھی بڑی نیک

خط اُس کو لکھا یہ عبارت
اے خواہر مہربان سلامت

پیارا ہے مرا یہ آدمی زاد
رکھیو اسے جسطرح مری یاد

انسان ہے چاہے کچھ جو سازش
مہمان ہے کیجیو نوازش

خط لیکے بشر کو لے اُڑا دیو
پہونچا حمالہ پاس بے ریو

بھائی کا جو خط بہن نے پایا
بھیجے ہوے کو گلے لگایا

اُس دیونی پاس ایک حسین تھی
زنبور کے گھر مین انگبین تھی

محمود ا نام دخت آدم — لے آئی تھی دیکھے دیونی دم

جوڑا ہم جنس ہاتھ آیا — محمود کے گلے لگایا

دن بھر تو الگ تھلگ ہی تھے وہ — دو وقت سے شام کو ملے وہ

تھے ضبط و حیا کے امتحان مین — پردہ رہا ماہ مین کتان مین

آپس مین کھلے نہ شرم سے وہ — خاطر کی طرح گرہ رہے وہ

بولا وہ فسردہ دل سحر گاہ — کیا سرد ہوا ہے واہ واواہ

بولی وہ کہ ہونے کو ہوا ہے — جو غنچہ کو گل کرے صبا ہے

بولا وہ یہی تو چاہتا ہون — گل پاؤن تو مین ابھی ہوا ہون

پیراہن گل کی بو تھی مطلوب — یوسف نے کہا وہ حال یعقوب

اول کہی بد نگاہی اپنی — بعد اسکے وہ سب تباہی اپنی

کھولی تھی زبان منھ اندھیرے — کہتے سنتے اٹھے سویرے

پوچھا حمالہ نے مری جان — ہم جنس ملا نکالے ارمان

بولی وہ کہ کہتے آتی ہے شرم — دل سرد رہا بغل ہوئی گرم

ناکامی کے جب وہ طور سمجھی — وہم اسکو ہوا کچھ اور سمجھی

پوچھا کہ بتا تو روگ کیا ہے — درمان ہے کہ درد لا دوا ہے

بولی وہ کہ ہے تو درد لیکن — تم چاہو تو ہے دوا بھی ممکن

وہ بولی جو تو کہے زبان سے — تارے نے آؤن آسمان سے

چہرے کو چھپا کے زیر چادر — محمودا نے کہا کہ مادر

باپ اسکا ہے اندھے پن سے بھول — مطلوب بکاولی کا ہے پھول

دل داغ اس کا برائے گل ہے — نرگس کے لئے ہوائے گل ہے

سلہ تولہ نرگس کے لئے ۔ یعنے اپنے باپ کی آنکھ کے لئے خواہش گل ہے ۱۲

ساعی تھی بدل یہ کہنے والی — راہ اُس نے سُرنگ کی نکالی

دیوؤں سے کہا کہ چوہے بنجاؤ — تا باغِ ارم سُرنگ پہونچاؤ

سُن حاجت نقب بہر گلگشت — کترا جو ہون نے دامنِ دشت

پوشیدہ زمین کے دلمین کی راہ — حد باندھ کے خوش پھرے اُسی راہ

جب پھر نہ زمین سمایا — اُس نقب کی رہ وہ آدم آیا

صحن چمن ارم مین اُچھلا — بوٹا سا نہ زمین سے نکلا

کھٹکا جو لگا ہوا کون کا تھا — دھڑکا ہی دل کا کہہ رہا تھا

گوشہ مین کوئی لگا نہ ہووے — خوشہ کوئی تاکتا نہ ہووے

گو باغ کے پاسبان غضب تھے — خوابیدہ برنگ سبزہ سب تھے

نرگس کی کھلی نہ آنکھ یک چند — سوسن کی زبان خدا نے کی بند

خوش قد وہ چلا گل و سمن مین — شمشاد روان ہوا چمن مین

ایوان بکاولی جدھر تھا — حوض آئینہ دار بام و در تھا

رکھتا تھا وہ آب سے سوا آب — چھینٹے خورشید چھینٹے مہتاب

پھول اُسکا اندھے کی دوا تھا — رشکِ جامِ جہان نما تھا

پانی[1] کے جو بلبلوں مین تھا گل — پہونچا لب حوض سے نہ چنگل

پوشاک اُتار اُتر کے لایا — پھولا نہ وہ جامہ مین سمایا

گل لیکے بڑھا ایاغ بر کف — چوری سے چلا چراغ بر کف

بارہ دری وان جو سونے کی تھی — سو خوابگہ بکاولی تھی

گول اُسکے ستون تھے ساعدِ حور — چلمن مژگان چشم مخمور

لہ پانی کے جو الخ لفظ جو مصرعۂ اول مین تحریف کتابت سے زائد ہو گیا ہے کیونکہ بغیر جو کے بھی مصرع بلا تکلف موزون ہے ۱۲ م ش + + + + + + +

دکھلاتا تھا وہ مکان جادو
محراب سے در سے چشم و ابرو
پردہ جو حجاب سا اُٹھایا
آرام مین اُس پری کو پایا
بند اُسکی وہ چشم نرگسی تھی
چھاتی پہ کچھ کچھ کھلی ہوئی تھی
سمٹی تھی جو محرم اُس قمر کی
بر جون پہ سے چاندنی تھی سر کی
لپٹے تھے جو بال کروٹون مین
بل کھا گئی تھی کمر لٹون مین
چاہا کہ بلا گلے لگائے
سوتے ہوے فتنہ کو جگائے
سوچا کہ یہ زلف کف مین لینی
ہے سانپ کے منہ مین اُنگلی دینی
یہ پھول انھین اژدھونکا ہے من
یہ کالے چراغ کے ہین دشمن
گل چین پہ کے ہنسی نہوے بالکل
خندہ نہو برق حاصل گل
پھر سمجھین گے ہے جو زندگانی
کچھ نام کو رکھ چلو نشانی
انگشتری اپنی اُس سے بدلی
عُنصر خطِ عاشقی سند لی
آہستہ پھرا وہ سرو بالا
سایہ بھی نہ اُس پری پہ ڈالا
ہیبت سازمین کے دلمین آیا
اندیشہ کی طرح سے سمایا
جب نقب افق سے مہر تابان
نکلا تو وہ ماہ دستا بان
گل ہاتھ مین مثل دستِ بیضا
اُس نقب کی آستین سے نکلا
وہ دیوتی اور وہ دخت انسان
دونون تھین اسی کی منتظر وان
گل لیکے جب آ ملا وہ گلچین
اُس نقب کی رخنہ بندیان کین

آوارہ ہونا بکاولی کا تاج الملوک گل چین کی تلاش مین

گل کا جو الم چمن چمن ہے
یون بلبل خامہ نعرہ زن ہے
گلچین نے وہ پھول جب اڑایا
اور غنچہ صبح کھلکھلایا

وہ سبزۂ باغِ خوابِ آرام | یعنے وہ بکاولی گل اندام
جاگی مرغِ سحر کے غل سے | اٹھی نکہت سی فرشِ گل سے
منھ دھونے جو آنکھ ملتی آئی | پر آب وہ چشمِ حوض پائی
دیکھا تو وہ گل ہوا ہوا ہے | کچھ اور ہی گل کھلا ہوا ہے
گھبرائی کہ ہین کدھر گیا گل | جھنجھلائی کہ کون دے گیا جل
ہے ہے مرا پھول لیگیا کون | ہے ہے مجھے خار دے گیا کون
ہاتھ اُس پہ اگر پڑا نہین ہے | بو ہو کے تو پھول اڑا نہین ہے
نرگس تو دکھا کدھر گیا گل | سوسن تو بتا کدھر گیا گل
سنبل مرا تازیانہ لانا | شمشاد انھین سولی پر چڑھانا
ٹھرائین خواصین صورتِ بید | ایک ایک سے پوچھنے لگی بھید
نرگس نے نگاہ بازیان کین | سوسن نے زبان درازیان کین
بیتا بھی پتے کو جب نہ پایا | کہنے لگی کیا ہوا خدایا
اپنون مین سے پھول لیگیا کون | بیگانہ تھا سبزے کے سوا کون
شبنم کے سوا چرانے والا | اوپر کا تھا کون آنے والا
جس کف مین وہ گل ہو داغ ہو جائے | جس گھر مین ہو گل چراغ ہو جائے
بولی وہ بکاولی کہ افسوس | غفلت سے یہ پھول پر پڑی اوس
آنکھون سے عزیز گل مرا تھا | پتلی وہی چشمِ حوض کا تھا
نام اُس کا صبا نہ لیتی تھی مین | اُس گل کو ہوا نہ دیتی تھی مین
گلچین کا جو لے ہاتھ ٹوٹا | غنچے کے بھی منھ سے کچھ نہ پھوٹا
او خار پڑا نہ تیرا چنگل | مشکین کسین نہ تو نے سنبل
او بادِ صبا ہوا نہ بتلا | خوشبو ہی سنگھا بتا نہ بتلا

بلبل تو چہک اگر خبر ہے | گل تو ہی مہک بتا کدھر ہے
لرزاں تھی زمین یہ دیکھ کہرام | تھی سبزہ سے راست مو براندام
انگلی لب جو پہ رکھ کے شمشاد | تھا دم بخود اسکی سن کے فریاد
جو نخل تھا سوچ مین کھڑا تھا | جو برگ تھا ہاتھ مل رہا تھا
رنگ اُس کا لگا غرض بدلنے | گلبرگ سے کف لگی وہ ملنے
بدرے کی انگوٹھی ڈھیلی پائی | دست آویز اُسکے ہاتھ آئی
خاتم تھی نام کی نشانی | انسان کی دستبرد جانی
ہاتھون کو ملا کہا کہ ہیہات | خاتم بھی بدل گیا ہے بذات
جسنے مجھے ہاتھ ہے لگایا | وہ ہاتھ لگے کہین خدایا
عریان مجھے دیکھ کر گیا ہے | کھال اُسکی جو کھینچیے بجا ہے
یہ کہکے جنون مین غضبناک | خون روئی لباس کو کیا چاک
گل کا سا لہو بھرا گریبان | سبزے کا سا تار تار دامان
دکھلا کے کہا سمن پری کو | اب چین کہان بکاولی کو
تھی بسکہ غبار سے بھری وہ | آندھی ہی اُٹھی ہوا ہوئی وہ
کہتی تھی پری کہ اُڑ کے جاتی | گلچین کا کہین پتا لگاتی
ہر باغ مین ڈھونڈتی پھری وہ | ہر شاخ پہ جھولتی پھری وہ
جس تختہ مین مثل باد جاتی | اُس رنگ کے گل کی بو نہ پاتی
بے وقت کسیکو کچھ ملا ہے | پتا کہین حکم بن ہلا ہے

پہونچنا تاج الملوک کا ایک اندھے فقیر کے تکیے پر اور آزمانا گل کا

پھرنا جو وطن کا مدعا ہے | اب صفحہ پہ یون قلم پھرا ہے

وہ گلشن مدعا کا گل چین — یعنے تاج الملوک حق بین

جس وقت گل اُس چمن سے لایا — محمودا خوش ہوئی کہ آیا

کہنے لگی تو مراد پائی — بولا وہ جو یان سے ہو رہائی

گل کی وہ غرض کر آشکارا — جوبن کی طرح اُسے اُبھارا

جب دیو سیاہ شب سے مہتاب — رخصت ہوا جیسے چشم سے خواب

اور گل سے لئے آفتاب تابان — ہنگام سحر ہوا شتابان

وہ مہر وش اور وہ ماہ پیکر — اُس دیونی پاس آئی مضطر

گل کی وہ غرض جتائی اُسکو — رخصت کی طلب سُنائی اُسکو

کیا کہتی وہ دیونی کہا جاؤ — دیوؤن سے کہا کہ تخت لے آؤ

دو بال دیے کہ لو مری لاگ — جب وقت پڑے دکھائیو آگ

دیو اُنکو سر پر بٹھا کے — پرواز کنان ہوا یہ جا کے

بولے کہ کدھر چلوگی کہدو — فردوس کے رخ کہا ادھر کو

وہ مُڑکے اُدھر کو اُڑ کر آئے — گلزار مین بیسوا کے لائے

وقت سحر اور خنک ہوا تھی — گلگشت چمن مین بیسوا تھی

چار آنکھین ہوئین تو تھی شناسا — قدمون پہ گری وہ سایہ آسا

صدقے ہو کر کہا خوش آئے — جس گل کی ہوا لگی تھی لائے

ہمراہ یہ کون دوسری ہے — سایہ ہے کہ ہمقدم پری ہے

بولا شہزادہ شکر ہے ہان — پر ہے گل آرزو سے دامان

محمودہ نام یہ جو ہین ساتھ — پھول انکے سبب سے آگیا ہاتھ

جیتا جو پھرا وہ رشک شمشاد — قیدی کیے بیسوا نے آزاد

شہزادہ نے بھائیون کے لے نام — بھجوایا برائے داغ پیغام

چھوٹون اُس نے تھا انکو تایا — سچون کھوٹون نے داغ کھایا

داغا تو سب[۱] چلے تفنگ سے وہ — چھوٹے قید فرنگ سے وہ

چھوڑا ہوس گل و چمن کو — چارون داغی پھرے وطن کو

بندونکو کیا جب اُس نے آزاد — آیا اب جو وہ رشک شمشاد

اسباب کو کشتیون پہ کر بار — سونپا سب ناخدا کو گھر بار

جب متصل آ گیا وطن کے — خندے یاد آئے مردوزن کے

سوچا کہ مین خود ہون خانہ برباد — کیا جانیے کیا پڑے گی اُفتاد

لازم ہے گل اپنے ہاتھ رکھیے — موقع نہین بہتر ساتھ رکھیے

لنگر کا سفینے مین کیا اشارہ — خود کشتی سے کر گیا کنارہ

وہ پوربی[۲] کر کے جوگیا بھیس — جنگلے کی راہ سے چلا دیس

تکیے پہ فقیر پیر اندھا — اک گوشہ مین آنکھین ہانکتا تھا

تھا نقش قدم سا خاک رہ پر — ٹھہرا وہ مسافر اُس جگہ پر

بے تجربہ تھی نمائش گل — واجب تھی آزمائش گل

پُتلی پہ زر گل آزمایا — سونے کو کسوٹی پر چڑھایا

گل سے ہوئین چشم کور تابان — ہو جیسے چراغ سے چراغان

منھ دیکھ کے اُسنے دین دعائین — تجھ سے ثمرہ کی لین بلائین

گل کے جو اثر سے شادمان تھا — گلچین وہ ہوا سے ہمعنان تھا

---

۱ قولہ داغا تو چلے تفنگ سے وہ - تفنگ کی طرح چلنے سے صرف تیزی رفتار کی تشبیہ دینا مقصود ہے نہ یہ کہ رفتار تفنگ کو محاورہ ثابت کرنا مقصود ہو اور تشبیہ بہت ہی سست ہے

۲ وہ پوربی الخ پوربی و جوگیا و جنگلہ و دیس سب راگنیون کے نام ہین اور دوسرا لطف یہ ہو کہ جنگلے کا وقت دیس کے پیشتر ہوتا ہے ۱۲ + + + + +

ملنا چارون شہزادون کا اور چھین جانا گل بکاولی کا تاج الملوک سے اور بینا ہونا چشم زین الملوک کا

ہو بسکہ یہ چرخ جور پیشہ
یون خار رہِ قلم ہے ریشہ

یہ جا کے اُسی جگہ پہ ناگاہ
آ پہونچے وہ چارون غولِ گمراہ

کہتے تھے کہ واہ رے مُقدر
کس شکل سے پھر کے جاتے ہین گھر

کیا رنگ زمانہ نے دکھائے
گُل لینے گئے تھے داغ لائے

کس مُنھ سے پدر کے آگے جائین
کیونکر بے پھول مُنھ دکھائین

ٹھہرائی کہ اور پھُول لیجائین
کحال کو بے وقوف ٹھہرائین

اک بادہوائی توڑ کر پھول
کہنے لگے پھُول پھُول کر غول

کیا پھُول ہے کیا اثر ہے اسمین
ہو جاتی ہین روشن اندھی آنکھین

وہ کور کہ ہو چکا تھا بینا
دیکھا اُس نے جو یہ قرینا

بولا کہ یہ گل وہ گُل نہین ہے
اُس پھُول کی اور گُل زمین ہے

وہ جوگی جو جاتے ہین اگر آئین
دکھلائین وہ گُل تو آنکھین کھُل جائین

مین کُور ابھی ہو چکا ہون بینا
اندھا نہین اب ہوا ہون بینا

چارون کو تھی حسرت گُل تر
جو پائے ہوا کی طرح چل کر

اُس جوگی کے جب برابر آئے
باہم کہا دیکھو پھُول لائے

گُل ہے کہ علاجِ نور ہے یہ
گُل ہے کہ چراغِ طور ہے یہ

جوگی یعنے وہ شاہزادہ
بولا کہ بکو نہین زیادہ

پاتے اگر اُس درخت کی چھاؤن
لگتے ہی نہ تم زمین پہ پاؤن

ڈینگ آپکی سب فضول ہے یہ
وہ گُل یہ نہین وہ پھول ہے یہ

یہ کہہ کے جو جیب سے نکالا — اُن مفت بروں نے ہاتھ ڈالا
قوت مین وہ چار تھے یہ بیکس — شورش مین وہ چار موج یہ خس
غولون نے بزور پھول اُڑایا — اُس خضر کو راستا بتایا
گل پانے سے بسکہ سرخرو تھے — گھوڑون پہ ہوا کے مثل بو تھے
تعجیل سے رو براہ آئے — گل لیکے حضورِ شاہ آئے
گل لائے جو نور دیدہ دلخواہ — آنکھون کی طرح پھڑک گیا شاہ
پنجے سے پلک کے پھول اُٹھایا — اندھے نے گل آنکھونسے لگایا
نور آگیا چشمِ آرزو مین — آیا پھر آبِ رفتہ جو مین
خورشید بصر گہن سے چھوٹا — خیرات کے در کا قفل ٹوٹا
دولت جو پاس تھی لٹائی — زر بخشا گل کی رونمائی
ایک ایک کو اسقدر دیا زر — محتاج گدا ہوئے توانگر
سجواے طرب کے کارخانے — بجواے خوشی کے شادیانے

پہونچنا بکاولی کا دار الخلافت زین الملوک مین اور وزیر ہو کر تاج الملوک کی تلاش مین رہنا

گلچین کا جو اب پتا ملا ہے — یون شاخِ قلم سے گل کھلا ہے
وہ بادِ چمن چمن خرامان — یعنے وہ بکاولی پریشان
گلشن سے جو خاک اُڑاتی آئی — اُس شہر مین آتے آتے آئی
دیکھا تو خوشی کے چہچہے تھے — گلچین کے شگوفہ کھل رہے تھے
گلبانگ زنان تھا جو جہان تھا — ایک ایک ہزار داستان تھا
پاتے ہی پتا خوشی سے پھولی — شاد ایسی ہوئی کہ رنج بھولی

جادو سے بنی وہ آدمی زاد | انسانون مین آملی پری زاد
سلطان کی سواری آرہی تھی | صورت جو نگاہ کی پری تھی
پوچھا اے آدم پری رو | انسان ہے پری ہے کون ہے تو
کیا نام ہے اور وطن کدھر ہے | ہے کونسا گل چمن کدھر ہے
دی اُس نے دعا کہا بصد سوز | فرخ ہون شہا مین ابن فیروز
گل ہون تو کوئی چمن بتاؤن | غربت زدہ کیا وطن بتاؤن
گھر بار سے کیا فقیر کو کام | کیا لیجئے چھوڑے گاؤن کا نام
پوچھا کہ سبب کہا کہ قسمت | پوچھا کہ طلب کہا قناعت
باتون پہ فدا ہوا شہنشاہ | لایا بصد امتیاز ہمراہ
چہرے سے امیر زادہ پایا | گھر لاکے وزیر اُسے بنایا
نذرین لیئے بندگانِ درگاہ | دستور سے آملے بصد جاہ
دربار مین چارون شاہزادے | دیکھے تو کھلے وہ دلکے سادے
جاہا[له] گلچین کا امتحان لے | پوچھا کہ نگین جو ہے کہان لے
بتلانے لگے وہ چارون نادان | کوئی یمن اور کوئی بدخشان
جانا کہ جو گل یہ لائے ہوتے | خاتم کے نگین بتائے ہوتے
تجویز مین تھا یہ صاحبِ فکر | آیا تاج الملوک کا ذکر
نقش اسکو ہوا کہ بس وُہی ہے | ان سادون سے کندہ کب ہوئی ہے

ز دیکھے کہین چارون سیدھے سادے

له جاہا الخ۔ امتحان تاج الملوک کے لیئے بکاؤلی نے چارون شہزادونکی طرف متوجہ ہو کر علی سبیل التعمیم یہ سوال کیا کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر کوئی انگوٹھیون کے لیئے نگینہ خریدے تو کہان سے خریدے اور ایسا سوال اس موقع پر اس طریقہ سے کرنا مناسب اور بجا تھا اور نگینہ پر کیا موقوف ہے ہر شئے کی نسبت انھین الفاظ مین سوال کر سکتے ہین مثلاً سوال دکیونکہ صاحبو گھوڑا خریدنا ہو تو کہان خریدے اور مقصود ایسے سوالات کا یہ ہوتا ہے کہ فلان شئے کہان سے خریدنا مناسب ہوگا ۱۲ ام شش

ظاہر نہ کیا بطون اپنا — طالع سے لیا شگون اپنا
منزل گہِ رہروان بنا کے — شام و سحر اُسمین آپ آکے
رہرو کو دیا بہ لطف و اکرام — آتے آرام جاتے پیغام

آباد ہونا تاج الملوک کا گلشن نگارین بنوا کے اور شہرہ ہونا

تعمیر مکان کے ہین جو آثار — یون خامہ ہے بہر بیت معمار
شہزادہ کہ عازمِ وطن تھا — گُل پانے سے خوش چمن چمن تھا
اندھے کو کیا جب اُس نے بینا — اور داغیون نے وہ پھُول چھینا
سو پا کر خوشی خدا کی غم کھاؤ — حمالہ دیونی کو بلواؤ
نقلِ ارم اک مکان بنا کے — رکھو پریون کو اپنی لا کے
بال آگ پہ رکھتے آندھی آئی — وہ دیونی بال باندھی آئی
تنہا اُسے دیکھکر کہا ہین — محمودہ کیا ہوئین کہا ہین (نہ ہوئی)
دریا پہ ہون اُنکو چھوڑ آیا — مسکن کے لیئے تمھین بُلایا
لیکن وہ مکان وہ حوض وہ باغ — جو باغ بکاولی کو دے داغ
حمالہ نے دیوؤن کو کیا یاد — آئے تو کہا یہ بن ہو آباد
ویرانے کو گُلزمین بناؤ — گلزارِ جواہرین بناؤ
صناعِ طلسم کار تھے وہ — گلشن کے لیئے بہار تھے وہ
دیوؤن[1] نے ادھر محل بنایا — کشتی سے وہ دخترِ رز کو لایا (دخترک)

---

[1] دیوؤن الخ دختِ رز تحریف دخترک کی یعنی دختر محمودہ کو یا جفت بر کی یا کسی اسی قبیل کے لفظ کی تحریف ہے کیونکہ نسیم کا تو ایک مرتبہ تھا کم سمجھ سے کم سمجھ سخن گو بھی ایسا بے محل اور نامناسب مقام لفظ داخلِ نظم نہین کر سکتا ۱۲ م ش

حمّالہ اُس کی مادرِ پیر
محمود اسے ہوئی بغل گیر

کچھ دیوؤن کو چھوڑ کر وہین پر
رخصت ہو کر چلی گئی گھر

گلشن مین سمن برون کو لایا
نسرین بدنون سے گھر بسایا

دونون کو محل مین لا کے رکھا
پھل نخل مواصلت کا چکھا

دیوؤن کو کہا کہ شہر تمکین
آباد ہو گلشن نگارین

دیو آدمی بن کے بن مین آئے
آتے جاتے کو گھیر لائے

جو سُن کے خبر گیا اُدھر کو
جنت سے نہ پھر پھرا وہ گھر کو

ازبسکہ قریب شہر تھا باغ
خورشید افق نظر پڑا باغ

مفلس زر دار امیر قلاّش
نوکر تاجر فقیر خوش باش

گھر چھوڑ کے چل بسے سب انسان
پھر تن مین نہ آئے صورت جان

ملاقات پھرنی زین الملوک اور تاج الملوک کی آپس مین

گلشن جو بنا جواہر آگین
یون صفحۂ قلم سے ہے نگارین

ساعد نام ایک سقّا تھا
دلبر کا غلام باوفا تھا

صحرا سے جو سیر کر کے آیا
لکڑی کے جھکا کے بوجھ لایا

دلوائے ہر ایک کو نے قوت
الماس و عقیق و لعل و یاقوت

تھی بسکہ وہ جا خلاصۂ دہر
کچھ ٹھہرے کچھ آئے جانب شہر

کف مین جو وہ لعل بے بہا تھے
سن پاتے ہی لوگ اژدہا تھے

شحنہ نے سُنا پکڑ بلایا
لشکر اظہار ساتھ آیا

دیکھا تو وہ جلوہ گاہِ امید
اک دائرہ تھا برنگ خورشید

دروازہ پہ دیوؤن کا تھا پہرا
بھولے خبر وہ شحنہ ٹھہرا

جب واں سے طلب ہوا تو دربان — لائے اُسے پیشگاہ سلطان

آداب کیا ادب سے ٹھہرا — ہیبت زدہ دور ہی سے ٹھہرا

اُن لوگوں کو لیگیا تھا ہمراہ — معروض کیا کہ یا شہنشاہ

کم مایہ یہ لوگ ہیں بظاہر — چوری کے تو یہ نہیں جواہر

ساعد نے کہا کہ ہے یہ حاسد — نیت ہوئی ہو گی اسکی فاسد

حضرت یہ وہی تو ہیں تبردار — جا ان سے نہ بولیو خبردار

پھر کر انھیں پاؤں شحنہ بے آس — آیا زین الملوک کے پاس

کی عرض کہ باغ اک بنا ہے — یہ شہر اُجڑا ہے وہ بسا ہے

جو کوئی ہے اُس جگہ پہ جاتا — ڈھیروں ہے جواہرات پاتا

حضرت نے کہا کہ بک نہ خیرہ — قارون کا وہیں ہے کیا ذخیرہ

فرخ کہ وزیر با خرد تھا — سلطان کا شیر نیک و بد تھا

بولا کہ شہا یہ بات کیا ہے — نیرنگ و فسوں کا گھر بڑا ہے

ہرچند کہ طرفہ حال ہے یہ — کچھ دور نہیں مثال ہے یہ

حکایت ایک عورت کے مرد بن جانے کی دیو کے جادو سے

اک ملک میں ایک صاحب فوج — رکھتا تھا محل میں بار ور زوج

تھا داغ پسر مقدر اُسکو — جنتی تھی ہمیشہ دختر اسکو

از بسکہ وہ شاہ تھا بداختر — کرتا تھا حسد سے قتل دختر

اک بار[1] محل میں پھر حمل تھا — وہ شاہ کہ ظلم میں مثل تھا

[1] اک بار الغرض اس شعر کے دونوں مصرعوں میں یہ تعقید ہوئی ہے در نسیم سا محقق اُس خبر سے آتش جیسا اصلاح دہندہ اور پھر ایسی فاش غلطی جا کے کہ جن کو محل بالفتح کے جائز رکھا ایسے قطع نظر اور شعرا کے کلام میں بھی اغلاط قابل تسلیم ہوا کرتے ہیں جنکی اصلاح تصحیح الفاظ میں متعذر ہو اور ایسے اغلاط جنکی ہمارے وقت کے اور ہم ایسے ہیچ زبان یادی النظر میں اصلاح کر سکیں ہرگز تسلیم نہیں ہو سکتے کہ بغیر تحریف ہیں اور اس شعر کے اصل الفاظ غالبا قریب قریب الفاظ ذیل کے ہونگے ۔ اک بار محل میں حمل تھا پھر ؛ اور شاہ جو تھا ستم کا جابر ۱۲ ام ش

لکھا بیٹھا قسم کہ ا . کی باری
بیٹا جو نہ دے جناب باری

اقبال کا کچھ نہ جانیئے اوج
گر ڈالیئے ذبح دختر و زوج

گننا تھی غرض کہ راس اسکی
پوری نہ ہوئی وہ آس اسکی

سلطان کا جو عہد بے خلل تھا
گھر والون کو خوف کا محل تھا

ملحوظ بدل تھا پردۂ راز
ستیارہ شناسون سے کیا ساز

ہر چند ستارہ مان کا تھا ماند
تھی چاندنی شہرہ کر دیا چاند

بیٹے[ا] کا وہ زائچہ بنا کے
گویا ہوئے دست بستہ آکے

حضرت یہ پسر ہے نیک اختر
بد بین مگر ہے ایک اختر

جب تک یہ چلے نہ اپنے پانوٗن
حضرت نہ پسر کے سامنے ہون

حیلہ کرکے چھپا کے یک چند
بیتاب ہوا جب آرزومند

وہ گندم[۲] جو نما تھی پالی
مردانہ لباس سے نکالی

خوش ہوکے پدر نے بہر شادی
ٹھہرائی کہین کی شاہزادی

بن ٹھن کے عروس شکل داماد
شادی کو چلی بجان ناشاد

اک شب کسی دشت مین تھے ڈیرے
اور روز نکاح تھا سویرے

خیمہ سے وہ بیقرار نکلی
اس چھالے سے مثل خار نکلی

دیکھا تو اندھیری رات سنسان
اک عالم ہو ہے اور بیابان

اک دیو وہان پہ گشت مین تھا
جویائے شکار دشت مین تھا

دیکھا تو کہا خضر ملے آؤ
منھ کھولو عدم کی راہ بتلاؤ

ا بیٹے کا الخ مصرعۂ اول مین وہ تحریف ہے کیونکہ بغیر وہ کے بھی مصرع بے تکلف موزون ہو ۱۲

۲ وہ گندم الخ یعنی چونکہ وہ لڑکی ایسی تھی کہ گویا لڑکا معلوم ہوتی تھی گندم اور جو کے ذکر سے صرف ایک دوسرے کی ضد ہونے کا اظہار و بیان مقصود ہے نہ گندم و جو کی کمی و بیشی درجات ۱۲ م ش

بولا وہ کہ سُن تو آدمی زاد / کیون تنگ ہے جی سے کیا ہے بیداد

اے مردِ خدا خُدا کی سوگند / کہہ جس لیئے ہو تو آرزومند

بولی وہ کہ یہ خیال ہے خام / خنجر کا ہو کیا نیام سے کام

کھکر کھُلے بندون جی کی تنگی / بے ننگ ہوئی وہ شوخ ننگی

آنکھین جھپکا کے دیو بولا / تو کیا کھُلی پردہ تو نے کھولا

خاطر تیری سے طلسم دکھلاؤن / تو مجھ سی سپنے مین تجھ سا نچاؤن

موند آنکھ کہا تو موندلی آنکھ / کھول آنکھ کہا تو کھولدی آنکھ

بلّے مردانگی کے پر تو / دامن مین سے دی چراغ نے لو

تھا لے مین یہان اُوگا صنوبر / وان شیشہ رہا ترش کے ساغر

اب یان سے ہے قصۂ مختصر طول / فرخ کہ وہ تھا وزیر معقول

بولا کہ شہا جو یہ ہوا ہے / اسباب کا پھر وجود کیا ہے

شہ نے کہا سُن وزیر دانا / بے دیکھے سُنے کو کس نے مانا

یاد آئی سبھی مجھے بھی اک روایت / یہ کہہ کے بیان کی حکایت

حکایت نصیحت گری مُرغ اسیر و نافہمی صیّاد کی

اک مُرغ ہوا اسیرِ صیاد / دانا تھا وہ طائرِ چمن زاد

بولا جب اُس نے باندھے بازو / کھُلتا[1] نہین کس طرح یہ ہے تو

بیچا تو ٹکے کا جانور ہون / گر ذبح کیا تو مشت پر ہون

پالا[2] تو مفارقت ہے انجام / دانا ہو تو مجھ سے مرے دام

[1] کھلتا نہین الخ یعنے یہ نہین معلوم ہوتا کہ تجھکو کس چیز کی طمع ہے ۱۱ + +

[2] پالا تو الخ مفارقت ہے انجام یعنے زندگی کا کچھ اعتبار نہین ۱۲ + +

بازو[1] مین نہ تو مرے گرہ باندھ — سمجھاؤن جو پند اُسے گرہ باندھ
سُن کوئی ہزار کچھ سُنائے — کیجے وہی جو سمجھ مین آئے
قابو ہو تو کیجیے نہ غفلت — عاجز ہو تو ہاریے نہ ہمت
آتا ہو تو ہاتھ سے نہ دیجے — جاتا ہو تو اُس کا غم نہ کیجے
طائر کے یہ سُن کلام صیاد — بن داموں ہوا غلام صیاد
بازو کے جو بند کھول ڈالے — طائر نے تڑپ کے پر نکالے
اک شاخ پہ جا چہک کے بولا — کیون پر مرا کیا سمجھ کے کھولا
ہمت نے مری تجھے اُڑایا — غفلت نے تری مجھے چھڑایا
دولت نہ نصیب مین تھی تیرے — تھا لعل نہان شکم مین میرے
دے کر صیاد نے دلاسا — چاہا پھر کچھ لگائے لاسا
بولا[2] وہ کہ دیکھ کر کیا جعل — طائر بھی کہین نگلتے ہین لعل
ارباب غرض کی بات سُنکر — کر لیجے یک بیک نہ باور
فرّخ یہ وہی مثل نہوے — دیکھا آ جو تجھے دہل نہوے
مشتاق تو تھا چلا وہ دستور — دکھلائی دیا وہ بقعۂ نور
نقشے مین وہ گلشن نگارین — گلزار ارم سے تھا خوش آئین
حیرت تھی کہ یہ طلسم کیا ہے — پردیس مین ہون کہ گھر مرا ہے
اس سوچ مین تخت گہ تک آیا — حیران وہ وزیر شہ تک آیا
آداب اک کر کے حسبِ دستور — ٹھہرا تو وہ بادشاہ مستور
سمجھا کہ حسین آدمی ہے — کیا جانے کہ خود بکاؤلی ہے

[1] بازو مین الخ لسے گرہ باندھ یعنی اس نصیحت کو گرہ مین باندھ لے ۱۲ [2] بولا وہ الخ مصرعۂ دل مین ضرور کچھ تحریف ہی ممکن ہے کہ یون ہو ؎ بولا وہ کہ دیکھ یہ بھی تھا جعل ۱۲ + + +

پھرنا بادشاہ کا ہون

پوچھا کہ کدھر سے آئے کیا نام — بولا وہ کہ نام سے ہے کیا کام
انسان ہون بندۂ خدا ہون — بھیجا زین الملوک کا ہون
گستاخی معاف آپ آئے — بن گھیر لیا مکان بنائے
بہکے کے بسائے مردم شہر — حضرت کا بڑا ہے آپ پر قہر
دعوی یہ ہے یان زمین دابی — آبادی مین آئی ہے خرابی
خیر اب بھی رفع شر جو چاہو — آنکھون سے چل کے جبہہ سا ہو
بولا کہ وہ فتنہ گر نہین ہم — شر جن سے ہو وہ بشر نہین ہم
درویشی مین دل کے بادشاہ ہین — مسند کے تکیہ کے گدا ہین
دستور کہ عرض کر چکا تھا — مثل دل بدگمان رکا تھا
بولا چلو صلح درمیان ہو — باہم مہ و مہر کا قران ہو
بولا وہ فقیر کی بلا جائے — مشتاق جو ہو وہ شوق سے آئے
بولا وہ کہ خیر تا بہ فردا — اٹھ جائے گا درمیان سے پردا
یہ کہہ کے پھرا وزیر آیا — پہونچا تو وہ شہر خالی پایا
شہزادہ و شہ محل مین تھے وان — برہم زدہ بزم کے چراغان
شہ نے جو وزیر آتے دیکھا — فرخ فرخ پکار اٹھا
سلطان کے نثار ہو کے دستور — بولا کہ بلائے شاہ ہو دور
دیکھ آیا مین وہ مکان یاقوت — ہے معدن لعل و کان یاقوت
تختہ ہے زمردین کہ مینو — گلشن ہے جواہرین کہ جادو
نقشا کہون کیا نگار خانہ — جادو کا تمام کارخانہ
دیوون کی بنائی ہے وہ بنیاد — رہنے والے ہین آدمی زاد
وان صاحب تاج و تخت جو ہے — درویش ہے شاہ نام کو ہے

دیو[1] اُسکے عمل مین آگئے ہین
کل آپ بھی چل کے کیجیے سیر
جادو کے محل بنا گئے ہین
وعدہ کر آیا ہون کھا خیر

بھید کھلنا چھپے ہوؤن کا ایک ایک پر

اب خامہ سے واشگاف یون ہے
دل ملنے کی راہ صاف یون ہے
فرخ جو گیا تو شاہزادہ
سوچا کہ ہون اُٹھا کل زیادہ
رکھا آتش پہ دوسرا بال
حاضر ہوئی دیو نی قوی بال
دعوت کی اُسے خبر سُنائی
دیوؤن کے رُخ اُسنے آنکھ اُٹھائی
ہمچشمون نے جیتون اُسکی تاڑی
پلکون سے زمین بن کی جھاڑی
غولون سے بھرا جو تھا بیابان
پھولون سے بنا دیا خیابان
صنّاعی انھون نے رات بھر کی
مشتاق نے وان وہ شب سحر کی
بجتے ہی گجر وہ شاہ ذیجاہ
چارون شہزادے لیکے ہمراہ
جو جو اُمرا تھے سب بُلائے
فرخ کو خواصے مین بٹھا کے
مشرق سے روان ہوا دلاور
جسطرح اُفق سے شاہ خاور
بجلی سے جو زرق برق آئے
فرش ابر کیطرح بچھتے پائے
دیکھا[2] تو تمام دشت گلزار
دائین بائین دو رستہ بازار
نہ کہتے تھے درخت پر خشک تھا
فرخ کہتا تھا کل تلک تھا

[1] دیو اُسکے الخ عمل مین آگئے ہین یعنی وہ ایسا عامل ہے کہ دیو اسکے تابع عمل ہین ۱۲

[2] دیکھا تو الخ غالبًا لفظ تو تحریف سے لفظ تھے کی دو رستہ بازار یعنی دو رویہ بازار کیونکہ رستہ لغت مین صف ہے اور ممکن ہے کہ مصرعۂ اول یون ہو ؏ دیکھا تو تمام بن ہے گلزار ؏ بہر حال پہلے مصرعہ مین تحریف معلوم ہوتی ہے ۱۲ ام ش

فقط عاشقون کا ... [illegible]

غافل تھے کہ سبز باغ ہے یہ
اپنے ہی جگر کا داغ ہے یہ

تجویز رہے تھے سب کے دنگ
جادو - افسون طلسم - نیرنگ

اتنے مین سُنا کہ صاحبِ تاج
جتنا پڑھے دیکھے سب ہو تاراج

کیا لشکری اور کیا شہنشاہ
سنائے مین تھے کہ اللہ اللہ

دیکھے جو جواہرات کے ڈھیر
سب من کے ہوس سے ہو گئے سیر

شہزادہ نے آمد اُنکی پائی
کی تا درِ خانہ پیشوائی

دونون مین ہوئین جو چار آنکھین
دولت کی کھلین ہزار آنکھین

ایوان جواہرین مین آئے
الماس کی شہ نشین مین آئے

وہ چتر کے زیر سایہ بیٹھے
افسر سب پایہ پایہ بیٹھے

جو جو کہ تواضعات ہین عام
لے آئے خواص نازک اندام

چکنی ڈلی - عطر - الائچی - پان
نقل و مے و جام و خوان الوان

رغبت سے اُنھین کھلا پلا کے
بولا شہزادہ مسکرا کے

اِس تاج شہی مین کے نگین ہین
کے نام و نشانِ دلنشین ہین

سلطان نے کہا بصد لطافت
یہ چار ہین عنصرِ خلافت

ایک اور ہوا تھا قابلِ چشم
وہ نور بصر تھا دشمنِ چشم

جب لائے یہ گلِ بکاؤلی کا
نکلا تب خار روشنی کا

پوچھا اِس نے وہ اب کدھر ہے
سلطان نے کہا کہ کیا خبر ہے

پوچھا شہزادہ نے کہ یا شاہ
صورت سے ہو کوئی اُسکی آگاہ

ایک اُنمین سے چشم آشنا تھا
کوکا اُسی شاہزادہ کا تھا

بولا کہ حضور ادھر تو دیکھین
دیکھا تو کہا مری نظر مین

صورت وہی رنگِ رو وہی ہے
لہجہ وہی گفتگو وہی ہے

یہ سنتے ہی اُس نے خندہ کرکے — سر پاؤن پہ رکھ دیا پدر کے
سر قدمون سے شاہ نے اُٹھایا — فرزند کو چھاتی سے لگایا
لے لے کے بلائین کاکلون کی — پیشانی چومی پیٹھ ٹھونکی
عرض اُس نے کیا کہ دو پرستار — پابوسیِ شہ کے ہین طلب گار
حضرت نے کہا بُلائیے خیر — اُٹھ جائین جو بیٹھے ہون یہان غیر
شہزادہ نے اِک مکان بتایا — ایک ایک اُٹھا اُدھر کو آیا
سب اُٹھ گئے پر وہ چارون باغی — بیٹھے رہے فرش گُل پہ داغی
شہزادہ اُٹھا محل مین آیا — پردہ تلک اُنکو ساتھ لایا
دلبر[1] سے کہا مین جب کہون آؤ — تو کہیو یہ چارون داغی اُٹھواؤ
در پردہ سکھا کے باہر آیا — بے پردہ حضور شہ بُلایا
دلبر نے کہا نہ جاؤنگی مین — قربان گئی نہ آؤن گی مین
اُٹھ جائین یہ چارون سُست بنیاد — داغی ہوے ہین غلام آزاد
چارون کا یہ سُنتے ہی اُڑا رنگ — یکبارگی شاہ ہو گیا دنگ
دکھلائی دیے جو بیٹے بیرخ — دیکھا تاج الملوک کے رُخ
یان دلبہ تھے داغ وان سُرین پر — یان نام پہ حرف وان نگین پر
وہ جعل - وہ ہار - وہ غلامی — وہ گھات - وہ جیتنا تمامی
وہ دسترس اور وہ پایمردی — وہ بیکسی اور وہ دشت گردی
وہ دیو کی بھوک اور وہ تقریر — وہ حلوے کی چاٹ اور وہ تحریر
وہ سعی - وہ دیونی کی صحبت — محمودہ کی وہ آدمیت

[1] دلبر سے کہا الخ تو کہیو یہ چارون داغی اُٹھواؤ - یعنی ان چارون داغیونکو اُٹھواؤ تو ہم آئین اور ممکن ہے کہ تو تحریف ہو نم کی ۱۲ +++

تجویز کی وہ سُرنگ کی راہ
اور ہوش دوانیاں وہ دلخواہ

وہ سیرِ چمن - وہ پھول لینا
وہ عزمِ وطن - وہ داغ دینا

وہ کو رسے کے حق مین خضر ہونا
وہ غُولون سے ملکے پھُول کھونا

وہ بال کو آگ کا دکھانا
وعدہ پہ وہ دیونی کا آنا

وہ نُزہتِ گلشنِ نگارین
وہ دعوتِ بادشاہ - وہ تمکین

گذرا تھا جو کچھ بیان کیا سب
پنہان تھا جو کچھ عیان کیا سب

انگشتریٔ پری دکھا کر
کھلوائی سُرین کی مُہرِ محضر

پہلے تو بہت وہ مُنھ چڑھے ڈھیٹ
آخر داغی دکھا گئے پیٹ

اُٹھوا کے اُنھین وہ دو خوش آئین
پابوسئی شہ کو سر سے آئین

حضرت نے سمجھ کے حُسنِ خدمت
دونون کو دیے خطاب و خلعت

نذرین اُن دونون نے دکھائین
رخصت ہو کر محل مین آئین

مسند سے شہ اُٹھ کے بیچ آیا
بولا بیٹے سے جان بابا

روشن کیا دیدۂ پدر کو
مادر سے بھی چل کے آنسو پونچھو

مشتاق کو روبراہ پایا
ہمراہ اُسے تا بخانہ لایا

مان نے دیکھا جو وہ دلاور
اشکون کے گُہر کیے نچھاور

وہ طفل بھی گر پڑا قدم پر
مانند سرشکِ چشمِ مادر

ہر خویش و یگانہ سے مِلا وہ
پھر اپنی جگہ پہ آگیا وہ

غائب ہو جانا فرّخ یعنی بکاولی کا اور بلوانا تاج الملوک کو گلشنِ نگارین سے اور متفق ہو کر گلزارِ ارم مین رہنا

کھلنے پہ جو ہے طلسم تقدیر
اب خامہ نے یون کیا ہے تحریر

فرخ وہ بادشا کا دستور
یعنے وہ بکاولی مستور

مطلوب[1] کا سن سمجھ کے سب حال
چاہے کہ نکالے کچھ پر و بال

سوچی کہ دلا شتاب کیا ہے
پھر سمجھین گے اضطراب کیا ہے

اس وضع کا پاس کر گئی وہ
تغئیر لباس کر گئی وہ

فرخ کہنے تک آدمی تھی
پھر وہ ہی بکاولی پری تھی

غربت سے چلی وطن مین آئی
صحرا سے اڑی چمن مین آئی

پژمردہ خواصون مین پڑی جان
صدقے ہوئی کوئی کوئی قربان

اس غنچہ مین اک سمن پری تھی
وہ ہم نفس بکاولی تھی

بولی کہو کیا کیا کہا خوب
بے کچھ سنے پھر بھی آئی کیا خوب

مانگا کاغذ دوات و خامہ
لکھا گلچین کے نام نامہ

اے یوسف چشم زخم یعقوب
وے رشک برادران منکوب

اے دلبر دلبر دغلباز
وے دیو سوار عرش پرواز

اے آب تہ زمین نیرنگ
وے نقب دوان باغ گلرنگ

اے پردہ کشائے بیحجابی
وے دزد حنائے دستیابی

اے رہرو رو بہ رہ نہادہ
وے صرصر گل بباد دادہ

اے بے سرو برگ گلشن آرا
وے لعل نمائے سنگ خارا

اے بیخبر طلسم صورت
وے بے بصر رخ ضرورت

اے باعث عزم میزبانی
وے صاحب بزم مہربانی

[1] قولہ مطلوب کا سن الخ چاہے اور نکالے دونون بیائے مجہول ہین نہ بیائے معروف یعنی بکاولی کچھ پروبال نکالا چاہتی تھی یعنی اڑکر جانا چاہتی تھی کہ اس اثنا مین سوچی کہ دلا الخ ۱۲ + + + +

اے آئینہ دار خود نمائی — اے سرمۂ چشم آشنائی

اے پردہ کشائے روے پنہان — اے داغ نمائے پشت اخوان

تو باغ ارم سے لے گیا گل — تو مجھسی پری کو دے گیا جل

برزخ ترے واسطے ہوئی مین — فرسخ ترے واسطے ہوئی مین

تجھکو ترے باپ سے ملایا — مجھکو یہ ملا کہ تجھکو پایا

جو جو اسرار تھے نہانی — سب تجھ سے سُنے تری زبانی

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے — جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

جا ہلتا کرون سر سے پامال — کر شکر سمجھ کہ تھا خوش اقبال

کیا سمجھے کہ صورت اور کچھ تھی — وقت اور ضرورت اور کچھ تھی

اب تک ہین وہ خارجی کے جی مین — جلد آ کہ ہے مصلحت اسی مین

آئے گا تو در گذر کرونگی — ورنہ مین بہت ساتر کرونگی

داغون پہ دیے ہین داغ تو نے — دکھلائے ہین سبز باغ تو نے

کانٹون مین اگر نہو الجھنا — تھوڑا لکھا بہت سمجھنا

پھر خط کی نہو امیدواری — نقطہ ہے قلم کی دوستداری

یہ لکھ کے کہا سمن پری کو — چالاک ہے تو ہی قاصدی کو

یہ خط یہ انگوٹھی لے ابھی جا — پورب کی سمت کو چلی جا

رستے مین ہے گلشن نگارین — رہتا ہے وہین مرا وہ گلچین

خاتم کے نشان سے نامہ دیجیو — ٹھہری رہیو جواب لیجیو

خط خاتم لیکے وہ ہوائی — پتا ہوئی اور پتے پہ آئی

وہ باغ کہ تھا جواہر آگین — ثابت ہوا گلشن نگارین

وہ آدم حور وش پری رو — یعنی تاج الملوک خوش خو

گلگشت مین تھا کسی روش پر | محمود وہ دائین بائین دلبر
قاصد[1] نے رُخ پری دکھایا | دھیان اُسکو بکاولی کا آیا
پہچانتے ہی نگینِ خاتم | بے شبہہ ہوا یقین کا عالم
پرتو پہ وہ یون چلا تڑپ کے | انگارے پہ جیسے کبک لپکے
دھوکا تھا فقط بکاولی کا | قاصد نے دیا وہ خط پری کا
گو سرمہ خموشی نے کھلایا | تحریر کو آنکھون سے لگایا
قاصد سے کلامِ لطف بولا | خط صورت چشم شوق کھولا
وہ نامہ کہ عنبرین رقم تھا | قسمت کا نوشتہ یک قلم تھا
تحریر تھی سرگذشت ساری | کچھ یاس تھی کچھ امیدواری
منگوا کے وہین دوات وخامہ | تحریر کیا جواب نامہ
اے شاہِ ارم کی دخترِ گلفام | فرخ لقب و بکاولی نام
اس نامہ کے اس لقب کے صدقے | اس نامہ کے اس طلب کے صدقے
مینے جو غرض سے جی چُرایا | تو نے کیون آکے منھ چھپایا
میری جو بدی ہوئی تھی کچھ یون | تو نیک ہے بے ملے گئی کیون
تو جائے تو کیون نہ آئے افسوس | افسوس افسوس ہائے افسوس
تقدیر پھری پھری نہین تو | امید گئی گئی نہین تو
اے[2] کاش مین کچھ بھی سانس پاتا | جی کھول کے داغِ دل دکھاتا
معلوم تو ہے کہ شوق کیا تھا | جو کھینچ کے یان سے لیگیا تھا

[1] قولہ قاصد نے الخ مصرعہ اول مین تحریف کتابت ہوگئی ہے غالباً نسخہ قدیم مثنوی مین یون ہی ہوگا ع قاصد سے پری کا رُخ جو دیکھا ۱۲ [2] قولہ اے کاش الخ کچھ بھی سانس پاتا یعنی مجھکو اگر اس امر کا شائبہ بھی معلوم ہوجاتا کہ تو درحقیقت بکاولی اور فرخ کا بھیس بنائے ہے ۱۲ + + + + +

اب مجھ مین وہ دم اجی کہان ہے | وہ دل وہ جگر وہ جی کہان ہے
مرجاؤن اگر طلب مین تیری | مین کیا کہ خبر نہ پہونچے میری
قابل وہان آنے کے کہان ہون | یان بھی جو رہا تو نیم جان ہون
تجھسے مری خاطر اب کہان جمع | تو بستر شعلہ مین رگ شمع
تو برق دمان مین خرمن خار | تو سیل روان مین خستہ دیوار
تو جوشش یم مین موج بے پر | مین نقش قدم تو باد صرصر
دھڑکا ہے یہی تو جان دون گا | مرجاؤنگا اب نہ مین جیون گا
ہو تجھ سی پری جو خصم جانی | انسان کی ہے مرگ زندگانی
منظور جو ہو حیات میری | تو مان لے ایک بات میری
حمالہ کو بھیج آکے لیجائے | شاید مجھے زندہ پاکے پہونچائے
بھیجا نہ اُسے تو جان لینا | آسان ہے یہان بھی جان دینا
یہ لکھکے جو خط سے ہاتھ اُٹھایا | قاصد نے لیا جواب لایا
مطلوب کا خط وہ پڑھ رہی تھی | دیکھا تو وہ دیونی کھڑی تھی
پوچھا کہ اری تجھے خبر ہے | گلچین مرا کونسا بشر ہے
وہ صدقے ہوئی کہا بلا لون | لے دیکھے کسی کا نام کیا لون
یہ سُن کے وہ شعلہ ہو بھبوکا | بولی کہ تجھے لگاؤن لوکا
تیرا ہی تو ہے فساد مردار | داماد کو گل دیا مجھے خار
گل نقب کی راہ لیگیا چور | زندہ کرون اُس موے کو در گور
حمالہ جلی ہون کیا کہون مین | داماد کو لا تو ٹھنڈی ہون مین
آگاہی جو دیونی نے پائی | بگڑی ہوئی بات یون بنائی
محمودہ ہے کنیز زادی | انسان سے ہوئی ہے اُسکی شادی

میرا تو نہیں قصور ہے کچھ — شاید اسکا فتور ہے کچھ
مجرم جو وہ ہے تو وہ میں لائی — یہ کہہ کے اُٹھی چلی ہوائی
آئی تو یہ زار نیم جان تھا — آپ اپنی قضا کا نوحہ خوان تھا
حمالہ کو دیکھتے ہی رو رو — پوچھا کہ تو لینے آئی مجھکو
بولی وہ بنے بگاڑ کیا ہے — چل دیکھ تو چھیڑ چھاڑ کیا ہے
کچھ بول کے زیر لب وہ دلزار — ہیجان میں تپ کے جیسے بیمار
لرزا سا چڑھا جو دیو نی پر — مانند حواس اُڑی وہ مضطر
اس سمت سے پہونچی یہ عقیلہ — وان آئی پری کی مان جمیلہ
شکوہ کرنے لگی پری سے — یون کہنے لگی بکاولی سے
گلزار کی سیر کیا خوش آئی — برسون سے نہیں تو گھر بھی آئی
بے طرح گلون کی ہے تو شیدا — گلچین نہ ہوا ہو کوئی پیدا
کھلتے ہین کچھ انتظار کے طور — رُخ میری طرف نظر کہین اور
مادر کے کلام سُن کے دختر — بولی کہ چمن تو ہے مرا گھر
مین کیا جانون مجھے خبر کیا — رُخ کس کو کہتے ہین نظر کیا
تقریر جو بھولے پن کی پائی — وہ سادہ دل اُٹھ کے گھر کو آئی
جب اُٹھ گئی یہ تو دیو نی وہ — حاضر ہوئی لیکے آدمی کو
آیا تو وہ منتظر تھی خونخوار — اندیشہ سے کانپ اُٹھا گنہگار
وان غصہ بھری غضب وہ چتون — پلکون سے یہان نظر یہ چلمن
وان سرمۂ چشم گرم تسخیر — یان قطرۂ اشک تر گلو گیر
وان پھانسنے کو بلا وہ گیسو — یان تاب سخن نہین سر مو
بولی وہ پری بصد تامل — کیون جی تمھین لیگئے تھے وہ گل

کیا کہتی ہون مین ادھر تو دیکھو ۔ میری طرف اک نظر تو دیکھو
ہے یا نہین یہ خطا تمھاری ۔ فرمائیے کیا سزا تمھاری
قابو مین پری کے تھا سلیمان ۔ بولے بتلائے کیا پشیمان
کی عرض رضا ہے جو خوشی ہو ۔ عاشق کی سزا جو پوچھتی ہو
مشکین زلفون سے مشکین کسواؤ ۔ کالے ناگ سے مجھکو ڈسواؤ
تلوار سے قتل ہو جو منظور ۔ ابرو کے اشارے سے کرو چور
زندان مین جو زندہ بھیجنا ہو ۔ اپنے دل تنگ مین جگہ دو
یہ سُن کے وہ شوخ مسکرا کے ۔ بولی اُسے چھاتی سے لگا کے
گلچین تو فقط نہین چمن کا ۔ محرم ہے سارے تن بدن کا
رُخ دیکھ چکی ہون اب ترا مین ۔ منھ دوسرے کو دکھاؤن کیا مین
یہ کہہ کے لبون نے قند گھولے ۔ مستی نے دلون کے عقدے کھولے
کاوش یہ ہوا گہر سے الماس ۔ غنچے نے بجھائی اوس سے پیاس
وان غنچہ یاسمن تھا گلنار ۔ یان دامن سرو ارغوان زار
وان صبح صفا تھی گل بداماں ۔ پھولی رُخ مہر پر شفق یان
کیا آگے لکھون کہ اب سر دست ۔ ہوتا ہے دوات مین قلم مست

افشاء راز ہو کر پھنسنا تاج الملوک کا طلسم مین اور مقید ہونا بکاولی کا

خونین رقمی سے کلک شنجرف ۔ ہے سرگشتۂ معنی و حرف
ازبسکہ یہ عشق فتنہ پرداز ۔ ہے شمع فروز پردۂ راز
ہمدم جو بکاولی نے پایا ۔ غماز یہ غم خوشی مین لایا
بھیٹا کائی بھیس مادر اُسکی ۔ گدرانی خبر برابر اُسکی

اک شب کہ تھی خال روے شامت
یا مردم دیدۂ قیامت
آگر جو ہے دبکتی جمیلہ
روشن تھے چراغ اور فتیلہ
وہ شعلۂ آتشین لپک کے
بجلی سی گری چمک دمک کے
دونون کی رہی نہ جان تن مین
کاٹو تو لہو نہ تھا بدن مین
شہزادہ پہ اُس نے مار جنگال
دریاے طلسم مین دیا ڈال
بیٹی کی طرف کیا نظارہ
جھنجلا کے کہا کہ خام پارہ
حرمت مین لگایا داغ تو نے
لٹوائی بہار باغ تو نے
تھمتا نہین غصہ تھا منے سے
چل دور ہو میرے سامنے سے
خجلت سے پری زمین مین گڑ کے
سایہ سی رہی قدم پکڑ کے
مادر نے ہزار پاسبان مین
رکھا اُسے قید کے مکان مین

پابزنجیر ہونا بکاولی کا سوداے فراق تاج الملوک مین

سوداے الم ہے اب جو تحریر
حرفون سے قلم ہے پابزنجیر
سُنسان وہ دم بخود تھی رہتی
کچھ کہتی تو ضبط سے تھی کہتی
کرتی تھی[۱] جو بھوک پیاس بس مین
آنسو پیتی تھی کھا کے قسمین
جامہ سے جو زندگی کے تھی تنگ
کپڑونکی عوض بدلتی تھی رنگ
یک چند جو گذری بےخور و خواب
زائل ہوئی اُسکی طاقت و تاب
صورت مین خیال رہ گئی وہ
ہیئت مین مثال رہ گئی وہ
آنے لگے بیٹھے بیٹھے چکر
فانوس خیال بنگیا گھر

[۱] قولہ کرتی تھی الخ یعنے جب بھوک اور پیاس کی شدت کھانے اور پینے پر مجبور کرتی تو قسمین کھاتی اور آنسو پیتی کیا خوب کھانا پینا بہم پہونچایا ہے ۱۲

پریان وہ جو اُسکی پاسبان تھین — دانا و عقیل و خوش بیان تھین
سمجھانے لگین کہ مرتی ہو کیون — ترکِ خور و خواب کرتی ہے کیون
ثابت کچھ اثر ستارہ کا ہے — کس چاند کو کیا گہن لگا ہے
رحم اپنی جوانی پر ذرا کر — مُنھ دیکھ تو آئنہ منگا کر
صورت تری زار ہو گئی ہے — گل ہو کے تو خار ہو گئی ہے
ہے ہے تری عقل کسنے کھوئی — ناجنس کو چاہتا ہے کوئی
سہتی نہین آگ ماہیِ تر — رہتا نہین پانی مین سمندر
مذکور نہین ہے کچھ حسد کا — ساتھی نہین کوئی کارِ بد کا
روشن ہے جو کچھ کیا ہے اندھیر — پھیر اپنی سمجھ کا ہے یہ پھیر
محبوس کیا ہے تجھکو ہر چند — توبہ کا در نہین کیا بند
بھولے سے بھی کر نہ یاد آدم — پھر گھر وہی تو وہی وہی ہم
اے شمع نہ سوچ گر بد و نیک — رشتہ کاٹے کا تجھسے ہر ایک
سمجھانے سے تھا ہمین سروکار — اب مان نہ مان تو ہے مختار
تو قیدِ جفا مین ہے کہ ہم ہین — تو دامِ بلا مین ہے کہ ہم ہین
غم راہ نہین کہ ساتھ دیجے — دُکھ بوجھ نہین کہ بانٹ لیجے
جھنجھلائی بکاولی کہ بس بس — اب ایک کہوگی تم تو مین دس
رنجور جو ہون تو مین تھین کیا — مجبور جو ہون تو مین تھین کیا
مانا مری حالت ابتری ہے — بہتر ہے وہی جو خودسری ہے
بُلبُل اُسی رشکِ گُل کی ہون مین — تم کیا ہو ہزار مین کہون مین
سوچی وہ کہ یہ نہین سمجھتی — ہے بلکہ برنگِ زلف اُلجھتی
مجنون ہو اگر تو فصد لیجے — سایہ ہو تو دور دھوپ کیجے

کچھ روگ جو درپئے خلش ہو — درمان کے لیئے دوا دوش ہو
بیمار ئے عشق لا دوا ہے — اس باغ کی اور ہی ہوا ہے
آخر یہ تو جی سے اپنے ہی تنگ — ایسا انہو لائے اور کچھ رنگ
یاد آئین جو ابروان خمدار — رہتے نہ کہین گلے پہ تلوار
وہ سبزۂ خط جو یاد آئے — جھنجھلا کے کہین نہ زہر کھائے
گر یاد کہین چہ ذقن کو — کودے نہ کوئین مین باولی ہو
دیوانے کی مطلق العنانی — ہے باعثِ مرگِ ناگہانی
تدبیر کا حوصلہ نکالا — زنجیر کا سلسلہ نکالا
بیڑی تھی رُخِ جنون کی کاکل — پابوسئ گُل کو آیا سنبل
جب وحشت عشق ہو زیادہ — زنجیر ہے پیشِ پا فتادہ
شوریدہ بکاؤلی غضب تھی — زنجیرون مین بھی وہ بند کب تھی
بڑھتی جب دل کی بیقراری — پڑھتی یہ غزل باہ وزاری

غزل

عالم کا ترے جہان بیان ہے — بیتابئ دل جہان جہان ہے
زنجیر جنون کڑی نہ پڑیو — دیوانے کا پانون درمیان ہے
ذرے کا بھی چمکے گا ستارہ — قائم جو زمین و آسمان ہے
جو داغ کہ مہر ہے فلک پر — دل مین مرے اب تلک نہان ہے
کس سوچ مین ہو نسیم بولو — آنکھین تو ملاؤ دل کہان ہے

آنا تاج الملوک کا صحرائے طلسم سے روح افزا پری کے گھر سا فردوس مین

بہرِ گرہِ طلسمِ اخلاص — ہے بحرِ سخن مین خامہ غواص

وہ قطرۂ بارش جدائی وہ غرقۂ بحر آشنائی
وہ بادشہ حباب افسر یعنے تاج الملوک مضطر
بے بہری چرخ سے جو ناگاہ گرداب کے ہالہ کا ہوا ماہ
جو ماہ سپہر برتری تھا سو ماہیٔ بحر ابتری تھا
بادل[1] سا جو وہ بحر اسمان جوش بجلی سی لہر سے تھا ہم آغوش
دریا تھا نہ بحر تھا نہ جیحون طوفان طلسم جوش افسون
گرتے تو وہ پانی سر سے گذرا اُبھرا تو نہ کچھ نظر سے گذرا
موجون کی عوض تھی چین دامان گرداب کے بدلے تھا گریبان
آگے جو بڑھا جزیرہ دیکھا اشجار کا وان ذخیرہ دیکھا
جس پھل کو چھوا جو پھر کیا غور ہاتھ آیا نہ کچھ حباب کے طور
جانا کہ طلسم کا ہے جنگل ہے یا نکے درخت کا یہی پھل
اور آگے بڑھا وہ بحر اوہام ڈوبا خورشید ہو گئی شام
ڈر جانورون کا جی مین بیٹھا اک نخل کہن پہ چڑھ کے بیٹھا
ناگاہ سُنی صدائے پُر خوف آیا اک اژدہائے طوف
صورت مین پہاڑ کی نشانی سیرت مین بلائے ناگہانی
مُنھ کھول کے سانپ ایک کالا اُس کالے نے من زمین پہ ڈالا
لہرا لہرا کے اوس جا ٹی بن مین کالون نے رات کاٹی
جب صبح ہوئی تو منھ مین ڈالا کالے نے من اژدھے نے کالا

نسخۂ ثانی لہر سے ہم آغوش

[1] قولہ بادل سا وغیرہ دوسرے مصرع مین بجلی سی لہر سے تھا تحریف ہے تھا بجلی سی لہر سے ہم آغوش کی کیونکہ بغیر حالت مجبوری کے کسی شعر مین ساکن کا متحرک کر لینا جائز نہین حالانکہ بجلی سی لہر مین لفظ لہر کی ہائے ہوز متحرک پڑھے بغیر مصرع موزون نہین کیا جا سکتا ۱۲

وہ جا کے اُفق مین طُرفہ چمکا	مَن اُفعیِ شب کے مُنھ سے نکلا
سوچا وہ کہ بیچے مَن کسی طور	دشمن کا تھا سامنا کیا غور
کچھ گائین کُلیلین کر رہی تھین	بن مین ہری دُوب چر رہی تھین
دودھ اُنکا دوہا پیا کھا تُو	گوبر کے اُنھین کی چھوتھ پھیکو
نکلا جو پھر کے شب کو اژدر	گلخن سے دھوان دھوئین سے اخگر
گوبر پہ پھنکا تو دب گیا مَن	بادل مین چھپا وہ ماہِ روشن
بے روشنی اندھے ہو گئے وہ	مَن ڈھونڈتے آپ کھو گئے وہ
مَن لیکے جو اُسنے مُہرہ مارا	شب کاٹ کے صُبحدم سدھارا
دو مرغ تھے بیٹھے اِک شجر پر	مادہ لگی پوچھنے کہ او نر
مین تجربہ کر چکی جہان کا	کھُلتا نہین کچھ طلسم یان کا
مادہ سے یہ سنکے بول اُٹھا نر	ہے طرفہ طلسم اِس جگہ پر
وہ پیڑ جو حوض پر لگا ہے	طوبےٰ اُسے خواص مین سوا ہے
اک سانپ ہے وان یہ چوٹ کرتا	مارے سے نہین کسی کے مرتا
لیکن جو یہ بندۂ خدا جائے	تا حوض قدم قدم چلا جائے
لپکے گا خود اُسکو دیکھکر سانپ	مُنھ چادرِ آب مین یہ لے ڈھانپ
اُبھرے گا لگا کے جب یہ غوطا	بن جائیگا آدمی سے طوطا
اندیشہ نہ اپنے دل مین لائے	اُڑ کر یہ اُسی شجر پہ جائے
سب خشک ہو ایک ہی ہری ڈال	دو رنگ کے پھل ہین سبز اور لال
پہلے تو یہ لال پھل کو کھائے	انسان کا رنگ و روپ پائے
پھر توڑے اُسکے سبز پھل کو	پھل کچھ اسے دے رہے گا کل کو
جس شخص کے پاس وہ ثمر ہو	ہتھیار نہ اُسپہ کارگر ہو

لکڑی مین اثر یہ ہے کہ دشمن | بن جاتا ہے موم اگر ہو آہن
دو ہاتھون مین ہے جو کاندھی پہ سے | اُڑتا پھرے جیسے مرغ پر سے
ٹوپی جو بنا ہے چھیل کر چھال | دکھلائی نہ دے نظر کی تمثال
پتے کی صفت بیان کیا ہو | دم بھر مین بھرے جراحتون کو
منھ مین ہے گوند اُسکا جبتک | لگتی نہین بھوک پیاس تب تک
تھا الہام غیب مرغ گویا | سنتے ہی اُدھر چلا وہ جویا
کالے نے جہانسے کی سیاہی | وہ حوض مین تھا مثال ماہی
طوطا بن کر شجر پہ آکر | پھل کھا کے بشر کا روپ پا کر
پتے پھل گوند چھال لکڑی | اُس پیڑ سے لیکے راہ پکڑی
ہاتھ آ جو گئی عصا کی تاثیر | حیران ہوا صورت عصافیر
اُڑتا ہوا وان سے دور جا کر | ٹھہرا دم لینے اک جگہ پر
من ران کو چیر کر چھپایا | پتے سے وہ زخم سب بھر آیا
اک حوض پر آب و تاب دیکھا | سرچشمۂ آفتاب دیکھا
غوطا جو لگا کے سر اٹھایا | وہ آب وہ حوض کچھ نہ پایا
دکھلائی پڑے دنون نے شامت | مردی کی رہی نہ کچھ علامت
حوض اُسکی ہوئی یہ دیکھتے ہی | فوارہ تو گم خزانہ باقی
سختی جو دکھاتا تھا مقدر | چھاتی پہ دھرا کچون سے پتھر
نامردی سے اپنی نعرہ زن ہو | بیچاری چلی کسی طرف کو
آگے سے جوان ایک خوش قد | آتا تھا دنون کی جیسے آمد
باہم زن و مرد نے کیا میل | دریا سے ملا وہ قطرہ زن سیل
پلے جو پڑی گھر اُسکے بے قید | امید سی رہ گئی وہ نو مید

جب جن کے نہانے کا دن آیا
غوطا کسی حوض میں لگایا

اُبھری تو نہ حوض تھا نہ وہ روپ
پانی کی عوض تھی دشت کی دھوپ

مردی نے جو پھر وجود پایا
پستانوں کو بے نمود پایا

ترکش پہ نگاہ کی تو تھا تیر
قبضہ میں پھر آئی کھوئی شمشیر

گو شمع بنا چراغ دامن
روشن نہ ہوا وہ رنگ روغن

تھا مردم دیدۂ طلسمات
خال رُخ رنگ رو مساوات

اک دیونی مُردہ دل سی مبہوت
پستان سے قد اُسکا نخل تابوت

زنبور سیاہ خال اُسکے
برگد کی جٹائیں بال اُسکے

گٹھا لئے سر پہ لکڑیوں کا
چلتی تھی سموم کا سا جھونکا

شہزادہ کہ تھا کریہ منظر
وہ رو سیہ اُسکو سمجھی شوہر

گٹھا وہ دیا کہ بیچ لا جا
کیجو نہیں دیر جلد آجا

حیرت زدہ شاہزادہ ناچار
راہی ہوا سر پہ رکھ کے انبار

جب بڑھ کے ہوا نظر سے اوجھل
ہلکا ہوا پھینک پھانک بوجھل

واں سے جو بڑھا تو ایک چشمہ
پر آب تھا چشم منتظر سا

غوطا جو لگا کے سر اُٹھایا
پایا وہی رنگ و روپ سارا

کھویا ہوا مال ہاتھ آیا
بولا وہ کہ شکر ہے خدایا

خورشید مرا گہن سے چھوٹا
زنگ آئینہ بدن سے چھوٹا

یا رب یہی اب میں چاہتا ہوں
یہ چشمہ پھر آنکھ سے نہ دیکھوں

نادان ہو جو آبرو کھوئے
اُس پانی سے منہ ہاتھ دھوئے

یہ کہہ کر کاندھے رکھ کے لاٹھی
گھوڑوں پہ ہوا کے باندھی کاٹھی

کھانے کو شہر کا گو نہ تھا پاس
کیا دخل کہ بھوک لگتی یا پیاس

دیکھا ناگاہ کوہِ البرز | اک دیوِ سیاہ تھا لئے گرز
ٹوپی وہ جو سر پہ چھال کی تھی | عریانی مین پردہ حال کی تھی
اُس دیو کے آگے سے بڑھا وہ | سایہ سا پہاڑ پر چڑھا وہ
گریان لبِ حوض اک پری تھی | فوارہ کی طرح رو رہی تھی
پر جوش و خروش اُسے جو پایا | روپوش نے تاج سر اُٹھایا
دیکھا جو پری نے آدمی زاد | آہستہ کہا کہ خانہ برباد
رستا ترا کھو گیا کہان سے | کھا جائیگا دیو بھاگ یان سے
بولا وہ بشر کہ دیو کیسا | ہمکو تو ملا نہ کوئی ایسا
بولی وہ پری کہ جا کہا مان | سر پر ہین ترے قضا کے سامان
بولا وہ کہ بیقراری کیا ہے | تم اپنی کہو تمھاری کیا ہے
کیون روتی ہو کسکی یاد مین ہو | کیا رنج ہے کس فساد مین ہو
بولی وہ حسین کہ مین پری ہون | اس دیو کے بس مین آگئی ہون
فردوس کا بادشاہ مظفر | روح افزا جسکی ہون مین دختر
سردار کروڑ دیوؤن کا ہے | سلطانِ ارم مرا چچا ہے
اکدن مین چلی چچا کے گھر کو | ماندی تھی بکاولی خبر کو
رستے سے یہ دیو پھانس لایا | ابتک تو خدا نے ہے بچایا
نام اُس سے بکاولی کا سُنکر | رونے جو لگا وہ سر کو دُھن کر
پُوچھا اُسنے کہ آدمی زاد | تو کیون رویا کہا کہ فریاد
وان خرمنِ عیش پر پڑی برق | مین بحرِ فسون مین یان ہوا غرق
وان[۱] پھانس چبھی ہے اسکو غم کی | یان سانس نہین ہے ایک دم کی

[۱] وان پھانس الخ یان سانس نہین ہے یعنی یہان اُسے غمِ عشق و رنج سے یہ حالت ہے کہ اسکا دم گھٹ رہا ہے اُسکی زندگی کا بھروسا اور توقع نہین ہے محاورۂ زبان و خاص و عام ہے کہ فلان شے یا فلان امر مین کچھ سانس باقی نہین یعنی گنجائش نہین و امید حسب دلخواہ نہین ۱۲

بولی وہ کہ چھوٹتے اگر ہم — رکھتے ترے زخم دل پہ مرہم

بولا وہ کہ چل کہا کہ نادان — وہ دیو کہاں کہاں تو انسان

دیووں سے بھی لڑ سکا ہے کوئی — سایہ کو پکڑ سکا ہے کوئی

بولا وہ کہ جی بجھا نہ جانی — دیو آگ تو آدمی ہے پانی

ہر چند کہ انس و جان میں ہے لاگ — دب جاتی ہے مشت خاک سے آگ

بولی وہ کہ سن تو آدمی زاد — وہ دیو ہے تیری کیا ہے بنیاد

تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی — لاٹھی سے جدا نہ ہوگا پانی

بولا وہ کہ یہ جو لٹھ مرا ہے — موسیٰ کا عصا ہے اژدہا ہے

یہ کہہ کے جتائے جوہر اپنے — سامان دکھائے یکسر اپنے

ٹوپی جو اتار لی تھی سر سے — پھر رکھ کے نہاں ہوا نظر سے

لٹھ کاندھے پہ رکھ ہوا پہ جا کر — ظاہر ہوا ٹوپی کو اٹھا کر

یہ شعبدہ دیکھ کر پری نے — اڑ چلنے کے پائے کچھ قرینے

تسکین جو ہوئی پری کے جی کو — وہ آدمی لے اڑا پری کو

وہ دیو پری کو اڑتے پا کر — اچکا تو ملا ہوا پہ جا کر

شہزادہ نے اپنے سر کی ٹوپی — جلدی سے پری کے سر پہ رکھ دی

بدلی میں چھپی وہ ماہ روشن — بجلی سا عیاں ہوا وہ پرفن

وہ دیو کہ تھا پری پہ لپکا — حسرت زدہ آدمی پہ لپکا

شہزادہ کہ لٹھ سے برق دم تھا — بادل سا ہوا کا ہمقدم تھا

دیکھا جو نہ دیو نے گزارا — پتھر اک اٹھا کے پھینک مارا

وہ سنگ گران حریف غول — تاثیر سے پھل کی بن گیا پھول

لٹھ اسکا پڑا تو وہ ہوا چور — جسطرح عصا سے جام بلور

غل کرکے زمین پر گرا دیو | موجود ہوئے ہزار ہا دیو
بادل کی طرح جو اُمڈے دشمن | لاٹھی سے ہوا وہ برق خرمن
موسیٰ کا عصا تھا لٹھ جوان کا | ایک ہی لاٹھی سے سب کو ہانکا
سرمہ کیا کوہ پیکروں کا | جی چھوٹ گیا دلاوروں کا
ٹوپی کو اُتار کر پری نے | چومے قدم بشر پری نے
شہزادہ نے تاج سر پہ رکھا | لٹھ کاندھے پہ دل سفر پہ رکھا
فردوس میں جاکے صورت حور | ماں باپ سے آملی وہ مہجور
دیووں کی وہ سرکشی سنائی | انسان کی وہ مردمی جتائی
سن سن کے اُڑے حواس اُنکے | لائے نہ یقین قیاس اُنکے
پوچھا کہ وہ ہے کہا کہ ہاں ہے | پوچھا کہ کہاں کہا یہاں ہے
یہ سنتے ہی اُسنے تاج اُٹھایا | حیرانوں کو شعبدہ دکھایا
بال اُسکے وبال سے بڑھے تھے | ناخن بھی ہلال سے بڑے تھے
تن خاکی تھا جان آتشیں تھی | عریانی قبائے پوستین تھی
صورت سے فقیر تھا بروگی | کی آؤ بھگت سمجھ کے جوگی
حسن آرا اُس پری کی مادر | باپ اُس کا بادشاہ مظفر
قدموں پہ گرے کہا ادب سے | حرمت رہی آپ کے سبب سے
بولا وہ خدا خدا کرو واہ | ہے جملہ جہان کا مالک اللہ
قادر وہی کبریا وہی ہے | آخر وہی ابتدا وہی ہے
بولی وہ کہ حق ہی جو ہے فرمان | تم وقت کے اپنے ہو سلیمان
کھولو کمر آؤ لطف فرماؤ | شربت پیو میوہ ہائے تر کھاؤ
بولا وہ کہ اشتہا کسے ہے | کھانے کا مزا رہا کسے ہے

سیاح کو کیا قیام سے کار | شبنم نہین جا گزین گلزار
درویش روان رہے تو بہتر | آب دریا بہے تو بہتر
روح افزا بول اٹھی اجی واہ | ہم جانے ندین گے تمکو واللہ
آرام کرو کرم کرو آؤ | ہم رام ہوئے نہ رم کرو آؤ
مجمع سے الگ مکان مین لائی | آرام کی جا قرار پائی
اصحاب نیاز کھانے لائے | ارباب نشاط گانے آئے
۵۱ تھا اپنے ہی سوچ مین وہ سنسان | دھن راگ کی تھی نہ رنگ کا دھیان
۵۲ بیوقت وہ راگ خوش نہ آیا | بے فصل وہ پھاگ خوش نہ آیا

آنا بکاولی کا روح افزا کی خبر کو جمیلہ کے ساتھ اور تاج الملوک سے مل کر جانا سات دن بعد

بچھڑونکے جو ملنے کا بیان ہے | یون خامہ خوشی سے تر زبان ہے
روح افزا کو جو کھوکے پایا | مژدہ شاہ ارم تک آیا
جانا تھا یگانگی مین لازم | چلنے کو ہوئی جمیلہ عازم
وہ ساکن خانہ سلاسل | یعنے وہ بکاولی بیدل
کہتی تھی کہ بیچ سے نکلتی | خواہان یہ ہوئی کہ مین بھی چلتی
۵۳ سن کر قیدی کے زار نالے | زنجیر کے بیچ سے نکالے

۵۱ قولہ تھا اپنے ہی الخ سنسان تھا یعنی خاموش سنسانے مین تھا ۱۲ ۵۲ قولہ بیوقت الخ بے فصل یعنی بے موقع وہ سامان جشن و طرب اچھا نہ معلوم ہوا جسطرح پھاگ ہولی کی فصل کے بغیر اچھا نہین معلوم ہوتا ۱۲ ۵۳ قولہ سنکر قیدی الخ نالے یعنی پھوٹ پھوٹ کر رونا بلک بلک کر فریاد کرنا حاصل یہ کہ بکاولی جسکو ماں باپ نے قید کر رکھا تھا روح افزا کے پاس جانے کے لیئے اسکی فریاد اور بیقراری سنکر ماں باپ نے اسکی زنجیر قید کھولدی ۱۲ + + + +

تخت اُنکی سواریونکے آئے — اُڑتے وہ ہوا کے جھونکے آئے

بانوے شہِ ارم جمیلہ — دُختِ اُسکی بکاؤلی عقیلہ

روح افزا سے ہوئین بغلگیر — صورت پوچھی کہا کہ تقدیر

کہ سُن کے مبارک و سلامت — بیٹھ اُٹھ کے ہوئی جمیلہ رخصت

روح افزا نے کہا کہ جی جان — تم جاؤ رہین بکاؤلی جان

خاطر سے کہا کہ خیر لیکن — لیجاؤن گی خود مین ساتوین دن

یہ سُنکے وہ وحشتِ مجسم — آہو سی ارم کو کر گئی رم

روح افزا نے کہا بہن سے — بہتر کوئی جا نہین چمن سے

گلگشت کرین چلو کہا خیر — کیا جانے کہ ہوگی سیر مین سیر

چل پھر کے ہنسی ہنسی مین پوچھا — کھونا ملنا بہن یہ کیا تھا

روح افزا نے کہا کہ ہمشیر — مینے یہ سُنا کہ تو ہے دلگیر

واللہ کہ چھان کر خدائی — تیرے پیارے کو ڈھونڈ لائی

سمجھی وہ ہنسی کہا سڑن ہو — نادان ہو کیا کہون بہن ہو

ہمکو یہ ہنسی نہین گوارا — پیارا ہوئے گا وہ تمھارا

پیارا جو نہ تھا تو کھو گئین کیون — بدراہ بھی آپ ہو گئین کیون

بولی وہ کہ آشنا تمھارا — پیارا نہین پیاری کا ہے پیارا

گر اُسکی تلاش مین مین کھوئی — بدراہ نہ کہہ سکے گا کوئی

جو چاہو کہو جواب کیا دون — قائل نہین ہوتی ہو دکھادون

وہ جوگی وہ دھونی اور وہ آسن — دکھلایا تو تھی اُسیکی جوگن

دیکھا تو دکھا رہی ہے تقدیر — کوشش کا اثر کشش کی تاثیر

روح افزا اُنکے بیچ مین وان — قالب تھی میان جان و جانان

دونون کا بدل تھا وصل منظور — مانند حجاب ہو گئی دور
وہ غرقۂ بحر ظلم و بیداد — دریا رو یا سُنا کے اُفتاد
خاطر کی کدورتین عیان کین — چشمون کی وہ صورتین بیان کین
رو رو کے بکاولی دل افگار — بولی کہ خُدا کو علم ہے یار
پھرتا تھا تو[1] چشم و دل مین میرے — دیدے مرے نقش پا تھے تیرے
مشکل مجھے اپنا تھا مناتھا — ہر وقت قضا کا سامنا تھا
ہم چشم بھرے تھے مثل مژگان — ہم سایہ تھے سب کشیدہ دامان
گھر مین رہنا گران تھا میرا — زنجیر کا گھر مکان تھا میرا
جو کہکے سُخن پکارتا تھا — پتھر سا کھینچ مارتا تھا
سختی سہی یا کڑی اُٹھائی — اُفتاد تھی جو پڑی اُٹھائی
طالع سے کسے تھی ایسی امید — نکلا ہے کدھر سے آج خورشید
کیون مُنھ یہ شفق خوشی سے پھولی — کیا شام وصال راہ بھولی
یہ کہکے ملے بہم وہ ایسے — صفحے خط توامان کے جیسے
یک جان و دو تن تھے سرو بالا — صحبت کا مزا ہوا دو بالا
دربان سہی تھی در یہ روح افزا — تھا پیش نظر حیا کا پردا
جب بیٹھے ہوس نکال کے وہ — وارد ہوئی دیکھ بھال کے وہ
بول اُٹھی بکاولی کہ واری — محرم کا ہے کام پردہ داری
وہ بولی مجھے تو کچھ نہ آیا — تمنے مگر اب تو ہے سکھایا
کیا جانئے ابھی بدلے ہے کیا کیا — اس عمر مین سیکھنا ہے کیا کیا

[1] قوله پھرتا تھا تو الخ یعنے میرے دیدوسکے اندر تیرے پاؤن کے نشان تھے یعنے تیرے قدم میری آنکھون مین تھے ۱۲ م ش + + +

پارے وہ مہِ دو ہفتہ باہم
یک ہفتہ رہی انیس و ہمدم

سمجھی ہفتہ کی میہمانی
ہر ہفت عروس شادمانی

وعدے پہ جمیلہ ساتوین دن
آئی تو تھا حیلہ غیر ممکن

ساتھ اُسکے روان ہوئی وہ گلرو
ہوش اُسکے ہوا ہوئے کہے تو

چاہا کہ وہ تاج رکھ کے سر پر
رہیئے روپوش ساتھ چل کر

دامن کو پکڑ کے روح افزا
بولی کہ کدھر کیا ارادہ

اُلفت کے بہت نہ جوش مین آؤ
کچھ غیر ہے تمکو ہوش مین آؤ

نافہمی سے خوار ہو چکے ہو
اب تو سیکھو کہ کھو چکے ہو

کار مشاطہ خود نہ کیجے
انگارے کو ہاتھ سے نہ لیجے

جلدی تمھین کیا ضرور دم لو
بیدل نہو قول لو قسم لو

گھبراؤ نہ پاسکے نامرادی
غم کھاؤ جو چاہتے ہو شادی

سوچا تو نہ تھا صلاح اُلجھنا
دانائی تھی بات کا سمجھنا

پیغام بھیجنا حسن آرا کا بکاولی کی شادی کے واسطے

بیدل نے جگہ جو جی مین پائی
یون خامہ نے کی زبان کشائی

وہ شکر گزار روح افزا
مان سے بولی کہ حسن آرا

واجب ہے ادائے حق مہمان
احسان کا عوض نہین جز احسان

حسن آرا نے کہا کہ بہتر
جو لینے سے ہو نہین مین باہر

بولی وہ کہ یہ فقیر جوگی
ہے عشق بکاولی کا روگی

مین اسکے سبب بچی ہون جیسے
یہ میرے سبب ملے پری سے

راز اسکا کیا جو آشکارا
راضی ہوئی سُن کے حسن آرا

بلوا کے مصوّر اک کہن سال / کھنچوائی اُس آدمی کی تمثال
وہ صورتِ[1] حال ارم مین لائی / خلوت مین جمیلہ پاس آئی
چھیڑا کہ ہوس سے عقد پروین / پیوند نہال گل ہو نسرین
واجب[2] نہین اب تامّل اس مین / بھرئیے وہین تک نہ چھلکے جس مین
بولی یہ جمیلہ کیا بتاؤن / تو اپنی ہے تجھسے کیا چھپاؤن
سودا ہے پری بکاولی کو / ہے چاہ بشر کی باولی کو
مشہور ہے ضد انس و جانی / یکجا نہین رہتے آگ پانی
حُسن آرا نے کہا جمیلہ / مجھکو یہ نہین پسند حیلہ
کاوش تری بےثبات ہے یہ / سو بات کی ایک بات ہے یہ
دو دل جو ہون جانبین راضی / یہ جان سے کیا کرے گا قاضی
بولی یہ جمیلہ ہوش مین آؤ / جا کر کسی اور کو یہ سمجھاؤ
تجویز کی آپ کے مین قربان / لیجائے پری پری کو انسان
حُسن آرا نے کہا کہ خاموش / شعلے کو کیا ہے کسنے خس پوش
اسباب نہ جمع کر ضرر کے / رکھ پنبہ نہ داغ پر شرر کے
بولی یہ جمیلہ پھر کرون کیا / وہ بولی نہ سمجھی کہتی ہون کیا
جب دل ہی پری کا آ گیا ہے / انسان ہی تو کیا مضائقہ ہے
انسان ہی تھے حضرتِ سلیمان / انسان ہی تھے مسیحِ دوران
یہ قطرۂ[3] بحرِ کبریائی / دریا ہے جو ہووے آشنائی

[1] قولہ وہ صورت حال الخ یعنی وہ تصویر جس سے تاج الملوک کی ماں کا پتہ ملتا تھا ۱۲ م ش [2] قولہ واجب نہین الخ حاصل یہ کہ بکاولی پر وہین تک قید و بند رکھنا چاہیئے جہانتک وہ تحمل کر سکے ۱۲ م ش
[3] قولہ یہ قطرۂ بحر الخ قطرہ سے مراد انسان یعنی اگرچہ انسان دریائے کبریا مین ایک قطرہ کی مثال ہے لیکن یہ وہ قطرہ ہے کہ اگر اس دریا کا آشنا ہو تو گویا خود دریا ہو جائیگا ۱۲ م ش + + +

کیا شکوہ[له] اگر پری نہ سمجھے	افسوس جو آدمی نہ سمجھے
دم دھاگے مین رشتۂ نفس کے	پھندے مین پھنسا ہی پیش و پس کے

بیاہ ہونا بکاولی کا تاج الملوک کے ساتھ اور رہنا ارم مین

شادی کے لئے ہے کلک شنجرف	انگشت قبول دیدۂ حرف
حسن آرا تھی جو نیک تدبیر	دکھلائی جمیلہ کو وہ تصویر
پہچان کے خال و خط سے انداز	وہ چپ جو رہی تو یہ سخن ساز
بولی کہو کیون کہا کہ مانا	پر کھوئے ہوئے گا کیا ٹھکانا
وہ بولی کہ تجھکو اس سے کیا ہی	ہنسنے تو سمجھ کے کچھ کیا ہے
ٹھہری[عه] یہ غرض کہ آج کی رات	فیروز شہ آگے چھیڑیے بات
جب سونے کو وہ محل مین آیا	افسانۂ عشق اسے سنایا
یاد اس نے کیا بکاولی کو	لے آئے اڑا کے اس پری کو
تصویر بشر دکھائی اس نے	شادی کی خبر سنائی اس نے
دیکھا تو نہ فرق تھا سر مو	جا پہنچے خط و خال و چشم و ابرو
نقشے سے وہی نگار پایا	قسمت کا لکھا سامنے آیا
کہنے لگی دل مین یا الٰہی	شر ہو نہ کہین یہ خیر خواہی
پیاری سے ہو خلاف وعدہ	کیا سوچتی ہون نصیب اعدا
دیکھا تو وہ بھیدی حسن آرا	کرتی تھی اسی کے رخ نظارا

له کیا شکوہ الخ یعنی پری اگر کسی امر کو نہ سمجھ سکے تو بلحاظ کمی عقل پری کے پری سے اسکا شکوہ نہین ہوگا لیکن آدمی سے بسبب کامل العقل ہونے کے مقام شکوہ ہوگا ۱۲ م ش

عه قولہ ٹھہری یہ الخ یعنی جمیلہ اور حسن آرا الغرض باہم یہ بات قرار پائی کہ آج کی رات کہ فیروز شاہ کے بعد بکاولی کی شادی کا معاملہ چھیڑا جائے ۱۲ م ش + + + + + + + + + + +

روح افزا کا جو آگیا دھیان — تسکین ہوئی آئی جان مین جان

جانا کہ بہار فصل سے ہے — یہ نقل مطابق اصل سے ہے

اقرار مین تھی جو بے حیائی — شرمائی لجائی مسکرائی

حسن آرا[۵۱] نے کہا مبارک — ایجاب اس نے کیا مبارک

سج دھج یہ بنی ادھر بنائے — یان ٹھن کے بنا ادھر سے آئے

سیارہ شناس کو بلایا — ساعت ٹھہرائی دن دکھایا

شادی کی خبر سے خوش خوش آئی — مشتاق کو خوش خبر سنائی

راتون کو جو گنتی تھی ستارے — دن گننے لگی خوشی کے مارے

وان مہندی نے چوسے پاے خورشید — یان سبز ہوا نہال امید

وہ وان یہ گلاب سے نہائی — یان تازگی آبرو نے پائی

وان[۵۲] غازہ سے رخ شفق مین خورشید — یان جگمگیا منھ بہ رنگ امید

افشان ہوئے وان ستارہ افشان — یان جیغہ سے روشنی دوچندان

وان مانگ سے رنگ کہکشان ماند — یان شملہ سرے ہالہ مین چاند

وان زلف نے کھائے پیچ پر پیچ — طرہ کلغی یہ یان تھا سرپیچ

آنچل ہوا وان حجاب عارض — سہرا ہوا یان نقاب عارض

زیبا ہوا وان بدن یہ گہنا — یان جامہ وفا کا اس نے پہنا

کُرم کے کسے گئے ادھر بند — ہمت کا بندھا ادھر کمر بند

وان[۵۳] گل سے بہار بوستان ہے — آرائش تخت گل یہان ہے

سامان کتخدائی

۵۱ قولہ حسن آرا نے الخ ایجاب اس نے کیا مبارک یعنی اسنے اسکا اسکا مبارک باد دینا قبول کیا ۱۲ م ض ۵۲ وان غازہ سے رخ الخ یعنی غازہ رنگین جو سرخ رنگ ہوتا ہے رخ پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بعینہ خورشید پر شفق ہے ۱۲ م ش ۵۳ وان گل سے الخ یعنی وہان بکاولی کا جلوہ حسن جسن بہار بوستان ہو رہا تھا اور یہان پھولونکے تختونکی آرائش ہو رہی تھی یہ قدیم رسم ہے کہ شادی مین تختہائے گل بھی بنائے جاتے ہین ۱۲

الماس[1] کے وان تھے جھاڑ فانوس — یان جلوہ فروش تخت طاؤس

مہتاب سی چاندنی کا وان فرش — یان چرخی سے چرخ مین سرِ عرش

وان جلوے حنائی اُنگلیون کے — یان روشنی کے تھے پنجتا نے

بادل سے وہ وان گرج رہے تھے — یان دھوم سے بلبلے بج رہے تھے

وان پریون مین ذکر آدمی زاد — نوشہ کے جلو مین یان پریزاد

گلگون تھا کسیکا بادرفتار — گلرنگ کسیکا تھا ہوادار

ہاتھی تھے تو مستیون کی دہت تھے — گھوڑے تھے تو چابکی کی لت تھے

وہ ماہ کہ تھا سوار شبدیز — تھا بابرکاب شوق مہمیز

در تک جو برات ادھر سے آئی — کی سب نے اُدھر سے پیشوائی

فیروز و مظفر ایسے دو شاہ — پرنور تھے جیسے مہر اور ماہ

بارانِ گلاب و بارشِ گل — ہوکر بڑھے آگے باتجمل

سلطان فیروز رشکِ جم تھا — نوشہ مسند[3] پہ جم کے بیٹھا

ہر بار بنے کا شور و غل تھا — سنبل کا جنور تو چتر گل تھا

گل سے خوانون مین زردہ لایا — اُن غنچہ دہانون کو کھلایا

خورشید سا آفتابہ لائے — منھ ہاتھ ہر ایک کے دُھلائے

قلیان[2] پے مشکبو دُھوان دھار — بیڑے سب چکھے پان کے مزیدار

[1] الماس آلخ تخت طاؤس خاص تخت شاہی کا نام ہے جو سلاطین تیموریہ دہلی مین رونق تھا ۱۲ م ش

[2] قولہ قلیان آلخ ممکن ہے کہ مصرعہ ثانی بیڑے کھا کے بہت مزیدار یا بیڑے چکھے بہت مزیدار کی تحریف ہو کیونکہ بیڑے مراد خصوصاً ایسے موقع پر بجز پانونکے بیڑے کے اور کیا چیز ہوسکتی ہے کیونکہ گو اہل زمانہ کے محاورہ مین ایسی تخفیف بھی جائز سہی لیکن پھر بھی جب چکھے باتشدید بے تکلف موزون ہوسکتا تھا تو مصنف اور اُنکے اُستاد دونون مین کوئی ایسا غبی نہ تھا کہ جو ایسی بے ضرورت تخفیف روا رکھتا

[3] یعنی سلطان فیروز رشک جم کی مسند پر نوشہ نے جلوس کیا ۱۲ م ش

جب عقد کی اُنکے ساعت آئی
دو رشتون مین اِک گرہ لگائی

یکجا کیئے وہ عروس و داماد
وہ جان پری یہ آدمی زاد

حیرت نے آئنہ دکھایا
شربت دیدار نے پلایا

زلفین ہوئین چہرے کی بلا چین
ٹونا وہ نگاہین سحر آگین

جو چہرۂ آتشین پہ تل تھا
اسپندِ نگاہِ بد بدل تھا

جوڑی جو ملی سبنے بنی کی
سنگت ہوئی راگ راگنی کی

جو گائین تھین شہانے گائین
لیتے ہوے نیگ راگ لائین

حق پا کے جو رکھتی تھین قدامت
بول اُٹھین مبارک و سلامت

پیار اُٹھا بنے بنی کا جوڑا
خلوت مین دولھا دُلھن کو چھوڑا

پریان کہ ہزار ہا بھری تھین
ارمان سی سب وہانسے نکلین

بے پردگی ہوتی تھی جو اُن مین
دروازون نے بند کرلین آنکھین

طومارِ حجاب کو کیا طے
ساغر پہ جھکا وہ شیشۂ مے

مستانہ ملا دولھن سے نوشاہ
صحبت ہوئی دخترِ رز سے دلخواہ

مست آنکھین تھین رشکِ جام سرشار
لبریز ہوئی شرابِ دیدار

گردن تھی صراحیِ مئے ناب
ہاتھ آئی وہ بھر مستیِ خواب

جب اوڑھی عروسِ مہ نے چادر
نکلا پردے سے شاہِ خاور

ثابت وہ جو شب کو تھے ستارے
خورشید نکلتے ہی سدھارے

یعنی دولھا دُلھن سحرگاہ
نکلے آرام گہ سے دلخواہ

منھ گھر کو براتیون نے موڑا
محفوظ دولھا دُلھن کو چھوڑا

وہ حوضِ گلاب مین نہایا
یان رُخ عرقِ گلاب پایا

وان جوڑا حسبِ رنگ بدلا
یان جوڑے کے منھ کا رنگ بدلا

وہ راگ کا دیکھنے لگا رنگ | یان پردے مین چھیڑتی خوش آہنگ

رخصت ہونا تاج الملوک کا بکاولی کو لیکر اور آنا گلشن نگارین مین

غربت سے جواب سر وطن ہے | کلک دو زبان یہ حرف زن ہے
شادی ہوکر وہ خانہ آباد | سو جاکے بنا مین خانہ داماد
غُربت مین وطن کی دُھن سمائی | اُس فیل کو یاد ہند آئی
خلوت مین ہوا پری سے گویا | دنیا مین ہین سب وطن کے جویا
پانی تہِ خاک کو روان ہے | لو شعلہ کی سوے آسمان ہے
عزم سفر وطن سمجھ کر | بولی وہ بکاولی کہ بہتر
چلیئے گا تو ساتھ ہین بلا عذر | رہیئے گا تو بندگی مین کیا عذر
ہاتھ اُسکا پکڑ کے باہر آئی | ماباپ کے پاس دختر آئی
ہوتے ہی[۱] دو چار خویش دختر | دو سے ہوے چار اُس جگہ پر
وہ تینون تھے قوم کے پریزاد | چوتھا اُن مین یہ آدمی زاد
چومی اس نے زمین خدمت | غربت سے وطن کی چاہی رخصت
فیروز شہ و جمیلہ بانو | دونون ہوے سُن کے سر بزانو
غوطے مین جو آگئے وہ یکسر | بولی ماباپ سے وہ دختر
پردیسیو نسے جو کی ہے نسبت | اب کیجیئے ہنسی خوشی سے رخصت
دعوی نہین کچھ دیے ہوے پر | قائم رہیئے کیے ہوے پر
لازم جو ہو اُس مین کد نہ کیجے | سائل کا سوال رد نہ کیجے
بولی وہ بخت تھا زبردست | خورشید کو ذرہ نے کیا پست

۱؎ قولہ ہوتے ہی الخ مصرع اول مین لفظ چار مضاف ہے اور خویش جو بمعنی داماد ہے مضاف الیہ اور معنی ظاہر ہین ۱۲ امرشر

انسان سے جھکی پری کی گردن — گلشن نے سُڑکا ہوا کا دامن

یہ کہکے منگائے دو ہوادار — سودیو بلائے باد رفتار

ہو کر دیوؤنکی زینتِ دوش — رخصت وہ اُدھر ہوئی ادھر ہوش

اشکونسے شگون نیا نرالا — آئینۂ رُخ پہ پانی ڈالا

سونپا مختار کو جو مجبور — گھر پاس تھا اور وہ منزلون دور

آئی تو وہ باغ سحر بنیاد — تھا آب وہوائے خوش سے آباد

خیل و خدم اُسکے منتظر تھے — مانند حواس منتشر تھے

پہچان کے سب نے غل مچایا — آیا تاج الملوک آیا

داخل جو ہوے محل کے اندر — محمودہ لپک کے دوڑی دلبر

پوچھا خوش خوش کہا کہ دم لو — دیکھو یہ کون ہین قدم لو

دلبر یہ وہی بکاولی ہے — محمودہ دیکھ کیا پری ہے

سبحان اللہ کہکے دلبر — بولی کہ یہ گھر ہوا منوّر

محمودہ نے کہا مبارک — خوشنودی آشنا مبارک

اُن مختصرون نے جب دیا طول — بولی وہ بکاولی کہ معقول

یہ سمجھو تو کچھ نہین ہے تکرار — خوش پوش ہے ایک جوڑے دو یار

درجے درجے رہین وہ ذی ہوش — ہم خانہ و ہمدم و ہم آغوش

طلب ہونا بکاولی کا راجہ اندر کی محفل مین اور آگاہ ہو کر جانا تاج الملوک کا

تقدیر سے ہین جو شادی و رنج — اب یون نئے خامہ ہے نواسنج

از بسکہ یہ چرخ فتنہ انگیز — ہے خرمنِ عیش پہ شرر ریز

یک چند وہ مہ تھی کاہشون مین — گذری اک عمر خواہشون مین

تقدیر سے جب مُراد پائی | راجا اندر کو یاد آئی

اندر اُس امر نگر ہے شہر ایک | خلقت ہو وہان کی زندہ دل نیک

اندر ہے بادشاہ اُس کا | آسن ہے تختگاہ اُس کا

مصئون[له] وہ قضا سے اسقدر ہے | اُس بستی کا نام امر نگر ہے

یزدانیون کا ہے مسکن ایمن | روحانیون کا نشیمن اُس مین

کہتے ہین مورخان ہندی | آباد ہوا یہ ہے وہ بستی

راجا کہ کمال پارسا ہے | مقبول جناب کبریا ہے

خالق نے دیا ہے فوق اُسکو | نغمہ سے ہے ذوق شوق اُسکو

انسان کا سرود رقص کیا ہے | پریون کا ناچ دیکھتا ہے

باری باری سے جو پری ہے | راجا اندر کی مجرئی ہے

لیکن جو بکاولی دل افگار | باری پہ پہونچ سکی نہ بیمار

اک شب راجا تھا محفل آرا | یاد آئی بکاولی دل آرا

پوچھا پریون سے کچھ خبر ہے | شہزادی بکاولی کدھر ہے

مُنھ پھیر کے ایک مسکرائی | آنکھ ایک نے ایک کو دکھائی

چتون کو ملا کے رہ گئی ایک | ہونٹھون کو ہلا کے رہ گئی ایک

بولا وہ کہ چپ ہو کیون سبب کیا | بولین وہ کہ کہیئے بے ادب کیا

ناتا پریون سے اُس نے توڑا | رشتہ ایک آدمی سے جوڑا

وہ سُن کے خفا ہوا کہا جاؤ | جس طرح سے بیٹھی ہو اُٹھا لاؤ

پریان اُڑین اوپر اوپر آئین | مہتابی پہ مثل ابر چھائین

له قولہ مصئون وہ الخ مصئون بمعنی محفوظ یعنی وہ شہر موت سے اسقدر محفوظ ہے کہ اُسکا نام امر نگر ہے امر ترکیب ہندی بمعنی نہ مرنے والا یعنی اُس شہر مین موت کا گذر نہین ہے ۱۲ م ش + + + +

دیکھا تو وہ دونوں کرتے تھے خواب | گل سے تکیے تھے آفتاب و مہتاب
ہم بستر آدمی پری تھی | سایہ کے بغل مین چاندنی تھی
غافل جو موکلون نے پایا | اُس نقش مراد کو جگایا
جاگی[1] تو سب اُسکے جوڑ کی تھین | اندر کے اکھاڑے کی پری تھین
بولین کہ غضب کیا ہے چلیے | جوڑا یہ خراب ہے بدلیے
اُٹھی اُسے جی کی طرح چھوڑا | بدلا مانند رنگ جوڑا
ساتھ اُنکے وہ تا بہ محفل آئی | لرزان لرزان مقابل آئی
راجا نے نگاہ کی غضب سے | پوچھا کہ یہ بیحیائی کب سے
بُو آتی ہے آدمی کی لیجاؤ | ناپاک ہے آگ اِسے دکھاؤ
شعلہ سا پری کا جسم کانپا | مُنھ دامن اشک تر سے ڈھانپا
پریون نے کشان کشان نکالا | صندل آتشکدے مین ڈالا
کافور[2] سی جل اُٹھی سراپا | ٹھنڈی ہوئین تھا جنھین جلایا
جو آتش گل نہ ہے چمن سے | چھونکا اُسے آگ مین جلن سے
جس رُخ پہ تھی کاکل معنبر | تھا چشم زدن مین دود اخگر
جس جسم پہ تھی نفیس پوشاک | شعلے کے سوا نہ کچھ بھی تھا خاک
عیسے نفس ایک خضر آئی | چھینٹے سے جلی ہوئی جلائی
شعلے سے زیادہ پاک دامان | آکر ہوئی انجمن مین رقصان

[1] قوله جاگی آلخ اندر کے اکھاڑے کی پری تھین یعنی پریان تھین چونکہ لفظ سب مصرعۂ اول مین آچکا ہے اسوجہ سے لفظ پری مورد اعتراض مین فرض کیجیے اگر یون کہا جاتا جب بکاولی جاگی تو دیکھا کہ سب آنے والیان بکاولی کے جوڑ کی تھین نہ کہ عورت تھین تو کیا کوئی کہ سکتا ہے کہ ناجائز یا غیر فصیح ہوتا پس جبکہ وہ غیر نوری تھین کیونکر غیر فصیح ہو سکتا ہے بلکہ عین محاورہ ہے ہان اگر لفظ سب مصرعۂ اول مین موجود نہوتا تو البتہ کسیقدر مکروہ سمجھا جا سکتا تھا نہ کہ غلط ۱۲ م ش [2] قوله کافور سی آلخ یعنی شعلہ کیطرح ہمہ تن جلنے لگی ۱۲

ناچی گائی غریب ناچار	اغیار ادا سے کر لیے یار
برخاست کا وقت صبحدم تھا	راجا وہ کہ صاحب کرم تھا
بولا جا یونہی آئیو روز	جل بجھ کے صدا سنائیو سوز
رخصت پاتے ہی وہ ہوائی	پران پران ہوا سی آئی
پشواز کنار حوض اُتاری	شب کی پوشاک پہنی ساری
بیتاب آرام گہ تک آئی	ہمخواب کی آنکھ بند پائی
یون سیج پہ آ کے سوئی بیتاب	جس شکل سے آئے آنکھ مین خواب
وہ آہوے مست خواب خرگوش	یعنی تاج الملوک بے ہوش
اُس شب کو بغل مین آ کے جاگا ٥١	پر دوسری شب وہ جاگے جاگا
دیکھا ٥٢ تو وہ متصل نہین ہے	پہلو مین جگر کے دل نہین ہے
حاجت کی گمان سے جب ہوئی دیر	جھنجھلا کے پلنگ سے اُٹھا شیر
دائین دیکھا نظر نہ آئی	بائین دیکھا کہین نہ پائی
عورت تھی گمان بد سے کھٹکا	جانا کہین دل کسی سے اٹکا
از در نظر آیا در کا سایہ	سمجھا وہ پلنگ چارپایہ
آنکھون ٥٣ مین جو چھا گیا اندھیرا	پل مارتے ہو گیا سویرا

٥١ اُس شب کو آ کے یعنی پہلی رات مین اُسوقت جاگا جب بکاولی واپس آ کر اور اُسکو اپنی بغل مین سمجھ کر لیٹ چکی تھی لیکن دوسری رات مین اُسوقت جاگا جب بکاولی اسکے پاس سے اُٹھ کر جا چکی تھی اور ہنوز واپس نہین آئی تھی ۱۲ م ش ٥٢ دیکھا تو الخ متصل اتصال رکھنے والا یعنی بکاولی جو تاج الملوک کے لیے دل کے مانند تھی نہین ہے ۱۲ م ش ٥٣ آنکھون مین الخ یعنے جوش غیظ یا فرط غم فقدان بکاولی مین وہ خود رفتگی طاری ہوئی کہ درازی شب معلوم ہی نہین ہوئی گویا طرفۃ العین مین صبح ہو گئی ۱۲ م ش + + + + + + + + + +

جاگا[ف] تو پری بغل مین پائی | وہ نقش وفا عمل مین پائی

وانستہ خبر ہوا نہ بیتاب | گویا کہ وہ شب کا حال تھا خواب

جب مہر فلک گیا لب بام | مہتابی پہ آئی وہ سر شام

معمول سے بزم مین ہوئے جمع | مینا و کباب و مجمر و شمع

جام اُسنے بھرا کہا پیالے | دل اُسکا بھرا تھا جام کیلیے

ٹھانی تھی کہ آج رہ کے بیدار | دیکھوں جاتی کہان ہے عیار

بولا کہ ہین درد سر کے کچھ طور | مین آج نہ ہونگا شامل دور

ہرٹ اُسنے جو کی تو ہاتھ مارا | شیشہ ہوا چور چور سارا

ہوتی ہی جو نوک شیشہ خنجر | چرکے لگے اُسکی اُنگلیون پر

بیداری شب کی گھات پائی | حکمت سر دست ہاتھ آئی

کف مین نمکین کباب لیکر | چھڑکا نمک اُن جراحتون پر

بند آنکھین کیے ہوئے شکرلب | بیدار رہا تو آخر شب

پریون نے ہوا سے تخت اُتارا | ثابت ہوا ٹوٹتا ستارا

سوتا اُسے جان کر اُٹھی وہ | پوشاک بدلنے کو گئی وہ

اُس تخت کا یہ پکڑ کے پایہ | پوشیدہ ہوا برنگ سایہ

بن ٹھن کے جب آئی رشک ناہید | ذرہ ہوا ہمرکاب خورشید

آتے ہی زمین سے آسمان پر | پہونچی اُس بزم مین سمان پر

لوگون سے بھرا وہ دائرہ تھا | پرصوت وصدا وہ دائرہ تھا

جھکے پہ پہونچ کے تخت ٹھہرا | مرکز پہ وہ نجم بخت ٹھہرا

ف قولہ جاگا الخ ظاہرا جاگا کا تعریف ہی چونکا یعنی جب اس وارفتگی جوشش غم وفقدان بکاولی سے افاقہ ہوا اور ہوش درست ہوے دیکھا تو بکاولی بغل مین موجود ہے ۱۲ ام شس +

آتشکدہ پریون نے بنا کر
پھینکا اُسے پھول سا اُٹھا کر

شہزادہ کہ زیر تخت زر کار
تھا پہلوئے گل مین صورت خار

فریاد نہ کرنے پایا مضطر
تابان ہوئے راکھ مین سے اخگر

راجا جس رُخ محفل آرا
دل لیتی ہوئی یہ چلی دل آرا

ہمراہ چلا وہ چھوڑ پایا
آگے تھی پری تو پیچھے سایا

محفل مین جو آئی شمع محفل
پروانون کا ہاتھ سے گیا دل

جو گاتی تھین بیٹھین مثل آواز
مجرے کو اُٹھی وہ صورت ناز

وہ ٹلپے چنے کیا کھڑی ہوئی تھی
خود راگنی آ کھڑی ہوئی تھی

رقص اُسکا اگرچہ خوشنما تھا
سنگت کا پکھاوجی تھکا تھا

شہزادہ نے دیکھ دامن پائین
لین طبلہ نواز کی بلائین

آہستہ کہا کہو تو آؤن
فرماؤ تو بندگی بجاؤن

اُسنے جو پکھاوج اُسکو دیدی
کیفیت اتفاق نے دی

تھا سم پہ یہ اُس پری کا نقشا
سب آنکھ ملا کے کہتے تھے آ

محظوظ کیا جو سب کو اکبار
بخشا راجا نے نو لکھا ہار

انداز سے اُس نے لیکے مالا
کاندھے پہ پکھاوجی کے ڈالا

برخاست کا تھا وہ رخصتی ہار
برہم ہوئی بزم اُٹھے سب اکبار

لے ہار وہ شاہزادہ فی الفور
پنہان ہوا زیر تخت مثل طور

باد سحری چلی جو سن سے
وہ شمع سدھاری انجمن سے

خورشید سے پہلے اُڑ کر آئی
تارون کی چھاؤن مین گھر آئی

وہ حوض کے رُخ چلی اُتر کر
یہ آنکھ بچا کے سوئے بستر

وہ آئی تو غافل اسکو پایا
آغوش مین آ گلے لگایا

جب پردۂ صبح ہو گیا فاش | خندان خندان اُٹھا وہ بشاش

اس غنچہ دہن کا مُسکرانا | ہر رنگ بکاولی نے جانا

ہنستے ہنستے کہا کہ ہنسے کیون | ہنستا نہین بے سبب کوئی یون

بولا وہ کہ خواب دیکھتا تھا | آتش پہ کباب دیکھتا تھا

بولی وہ کہ ہم بتائین تعبیر | دلسوزی کرے گا کوئی دلگیر

بولا وہ کہ رات کو اُفق مین | خورشید تھا آتش شفق مین

بولی وہ کہ مہر سے شب و روز | عالم مین رہو گے رونق افروز

بولا وہ کہ اک مقام ہُو تھا | گلزار خلیل رو برو تھا

بولی وہ بشر ہو تم دلاور | سرسبز ہو قوم آتشی پر

بولا وہ کہ دیکھی اک شبستان | شعلہ ہوا انجمن مین رقصان

بولی وہ کہ شعلہ مین پری ہون | جو ناچ نچاؤ ناچتی ہون

بولا وہ کہ جب ہوا اُجالا | بخشا یہ انجمن نے ہالہ

ہالہ مہِ انجمن کا کیا تھا | وہ ہار تھا جو گلے پڑا تھا

گھبرائی پری کہ ہین یہ کیا ہے | بولا وہ کہ ہار نو لکھا ہے

کاندھے[1] پہ تھا جسکے رات ڈالا | پہچانتی ہو وہ طبلہ والا

کیون جی یہ اکیلے شب کو جانا | اوپر اوپر مزے اُڑانا

یہ سُن کے پری وہ سوختہ تن | بولی کہ سُن او صلاح دشمن

مین جل کے جلی تو غم نہین ہائے | ڈر ہے کہ نہ تجھ پہ آنچ آ جائے

میرے جلنے پہ خاک ڈالو | تم نام نہ وان کے جلنے کا لو

[1] قولہ کاندھے پہ آلخ پہچانتی ہو وہ طبلہ والا یعنی تم پہچانتی ہو جسکے کندھے پر تمنے رات کو ہار ڈالا یا تھا وہی طبلہ والا گویا یہ بطور اشارہ و طنز آمیز کہا اور اس اشارہ کی فصاحت ظاہر ہے ۱۲ منہ

افروختہ آتش حسد ہے
جلنا یہ سپند چشم بد ہے

بولا وہ کہ یہ نہ ہوگا مجھ سے
مین دو قدم آگے ہونگا تجھ سے

سمجھاتی رہی اِسے وہ دانا
لیکن اُس نے کہا نہ مانا

عازم ہوا شب کو آتے ہی تخت
یا قسمت یا نصیب یا بخت

وان جا کے وہ سوجی اسکو بیلاگ
لے چلیئے تو راجہ لائیگا رگ

سنگت کا پکھاوجی بنا کے
گائی یہ غزل مقام لے کے

غزل

ساقی قدح شراب دیدے
مہتاب مین آفتاب دیدے

ساقی باقی جو کچھ ہو لے لے
باقی ساقی شراب دیدے

اُس بُت سے نہین سوال کچھ اور
اپنے مُنھ سے جواب دیدے

لیلےٰ مینے سبجھے بنایا
مجنون مجکو خطاب دیدے

اُس گل سے نسیم زر نہین مانگ
جو چاہے وہ بیحساب دیدے

نصف پتھر ہوجانا بکاولی کا راجہ اندر کی بد دعا سے اور بتخانے میں پاکر ملنا تاج الملوک سے اور کھدنا بتخانے کا رانی چتراوت کے حکم سے

ہے اب جو بیانِ سنگساری
یون باے قلم ہوا ہے بھاری

خوش لہجہ بہت بکاولی تھی
گاتی اور ناچتی بڑی تھی

راجا نے کہا کہ خوش ہون تجھ سے
جو چاہے آج مانگ مجھ سے

دکھلا کے اُسی پکھاوجی کو
مانگا کہ یہ دو بکاولی کو

ارمان یہی ہوس یہی ہے
خاطر کی مراد بس یہی ہے

مانگا جو بشر پری نے بیباک
راجا اندر ہوا غضبناک

بولا کہ اس آدمی کی یہ تاب ۔۔۔ سر چشمۂ آفتاب سے آب
کھویا تجھے تیری آرزو نے ۔۔۔ جا تیری سزا یہ ہے کہ تو نے
کی ہے حرکت خلاف آئین ۔۔۔ پتھر کا ہو نصف جسم پائین
اس سختی سے کچھ دنون رہے تو ۔۔۔ بعد اسکے خاک مین ملے تو
قالب ترا انقلاب کھائے ۔۔۔ جامہ مین تو آدمی کے آئے
بارہ برس اس طرح گذر کر ۔۔۔ پھر تجھکو ملے پری کا پیکر
اسوقت جہان تو چاہے جائے ۔۔۔ تو اسکو ملے وہ تجھکو پائے
روئی وہ بکاولی یہ سنکے ۔۔۔ تڑپا شہزادہ سر کو دھن کے
خواہش جو بلائے جان ہوئی وہ ۔۔۔ ہلکا ہوا یہ گران ہوئی وہ
ناری تھی پری ہوا ہوائی ۔۔۔ خاکی تھا بشر زمین چھکائی
سایا سا زمین پہ جب گرا وہ ۔۔۔ افتاد کو سوچنے لگا وہ
سبزے کی دھوپ چھاؤن مخمل ۔۔۔ صحرا مین بچھی تھی سو گیا شل
چشمہ ایک آفتاب سا تھا ۔۔۔ عاشق کی طرح بھرا ہوا تھا
پریان کچھ ادھر نہانے آئین ۔۔۔ دیکھا وہ بشر تو کھلکھلائین
بولین یہ وہی کھاؤجی ہے ۔۔۔ عاشق جسپر بکاولی ہے
وہ چونک کے بول اٹھا کہ للہ ۔۔۔ بتلاؤ کہان ہے وہ کہا آہ
اندر کے غضب سے بنکے پتھر ۔۔۔ ہے بت سی وہ ایک مٹھ کے اندر
پوچھا کہ کدھر کہا بہت دور ۔۔۔ بولا وہ کہ پھر کہا کہ مجبور
یہ کہکے اتاری سب نے پوشاک ۔۔۔ باہر ہوئین جامہ سے وہ بیباک
پردے کا جو کچھ خیال آیا ۔۔۔ تن چادر آب سے چھپایا
بے ننگ یہ سب نہا رہی تھین ۔۔۔ موجین باہم اڑا رہی تھین

سو چاہا وہ کہ انکو دیجئے جُل | خس پوش کیئے وہ جامۂ گل
جب خوب وہ شعلہ رو نہائین | باہر بصد آب و تاب آئین
پوشاک دھری ہوئی نہ پائی | جانا کہ حریف نے اڑائی
جھک جھک کے بدن چراتی آئین | رک رک کے قدم بڑھاتی آئین
دکھلائی کسی نے چشم جادو | چمکائی کسی نے تیغ ابرو
جھنجلا کے کہا کہ لاؤ مانو | ہمکو بھی بکاولی نہ جانو
بولا وہ یہ خوش تم ایسی کیا ہو | ڈرنے کا نہین مین کیا بلا ہو
پوشاک جو لینی ہو تو پہنچاؤ | بولین وہ چلو کہا قسم کھاؤ
عریانی کے ننگ سے لجائین | ستار کی قسمین سب نے کھائین
شہزادے نے کرکے پاس انکا | خلعت سادیا لباس اُن کا
پریان ہوئین رخت سج کے خرسند | ہو جیسے ہوا حباب مین بند
شانے پہ چڑھا کے مثل گیسو | اُس گل کو اڑا یا صورت بو
واقف اُس بتکدے سے تھین وہ | سنگلدیپ اُسکو لے گئین وہ
وہ جلوے بکاولی بتائی | دیوانے کو باولی بتائی
بتخانے مین تھا طلسم کا در | ششدر رہا چار سمت پھر کر
عقدہ کھلا شام ہو کر اُس کا | شق مثل قمر ہوا در اُسکا
دیکھا تو وہ بت تھی مٹھ کے اندر | جسم آدھا پری تھا آدھا پتھر
تھی ناف سے لیکے تا بہ پا سنگ | تھا کوہ سرین کے آگے پا سنگ
چوسے جو قدم اُس آدمی نے | سینے سے لگا لیا پری نے
نرمی سے کہا بخیر گذری | کس سختی سے تم بغیر گذری
ہم پر تو پڑے وہان یہ پتھر | تم کیونکہ بچے کہا مقدر

گر پڑ کے زمین پہ مثل شبنم — پھر پریوں کی مہر سے اُڑے ہم
چند یہ تم پاس کھینچ لایا — سختی اب دور ہو خدایا
تا آخر شب فسانے کہہ کر — بولی وہ پری کہ اے دلاور
یہ در مانند چشم بے خواب — ہوتا ہے سحر کو بند بیتاب
پیش از دم صبح تم نکل جاؤ — کل پھر سر شام خیر سے آؤ
مصرف کو جو ہو ضرورت زر — زیور مرا مجھ سے لو یہ کہکر
کانوں میں سے موتی کچھ نکالے — دامن پہ مثال اشک ڈالے
صدقے وہ بشر ہوا پری کے — قدموں پہ گرا بکاولی کے
پاؤں اسکے چھوے تو گنج سے پائے — آنسو چھوٹے گہر اٹھائے
نکلا جیسے ہی مٹھ کے باہر — پتھرا گئی چشم حلقۂ در
آنکھوں سے یہ دیکھتا ہوا قہر — آگے کو بڑھا چلا سوے شہر
بازار میں جا کے بیچے گوہر — مفلس سے ہوا وہ صاحب زر
گھوڑا جوڑا افسر حویلی — جو جو شے چاہیے تھی لے لی
جب منزل شب میں رہرو روز — لے گوہر شبنم آیا پر سوز
گنبد گردوں کا تھا جو بے در — تابان ہوئے اسمیں ماہ و اختر
سیاروں نے کر کے استخارہ — اس برج کے رخ وہ مہ سدھارا
دیکھا تو در قبول وا تھا — رگڑا آنکھیں ایڑیوں پہ ماتھا
شب سایۂ زلف میں بسر کی — لی صبح کے ہوتے راہ گھر کی
تقدیر نے راستہ بھلایا — را جا کے محل کی جانب آیا
چتراوت اسکی ماہ پارہ — غرفے میں سے کرتی تھی نظارہ
دیکھا تو جوان تھا یہ تصویر — صورت پہ فدا ہوئی وہ بے پیر

یان پردہ در نظر سے گذرا — وان تیر نظر جگر سے گذرا
دستور تھا بیٹی جسکو چاہے — باپ اُسکا اُسی کے ساتھ بیاہے
راجا سے خوش خبر بیان کی — مشاطۂ خوش ادا روان کی
شادی کی خبر سے وہ یکایک — خوش خوش آئی کہا مبارک
اِس شہر کا چتر سین راجا — دختر رکھتا ہے ماہ سیما
ہر مُلک کے شہریار آئے — ہر شہر کے تاجدار آئے
راضی تجھ سے ہوئی وہ بے پیر — طالع قسمت نصیب تقدیر
بیجا[1] وہ ہوا کہا کہ جا جا — کیسی رانی کہان کا راجا
دکھلا نہ مجھے ہرے ہرے باغ — غنچے کی گرہ مین کیا ہے جز داغ
اُلفت مین ہے آبرو گنوانی — کب چشمۂ مہر مین ہے پانی
مکار تو مجھ سے کرتی ہے زور — دُر ہو مرے سامنے سے چل دُور
ہٹ دیکھ کے اسکی ہٹ گئی وہ — قسمت کیطرح پلٹ گئی وہ
پایا جو جواب منتظر نے — آنکھون مین لگا خیال پھرنے
تقدیر کی بات ہے زہے!! — زر سے ہوا اُسکا ہاتھ خالی
من سانپ کا ران سے نکالا — در پر آیا وہ سرو بالا
کیا جوہری مول کرتے اُسکا — راجا تک رفتہ رفتہ پہونچا
جو مدعیون کا مدعا تھا — موقع وہ ملا تو کیا بُرا تھا
جھنجھلا کے ڈرا کے غُل مچا کے — سمجھا کے دبا کے دست پا کے
من[2] چھین کے چوری کے بہانے — بھیجا کھلے بندون قید خانے

[1] قولہ بیجا وہ ہوا الخ غالبًا بیجا تحریف ہے تیکھا کی جو بمعنی تُرش و غصہ ہو نیکے ہین ۱۲ م ش
[2] قولہ من چھین کے الخ کھلے بندون یعنی کھلے خزانہ اور کھلم کھلا اور بے تکلف بھیجا ۱۲ م ش

زندان مین وہ نیم جان وہ بسمل ۔ زنجیر مین پانؤن زلف مین دل

غم کھاکے[1] لہو کے گھونٹ پینا ۔ دم کے دھاگے سے ہونٹھ سینا

داروغۂ محبس جفا نے ۔ رانی سے کہا کسی بہانے

یوسف کی خبر لے او زلیخا ۔ زندان مین ہے وہ عزیز مرتا

اس[2] چاہ مین کام ہو نہ جائے ۔ یہ ماہ تمام ہو نہ جائے

دانا تھی وہ جیل خانہ آئی ۔ بگڑے ہوئے کو منانے آئی

دیکھا تو وہ سرنگون تھا دلگیر ۔ تھی حلقہ بحلقہ زلف و زنجیر

آنکھ اس سے نہ جب ملائی اُسنے ۔ زنجیر اُسکی ہلائی اُسنے

پابند وفا وہ مبتلا تھا ۔ کب اُسکو خیال بند پا تھا

رانی نے جو بیدلی نگہہ کی ۔ بیڑی کٹوائی بیگنہ کی

قدمون پہ گری کہا اُٹھو آؤ ۔ انکار و گریز جانے دو آؤ

اُٹھا وہ پری کی آرزو مین ۔ یہ سمجھی کہ پھانسا گفتگو مین

وان[3] اُس دھن کہ صنم سے کدخدا ہون ۔ یان دھیان کہ بت کا پارسا ہون

تجویز کے لینے لگے مفہوم ۔ آئی تو محل مین مچ گئی دھوم

راجا نے ستارہ وان بلایا ۔ سعدین کا زائچہ ملایا

[1] قولہ غم کھاکے الخ دم کے دھاگون سے ہونٹ سینا یعنی تار نفس سے ہونٹھونکو سیا کرنا حاصل یہ کہ اپنے دم کو گھونٹ گھونٹ کے وقت گذرتا تھا ۱۲ ام ش [2] قولہ اس چاہ مین الخ تمام نہو جائے یعنی مرجائے لفظ تمام مین دوسرا پہلو لطف کا یہ ہے کہ ماہ تمام پورے چاند کے معنون مین مستعمل ہے جیسے چودھوین رات کا چاند کہتے ہین ۱۲ ام ش [3] وان دھن الخ یعنی تاج الملوک اس خیال مین تھا کہ مین بت یعنی بکاولی کا پرستار ہون اور ممکن ہو کہ بت کا پارسا ہون تحریف ہو بت کے پاس جاؤن ۔ کی بہرحال بت سے مراد بکاولی ہی جو نصف پتھر کی ہو گئی تھی ۱۲ ام ش + + + + +

دن ڈھل کے وہ ماہ نو سرِ شام — غائب ہوا سیر کرکے کچھ کام

دروازہ کا ٹھکے دیدہ وا تھا — توبہ کا در کھلا ہوا تھا

آیا تو وہ کب سے تکتی تھی راہ — دیکھا تو کہا کہان رہے واہ

دیکھے جو حنائی ہاتھ بے راگ — تلوؤن سے پری کے لگ گئی آگ

پوچھا[۱] کہ یہ آئی کس بنی کی — کس راہ کی زن نے رہزنی کی

توفیق بیان تلک جو لاتی — مہندی پانون کی گھس نہ جاتی

اقدامون[۲] سے لگا پسا ہوا وہ — مہندی کا جو رنگ تھا کہا وہ

رانی کی وہ مہر و سر گرانی — راجا کی وہ قہر حکم رانی

من بیچنا اپنا قید ہونا — داموں کے لئے وہ صید ہونا

چتراوت کا وہ آپ آنا — سب کہکے کہا خدا ہے دانا

شادی نہیں کچھ خوشی سے مانی — بے تیرے تھی مرگ زندگانی

غم[۳] تھا کہ ترے قدم سے چھوٹا — شادی کے بہانے غم سے چھوٹا

پیار ہی یہ نہین حنائی چنگال — ہاتھ لیسے ملے کہ ہو گئے لال

زنجیر وفا نے پانون ہے نکالا — زلفون پہ نہین ہے ہاتھ ڈالا

کلے ڈسین بال گر چھوئے ہون — چھالے پڑین گال اگر چھوئے ہون

بگڑی وہ کہ چل بنا نہ باتین — مجھ سے کوئی سیکھے ایسی گھاتین

میری تجھے ایسی کیا لگی تھی — تلوؤن سے ترے حنا لگی تھی

---

۱ قولہ پوچھا الخ مصرع دوم میں غالباً کس راہ کی زن تحریف ہے کس رہ زن آنے کی اور مفہوم دونون صورتونمین ایک ہی ہے یعنی رہزن اول مین زن رہ اور رہزن دوم بمعنی راہ مار ۱۲ ام شم

۲ قولہ قدمون سے آخر پسا ہوا وہ یعنی مصائب رنج کا فرسودہ یا تکالیف عشق بکاولی کا فرسودہ ۱۲ ام شم

۳ غم تھا الخ یعنی مین تیری جدائی کے غم مین مبتلا ہو گیا تھا شادی کے ذریعے سے مجکو اس غم جدائی سے نجات نصیب ہوئی ۱۲

تنگ آیا تو دیکھ قید خانا / آسان نہین کڑی اُٹھانا

پتھر کی اگر کہو تو مین ہون / فولاد جگر کہو تو مین ہون

سہتی ہون جہانکی سختی سستی / آسائش جان نہ تندرستی

اِس تنگ قفس کو سمجھی ہون باغ / سنگینی گران نہ جلنے کا داغ

قسمت سے مفر ہے اب نہ امن / پتھر کے تلے دبا ہے دامن

کب چاہے گی عقل مصلحت سنج / تم تو کرو شادی ہم کرین رنج

راضی ہین خدا کی جو رضا ہو / ہوتی ہے سحر چلو ہوا ہو

وہ معتقد اُسکے پانون چھو کر / اُٹھا چھاتی پہ رکھ کے پتھر

آیا تو وہ نوعروس زیبا / بستر پہ تھی شکل نقش دیبا

نیند آئی جو تھی بصد کدورت / تھی چین جبین شکن کی صورت

سوئی تو تھی انتظار مین وہ / جاگی تو ملا کنار مین وہ

سوئے جو کٹی شب جوانی / سوختہ نصیبی اپنی جانی

تھے صبح سے دونون شام جویان / شب کو ہوئی داخل شبستان

دونون تھے تصور مین کامل / خلوت خانہ تھا گوشۂ دل

دو آنکھون کی طرح ایکجا تھے / پر دل جو ملا نہ تھا جُدا تھے

کروٹ لیکر وہ عنبرین مو / اُلٹے جلنے کا سوچتا تھا پہلو

جھپکی ہوئی پتھر سے وہ دیکھ / آئینہ کی پشت پر تھی تصویر

حیرت چھائی تو کھو گئی یہ / غفلت آئی تو سو گئی یہ

غافل اسے چھوڑ کر اُٹھا دو / لپکا تو پری کے رُخ گیا وہ

یہ جاگے ہوئی وہ فتنہ بیدار / دیکھا تو تھا تکیہ جائے دلدار

دوری نے جو حد سے کی درازی / جانا کہ کہین ہے عشق بازی

اُس رات کو جبکہ ہو رہی وہ — کل سمجھونگی کہہ کے سو رہی وہ

وقت سحر[1] اسکو پا کے رانی — ہم بستر خواب سرگرانی

خلوت خانے سے باہر آئی — دربانون کے پاس در پر آئی

حکم اُنکو دیا کہ شام کو آج — جانا ہمراہ صاحب تاج

سایہ کی طرح سے ساتھ رہنا — جو آنکھ سے دیکھنا وہ کہنا

جسوقت چلا پری کا مانوس — سایہ سے بہ پس قدم تھے جاسوس

وہ مظہر[2] وہ پری مقام دیکھا — وہ بُرج وہ مہ تمام دیکھا

ایک اُنمین سے رانی پاس آیا — کی عرض کہ لو سُراغ پایا

صورت یہ ہے جو نگاہ کی ہے — اک مظہر مین مورت اک پری ہے

آنکھونسے[3] اُس انجمن کو دیکھا — یکجا بت و برہمن کو دیکھا

لعل و گہر ایک دُرج مین ہے — شمس و قمر ایک بُرج مین ہے

آنکھ اُسکی یہ سُنکے خون مین ڈوبی — مریخ بنی وہ ماہ خوبی

یان اسنے کہا وہ بُرج کھدواؤ — وان بولی بکاولی کہ کو جاؤ

یانسے چلے لوگ وانسے وہ زار — لپکا یہ اِدھر اُدھر وہ خونخوار

توڑا وہ مظہر حباب آسا — پھوڑا بجلے دل کا آبلہ سا

شہزادہ کے آگے سبحیلے نے — انعام دیا کھلے خزانے

پاس اُسکا ذرا نہین کیا کچھ — اور اُس سے کہا کہ تو سُنا کچھ

---

[1] وقت سحر الخ یعنی صبحکو بیدار ہوکر جب راجہ کی بیٹی نے تاج الملوک کو اپنے پاس گہری نیندون سوتا پایا تو خوابگاہ سے اُٹھکر باہر آئی ۱۲ م ش [2] قولہ وہ مظہر الخ پری مقام یعنی پری جیسا مقام وہ پری مصرع مین لفظ تمام صفت مظہر نہین ہے بلکہ سب کے معنی مراد ہین نہ کہ کامل اور پورا ۱۲ م ش [3] قولہ آنکھون سے الخ بت و برہمن کو یعنی بکاولی اور تاج الملوک کو ۱۲ م

+ + + + + + + + + + + +

بنیاد فساد کھود ڈالی
جا سوسن نے کھود کر نکالی
غائب رہتے تھے روز و شب بھر
اب دیکھو گے جا کے خاک پتھر
سنتے ہی وہ بیقرار لپکا
دوڑا بے اختیار لپکا
دیکھا تو وہ ماہ و نہ وہ برج
وہ لعل گران بہا نہ وہ درج
شور اس نے کیا کہ کیا یہ شر ہے
آواز آئی کہ بے خبر ہے
بنیاد برافگنی کی بانی
ہے سوتن تیری وہ رانی
کھدوایا جب اس نے منھ بصد جور
رہنے کو ملا ہمین مکان اور
وان ٹھوکرین کھائی سخت تھین تنگ
سنگست بجائے خویشتن سنگ
ہونا تھا یہی تو شکوہ کیا ہے
جا کچھ دنون صبر کر خدا ہے
حیرت زدہ چپ خموش سنسان
ٹوٹا ہوا دل بندھا ہوا دھیان
آیا تو ہنسی وہ شوخ رانی
گویا وہ ہوا بخوش بیانی
تقدیر کو گل کھلانا تھا یون
تو خار سے بیخ کن ہوئی کیون
دوران کو تھا انقلاب منظور
مختار خدا ہے بندہ مجبور
اسدن سے ہوا وہ اس سے مانوس
راتون کو رہے وہ شمع فانوس
جب کام روا ہوئی وہ رانی
گذری بہزار کامرانی

پیدا ہونا بکاولی کا دہقان کے گھر مین اور جوان ہو کر ملنا تاج الملوک سے

لفظون سے ہر اک قلم کا دہقان
صفحے کی زمین پہ دانہ افشان
جب منھ سے کی رہی بیخ و بنیاد
جیسے کہ ہو گرد باد بر باد
دہقان تھے نئے زمین کے جویا
سرسون کا کھیت انھون نے بویا

جب[1] چین سے کر چکے تردد | کھیتی کی ہوئی زمین پہ واشد
دہقان کی زوجہ کے کھلے بھاگ | کھانے لگی نوچ نوچ کے ساگ
کھاتے[2] ہی حمل کا ڈھنگ پایا | سرسون سا ہتھیلی پر جمایا
وہ[3] بانجھ تھی جب حمل قبولی | سرسون آنکھون مین سب کے پھولی
ایام مقرری گذر کر | پیدا ہوئی اک حسینہ دختر
صورت مین پری جمال مین حور | نائل سی وہ مان تھی پیش کافور
مشہور ہوئی وہ ماہ پارہ | لوگ آنے لگے پئے نظارہ
وہ منتظر ظہور نیرنگ | یعنے تاج الملوک دل تنگ
چرچا سنکر چلا کہ دیکھون | دیکھا تو کھبا نظر مین افسون
جانا کہ پری وہ سوختہ تن | سانچے مین سے ڈھلکے نکلی کندن
چہرہ سے پری کا ڈھنگ پایا | اندر کا وہ قول یاد آیا
دہقان سے کہا کہ سیم و زر لے | دولت صدقے یہ پیکر سے
دہقان نے کہا کہ میرے صاحب | باتین یہ تمھین نہین مناسب
دختر جو پسند مہ لقا ہے | بکتی نہین اہل سے بہا ہے
پھل سے نہین پیڑ کو سروکار | جب تک کہ ہو کام کا نہین بار
سمجھا وہ کہ میوہ ہے ابھی خام | صورت ہو جوان تو نکلے کچھ کام

[1] جب چین سے الخ واشدن شگفتہ ہونا اور ظاہر ہونا یعنی سرسون جہان بوئی تھی اُس زمین سے سبزہ نمودار ہوا حاصل یہ کہ سرسون کے کھیت کا نشو و نما شروع ہوا ۱۲ م ش [2] کھاتے ہی حمل الخ ظاہراً مصرع اول تحریف ہے کھاتے ہی وہ ساگ حمل پایا کی یا کھاتے ہی ساگ حمل پایا کیونکہ جب دو دو طور سے بے تکلف لفظ حمل بسکون اوسط موزون ہو سکتا تھا تو ایسے ماہرین شاگرد و استاد دونون کو یہ عجز پیش آنا قرین قیاس نہین کہ قاعدہ ساکن کو متحرک کرکے استعمال کرتے ۱۲ م ش - [3] وہ بانجھ تھی الخ مصرعہ اول غالباً تحریف ہے وہ بانجھ تھی حمل جب قبولی - کی ۱۲ م ش + + + + + + + +

یہ سوچ کے گھر پھرا وہ دلسوز | آیا کیا اُسکو دیکھنے روز

دن دن اسے ہو گیا قیامت | بوٹا سی بڑھی وہ سرو قامت

چلتی تو زمین مین سرو گڑتے | باتین کرتی تو پھول جھڑتے

خواہان ہوے ہم وقار اُسکے | دہقان ہوے خواستگار اُسکے

کہہ بے سروبرگی اپنی دہقان | بولا کہ ہے رب کے ہاتھ سامان

شہزادہ[۱] نے ایک دن پھر آکر | شادی کو کہا حیا اُٹھا کر

دہقان نے کہا کہ یا شہنشاہ | تم کو وہ وقار مین پرکاہ

صحبت ہے برابری مین زیبا | نسبت ہے برادری مین زیبا

دہقان زادی وہ بے محابا | بول اُٹھی کس آن سے کہ بابا

خواہان[۲] سے مرے ہو تو ناخوش | ہے دختر رز نصیب مے کش

مطلب کو سمجھ کے پھر پھرا وہ | وقت آنیکا منتظر رہا وہ

یان تو یہ حساب کرتا تھا سن | وان لوگ ارم کے گنتے تھے دن

گذرا بارہ برس جو عہد سختی | آئے ایام نیک بختی

دختر وہ پکڑ کے باپ کا ہاتھ | پچھواڑے سے مکان کے لیگئی ساتھ

وان تھا کسی وقت کا دفینہ | دکھلا کے کہا یہ لے خزینہ

کہنا نہ کسی سے مین پری ہون | تو کیا جانے بکاؤلی ہون

اک آدمی زاد کی بدولت | لائی ترے گھر ہے مجکو قسمت

ناگاہ سمن پری لئے تخت | وارد ہوئی اور کہا کہ لے رخت

[۱] شہزادہ نے ایکدن الخ حیا اُٹھا کر یعنی بیحیا بنکر یا اپنی چرب زبانی سے اُسکے باپ کو اپنے مقابلہ مین بے تکلف کرکے بہرحال حیا اُٹھا دینا یعنی پردۂ حیا دور کر دینا اور بیحیا ہو جانا محاورہ مستعمل درست ہی فصیح محاورہ ہے ۱۲ امرشن [۲] خواہان سے مرے الخ دختر رز مراد انگور یعنی انگور میکشون ہی کا حصہ ہوا کرتے ہین ۱۲ ام [illegible]

رخت اسنے سجکے تخت اڑایا
دامانِ نظر سے منھ چھپایا

چترا وت کا محل جدھر تھا
سوتا جس رخ وہ سیمبر تھا

وان جاکے ہوئی وہ نور آگین
پروانے کی اپنی شمع بالین

بیدار[1] کیا وہ ماہ پیکر
جاگا تو تھا آفتاب سر پر

اٹھا جو وہ کہ کے آؤ جانی
آواز سے چونک اٹھی وہ رانی

منھ دیکھتے ہی بکاولی کا
سایا اسے ہو گیا پری کا

بولی وہ بکاولی سیانی
ہے سوت مری یہی وہ رانی

بولا وہ کہ لونڈی ہے تمھاری
یہ کہ کے اسے کہا کہ پیاری

چوٹی ہے مری تو ہاتھ انکے
چل آکہ چلا مین ساتھ انکے

رانی نے کہا کہ گو یہ ہے غیر
مین تیری ہون تو کسی کا ہو خیر

یہ بات بکاولی کو بھائی
شہزادے کے ساتھ اسے بھی لائی

اڑتے ہی وہ تخت سحر آگین
کیا دور تھا گلشن نگارین

مدت کے جو بعد گھر مین آئے
کھوئے ہوئے جیسے سب نے پائے

فردوس کی بیسوا وہ دلبر
محمودہ دیونی کی دختر

چترا وت چتر سین کی جان
آرام ارم بکاولی جان

ان چارون مین ایک مست بادہ
پورب کا بادشاہ زادہ

پانچون سرِ پنجۂ وفا تھے
یا خمسۂ مطلع صفا تھے

ہوتے ہی حواس خمسہ مجموع
آمد ہوئی اقربا کی مسموع

[1] بیدار کیا الخ وہ ماہ پیکر مراد تاج الملوک سے یعنی جب تاج الملوک سرہانے پہونچکر بکاولی نے اسے بیدار کیا تو اس ماہ پیکر نے جاگ کر آفتاب کو اپنے سر پر پایا یعنے بکاولی کو سر بالین پایا اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہین کہ جب آنکھ کھلی تو آفتاب کسیقدر بلند ہوچکا تھا ۱۲ ام ش

فیروز شہ و جمیلہ دانا	حسن آرا اور روح افزا
پورب کا وہ شاہ شاہ بانو	اطراف سے مملکت کے ہیں تو
جو جو آیا بلا تکلف	اک قافلہ سے ملا وہ یوسف
سلطانوں کی قدردانیاں کیں	مہمانوں کی میزبانیاں کیں
چندے رہا جمع بد و نیک	رخصت ہوا رفتہ رفتہ ایک ایک
روح افزا[51] سے بکاولی کو	الفت تھی رو کی دل لگی کو
رکنا[52] ہوا اس پری کا مشکل	یہ دل لگی اب لگائیگی دل

عاشق ہونا بہرام وزیر زادہ تاج الملوک کا روح افزا پری پر اور شادی ہونی بکاولی کی سعی سے اور کامیاب ہونا

جب ختم یہ داستان یہ آئی	یوں شاخ قلم شگوفہ لائی
روح افزا کو بکاولی نے	رو کا جو یہاں کئی مہینے
اک شب[53] کہ وہ زلف مہ رخاں تھی	یا آتش مہر کا دخاں تھی
وہ مست مئ فسانہ گوئی	مہتابی پہ چاندنی میں سوئی

[51] روح افزا سے الخ مصرعۂ دوم میں رو کی غالباً تحریف ہے رو کا کی - کیونکہ رو کا بہ نسبت رو کی کے فصیح تر ہے اگرچہ رو کی غلط نہ سہی یعنی چونکہ بکاولی روح افزا سے مانوس تھی اپنے دل بہلنے کے لیئے اسکو جانے نہیں دیا ۱۲ م ش [52] رکنا ہوا الخ یعنی روح افزا کا بکاولی کے روکنے سے رک جانا روح افزا کے لیئے امر مشکل ہوگیا اسلیئے کہ بکاولی نے تو اپنی دل لگی کے لیئے روکا تھا مگر اس روکنے کی وجہ سے دل کے لگ جانے کی بلا میں مبتلا ہوگئی یہ شعر کا شعر مقولہ مصنف ہے چنانچہ اسکے بعد اسی کے دل لگ جانے کا بیان ہے ۱۲ م ش [53] اک شب کہ وہ الخ زلف مہ رخاں باعتبار سیاہی یا باعتبار درازی کے ۱۲ م ش +

سلطان کا وزیر زادہ بہرام ۔ گلگشت چمن میں تھا گل اندام
لٹکی[۱] دیکھی پری کی چوٹی ۔ ناگن سی اس کے دل پہ لوٹی
کھٹکے سے نگر بگاولی کے ۔ بھاگا سایہ سے اُس پری کے
جب کاکل شب سے موئے خورشید ۔ تابان ہوا پھر چشم اُمید
دیکھا تو ماہ نو کا تھا برج ۔ رکھتا تھا دریگانہ وہ درج
بیتابی سے کچھ قرار پایا ۔ مجبوری میں اختیار پایا
مہتابی[۲] پہ چاندنی جب آئی ۔ سایہ نے پری پہ کی چڑھائی
اُس غنچہ[۳] دہن کے خوابگہ تک آیا ۔ مانند سُہا وہ مہ تک آیا
تجویز رہا گھات گون کی ۔ ناگاہ وہ مست خواب چونکی
آغوش کی موج سے وہ مضطر ۔ مچھلی سی نکل گئی تڑپ کر
بچپا کے صحن تک وہ آیا ۔ مہتاب کے پیچھے جیسے سایا
ملتی لگ سے خاک وہ ہوائی ۔ انسان کو پری نہ ہاتھ آئی
ہوتے ہی سحر کے روح افزا ۔ رخصت ہوئی گھر کو رکھ کے پردا
معشوق سے رہگیا جو ناکام ۔ تھا غم سے نزار گو رہ بہرام
تنہا جو سمن پری تھی اک روز ۔ قدموں پہ گرا کہا بصد سوز

[۱] لٹکی دیکھی پری کی الخ دل پہ لوٹی یعنی جسطرح ناگن جب عضو سے مس کر جاتی ہے وہ مقام سڑ جاتا ہے اسی طرح اسکی چوٹی کی ناگن نے اسکے دل میں مڑ کرنے کے سبب سے اسکے دل کو اسکے عشق کا داغدار یا زخمی کر دیا ۱۲ ش [۲] مہتابی پہ الخ یعنی جب رات ہوئی یا جب چاندنی نے کھیت کیا سایہ سے مراد بہرام وزیر زادہ یعنی بہرام روح افزا کیجانب چلا ۱۲ ش [۳] اس غنچہ دہن کی الخ سُہا بہرام ماہ روح افزا سہا و ماہ کی تشبیہ باعتبار نظر کے ہے اسلیئے کہ سہا مہتاب کے قریب ہو کر نظر آیا کرتا ہے ورنہ درحقیقت مکان سُہا تحقیق طلب ہے کہ فی الواقع کونسے آسمان پر ہے سُہا ماہ سے بہت دور ہی ہو کیونکہ مکان ماہ آسمان اول ہے ۱۲ ش + + + + + + + +

دل سے ہون فداے روح افزا ... مرتا ہون براے روح افزا

بولی کہ ارے بشر سڑی ہے ... روح افزا کیا بکاولی ہے

شہزادے کے ڈھنگ پر تو چل ... ہمتلے فلک نہ ہوگا بادل

بولا[۵۱] یہ کہ مجھ سے اُس سے ہی راہ ... شبنم کی ہے آفتاب کو چاہ

واقف تھی پری کے دیس سے وہ ... لے پہونچی زنانے بھیس سے وہ

فردوس میں مالن ایک تھی حور ... گلچہرہ پری بنفشہ مشہور

پوشیدہ گھر اُسکے لائی اُسکو ... منھ بولی بہن بنائی اُسکو

فردوس کی سیر کے بہانے ... چھوڑا منزل یہ رہنمانے

روح افزا کے لئے بنفشہ ... گلدستہ بناتی تھی ہمیشہ

حاجت کو ذرا گئی جو باہر ... بہرام نے پشت آئنہ پر

تحریر کیا کہ بے مروت ... آئینہ ہے تجھ پہ میری صورت

افسوس[۵۲] مجھے تو آرزو ہو ... اور آئنہ تیرے روبرو ہو

لیکن تو زبسکہ خودنما ہے ... خودبینی سے جو کرے بجا ہے

یہ لکھ کے ہٹا تو مالن آئی ... گلدستہ پری کے پاس لائی

روح افزا کا سنگھار کرکے ... محو اُسکی ہوئی جو پیار کرکے

الٹا اُسے آئنہ دکھایا ... خط سمجھی وہ کا کلون کا سایا

مضمون[۵۳] جو پڑھا پری تھی دانا ... نقش عمل نگار جانا

[۵۱] بولا وہ کہ الخ شبنم سے مراد بہرام آفتاب سے مراد روح افزا یعنی بہرام نے کہا کہ درحقیقت روح افزا کو بھی تیری چاہت ہو ۱۲ م ش [۵۲] افسوس مجھے تو الخ یعنی مجھکو تو تیرے دیدار اور دوچار ہونے کی آرزو ہے اور دوچار ہونا نصیب نہو مگر آئینہ تیرے روبرو ہو جائے ۱۲ م ش [۵۳] مضمون جو پڑھا الخ نقش عمل نگار جانا۔ نگار نیز بمعنی نقش اور نیز بمعنی معشوق یعنی سمجھ گئی کہ بہرام کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے نقش کے لئے ایراد لفظ نگار میں معشوق کا لطف ظاہر ہے ۱۲ م ش + + +

مشاطہ کو دیکھکر اکیلی ‏‏‏‏‏‏‏‏ بولی کہ بتا تو یہ پہیلی
ہاتھ آکر جو نہ پائی وہ کون ‏‏‏‏ ہو کر جو نظر نہ آئی وہ کون
سوچی تو نہ بوجھی وہ کہا کل ‏‏‏‏ کہدونگی یہ کہکے آئی بے کل
بہرام اُس سوچ کو سمجھکر ‏‏‏‏ بولا کیا ہے کہا اُلجھکر
وہ جانتا تھا نہ اُسکو سوجھی ‏‏‏‏ بولا لو بات کیا ہے بوجھی
ہاتھ آکے نہ پائے جو وہ مجذوب ‏‏‏‏ ہو کر نہ دکھائی دے وہ محبوب
وہ سُن کے جو دوسرے دن آئی ‏‏‏‏ تقریر سُنی ہوئی سُنائی
سمجھی وہ کہ پوچھہ آئی ہے یہ ‏‏‏‏ پوچھا کس نے بتائی ہے یہ
بولی وہ مجھے تو ہان نہ سوجھی ‏‏‏‏ منھ بولی بہن نے میری بوجھی
روح افزا نے کہا کہ نادان ‏‏‏‏ ہمرہ اُسے کیون نہ لائی تو یان
بولی وہ ابھی چلی مین لائی ‏‏‏‏ جا کر طلبی اُسے سُنائی
اس مژدہ کا منتظر ہی تھا وہ ‏‏‏‏ ساتھ اُس کے زنانے مین گیا وہ
امرد کا لباس تھا زنانا ‏‏‏‏ دھوکہ مجھ کھا گئی وہ دانا
پوچھا کہو نام کیا کہا ننگ ‏‏‏‏ پوچھا کہ نشان کہا دل تنگ
یہ سُن کے[ل] اشارے سے بٹھایا ‏‏‏‏ بادام بنفشہ کو دکھایا
وہ جانی کہا یہ پردہ پوشی ‏‏‏‏ گندم کے بہانے جو فروشی
بہرام ہے تو ارے وہی چور ‏‏‏‏ رہ تجھکو بتاؤن سحر سے گور
بد مین سمجھ کے گور کا نام ‏‏‏‏ پنجرہ اک لائی وہ گل اندام

ل یہ سنکے اشارے سے الخ بادام سے مراد آنکھ یعنی ادھر بہرام کو بیٹھنے کا آنکھ سے اشارہ دیا اُدھر بنفشہ پری کو اشارہ دیا کہ وہ بھی حقیقت حال کی سمجھ گئی پھر بہرام سے کہا کہ اس وجہ یہ وہ پوشی کہ بنفشہ کی بہن کو تو زنانے مین داخل کیا لفظ بادام کے ایراد کا لطف یہ ہے کہ بنفشہ ایک گل کا نام ہے جو اخاص کشمیر مین عمدہ ہوتا ہے ۱۲ م ش

طوق اُسکو طلسم کا پہنایا — قمری اُسے سرو نے بنایا

دن بھر تو وہ فاختہ بناتی — شب کو اُسے آدمی بناتی

غماز تھی اک خواص اُسکی — دمساز تھی وقت خاص اُسکی

اک دن[۱] پنجرا اڑا کے لائی — حسن آرا کو وہ کل سجھائی

کھولا جو وہ بند سحر بنیاد — دیکھا تو مجسم آدمی زاد

گستاخ جو اُس بشر کو پایا — غصہ غضب اُس پری کو آیا

لوگون سے کہا ہٹاؤ اسکو — آتشکدے مین جلاؤ اسکو

لوگ اُسکو لے چلے جلانے — تقدیر کے سُنیے کارخانے

شہزادہ بکاولی کے ہمراہ — گذرا اُسی راستے سے ناگاہ

دیکھا تو وزیرزادہ بہرام — بوتہ مین تھا شکل نقرۂ خام

جلنے سے بچا دیکے اُسکو — فردوس مین آئی لیکے اُسکو

زندہ اُسے پاکے حسن آرا — بولی کہ یہ چور ہے ہمارا

قابل ہے جلانے کے یہ فاسق — روح افزا کا ہوا ہے عاشق

بولی وہ بکاولی کہ قربان — یہ کون سی فہم ہے بجی جان

پیارے کا جو اپنے ہووے پیارا — کیونکر ستم اُسپہ ہو گوارا

حسن آرا نے کہا بجا ہے — تم کیون نہ کہو کہ خود کیا ہے

بولی وہ کہ پھر عبث ہے انکار — تب عیب نہ تھا تو اب ہی کیا عار

کیا کہتی[۲] وہ دم بخود سُنا کی — سوچی سمجھی رضا خدا کی

---

۱ ایک دن پنجرا الخ ممکن ہے کہ کل سجھائی تحریف ہو کل بتائی کی یا کل دکھائی کی اور سجھائی بھی غلط اور قبیح نہین ہے ۱۲ ام ش

۲ کیا کہتی وہ الخ سوچی سمجھی یعنی جب سوچی تو یہ سمجھی کہ خدا کی مرضی ۱۲ ام ش

مرسوم تھے جسطرح کے انداز | شادی کا خوشی خوشی کیا ساز
دو سازِ طرب سے خوش آہنگ | دو راز ادب کھلے بصد ننگ
شادی جو ہوئی تو غم ہوا دور | فردوس سے گھر کو آئی وہ حور
گلزار جو اہرین مین آکر | آباد ہوئی وہ یاسمن بر
حاصل ہوئی اُن گلونکو بے خار | سیرِ شبِ زلف صبح رخسار
جس طرح اُنھین بہم ملایا | بچھڑے ہوے سب ملین خدایا

تاریخ اختتام تصنیف از مصنف

این نامہ کہ خامہ کرد بنیاد | گلزار نسیم نام بنہاد
بشنید و نوید ہاتفے داد | توقیع قبول روزیش باد
۱۲۵۴

انتخاب دیوان نسیم

جب ہو چکی شراب تو مین مست ہو گیا
شیشے کے خالی ہوتے ہی پیمانہ بھر گیا

نے قاصد خیال نہ پیک نظر گیا
اُن تک مین اپنی آپ ہی لیکر خبر گیا

روح رواں و جسم کی صورت مین کیا کہون
جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا اُدھر گیا

سمجھا ہی حق کو اپنے ہی جانب ہر ایک شخص
یہ چاند اُسکے ساتھ چلا جو جدھر گیا

طوفان نوح اسمین ہو یا شور حشر ہو
ہونا جو کچھ ہے ہو گا جو گذرا گذر گیا

شوریدگی سے میری ہیں تنگ وہ تنگ تھے
روٹھا جو مین تو خیر منائی کہ شر گیا

مینے بھی آنکھیں دیکھی ہیں یونہی جاؤ بھی
تمنے دکھائی آنکھ مجھے اور مین ڈر گیا

گذرا جہان سے مین تو کہا سن کے یار نے
قصہ گیا فساد گیا درد سر گیا

کاغذ سیاہ کرتے ہو کسکے لئے نسیم
آیا جواب خط تمھین اور نامہ بر گیا

عشق مین دل بن کے دیوانہ چلا
آشنا سے ہو کے بیگانہ چلا

قلقل مینا سے آتی ہے صدا
بھر چکا جسوقت پیمانہ چلا

بے زبانون کو بھی آئی ہے زبان
بیڑی غل کرتی ہے دیوانہ چلا

عشقبازی بازی شطرنج ہے
چال نادان رہ گیا دانا چلا

شب جو آیا بزم مین وہ شعلہ رو
شمع گل کرنے کو پروانہ چلا

بوئے گل غنچہ سے کہتی ہے نسیم
بات نکلی منھ سے افسانہ چلا

چمن مین دُھر کے اگر مین کیا نہال ہوا
برنگ سبزۂ بیگانہ پائمال ہوا

کہانی کہکے سُلاتے تھے یار کو سُو اب
فسانۂ غم ہوئی خواب وہ خیال ہوا

جنون کی چاک زنی نے اثر کیا وان بھی
جو خط مین حال لکھا تھا وہ خط کا حال ہوا

نسیم دزدیِ مضمون سے چھوڑینگے شعرا
اگرچہ شہر کا تبدیل کوتوال ہوا

وہ مارِ زلف کمر تک اگر چلا چلتا
یقین ہے نہ عدم کا بھی راستا چلتا

اگر نہ ہوتی مسلسل وہ زلف عمر دراز
جنونکے ناموزون کا نہ سلسلہ چلتا

جنون مین گرچہ ہون پیوند دامن صحرا
برنگ چاک ہون ایسے پھٹا پھٹا چلتا

طریق شعر و سخن مین جو کچھ نہین اعجاز
قلم کی طرح سے ہر ایک شکستہ پا چلتا

شریک بزم ہے ہو تو دُور کیجے حجاب
جو سنکے ناچنے پھر کیا لحاظ گھونگھٹ کا

عجیب محفل رندان مین کل تھی کیفیت
پیالہ بزم مین ناچا سبو سے مٹکا

جو خط ہے رُخ پہ تو آنکھون مین سُرمہ کی تحریر
وہی رُکھائی کا فقرہ یہ ہے لگاوٹ کا

وہ گلعذار جو یاد آگیا چمن مین نسیم
تو آنکھ مین گل تر خارِ خشک سا کھٹکا

بحر گور غریبان نقش پا تھے پھر نہین آگے
یہین تک ہر مسافر نے پتا پایا ہے منزل کا

زبانِ موج نے طوفان جوڑا آشناؤن پر
حباب بحر تو بھی توڑا اپنا آبلہ دل کا

نسیم اپنے ہی اعمالون سے گردش ہے زمانے کی
روان کشتی پہ آتا ہے نظر ہر نخل ساحل کا

جوش مین آئے بہار چمنستان یارب
ابر ہو کف کی طرح موج ہوا سے پیدا

صدف و ابر گہربار کو دیکھا تو کھلا
عالم آب مین بھی مرتے ہین پیاسے پیدا

کوچۂ جانان کی ملتی تھی نہ راہ
آج کیونکر ہو خبر اسکو نسیم

بند کین آنکھین تو رستا کھل گیا
شعر پڑھنے کا بھی فقرا کھل گیا

بلبل کے منھ سے اڑنے لگی ہین ہوائیان
ہر شب آہی کچھ تو بگڑتا ہے اسکا نیل

صیاد کو بتا کہین او باغبان ہوا
ہر روز باندھتا ہے نئی آسمان ہوا

بتونکو جو دیکھا گنہ کیا ہمارا
بتون کی گلی چھوڑ کر کون جائے

خدائی خدا کی تماشا ہمارا
یہین سے ہے کعبہ کو سجدہ ہمارا

یہ تصویر چہرہ او ترکیون گیا ہے
نسیم اس چمن مین گل تر کی صورت

کھنچے کس سے ہو کیا ہے نقشہ تمھارا
پھٹے کپڑے رکھتے ہین پردا تمھارا

جلد او ماہ تو گھر سے نکلا
سیر گلرویون کی کرتا ہوگا

شکر ہے چاند کدھر سے نکلا
ہے نسیم آج سحر سے نکلا

اسکی درگاہ کا رانذہ تھا نہ جانے پایا
عشرت آباد چمن سے بھی گیا تو تو نسیم

تا در خلد کس ارمان سے شدّاد آیا
نکہت گل کی طرح ہونے کو برباد آیا

ہو رنج عشق میرے لیئے مین برائے رنج
ہم شیشۂ شکستہ ہین تم کیف موج مے
یا تنگی کنار تھی یا اب فشار قبر

خود بھی مٹی یقین ہی جو مجھکو مٹائے رنج
بنیاد عیش تمسے ہی ہمسے بنائے رنج
وہ ابتدائے عیش تھی یہ انتہائے رنج

قرص خور کو دیکھ کر تسکین کر اے مہمان صبح
تا دہانِ شام پہنچاتا ہے رزاق نانِ صبح

معنیٔ روشن جو ہوں تو سو سے بہتر ایک شعر
مطلعِ خورشید کافی ہے بجائے دیوانِ صبح

سیرچشمی دیدہ کے بھوکوں کی دیکھو گھٹتی ہے
مہ پنیرِ شام ہے خورشید تابان نانِ صبح

صدقے اُس پروردگار پاک کے جس نے کیا
ہر طفلِ غنچہ پیدا شیر بے پستانِ صبح

صبحدم غائب ہوئے انجم تو ثابت ہو گیا
خندۂ بیہودہ پر توڑے گئے دندانِ صبح

وصل کی شب آنکھ کھلا کر یہ انجم کہتے ہیں
تو قیامت آئی مشرق سے اٹھا طوفانِ صبح

دیکھئے وہ گلشن جو دن دو دن ہیں زیان مثلِ گل
ہم تو شبنم سان نسیم اک دم کے ہیں مہمانِ صبح

زار و نسنے ڈیرے بھو پئے زر بہ زور پر
تھے کیے انگاہ حال سلیمان و مور پر

ایک عمر سے وظیفہ ہے صاحب کے نام کا
ناخن کے خط ہیں انگلیوں کی پور پور پر

کل تک جو شمع محفل عیش و نشاط تھی
جلتا نہیں چراغ بھی آج اُن کی گور پر

بلبل سے لڑ کے ہم نے کیا سرِ عشق فاش
واقف نہ راز تھے تو کھلا اب کرور پر

دل بدل آئینہ ہے دیر و حرم
حق جو پوچھو ایک رستہ ہے دو طرف

خواہ کعبہ خواہ بتخانہ کو جا
دشت دل کا رہگذر ہے دو طرف

کفر و ایمان دونوں جانب کی سنے
اس لیے گوش بشر ہے دو طرف

رخنہ اندازوں کی کب چھپتی ہے آنکھ
چشم روزن کی نظر ہے دو طرف

باغ ہو یا دشت ہو قسمت نسیم
کوچ کی اپنے خبر ہے دو طرف

شاخ سے چھو جو گیا بادِ سحر کا دامن
صبح شبنم نے بھگویا گلِ تر کا دامن

بے حجابی پہ وہ در پردہ جو آجاتے ہیں
شرم رکھ لیتی ہے آنکھوں پہ نظر کا دامن

آئی بہار زاہد ہشیار مست ہو | شیشہ کی فتح توبہ مے کی شکست ہو
قلقل سنا کے چھیڑتے ہین مے پرست کو | شیشے سرود یاد دلاتے ہین مست کو

ذلت ہی جو پھیلائے بشر پیش بشر ہاتھ | یا رب نہ کبھی ہاتھ کا ہو دست نگر ہاتھ
خورشید کے پنجہ سے اشارہ ہی کہ غافل | اللہ کی جانب کو اٹھا وقت سحر ہاتھ

ساغر بکف جہان کوئی مست الست ہی | بیضائے موسوی بھی وہان داغ دست ہی
دیوانہ باش تا غم تو دیگران خورند | واللہ ہوشیار ہی وہ جو کہ مست ہی
باغ جہان مین خاک کوئی فیضیاب ہو | غنچہ کی مٹھی بند ہی گل باد دست ہی
یا ہاتھ توڑ ہی جائینگے یا کھولینگے نقاب | سلطان عشق کی یہی فتح و شکست ہی
پانوئن مین بیڑیان ہین تو ہاتھون مین ہتھکڑی | کیا کشور جنون مین مرا بندوبست ہی
الجھے مجو زلف دیدۂ تر دل بھی آپھنسا | مچھلی کو کیا خبر ہی کہ پانی مین شست ہی
تیرے کنار لطف مین لے دایۂ بہار | ہر صبح طفل غنچۂ گل شیر مست ہی
اے مرغ دل تو شاخ نشیمن سے گر پڑا | حیف آشیان بلند ہی پرواز پست ہی
جب سے ہم آکے بیٹھے ہین جا کر دشت مین | مجنون کے وقت سے کہین افزون نشست ہی
شاگرد خواجہ آتش ہندی جو ہی نسیم | کہتے ہین پارسی کہ یہ آتش پرست ہی

جب نہ جیتے جی مرے کام آئیگی | کیا یہ دنیا عاقبت بخشائیگی
جب ملے دو دل مخل پھر کون ہے | بیٹھے جاؤ خود حیا اٹھ جائیگی
گر یہی ہے اس گلستان کی ہوا | شاخ گل اک روز جھونکا کھائیگی
داغ سودا ایک دن دے گا بہار | فصل اس گل کی شگوفہ لائیگی

کچھ تو ہوگا ہجر مین انجام کار بیقراری کچھ نہ کچھ ٹھہرائیگی
صندلی رنگون سے مانا دل ملا درد سر کی کس کے ماتھے جائیگی
خاکسارون سے جو رکھے گا غبار او فلک بدلی تری ہو جائیگی
جب کرے گا گرمیان وہ شعلہ رو شمع محفل دیکھکر جل جائیگی
جان نکل جائیگی تن سے اے نسیم گل کو بوے گل ہوا بتلائیگی

خسم نہ بن کر خود غرض ہوجایئے مثل ساغر اور کے کام آیئے
ابر رحمت سنتے ہین نام آپ کا خاکسارون پر کرم فرمایئے
آپ آہو چشم ہین آہو نہین ہم سے وحشت کی نہ لیجے آیئے
صبر رخصت ہو تو جانے دیجئے بیقراری آئے تو ٹھہرایئے
جوہر تیغ نگہ کھل جائیگا منہ نہ میرے زخم کا کھلوایئے
دل مین ہے دکھلائے تاثیر عشق ٹھنڈی سانسون سے انھین گرمایئے
سرد آہین بھرتے ہین جب ہم نسیم کہتے ہین وہ ٹھنڈے ٹھنڈے جایئے

منت دلا کسی کی نہ اصلا اٹھایئے مر جایئے نہ ناز مسیحا اٹھایئے
جلیے مگر چنار کے پنجہ کی طرح سے بہر دعا نہ دست تمنا اٹھایئے
سیلی موج حادثہ پڑتی ہے لے حباب اس بحر بے کنار مین سر کیا اٹھایئے
کیا کیا حسین بنے ہوئے مٹی مین مل گئے افشان سمجھ کے خاک سے ذرہ اٹھایئے
چاہ اپنی مانتا نہین وہ بے یقین اگر قرآن کا جامہ پہنئے گنگا اٹھایئے

دل سے ہر دم ہمین آواز بکا آتی ہے بند کانون کو بھی گریہ کی صدا آتی ہے

دل سے ہی آنکھ تک آئی اثر گرمیِ شوق — اشک حسرت سے نگہ آبلہ پا آتی ہے
گلُ ہوا کوئی چراغ سحری او بلبلُ — ہاتھ ملتی ہوئی پتّو نسے صبا آتی ہے
آئینہ صاف سکندر کو دکھایا تونے — خوب اے خضر تجھے راہ بتا آتی ہے
چھُو لیا دھوکے سے دامانِ صبا نے تو کیا — غنچۂ گل کہین مٹھی مین ہوا آتی ہے
جسقدر وصل بتانکا تھین ہتا ہو فراق — ای نسیم اُتنی کبھی یادِ خدا آتی ہے

کیون خمار شک حور ہوتا ہے — آدمی سے قصور ہوتا ہے
مۓ الفت سے بھر گیا جو دل — صورتِ شیشہ چور ہوتا ہے
خاک عاشق سے جو درخت اُگا — طور ہوتا ہے نور ہوتا ہے
جسکو دیکھا وہ اس زمانے مین — اپنے نزدیک دور ہوتا ہے
خاکساری وہ ہو کہ ذرون پر — روز باران نور ہوتا ہے

ساقی قدح شراب دیدے — مہتاب مین آفتاب دیدے
ساقی باقی جو کچھ ہو لیلے — باقی ساقی شراب دیدے
لیلیٰ مین نے تجھے بنایا — مجنون مجھکو خطاب دیدے
پیا سا جاتا ہے نشتر یار — او رگ کچھ خون ناب دیدے
اُس بت سے نسیم زر نہ تو مانگ — جو چاہے وہ بیحساب دیدے

فراق دیدہ ہون مین وصل یار باقی ہے — خزان رسیدہ چمن کی بہار باقی ہے
وہ فصل گل نہین پر عندلیب کے دل مین — گلون کا داغ ہے گلچین کا خار باقی ہے
ہوا تو کہتی ہو صاف آمدِ بہارِ چمن — صدائے غنچہ و صوتِ ہزار باقی ہے

غبار راہ ہون پر خاکساری کہتی ہے ہوا لے اوج و دماغ وقار باقی ہے
بتون کے قہر سے ہمکو مقام یاس نہین امید رحمت پروردگار باقی ہے

بے رُخ ہے وہ پری دلِ دیوانہ کیا کرے رو رو کے آنکھ بھرتی ہے پیمانہ کیا کرے
دست و زبان و دیدہ و دل دیتے ہین دغا کرتے ہین وہ یگانے کہ بیگانہ کیا کرے
عاشق سے گرم ہوکے نہ پوچھو جلن کا حال افروختہ ہو شمع تو پروانہ کیا کرے
بے بس کیا ہے مجھکو سرِ زلف یار نے زنجیر پانؤن مین ہو تو دیوانہ کیا کرے
کہتا ہے مُرغِ دل سے وہ خالِ میانِ خط سبزہ جو دام ہو تو اُسے دانہ کیا کرے

کان مین سبکے اپنی بات نہ ڈال آبرو مثلِ آب گوہر ہے
کیا مخالف ہے اس چمن کی ہوا خار دیتا ہے جو گل تر ہے
نوک رکھے تو برہنہ پائی کی آبلو خار دشت نشتر ہے
ابتو جاتے ہین اُس گلی مین نسیم ہو رہے گا جو کچھ مقدر ہے

پھنس کے دل مت دے بل سمجھ لینگے زلف کرتی ہے بل سمجھ لینگے
ہم سپاہی ہین وہ کمان ابرو تیغ پکڑے اجل سمجھ لینگے
نیت شب حرام اے ساقی آج تو شوئین کل سمجھ لینگے
آج ہمیشل ہو سخن مین نسیم چار دن مین مثل سمجھ لینگے

خیر ہے او شب دراز فراق چاک پیراہن سحر کیون ہے
چشم پوشی نہین تو رُخ پہ ترے پردۂ دامن نظر کیون ہے

دانہ کے دام میں ہی طائر دل
کچھ نہ پوچھو شکستہ پر کیوں ہے
عکس و آئینہ کسکے دیکھا میں ہوں
رخ ادھر کیوں ہے دل ادھر کیوں ہے
غنچے ہنستے یہ ہیں کہ گلچین کو
خار ہے گل کے پاس پر کیوں ہے

میں بوسہ لونگا بہانے بتائیے نہ مجھے
جو دل لیا ہے تو قیمت دلائیے نہ مجھے
دموں میں ٹالتے ہو دم نکل ہی جاویگا
میں ناتوان ہوں بہت آزمائیے نہ مجھے
تمہیں تو غیب کی خاطر ہی تو میں جاتا ہوں
اٹھائیے نہ حیا کو بٹھائیے نہ مجھے

کسکے دل سے نہ یارب کوئی خراب گرے
نہ شیشہ طاق سے نہ شیشے سے شراب گرے
کہوں میں اپنی جو افتاد بزم ساقی میں
سبو سے بادہ گرے سیخ سے کباب گرے
جو دن نکلو تو خورشید گرد سر گھومے
چلو جو شب کو تو قدموں پہ ماہتاب گرے

ہم تم میں جو ایک پھر جدائی کیسی
دل ہی نہ ملا تو آشنائی کیسی
کافر نہ گھمنڈ رکھ خود آرائی کا
سب کچھ ہوں جو بت تو پھر خدائی کیسی
نیت میں فتور ہے کہ پاؤں صہبا کے گھونٹ
اے شیخ یہ تیری پارسائی کیسی

ہمت پیر مغاں دیکھ لے زاہد چلکر
کوئی میخانہ سے پھرتا نہیں سائل خالی
عہد پیری میں رہ وانہ ہو کیوں نقش جوانی
صبح کو جیسے مسافر سے ہو منزل خالی

عشق کے زینے کے آگے آسمان بھی پست ہے
سر جھکایا ہو فرشتوں نے بشر کے سامنے
ہاک دیکھا کچھ شبستان جہاں میں اے نسیم
ڈھیر پروانوں کا تھا شمع سحر کے سامنے

لائے اُس بت کو التجا کر کے کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے
لب نازک کے پاس رہنے دو تل برابر ہے دل مسا کر کے

ہر اک مژہ کی محبت میں ہم سنا نیہ چڑھے سر ایک شمع کے پروانہ سان زبان پہ چڑھے
بلند مرتبہ اپنا ہے چشم تر کے سبب زمین سے ابر کے مانند آسمان پہ چڑھے

جو چپ رہوں تو جنوں دل میں جوش کھاتا ہے فغان کروں تو گریبان گلا دباتا ہے
مکان سینہ کا پاتا ہوں دمبدم خالی نظر بچا کے تو اے دل کدھر کو جاتا ہے

متفرقات

پیری میں طرز عشق جوانی وہی رہا صورت کے ساتھ دل کا بدلنا محال تھا

دھر میں کمیاب کیا نایاب ہیں کیمیا درویش سچا آشنا

صہبا کشوں کی خاک ہے ہر اک مقام پر ساقی لنڈھا شراب کو مستوں کے نام پر

دارم ز دین و کفر بہر یک قدم دو سیر من میروم بکعبہ و دل میرود بدیر

بل پڑنے لگا ابروے خمدار کے اوپر آجاے نہ آفت کہیں دو چار کے اوپر

نسیم اس چمن کے جو کانٹو نسے اُلجھون | مین اُس گل کی رنگین ادائی ندیکھون
تیرہ دل کی بزم مین جام شراب آتا نہین | جانب ظلمات ہرگز آفتاب آتا نہین
قرار پر نہ ملو اضطراب ہو کہ نہو | شراب غیر کو دو دل کباب ہو کہ نہو
گلابی آنکھو نسے ساقی کے دل بچے کیونکر | شرابیون مین جو بیٹھے خراب ہو کہ نہو
چلا دخترِ رز کو لیکر جو ساقی | فرشتہ ہوے ساتھ گھر دیکھنے کو
بل بے پھنسائیگی یہ کسی بیگناہ کو | چوٹی کے پیچ یاد ہین زلفِ سیاہ کو
اشارہ مین ادا ہوتا ہے حقِ مدعا گوئی | بیانِ بے زبان چتون زبانِ بے بیان ابرو
نرخ طلاے رنگِ حسینان گران سمجھ | آنکھونکی پتلیان محک امتحان سمجھ
اے دل نہ چھوڑ دامنِ طفلِ سرشک کو | رہ جائیگا برنگ مژہ ہاتھ ملکے دیکھ
خود چلا ہر قدم یہ کہتے نسیم | ٹھہر تو نامہ بر کہو نگا کچھ
محتسب کی آنکھ پر جب سے چڑھی | دختِ رز شیشہ کے دل سے گر گئی

ہم تو مژگان کی نمط ہم چشمون
خالی ہاتھ آئے ہین ارمان بھرے

آن مین فرق نہ آنے دیجئے
جان اگر جائے تو جانے دیجئے

آنکھ نرگس سے جو اسکی لڑ گئی
صبحدم کیا اوس گل پر پڑ گئی

وا حسرتا کہ لخت جگر تھے جو طفل اشک
آنکھون کے سامنے سے ہمارے نکل گئے

دنیا مین عیش و غم سے ہین یکسر بھرے ہوے
شیشون کے دل ہین خالی تو ساغر بھرے ہوے

گذرے اے پیک صبا تو تو دعا کہہ دینا
کوچۂ زلف مین دل نام جوان رہتا ہی

دوزخ و جنت ہین اب میری نظر کے سامنے
گھر رقیبون نے بنایا اسکے گھر کے سامنے

پہونچی نہ راحت ہمسے کسیکو اذیت کش ہوئے
جان پڑی تب بار شکم مجھکے وبال دوش ہوئے

مخمس

کس مین ایجان نہین مہر و محبت کا اثر
مہر و مہ داغ ہی دکھلاتے ہین ہر شام و سحر
دھو دیا شبنم نے کہین جاتا ہی داغ گل تر
یک بیک دل سے مٹے حرف محبت کیونکر
لالہ رو داغ ترا جائیگا جاتے جاتے

وصل انسان کو پرنزاد و نگا ہو ہے دشوار
فائدہ کچھ نہین تم مفت مین کیون ہوتے ہو خوار
کہتے کہتے تو ہوی تمکو نسیم اب ناچار
عشق کو ترک کرو یا نہ کرو ہو مختار
نیک و بد رند تھین ہم ہین جتلاتے جاتے

مخمس دیگر

زمانہ مین ہین نکتہ دان کیسے کیسے
خط و خال کے ہین بیان کیسے کیسے
زبان زد ہین وصف بتان کیسے کیسے
دہن پر ہین اُنکے گمان کیسے کیسے
کلام آتے ہین درمیان کیسے کیسے

وہ خونخوار عاشق کُشی پر جو آیا
کوئی دم کے دم بیقرار و نہین ٹھہرا
روان جب ہوا تیغ سے تیز تر تھا
نہ مڑ کر بھی بیدرد قاتل نے دیکھا
تڑپتے رہے نیم جان کیسے کیسے

قضا جسدم آجاتی ہے جان کی دشمن
کسی کی نہین چلتی ہے شفق مین
اجل ہے گذرگاہ ہستی مین رہزن
عجب کیا ہے چھٹے روح سے جامۂ تن
لٹے راہ مین کاروان کیسے کیسے

خزان خار اپنے دکھاتی ہے کیا کیا
بہار اپنے پھل پھول پاتی ہے کیا کیا
شگوفہ ہر اک فصل لاتی ہے کیا کیا
زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہو رنگ آسمان کیسے کیسے

نہ زخمی بدن ہین نہ گھائل ہوئے ہین
نہ خونی کفن ہین نہ بسمل ہوے ہین
لہو کے کشتو مین داخل ہوے ہین
تمھارے شہید و مین شامل ہوے ہین
گل و لالہ و ارغوان کیسے کیسے

وجود بشر کیا عدم ہی عدم ہے
کہ ہے آدمی جب تلک دم مین دم ہے

شکم پر در حرص ناز و نعم ہے | کرے جسقدر شکر نعمت وہ کم ہے
مزے لوٹتی ہے زبان کیسے کیسے

جو دلسوز فرقت ہین ہین داغ سوزان | تو دمساز ہین نالہ و آہ و افغان
بنے رہتے ہین روز ناخواندہ مہمان | غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرمان
ہمارے بھی ہین مہربان کیسے کیسے

کوئی جانتا ہے کسی کو خبر ہے | کہ پردہ مین کون ایصنم جلوہ گر ہے
کہین کچھ خیال اور کہین کچھ نظر ہے | دل و دیدۂ اہل عالم مین گھر ہے
تمھارے لیئے ہین مکان کیسے کیسے

جو مے نوش ہین ننگ ٹھنکے جمے ہین | پیے بھول بدمستیان کر رہے ہین
قدم لڑکھڑاتے ہین ساغر لیئے ہین | بہار آئی ہے نشہ مین جھومتے ہین
مریدان پیر مغان کیسے کیسے

ہر اک درد کا کر سکے لوگ چارا | اجل سے نہ پایا کسی نے گذارا
ملے خاک مین سیکڑون مسند آرا | نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا
مٹے نامیونکے نشان کیسے کیسے

فسانے جو کچھ حسن اور عشق کے ہین | لب نے سے سب پوست کندہ سُنے ہین
جو مغز سخن سمجھے ہین جانتے ہین | تب ہجر کی کاہشون نے کئے ہین
جُدا پوست سے استخوان کیسے کیسے

نسیم آج کیونکر نہو مست دل خوش | کہ سبزہ چمن کی روش پر ہے دلکش
خزان باغ سے بھاگتی ہی مشوش | بہار گلستان کی آمد ہے آتش
خوشی پھرتے ہین باغبان کیسے کیسے

ترجیع بند

دیو تابع ہوتے ہین تسخیر سے
پھنستے ہین جن سحر کی تاثیر سے
مس کو کرتے ہین طلا اکسیر سے
چوکتا غافل نہین تدبیر سے

آدمی مجبور ہے تقدیر سے

زعم تھا فرعون کو مین ہون کردگار
بارش باران ہوئی جب بے شمار
آبگینہ کا بنایا تھا حصار
قدرت حق سے ہوا وہ سنگسار

آدمی مجبور ہے تقدیر سے

وہ سلیمان جنکے پریان بس مین تھین
اسم اعظم سے جہان زیر نگین
اہرمن جب لے گیا خاتم وہین
پانوٴن کے نیچے نہ ٹھہری پھر زمین

آدمی مجبور ہے تقدیر سے

وہ کلیم اللہ جو ہر صبح و شام
طور پر ہوتے تھے حق سے ہمکلام
کیا غضب تھا لن ترانی کا مقام
لے سکے پھر رب ارنی کا نہ نام

آدمی مجبور ہے تقدیر سے

وہ امام دوجہان حضرت حسینؑ
فاطمہؑ کے اور علیؑ کے نور عین
دودمان مصطفےٰؐ کے زیب و زین
زیر خنجر بس یہی کرتے تھے بین

آدمی مجبور ہے تقدیر سے

تھا جو افلاطون حکیم ذوفنون
ختم شد
چاہا حکمت سے مجسم پھر مین لن

شہر چھوٹا وقفِ ہاموں ہو گیا　　ناقہ آکر بخت واژوں ہو گیا

آدمی مجبور ہے تقدیر سے

کوہ کن شیریں کا عاشق تیشہ گیر　　لے گیا تھا پیش خسرو سے فقیر
پیر زن کا حرف سنکر ناگزیر　　جانِ شیریں کھوئی لاکر جوئے شیر

آدمی مجبور ہے تقدیر سے

میں کہ ہوں گلزار معنی میں نسیم　　حرف میرے رکھتے ہیں گُل کی شمیم
بُلبُل آسا گو ہزاروں ہیں فہیم　　ایک سے حاصل ہوا نے زر نہ سیم

آدمی مجبور ہے تقدیر سے

مخمس دیگر

لیتا ہے جسکا نام ترا وہ نشاں کہاں　　کیا تاب تیری چاند کہاں اور کتاں کہاں
ذرّہ اور آفتاب کا ممکن قراں کہاں　　دل تو کہاں وہ مہوشِ نامہرباں کہاں

نادان ہے زمیں کہاں آسماں کہاں

اپنے ہی دن برے تھے کیا بھلا کہیں　　پھر اپنی ہی سمجھ کا رہا دلکو گیا کہیں
سرگشتگی کے شوق کا کیا ماجرا کہیں　　کعبہ کہیں کنشت کہیں میکدہ کہیں

تیرے لئے خراب ہوے ہم کہاں کہاں

نسیم　　ایک واہ واہ فقط سو ہوا ہو گئی فہیم
　　کہئے شعر خون جگر کھلکے اے نسیم

قطعۂ تاریخ طبع از شاعر شیرین مقال ناظم نازک خیال منشی بھگوندیال صاحب عاقل

ایجنٹ مطبع ہذا

گلزار نسیم در لطافت
عاقل گل سال عیسوی جید
۱۹۱۲ء

گلدستۂ گلشنِ طرب ہست
باغ شاداب این عجب ہست

ولہ

بلا تشبیہ گلزار نسیم است
زکلکِ شاخ گل عاقل ہجری

تروتازہ عجب پر آب باغے
رقم کردم چھپا شاداب باغے
۱۳۳۰ھ

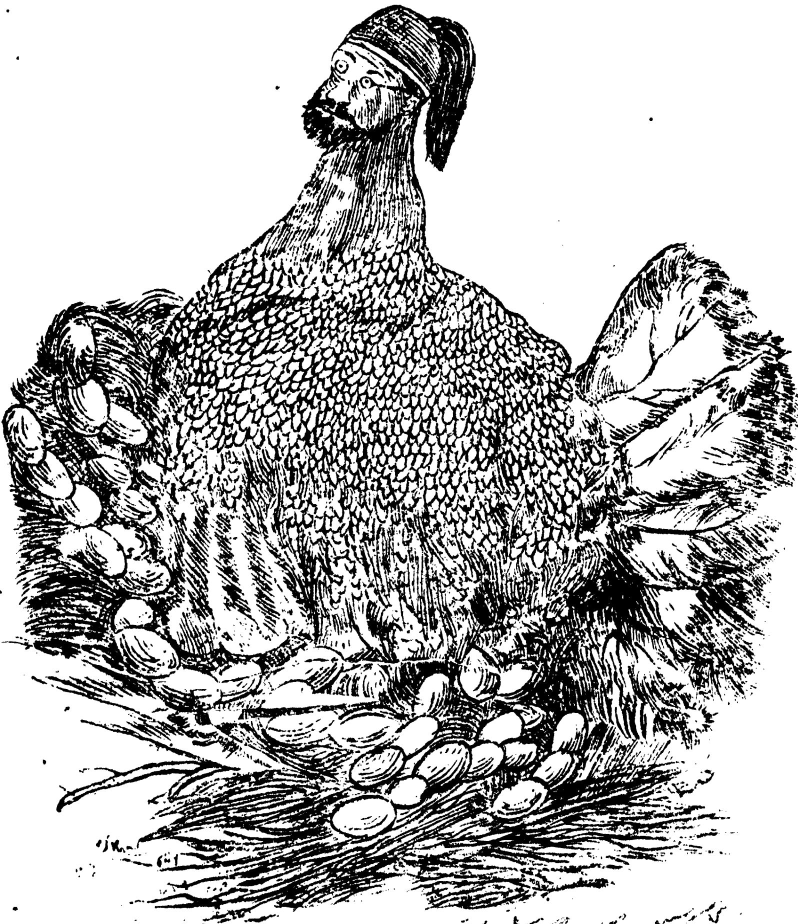
خاتمۃ الطبع مباحثۂ گلزار نسیم

از فخر الاطبا ابو المعالی ظہیر الدین حکیم سید حسین صاحب گریان زیدی لکھنوی

ہزار ہزار شکر ہے اُس خدا کے لیے کہ جس نے انسان کو قوت گویائی عطا فرمائی کہ جو اُسکے اظہار فضل و کمال کا ذریعہ قرار پائی۔ بنا بر مذاق حکما یہی قوت مابین انسان و دیگر حیوانات حد فاصل ہوئی گویا انسان جامۂ انسانیت مین اسی کے زیب دہن ہونے سے ہوا۔ صحن عالم زمانہ کے طویل ہونے اور مخلوق کے کثیر ہونے سے جون جون وسیع وکشادہ ہوتا گیا شعر وسخن [illegible] طرف ہر شخص [illegible] قدر زیادہ متوجہ ہوتا گیا۔ عرب کے آخر زمانہ کی حال [illegible] کتاب کی ضرورت ہوئی کہ جو [illegible]

کلام ہو ہی نہین سکتا" خداوند عالم کا خوان نعمت فصاحت وبلاغت عرب ہی کیلیے مخصوص نہ تھا بلکہ ہمارے ہند مین
بھی ایسے ایسے شاعران نازک خیال شیرین مقال پیدا ہوے کہ جنھون نے اپنی خداداد ذہانت وذکاوت سے
ہمارے ہند کی زبان کو دوسری زبانون کے مقابلہ مین دلھن کی طرح سج دیا۔ اور کلام مین ایسی ملاحت ودلبری
پیدا کی کہ بیساختہ دلدادگان سخن کی رال ٹپک پڑے۔ نہ معلوم لفظون مین کچھ ایسی ادائین پیدا ہوئین کہ جو دلون کو
اپنا کیے لیتی ہین کلمات ایسا چلتا ہوا جادو بن گئے کہ جو کبھی خطا ہی نہین کرتا چنانچہ کتاب مباحثۂ گلزار نسیم
مین کسی کو اختلاف نہین ہوسکتا کہ اسکے سلسلۂ مضامین کے روبرو اچھی خاصی موتیون کی لڑی بھی مات ہے۔
ایسی ایسی دلربائیان اور دلچسپیان کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہین کہ اگر ہزار ہا مرتبہ دیکھیے تو تسکین وسیری نہو بلکہ
ہر مرتبہ شوق بڑھتا جائیگا کیونکہ اُسکے مضمون کی آمد ہے کہ ایک موسلادھار مینھ کی بوچھار یا یہ کہیے کہ ایک دریا
اُمڈا چلا آتا ہے۔ گویا وہ وہ منظر کہ جنکو اُبھرتی ہوئی نوجوان طبیعتین ہر چہار طرف ڈھونڈتی تھین چن چن کر اسمین جمع
کیے گئے ہین۔ ہر تصنیف مصنف کی بقدر حیثیت دلچسپی اور خوبی مین حصہ لیتی ہے اسمین جو کچھ بھی خوبیان ہون
کم ہین کیونکہ وہ کونسا شخص ہوگا کہ جو شاعر خوش مقال عدیم المثال پنڈت دیا شنکر صاحب نسیم لکھنوی سے یا
اُنکی مثنوی موسوم بہ گلزار نسیم سے بیخبر ہوگا کہ جسکو آپنے بہت سا اپنا وقت عزیز صرف کرکے صرف پبلک کی دلچسپی اور
تفریح طبع کی جہت سے قصۂ گل بکاؤلی کو اسطرح سے نظم مین ادا فرمایا تھا کہ جسکے حسن وخوبی کا تمام اہل ہند نے
باتفاق اعتراف واقرار کرلیا۔ اور یہ امر کیا اس کتاب کی بلندی قدر کے لیے کم ہے کہ شعراے نامدار اور نکتہ چینان
دیار وامصار نے گویا اسپر اعتراض کرنا اپنا فخر سمجھا ہے اسی وجہ سے کتاب مباحثۂ گلزار نسیم کا مطالعہ علاوہ ان تمام
خوبیون کے پبلک کے لیے نور علی نور سے بھی بڑھکر سہ چند لطف [illegible] ہے کہ یہ جہان اور دلچسپیان
بخشے گی وہان پر بطور [illegible] گی۔ کیونکہ یہ
کلام پر
تا

بیت بازی بیض بازی



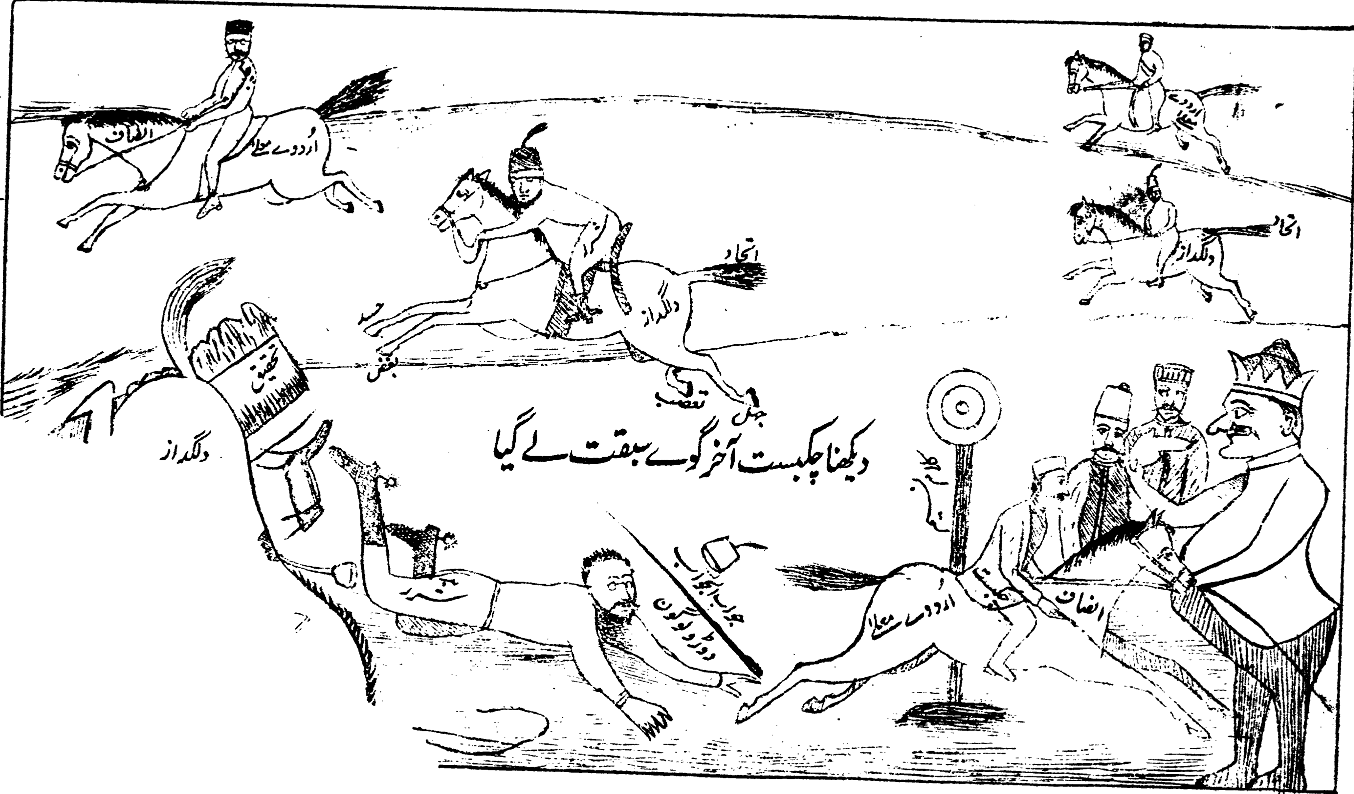
ٹینی مرغی کے خاکی انڈے



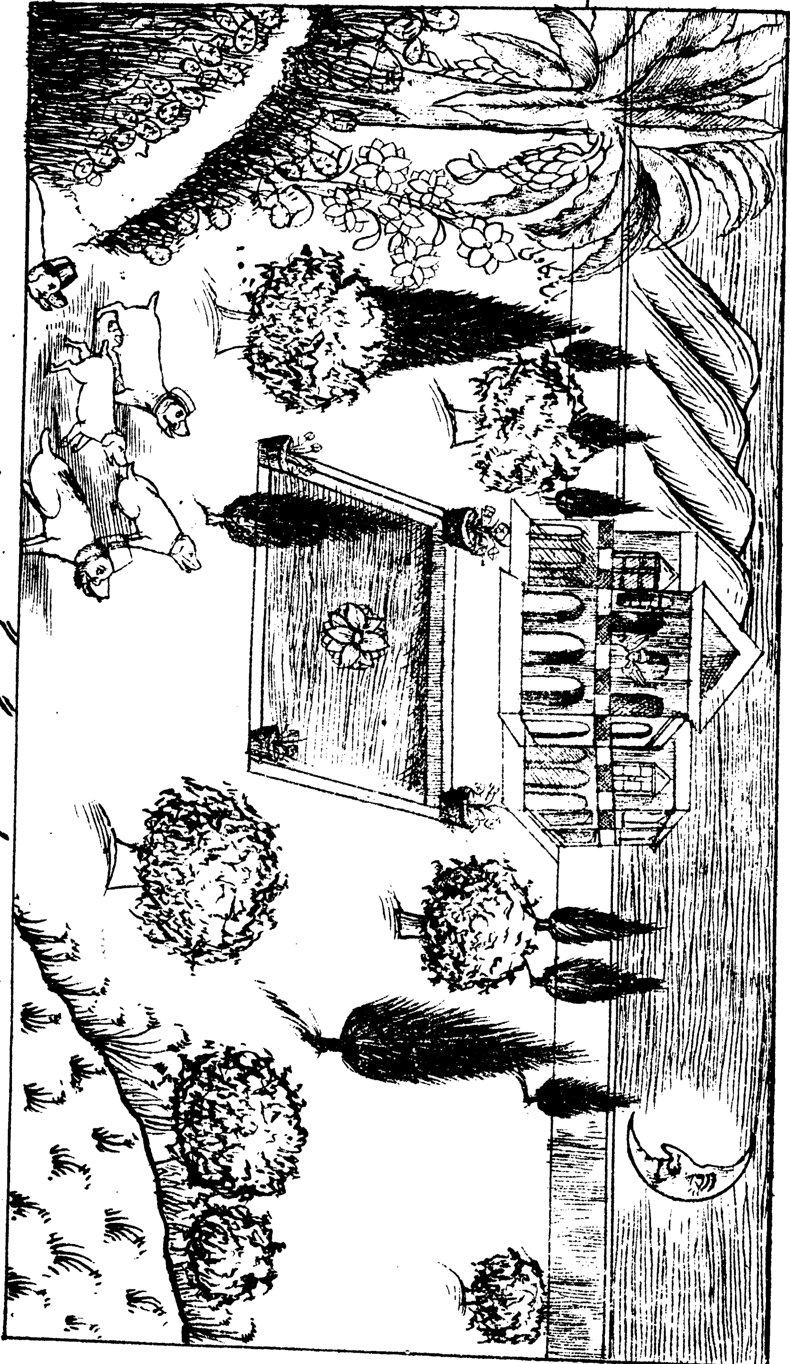
ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد ✣ پنجۂ سیمین خود را رنجہ کرد



گلزار نسیم اور معترض


دیکھا چکبست آخر گوے سبقت لے گیا
الطاف
اردوے معلیٰ
اتحاد
دلگداز
حسد
بغض
تعصب
جہل
تحقیق
دلگداز
شرر
جواب الجواب
اردوے معلیٰ
انصاف
اردوے معلیٰ
اتحاد
دلگداز

ہارا جواری - دشرر) جائیے... مین ایسے شہدون سے نہین کھیلتا.... میری سب نردین پٹ لین.... بڑے جیتیے ہو.... سب بتائی ہوئی چالین ہین... چکبست اشارے کرتا جاتا تھا -
پنچ - واہ راجہ نل - ہارے تو لگے گالیان دینے - رونے کی نہین بدی ہے - یہ کھیل نہین ہے چوسر کی بازی ہے -




بے لپک کے
ہائے دتا
بانٹ پڑ گئے
یوکا بھوا



ٹگ

لکھنؤ اور کرسی کا علمی ٹورنامنٹ نمبر ۲



لکھنؤ اور کرسی کا علمی کرکٹ ٹورنامنٹ نمبر ۳